بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود

ماموریت کا سترھواں سال

"مدرسہ تعلیم الاسلام" کا قیام

(۱۸۹۸ء)

قادیان میں اب تک بچوں کی تعلیم کے لئے دو سکول تھے' ایک سرکاری سکول جو لوئر پرائمری تک تھا اور ریتی چھلہ سے قریب واقع تھا' دوسرا آریہ سکول جس میں اس سے اوپر کی کچھ جماعتیں تھیں۔ اول الذکر پرائمری سکول گو سرکاری تھا مگر اس کا ہیڈ ماسٹر جو اتفاقی طور پر آریہ تھا مسلمان بچوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام پر برملا حملے کیا کرتا تھا اور بچے اس سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کا بیان ہے کہ "اس پرائمری سکول میں میں بھی کچھ عرصہ پڑھا ہوں..... ایک دن جب میرا کھانا آیا جس میں کلیجی کا سالن تھا تو اسے دیکھ کر ایک طالب علم نے حیرانی سے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی اور کہا یہ تو ماس ہے جس کا کھانا حرام ہے۔" جب سرکاری سکول کی یہ حالت ہو تو آریہ سکول میں اسلام کے خلاف طلبہ کے دماغوں میں کیا کچھ بھرا جاتا ہو گا؟ اس کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ [1]

جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس صورت حال کا علم ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اب ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم ایک اسلامی سکول کھولیں سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۵/ ستمبر ۱۸۹۷ء کو جماعت کے نونہالوں کو عیسائیت' الحاد اور مغربی تہذیب سے بچانے اور انہیں اسلام کا مخلص خادم بنانے کی غرض سے قادیان میں ایک مثالی اسلامی درس گاہ کے قیام کی بذریعہ اشتہار تحریک فرمائی۔ چنانچہ حضور نے لکھا "اگرچہ ہم دن رات اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا ہے اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے علاوہ ان طریقوں کے جو استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے

اور وہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں ...... میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میں تالیف کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اٹھے گی۔ اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے ان کا باطل ہونا کھل جائے گا...... اسی لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں۔ اور جس طریق سے میں اس خدمت کو سرانجام دوں گا میرے نزدیک دوسروں سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے۔" ۲

حضورؑ نے اس امر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ "دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کر لیا۔ کالج کی عالی شان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔ اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت ان کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے...... ہر ایک شریف قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتیٰ کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ ان صحیح النسب سیدوں کی اولاد جو اپنا سلسلہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں ہم نے کرسچین (عیسائی) دیکھی ہے جو بانئے اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبی کے لئے غیرت نہیں رکھتا تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا۔؟" ۳

انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل

اس اہم تحریک کو عملی جامہ پہنانے، عملہ مہیا کرنے اور مدرسہ کے انتظامی امور پر سوچنے اور قواعد مرتب کرنے کی غرض سے حضرت اقدسؑ کی ہدایت کے مطابق ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی جس کا پہلا اجلاس ۲۷ / دسمبر ۱۸۹۷ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مدرسہ کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر کی گئی جس کے پریذیڈنٹ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب بھیروی، محاسب حضرت میر ناصر نواب صاحب، سیکرٹری خواجہ

کمال الدین صاحب وکیل ہائی کورٹ اور جائنٹ سیکرٹری حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مقرر کئے گئے۔ [۴] خواجہ صاحب چونکہ قادیان میں سکونت نہ رکھتے تھے اس لئے حضرت مولوی صاحب ہی عملاً سیکرٹری کا کام کرتے رہے اور بالآخر آپ ہی سیکرٹری ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کو عمر بھر مدرسہ کے معاملات سے بہت دلچسپی رہی۔ [۵] انتظامیہ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ مدرسہ یکم جنوری ۱۸۹۸ء کو کھول دیا جائے۔

افتتاح انتظامیہ کمیٹی کے فیصلہ کی رو سے تو مدرسہ یکم جنوری ۱۸۹۸ء کو ہی کھل جانا چاہیے تھا مگر چونکہ یہ دن جلسہ سالانہ کے تھے جن میں مہمان بکثرت آئے ہوئے تھے اس لئے اس کا افتتاح ۳/ جنوری ۱۸۹۸ء کو ہوا۔ [۶] حضور علیہ السلام نے اس مدرسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا۔

"ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جاوے۔ مروجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا ہے تاکہ یہ علوم خادم دین ہوں"۔

"ہماری یہ غرض نہیں کہ ایف اے یا بی اے پاس کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں ہمارے پیش نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمت دین کے لئے زندگی بسر کریں' اور اسی لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کے لئے کام آسکے۔" [۷]

مدرسہ کی عمارت شروع میں مدرسہ کے لئے کوئی مخصوص عمارت موجود نہ تھی اس لئے اس کا آغاز مہمان خانہ میں ہوا لیکن جلد ہی مہمان خانہ کے متصل دو تین کمرے تعمیر کئے گئے ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں مزید عمارت بنوائی گئی۔ اس کے بعد حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ ہجرت کر کے قادیان تشریف لائے تو حضور اقدس نے مدرسہ کا پورا نظم و نسق ان کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ۲۔ دسمبر ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء تک یہ قومی خدمت نہایت محنت اور ذوق و شوق سے سرانجام دی۔ مدرسہ کو ضروری فرنیچر فراہم کیا۔ اس کی پہلی عمارت کو وسعت دی اور ڈھاب پر کر کے بورڈنگ کے لئے کوارٹر بنوائے۔ [۸]

۱۹۰۶ء میں مدرسہ کی ضروریات بڑھ گئیں تو اس کے متصل اور زمین خرید کی گئی۔ لیکن جب یہ زمین بھی کافی ثابت نہ ہوئی تو اس کی انتظامیہ کمیٹی نے قادیان کے شمال میں ایک وسیع قطعہ اراضی تین ہزار میں خرید لیا [۹] جس کی بنیادوں کی کھدائی مارچ ۱۹۱۲ء کے آخر میں شروع ہوئی [۱۰] اور ۱۵/ جون ۱۹۱۲ء کو قریباً چھ بجے شام پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولوی نور الدین صاحب نے دعا کر کے بنیادی اینٹ رکھی پھر آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

(خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے ایک ایک اینٹ رکھی۔ [۱۱] بعد ازاں یہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بورڈنگ کی شاندار عمارتیں بنیں۔ ۱۹۱۳ء میں ہائی سکول اپنی جدید عمارت میں آگیا۔ تیس سال بعد جب ۱۹۴۴ء میں یہ عمارت تعلیم الاسلام کالج کو دیدی گئی تو نور ہسپتال سے متصل ایک دوسری جگہ ہائی سکول تعمیر کیا گیا جو ہجرت ۱۹۴۷ء تک قائم رہا۔ ہجرت کے بعد ۶/ نومبر ۱۹۴۷ء کو بمقام چنیوٹ ملک بھگوان داس کی بلڈنگ میں یہ قومی ادارہ از سرنو جاری کیا گیا اور مارچ ۱۹۵۲ء کے نصف آخر میں اپنی موجودہ مستقل عمارت واقع ربوہ میں منتقل ہوا۔ [۱۲]

مدرسہ کا اسٹاف

مدرسہ کے اولین ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب مقرر ہوئے اور ابتدائی اساتذہ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نومسلم، مولوی فضل دین صاحب ساکن کھاریاں ضلع گجرات اور حافظ احمد اللہ صاحب تھے۔ [۱۳] ان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کئی ایک قابل بزرگ اساتذہ اس کے اسٹاف میں شامل ہوئے۔ [۱۴] مثلاً ۱۔ قاضی امیر حسین صاحب ۲۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب، ۳۔ مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسمل، ۴۔ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی [۱۵] ۵۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری (سابق مہر سنگھ)، ۶۔ ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر، ۷۔ منشی غلام محمد صاحب، ۸۔ مولوی غلام نبی صاحب مصری، ۹۔ ماسٹر عبدالعزیز خاں صاحب۔ [۱۶] ۱۰۔ پیر منظور محمد صاحب، ۱۱۔ قاضی عبدالحق صاحب [۱۷]، ۱۲۔ منشی سکندر علی صاحب کلانوری۔ [۱۸تا۱۹]

ہیڈ ماسٹر

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے مدرسہ کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب تھے۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد جب مدرسہ پرائمری سے مڈل تک ہو گیا تو حضرت شیخ صاحب پرائمری حصہ کے انچارج مقرر ہوئے اور مڈل کے عارضی ہیڈ ماسٹر مرزا ایوب بیگ صاحب۔ مرزا ایوب بیگ صاحب کے لاہور چلے جانے کے بعد ماسٹر فقیر اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ماسٹر صاحب موصوف نے فروری ۱۸۹۹ء تک مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد دو ماہ کے لئے عارضی طور پر راجہ شیر محمد خاں صاحب بی۔اے سپرنٹنڈنٹ محکمہ مال کشمیر اور پھر مئی ۱۸۹۹ء میں حضرت مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو ہیڈ ماسٹر بنایا گیا۔ لیکن دو سال کے بعد مفتی صاحب اخبار "البدر" میں چلے گئے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب دوبارہ ہیڈ ماسٹر بنا دیئے گئے۔ [۲۰]

بورڈنگ ہاؤس اور اس کے سپرنٹنڈنٹ

اولین طلبہ جماعت کی قلت تعداد کے باعث بہت تھوڑے تھے۔ یہ طلباء مہمان خانے کے ایک کمرے میں رہتے تھے۔ ان کے نگران حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم (سابق جگت سنگھ) مقرر ہوئے۔ بورڈنگ ہاؤس کی مستقل صورت مئی ۱۹۰۰ء سے کی گئی۔ ابتداء" ۳۲ بورڈر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں متعدد سپرنٹنڈنٹ بنے جن میں سے شیخ عبدالحق صاحب' حضرت مولوی عبیداللہ صاحب بسمل اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ [۲۱]

طلباء کی تعداد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طلباء کی تعداد حسب ذیل تھی :-

۱۸۹۸ء	۴۱	۱۹۰۴ء	۱۳۲
۱۸۹۹ء	۸۵	۱۹۰۵ء	۱۳۸
۱۹۰۰ء	۱۴۱	۱۹۰۶ء	۲۰۸
۱۹۰۱ء	۱۴۶	۱۹۰۷ء	۲۲۰
۱۹۰۲ء	۱۵۰	۱۹۰۸ء	۱۹۰
۱۹۰۳ء	۱۵۲		

پرائمری سکول سے کالج تک

مدرسہ تعلیم الاسلام نے جو اپنی ابتدائی شکل میں پرائمری کی صورت میں شروع ہوا۔ خدا کے فضل سے چند سالوں کے اندر اندر اس نے بڑی ترقی کی۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں وہ مڈل سکول بنا۔ [۲۲] فروری ۱۹۰۰ء میں ہائی سکول ہوا اور مئی ۱۹۰۳ء میں کالج تک پہنچ گیا (جس کی تفصیل ۱۹۰۳ء کے واقعات میں آرہی ہے)۔

خدمات

جماعت احمدیہ کی اس پہلی مرکزی درسگاہ کی خدمات کا سلسلہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک ممتد ہے۔ بالخصوص جماعت کے انگریزی خوان طبقہ میں دینوی علوم کے ساتھ ساتھ اسلامی ذوق اور دینی شغف پیدا کرنے میں "مدرسہ تعلیم الاسلام" نے ایک نمایاں حصہ لیا ہے۔ جماعت کے بہت سے مبلغ اور دوسرے مقامی کارکن اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ادارہ کے قدیم طلباء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب' حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب جیسی برگزیدہ ہستیاں بھی شامل ہیں۔

دو عظیم الشان انعامی چیلنج

۱۸۹۸ء کے آغاز میں حضرت مسیح موعود نے دو عظیم الشان انعامی چیلنج دیئے جنہیں قبول کرنے کی آج تک کسی شخص کو توفیق نہیں مل سکی۔

پہلا چیلنج

پہلا چیلنج عیسائیوں کے نام تھا جو حضور نے "کتاب البریہ" میں بایں الفاظ دیا۔ "بھلا اس سید الکونین ﷺ کی تو شان عظیم ہے۔ ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان نہیں سوچ سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ دے سکتا ہوں۔" [۲۳]

دوسرا چیلنج

دوسرا بیس ہزار روپیہ انعام کا چیلنج حضورؑ نے مسلمان علماء کو دیا جو یہ ہے۔ "اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں..... اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانے میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہو گا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔" [۲۴]

طاعون پھیلنے کی پیشگوئی
اور اہل ملک کو اصلاح احوال کی تلقین

دشمنان حق نے جب اپنی مخالفت انتہا تک پہنچا دی تو خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں نے طاعون کی شکل اختیار کر لی جو ۱۸۹۶ء کے آخر میں بمبئی کے علاقہ سے نمودار ہوئی اور آہستہ آہستہ ہر دوار تک پہنچ گئی۔ پنجاب ابھی تک اس وبا سے محفوظ تھا اور انگریزی حکومت کے افسر اپنی حفاظتی تدابیر کے پیش نظر یقین رکھتے تھے کہ پنجاب محفوظ رہے گا مگر اللہ تعالیٰ نے ۶/ فروری ۱۸۹۸ء کو حضرت مسیح موعودؑ پر بذریعہ رویا ظاہر فرمایا کہ پنجاب میں بہت جلد طاعون پھیلنے والی ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے یہ خبر ملتے ہی ایک اشتہار دیا جس میں اہل پنجاب کو اطلاع دی اور انہیں اصلاح احوال کی پر زور تحریک فرمائی۔

طاعون سے متعلق پہلا اشتہار

اس اشتہار میں حضورؑ نے تحریر فرمایا:۔

"آج جو ۶/ فروری ۱۸۹۸ء روز یک شنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔ اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وباء بھی دور نہ ہوگی...... یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا، صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے۔ اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔" [۲۵]

"جلسہ طاعون" اور "دوائے طاعون"

مندرجہ بالا اشتہار کے بعد آپ نے ۲ مئی کو اپنے مخلصین خاص کا اجتماع کر کے انہیں متوقع وبائی خطرہ سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ [۲۶] آپ نے ان کے سچے خادم دین و ملت ہونے کی وجہ

سے ارشاد فرمایا کہ ہماری جماعت بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ کی ہدایتوں کی دل و جاں سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیراندیشی کا نمونہ دکھاوے۔ [۲۷]

علاوہ ازیں حضور نے پہلے ہی "تریاق الٰہی" نامی ایک الہامی دوا بھی اڑھائی ہزار روپیہ کے صرف سے تیار کروائی تا جس وقت پنجاب میں طاعون پھیلنے کا احتمال ہو یہ دوا اللہ تقسیم کر دی جائے ساتھ ہی بدن پر مالش کے لئے "مرہم عیسیٰ" بھی بنائی جو طاعون کی تمام قسموں کے لئے تیر بہدف اور مادہ سمی کی بہترین مدافعت کرتی ہے۔ دوائے طاعون کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب نے دو ہزار روپے کے یاقوت رمانی دیئے۔ نیز شیخ رحمت اللہ صاحب' نواب محمد علی خان صاحب' ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن قصور اور منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ اور کئی اور دوستوں نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ یہ دوا تیار ہو چکی تو حضور اقدسؑ نے ۲۳/ جولائی ۱۸۹۸ء کو اشتہار دیا جس میں عوام کے لئے بیش قیمت طبی ہدایات دیں اور ان ظاہری تدابیر کے ساتھ جو ہمیشہ سنت صلحاء کا خاصہ رہی ہیں سب سے ضروری بات یہ لکھی کہ "خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں' دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مشغول ہوں۔" یہ اشتہار دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ [۲۸]

انہیں دنوں حضور پر روحانی طریق سے یہ انکشاف بھی ہوا کہ طاعون اور خارش کا مادہ ایک ہے چنانچہ حضورؑ نے مشورہ دیا کہ اگر تجربہ کرنے والے اس امر کی طرف توجہ کریں اور بطور حفظ ماتقدم طاعون سے متاثرہ مقامات پر خارش کا مرض پھیلا دیں تو ممکن ہے کہ مادہ طاعون اس راہ سے تحلیل ہو جائے اور طاعون سے نجات مل جائے۔ [۲۹]

ملکی اخبارات کی مخالفت

حضورؑ نے طاعون کی پیشگوئی سے متعلق جو پہلا اشتہار شائع فرمایا وہ ملکی اخبارات کو بھی بھجوا دیا تھا مگر افسوس مکفر علماء کے علاوہ اخبارات نے بھی جو عوام کے نمائندے تھے اور ان کی مفید راہنمائی کر سکتے تھے اپنے قلم کا پورا زور گورنمنٹ کے قانون طاعون پر جرح قدح کرنے میں صرف کر دیا اور گورنمنٹ کے قانون اور مذہبی دست درازی کی آڑ لے کر اس سلسلہ میں چھوت چھات کی ایسی طویل بحثیں چھیڑ دیں کہ اصلی مقصد ہی فوت ہو گیا۔ لاہور کے روزنامہ "پیسہ اخبار" نے حضور کے اشتہار کے ایک حصہ کو بہت معقول' مئوثر' قیمتی مشورہ بہت عمدہ اور مدلل تسلیم کرنے کے باوجود اس پر متعدد اعتراضات اٹھائے۔ [۳۰]

مخالفین حضرات اسی طرح مخالفت کر رہے تھے کہ جلد ہی طاعون پنجاب میں بھی داخل ہو گئی۔ شروع میں اس کا حملہ زیادہ سخت نہیں تھا مگر وہ رفتہ رفتہ تیز ہوتی گئی یہاں تک کہ ۱۹۰۲ء میں اس نے کافی زور پکڑ لیا اور ۱۹۰۳ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک تو اس نے پورے صوبہ میں وہ تباہی مچائی کہ لوگوں

کی آنکھوں کے سامنے قیامت کا نمونہ آگیا۔ ہزاروں دیہات ویران ہو گئے۔ سینکڑوں شہروں اور قصبوں کے محلے کے محلے خالی ہو گئے اور بعض جگہ ایسی تباہی آئی کہ مردوں کو دفن کرنے کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا اور لاشیں سڑکوں اور گلیوں میں پڑی ہوئی سڑتی تھیں۔ [۲۱]

جب یہاں تک نوبت پہنچی تو وہی اخبارات جنہوں نے حضرت اقدسؑ کے اشتہارات پر ہنسی اڑائی تھی برملا لکھنے لگے کہ "یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ خدا کے علم میں پنجاب کو ابھی اس وباء سے بہت کچھ نقصان پہنچنا تھا"۔ [۲۲] نیز انہیں حضرت اقدسؑ کے بیان کی لفظاً لفظاً تصدیق کرتے ہوئے لکھنا پڑا کہ "طاعون کا اگر علاج ہے تو یہی ہے جو ہر شہر کے باشندے کر رہے ہیں کہ بد اعمال ترک کر کے سچے دل سے جناب باری میں التجا کریں تاکہ اس کا دریائے رحم جوش میں آکر اس قہر کی آگ کو بجھادے۔" [۲۳]

حضورؑ کی وفات کی مفتریانہ خبر

انہیں دنوں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام طاعون کے پنجاب پر خطرناک حملہ کی خبر دے کر انہیں نیکی، تقویٰ شعاری اور اخلاق و مروت کی تلقین فرما رہے تھے، آپ کے مخالفوں نے آپ کی وفات کی مفتریانہ خبر اڑا دی۔ یہ افسوسناک حرکت ملا محمد بخش جعفرزٹلی نے کی تھی جس نے "افسوسناک حادثہ" کے عنوان سے اس مضمون کا اشتہار شائع کیا کہ مرزا صاحب (معاذ اللہ) طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ یہ خبر چونکہ بڑی تیزی سے ملک بھر میں پھیل گئی تھی اس لئے ۱۳/اپریل ۱۸۹۸ء کو اس کے ازالہ کے لئے اخبار الحکم کا ایک غیر معمولی پرچہ شائع کرنا پڑا۔

"البلاغ" یا "فریاد درد" کی تصنیف اور
دنیا کی اہم زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی جامع سکیم کا اعلان

کتاب اُمہات المؤمنین کی اشاعت

ایک بد زبان کشمیری مرتد احمد شاہ شائق عیسائی نے جو کسی زمانہ میں لداخ کا میڈیکل افسر اور جگراؤں ضلع لدھیانہ کا مشنری بھی رہ چکا تھا [۲۴] انگلینڈ میں "اُمہات المؤمنین" کے نام سے ایک گندی کتاب لکھی جو آر۔ پی پریس گوجرانوالہ میں چھپی اور اوائل ۱۸۹۸ء میں بڑے وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کی

گئی اس کتاب میں آنحضرت ﷺ اور حضورؐ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کو اتنی غلیظ گالیاں دی گئی تھیں کہ مسلمانان ہند کے جگر چھلنی اور دل پارہ پارہ ہو گئے اور ہر طرف اس کے خلاف بہت شور اٹھا اور اخباروں میں زبردست احتجاج کیا گیا۔ ہندوستان کے شرق و غرب میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ "انجمن حمایت اسلام" لاہور نے یہ اشتعال دیکھ کر گورنمنٹ کے نام ایک میموریل بھیجا کہ کتاب ضبط کر لی جائے حالانکہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو کر اپنا زہر پوری شدت سے پھیلا چکی تھی اور اس کی ضبطی کا سوال اٹھانا محض اپنی شکست کا اعتراف کرنا تھا اور جیسا کہ ایک مسلمان اخبار "مخبر دکن" نے بھی تسلیم کیا تھا اس مطالبہ کی منظوری سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہو سکتا کہ مخالفین اسلام بھی اسلامی لٹریچر کی ضبطی کا مطالبہ شروع کر دیتے اور یہ چکر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کی صورت اختیار کر جاتا اور بالآخر تبلیغ اسلام کے رستے قریباً مسدود ہو کے رہ جاتے۔ [۳۵]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے میموریل

یہ نازک صورت حال دیکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے فوراً میدان عمل میں آئے اور حضورؑ نے اپنی جماعت اور روشن خیال مسلمانوں کی طرف سے ۴/ مئی ۱۸۹۸ء کو لیفٹیننٹ گورنر صاحب پنجاب کو ایک مفصل میموریل بھجوایا کہ انجمن حمایت اسلام کے میموریل سے ہم قطعاً متفق نہیں ہیں۔ اسلام ایک مقدس اور معقول مذہب ہے اس کے نزدیک دین میں جبر و اکراہ جائز نہیں ہے۔ پس مذہبی آزادی کا دروازہ کھلا رکھنا ضروری ہے تا مذہبی علوم و معارف میں لوگ ترقی کریں۔ اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک دوسرا عالم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہیے اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے۔ ہاں اس کے لئے تہذیب و شائستگی سے کام لینا ضروری ہے مگر کتاب امہات المومنین میں ہمارے نبی کریم ﷺ کو انتہائی شرمناک اور مکروہ ترین الفاظ سے یاد کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ اس قوم نے کیا جس کا دعویٰ تہذیب کا تھا مگر قرآن مجید کا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل کتاب تک حکیمانہ انداز ' ناصحانہ رنگ اور احسن پیرایہ میں خدا کا پیغام پہنچائیں۔ اسلام کوئی عاجز اور فرومانده دین نہیں کہ جو حملہ کرنے والوں کا جواب دینے سے عاجز ہو۔ پس کتاب "امہات المومنین" کے خلاف حکومت اپنے ملکی قوانین کے لحاظ سے از خود جو چاہے قدم اٹھائے مگر ہمارا فرض صرف یہ ہونا چاہیے کہ ہم اس کے اعتراضات کا جو در حقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں خوبی اور شائستگی کے ساتھ جواب دیں اس طرح اس کتاب کی قبولیت خود بخود گر جائے گی۔

حضورؓ نے اس میموریل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف پادریوں کی دریدہ دہنی اور فحش گوئی اور بدزبانی کی طرف حکومت کو توجہ دلاتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ قرآن مجید میں پہلے سے یہ خبر موجود ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ عیسائی اپنے اعتراضات کے ذریعہ سے مسلمانوں کو بڑی اذیت پہنچائیں گے۔ پس پادریوں کی ان ناشائستہ حرکات سے بھی اسلام ہی کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ ۲۶

تصنیف "البلاغ" یا "فریاد درد"

اس میموریل کے علاوہ (جو اپنی ذات میں عیسائی حکومت کے لئے تبلیغ اسلام کا ایک مؤثر ذریعہ بھی تھا) حضورؓ نے دوسرا کام یہ کیا کہ انہی دنوں ایک کتاب "البلاغ" تصنیف فرمائی جس میں حضور نے مخالفین اسلام کے جواب میں دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کرنے کی ایک جامع سکیم مسلمانوں کے سامنے رکھی اور انہیں بتایا کہ اس وقت تک کروڑوں کتابیں عیسائیوں کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس صورت میں اگر نقض امن کے اندیشہ کی تدبیر یہی ہے جو انجمن حمایت اسلام کو اب سوجھی کہ میموریل بھجوایا جائے تو آج تک کم از کم ایک کروڑ میموریل حکومت کو جانا چاہیے تھا۔ پس میموریل اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس وقت پادریوں کی زہریلی تحریرات اور ملحدانہ فلسفہ نے اسلام پر یورش کر رکھی ہے اور امہات المومنین کی طرز کی کتابوں کا سیلاب اُمڈا آرہا ہے پس ایسی صورت میں دفاع کی صرف ایک ہی قابل عمل صورت ہے اور وہ یہ کہ ایک موزوں شخص کا انتخاب کیا جائے جو اعتراضات کا مجموعہ تیار کر کے نہ صرف نرمی اور متانت سے ان کا جواب تحریر کرے۔ بلکہ اسلامی تعلیم کی عمدگی ایسے دلکش انداز میں ثابت کر دکھائے کہ پادریوں کی ساٹھ سالہ دجالانہ کارروائیاں خاک میں مل جائیں اور اسلام کا منور چہرہ آفتاب کی طرف سامنے آجائے۔

اسلامی مدافعت سرانجام دینے والے شخص کی خصوصیات

اسلامی مدافعت کا یہ فریضہ نہایت درجہ نازک، پیچیدہ اور کٹھن تھا اور حضورؑ ایک عرصہ سے اس میدان میں مصروف جہاد تھے۔ لہذا حضورؑ نے اس کتاب میں وہ خصوصیات بھی تحریر فرمادیں جو مدافعت اسلامی کا کام کرنے والے شخص میں پائی جانی ضروری ہیں۔ یہ خصوصیات مندرجہ ذیل تھیں۔

۱۔ وہ زبان عرب میں یکتائے روزگار ہو۔

۲۔ اس کی دینی معرفت میں صرف یہی کافی نہیں کہ چند حدیث اور فقہ اور تفسیر کی کتابوں پر اسے عبور ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تحقیق اور تدقیق اور لطائف اور نکات اور براہین یقینیہ پیدا کرنے میں فی الواقعہ حکیم الامت اور زکی النفس ہو۔

۳۔ کسی قدر علوم طبعی اور طباعت اور ہیئت اور جغرافیہ میں بھی دسترس رکھتا ہو۔

۴۔ عیسائیوں کے مقابل پر وہ ضروری حصہ بائبل کا جو پیشگوئیوں وغیرہ میں قابل ذکر ہوتا ہے عبرانی زبان میں یاد رکھتا ہو۔

۵۔ خدا سے حقیقی ربط اور صدق اور وفا اور محبت الٰہیہ اور اخلاص اور طہارت باطنی اور اخلاق فاضلہ اور انقطاع الی اللہ رکھتا ہو کیونکہ علم دین آسمانی علوم میں سے ہے اور یہ علوم تقویٰ اور محبت الٰہیہ سے وابستہ ہیں

۶۔ علم تاریخ سے واقف ہو۔

۷۔ علم منطق اور علم مناظرہ میں بھی کسی قدر ملکہ ہونا ضروری ہے

۸۔ اس کے پاس معتبر اور مسلم الثبوت کتابوں کا ایک ذخیرہ ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ منقولات صحیحہ کی فوج جھوٹے کا منہ توڑنے کے لئے تیز حربوں کا کام دیتی ہے۔

۹۔ دینی خدمت کے لئے اس کی زندگی وقف ہو۔

۱۰۔ اسے اعجازی طاقت حاصل ہو کیونکہ انسان حقیقی روشنی حاصل کرنے کے لئے اور کامل تسلی پانے کے لئے اعجازی طاقت یعنی آسمانی نشانوں کے دیکھنے کا محتاج ہے اور سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اس میں نشان دکھلانے والے پیدا ہوتے رہیں۔ ۳۷

اشاعت کے بارے میں اہم تجاویز

حضور نے اس کی اشاعت کے لئے بھی متعدد اہم اور اصولی تجاویز پیش فرمائیں مثلاً ایسی کتاب اردو' عربی' فارسی اور انگریزی زبان میں شائع ہو اور تمام بلاد اسلامیہ میں اس کی مفت اشاعت کی جائے۔ اخراجات کی فراہمی کے لئے حضورؑ نے یہ مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی ایک کمیٹی قائم کی جائے جو ہر طبقہ کے مسلمانوں سے ایک رقم کثیر بطور چندہ جمع کرے۔ آمدہ رقوم ایک امین کے سپرد کی جائیں اور حسب ضرورت خرچ کی جائیں۔

فہرست کتب

کتاب کے آخر میں حضورؑ نے بطور ضمیمہ کتب حدیث' تفسیر' صرف و نحو' معانی' بیان' ادب' لغت' تاریخ' اصول فقہ' کلام' منطق' اخلاق و تصوف' طب اور کتب مذاہب اور علوم مختلفہ کی قریباً ڈیڑھ ہزار کتب کی فہرست بھی شامل کی جن سے مخالفین اسلام کے رد میں استفادہ کرنا ضروری ہے۔ اور جو حضور اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔

مسلمانوں سے اپیل

یہ جامع سکیم پیش کرتے ہوئے حضورؑ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ "اے بزرگو! یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہی دین اور دینوں پر غالب ہوگا جو اپنی ذاتی قوت سے اپنی عظمت دکھاوے۔ پس جیسا کہ ہمارے مخالفوں نے ہزاروں اعتراض کرکے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرہ کو بدشکل اور مکروہ ظاہر کریں ایسا ہی ہماری کوششیں اسی کام کے لئے ہونی چاہئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ہونا بپایہ ثبوت پہنچادیں... اور ان کو دکھلادیں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی، کیسا مبارک اور کیسا ہر ایک داغ سے پاک ہے...... خدا تعالیٰ نے ہمارے دل کو اسی امر کے لئے کھولا ہے کہ اس وقت اور اس زمانہ میں اسلام کی حقیقی تائید اسی میں ہے کہ ہم اس تخم بدنامی کو جو بویا گیا ہے اور ان اعتراضات کو جو یورپ اور ایشیا میں پھیلائے گئے ہیں جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی خوبیوں کے انوار اور برکات اس قدر غیر قوموں کو دکھلادیں کہ ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔" [۳۸]

حمایت اسلام کے میموریل کی نامنظوری اور مسلمانوں کا اظہار اطمینان

حضرت اقدسؑ کی پیش فرمودہ جامع سکیم آج بھی قائم ہے اور قیامت تک مشعل راہ کا کام دے گی مگر انجمن حمایت اسلام کا میموریل حکومت نے مسترد کر دیا جس پر مسلمانان پنجاب کے ذہین طبقہ نے بھی اظہار اطمینان کیا۔ [۳۹]

سرسید احمد خان صاحب کی طرف سے حضورؑ کے موقف کی تائید

مسلمانوں کے مشہور سیاسی لیڈر سرسید احمد خان صاحب بھی حضور اقدسؑ کے اس موقف کی تائید میں تھے کہ کتاب "اُمہات المؤمنین" کا جواب دینا چاہیے۔

سرسید اس کے جلد بعد انتقال کر گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "البلاغ" میں انہیں بہادر، زیرک، حقیقت شناس اور فریس انسان قرار دیتے ہوئے لکھا۔ "انہوں نے اپنی تمام عمر میں ایسا کوئی فضول میموریل کبھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں نہیں بھیجا جیسا کہ اب لاہور سے بھیجا گیا۔ بلکہ اب بھی جب ان کو کتاب "اُمہات المؤمنین" کے مضامین پر اطلاع ہوئی تو صرف رد لکھنا پسند فرمایا۔ سید صاحب تینوں باتوں میں میرے موافق رہے۔ اول حضرت عیسیٰ کی وفات کے مسئلہ میں۔ دوم جب میں نے یہ اشتہار شائع کیا کہ سلطان روم کی نسبت گورنمنٹ انگریزی کے حقوق ہم پر غالب ہیں تو سید صاحب نے میرے اس مضمون کی تصدیق کی اور لکھا کہ سب کو اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ سوم اسی کتاب "اُمہات المؤمنین" کی نسبت ان کی یہی رائے تھی کہ اس کا رد لکھنا چاہیے۔

میموریل نہ بھیجا جائے کیونکہ سید صاحب نے اپنی عملی کارروائی سے رد لکھنے کو اس پر ترجیح دی۔" [60]

"البلاغ" یا "فریاد درد" کی اشاعت

"البلاغ" کے بارے میں تجویز تھی کہ اردو کے علاوہ فارسی' عربی اور انگریزی زبانوں میں بھی اس کی اشاعت ہو۔ [61] لیکن ۱۸۹۹ میں اس کا صرف انگریزی ایڈیشن شائع کیا گیا۔ [62] اور اردو ایڈیشن حضورؑ کے وصال مبارک کے بعد ۱۹۲۲ء میں چھپا۔

رشتہ ناطہ کے متعلق

"اپنی جماعت کے لئے ضروری اشتہار"

علماء کی مسلسل جدوجہد نے ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ غیر احمدی اقارب سے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے تھے اس لئے وقت آ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ جماعت کی اندرونی تنظیم و اصلاح اور اسے اہل و اقارب کے بد اثرات سے بچانے کے لئے کوئی واضح قدم اٹھائیں چنانچہ حضورؑ نے برسوں کے انتظار کے بعد بالآخر ۷/ جون ۱۸۹۸ء کو جماعت کے نام ایک اشتہار دیا جس میں تحریر فرمایا کہ "مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں خاندان میں پرہیزگاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثناء خواں اور تابع ہیں۔" [63]

کتاب البنین والبنات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ شادیوں کے سلسلہ میں بڑی دقت محسوس ہو رہی ہے۔ جماعت کے قابل شادی لڑکے اور لڑکیوں کا ایک رجسٹر ہو تو مفید ہو گا۔ حضورؑ نے اس معقول تجویز کو پسند فرمایا اور مندرجہ بالا اشتہار میں ہی مخلصین جماعت کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی اولاد کی فہرستیں بقید عمر و قومیت بھیج دیں تا جماعتی رشتوں کا پرائیویٹ ریکارڈ تیار ہو جائے۔ مخلصین جماعت کی طرف سے فہرستیں آنے لگیں تو حضورؑ نے ایک رجسٹر میں اپنے قلم سے ان کا اندراج شروع فرما دیا اور اس کا نام "کتاب البنین والبنات" [64] تجویز فرمایا۔ حضورؑ کا منشاء مبارک تو مستقل طور پر ان فہرستوں کے اندراج کا تھا مگر ابھی ستر (۷۰) صاحب اولاد اصحاب کے نام درج ہوئے تھے کہ یہ تجویز درمیان میں ہی رہ گئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مخلص دوست کو رشتہ درکار تھا دوسری طرف اسی شخص کی ایک لڑکی قابل شادی تھی جو

شخص رجسٹر کھولنے کا محرک تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اس مخلص دوست کو اس شخص کا نام بتایا کہ اس سے سلسلہ جنبانی کی جائے لیکن اس نے نہایت غیر معقول عذر کر کے رشتہ دینے سے انکار کر دیا جس پر حضورؑ نے فرمایا کہ آج سے میں شادیوں کے معاملہ میں دخل نہیں دوں گا۔ ۴۵

گو اس طرح رجسٹر تو ناتمام رہ گیا مگر حضورؑ نے اپنے اشتہار میں شادی بیاہ کے لئے جو اصول ارشاد فرمایا تھا وہ آئندہ چل کر جماعت کی اصلاح و تنظیم اور اخوت و یگانگت اور خالص اسلامی ماحول کے قیام کا بہترین ذریعہ ثابت ہوا اور آپ کی طرف منسوب جن اصحاب نے اسے پس پشت ڈالنے کی کوشش کی وہ ایک لحاظ سے دوسرے عناصر میں ہی جذب ہو کے رہ گئے ہیں اور انہیں اپنی اولادوں کا مستقبل صاف طور پر تاریک دکھائی دے رہا ہے۔ ۴۶، ۴۷

مقدمہ انکم ٹیکس سے بریت کا نشان

اللہ تعالیٰ کی مالی مدد و نصرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھی جس کی کثرت کو حاسدوں نے دیکھ کر یہ شاخسانہ کھڑا کر دیا کہ آپ کی آمدنی بہت ہے مگر آپ حکومت کے قانون کے مطابق انکم ٹیکس ادا نہیں کرتے اور سرکاری خزانہ کو نقصان پہنچا رہے ہیں چنانچہ بعض مخالفین کی مخبری پر وسط ۱۸۹۸ء میں حضورؑ پر حکومت پنجاب نے سات ہزار دو سو روپیہ پر ایک سو ستاسٹھ روپیہ آٹھ آنہ کا ٹیکس عائد کئے جانے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور ان کے ہمنوا جو اپنے مقصد میں ناکام ہو چکے تھے بڑے خوش ہوئے کہ اگر ہمارا پہلا نشانہ خطا ہو گیا تو اس مقدمہ میں اس کی تلافی ہو گی لیکن خدا تعالیٰ کو اپنے محبوب کی ذات اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے نشان کے بعد مالی اعتبار سے بھی نصرت کا نشان دکھلانا مقصود تھا۔ یہ مقدمہ ایک ہندو تحصیلدار کے پاس تھا۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے شیخ علی احمد صاحب وکیل نے ۲۰/ جون ۱۸۹۸ء کو عذرداری داخل کی۔ ۴۸ اسی دوران میں حضور مسجد مبارک میں چند احباب کے ساتھ بیٹھے آمد خرچ کا حساب کر رہے تھے کہ آپ پر کشفی حالت طاری ہوئی اور آپ کو دکھایا گیا کہ ہندو تحصیلدار جس کے پاس مقدمہ تھا بدل گیا ہے اور اس کی بجائے ایک اور شخص کرسی پر بیٹھا ہے جو مسلمان ہے اور اس کشف کے ساتھ بعض ایسے امور بھی ظاہر ہوئے جو فتح کی بشارت دیتے تھے۔ حضور نے اسی وقت اپنا یہ کشف حاضرین کو سنا دیا جن میں خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے انسپکٹر مدارس جموں و کشمیر کے علاوہ حضورؑ کے اور بہت سے خدام بھی موجود تھے۔

۴۹، ۵۰

مسلمان تحصیلدار کی غیر جانبدارانہ رپورٹ

چنانچہ اس کے بعد حالات یکایک بدل گئے اور ہندو تحصیلدار کی کرسی پر ایک مسلمان منشی تاج الدین صاحب باغبانپوری بٹالہ آگئے جنہوں نے ۱۵۔ اگست ۱۸۹۸ء کو قادیان پہنچ کر اصل معاملہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کی اور ۳۱۔ اگست ۱۸۹۸ء کو مسٹر ایف۔ ٹی ڈکسن (F.T.DIXON) کلکٹر ضلع گورداسپور کی خدمت میں مفصل رپورٹ بھجوائی کہ "مرزا غلام احمد کی اپنی ذاتی آمدنی سوائے آمدنی تعلقہ داری زمین اور باغ کے اور نہیں ہے جو قابل ٹیکس ہو۔ ۵۱ گواہوں میں سے چھ گواہ گو معتبر اشخاص ہیں لیکن مرزا صاحب کے مرید ہیں اور اکثر مرزا غلام احمد کے پاس رہتے ہیں۔ دیگر سات گواہ مختلف قسم کے دوکان دار ہیں جن کو مرزا صاحب سے کچھ تعلق نہیں ہے بالعموم یہ سب گواہان مرزا غلام احمد کے بیان کی تائید کرتے ہیں اور اس کی ذاتی آمدنی تعلقہ داری زمین اور باغ کے اور کسی قسم کی نہیں بتلاتے۔ میں نے موقعہ پر بھی خفیہ طور سے مرزا غلام احمد صاحب کی ذاتی آمدنی کی نسبت بعض اشخاص سے دریافت کیا لیکن اگرچہ بعض اشخاص سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی بہت ہے اور یہ قابل ٹیکس ہے لیکن کہیں سے کوئی بین ثبوت مرزا صاحب کی آمدنی کا نہ مل سکا زبانی تذکرات پائے گئے کوئی شخص پورا پورا ثبوت نہ دے سکا۔ میں نے موضع قادیان میں مدرسہ اور مہمان خانہ کا بھی ملاحظہ کیا۔ مدرسہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور اکثر عمارت خام بنا ہوا ہے اور کچھ مریدوں کے لئے گھر بھی بنے ہوئے ہیں۔ لیکن مہمان خانہ میں واقعی مہمان پائے گئے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ جس قدر مرید اس روز قادیان میں تھے انہوں نے مہمان خانہ سے کھانا کھایا۔ کمترین کی رائے ناقص میں اگر مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی صرف تعلقہ داری اور باغ کی قرار دی جائے جیسا کہ شہادت سے عیاں ہوا اور جس قدر آمدنی مرزا صاحب کو مریدوں سے ہوتی ہے اس کو خیرات کا روپیہ قرار دیا جاوے جیسا کہ گواہان نے بالعموم بیان کیا تو مرزا غلام احمد پر موجودہ انکم ٹیکس بحال نہیں رہ سکتا۔"

تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ نے اپنی رپورٹ کے آخر میں یہ لکھا۔ "لیکن جب کہ دوسری طرف خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایک معزز اور بھاری خاندان سے ہے اور اس کے آباد اجداد رئیس رہے ہیں اور ان کی آمدنی معقول رہی ہے اور مرزا غلام احمد خود ملازم رہا ہے اور آسودہ حال رہا تو ضرور گمان گزرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایک مالدار شخص ہے اور قابل ٹیکس ہے۔ مرزا صاحب کے اپنے بیان کے مطابق حال ہی میں اس نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس گروی رکھ کر اس سے چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد وصول پایا۔ تو جس شخص کی عورت اس قدر روپیہ دے سکتی ہے اس کی

نسبت یہ ضرور گمان گزرتا ہے کہ وہ مالدار ہوگا۔ کمترین نے جس قدر تحقیقات کی ہے وہ شامل مسل ہذا ہے۔"

فیصلہ اور بریت

۱۷۔ ستمبر ۱۸۹۸ء کو اس مقدمہ کی مسل اور رپورٹ مسٹر ایف۔ ٹی۔ ڈکسن صاحب کے پاس ڈلہوزی گئی اور انہوں نے سب کاغذات دیکھ کر حضور کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا۔

"یہ ٹیکس اب کے ہی لگایا گیا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ تمام آمدنی میری جماعت کے لئے خرچ ہوتی ہے میرے ذاتی خرچ میں نہیں آتی۔ وہ اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ میری اور بھی جائداد ہے لیکن تحصیلدار صاحب کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس میری جائداد کی آمدنی بھی جو از قسم زمین ہے اور پیداوار زراعت ہے اور زیر دفعہ (۵) ب ہے انکم ٹیکس سے بری ہے دینی مصارف میں کام آتی ہے۔ اس شخص کے اظہار نیک نیتی میں مجھے شک کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جس کی جماعت کو ہر ایک جانتا ہے میں ان کے چندوں کی آمدنی کو جس کی تعداد ۵۲۰۰ بیان کرتے ہیں اور جو محض دینی کاموں میں خرچ ہوتی ہے زیر دفعہ ۵ (ای) انکم ٹیکس سے بری کرتا ہوں۔" ۵۲ (ترجمہ)

مقدمہ کے بعض کوائف

حضورؑ نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حکیم مولوی فضل دین صاحب بھیروی کو مقرر فرمایا اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب کو ان کا معاون۔ مقدمہ میں جماعت کے چھ افراد کی شہادتیں ہوئیں جن میں شیخ صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ ۵۳

"ایام الصلح" کی تصنیف و اشاعت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو جو اشتہار طاعون کے متعلق تحریر فرمایا تھا اس پر بعض حلقوں سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ طاعون کے استیصال کے لئے بیک وقت دوا بتانے اور یہ کہنے میں کہ یہ وباء شامت اعمال کا نتیجہ ہے دونو میں تناقض ہے۔ ایام الصلح اگرچہ بظاہر اس اعتراض کے جواب کے لئے لکھی گئی تھی مگر اس میں حضور نے فلسفہ دعا۔ تقدیر۔ ایمان اور اپنی صداقت کے دلائل پر اس خوبی اور شان جامعیت سے روشنی ڈالی کہ ایک انسان کو ایک نئی بصیرت اور ایک نئی روشنی عطا ہوتی ہے۔

ایام الصلح کا فارسی ایڈیشن (جو مولانا عبدالکریم صاحب نے تیار کیا) اگرچہ اگست ۱۸۹۸ء میں چھپ

چکا تھا اور اس کا اعلان بھی الحکم ۱۳۔ اگست ۱۸۹۸ء میں ہو گیا مگر اس پرچہ میں ایک خصوصی ضمیمہ کے ذریعہ سے اس کی اشاعت ایام الصلح اردو کی اشاعت تک مصلحتاً روک دی گئی اور یہ دونو کتابیں جنوری ۱۸۹۹ء میں ایک ساتھ منظر عام پر آئیں۔ [۵۴]

"ضرورۃ الامام" کی تصنیف و اشاعت

وجہ تصنیف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دیرینہ تعلق رکھنے والوں میں ایک صاحب منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ لاہور بھی تھے جنہیں اپنے الہامات پر ناز تھا۔ یہ صاحب ستمبر ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حضور کے ایک اور مرید کے ساتھ قادیان پہنچے اور حضور کو تخلیہ میں اپنے بہت سے رؤیا اور الہامات سنائے۔ حضور کو اس امر سے تو خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے انہیں الہامات کا شرف بخشا ہے لیکن جب انہوں نے ایک یہ خواب سنائی کہ میں نے آپ کی نسبت کہا ہے میں ان کی بیعت کیوں کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنا چاہیے [۵۵]۔ تو حضور نے اپنی فراست سے یہ سمجھ کر کہ اس نوع کی خوابوں سے انہیں ٹھوکر نہ لگ جائے صرف ڈیڑھ دن میں ایک پر معارف رسالہ "ضرورۃ الامام" تصنیف فرمایا جو اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ [۵۶]

رسالہ ضرورۃ الامام کیا ہے؟ حقائق و معارف کا خزانہ ہے جس میں حضور نے بڑی شرح و بسط سے بتایا ہے کہ امامت کے بلند منصب کے لئے اخلاق، قوت امامت، بسطت فی العلم، عزم، اقبال علی اللہ کی قوتوں اور کشوف و الہامات کے سلسلہ کا ہونا ضروری ہے جو آپ میں خدا تعالیٰ نے جمع کر دی ہیں۔ اس لئے آپ ہی امام الزمان ہیں جن کی پیروی تمام مسلمانوں، زاہدوں، خواب بینوں اور ملہموں کو کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حضور نے سچے الہام کی دس ایسی واضح علامات بیان فرمائی ہیں جن سے شیطانی اور رحمانی الہامات میں امتیاز واضح ہو جاتا ہے اور جھوٹا ملہم مقابل پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اس ضمن میں حضرت اقدسؑ نے یہ زبردست تحدی فرمائی کہ:۔

"اگر میں حکم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمی ہیں۔ صرف حکم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو میں پورا کر چکا۔ خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں (۱) میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے (۲) قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے (۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی

نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے (۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔" ۵۷

حضرت اقدسؑ نے کتاب کے آخر میں نہایت درجہ ہمدردی اور دلسوزی سے الٰہی بخش صاحب کو ان کا نام لئے بغیر نصیحت فرمائی کہ "میرے عزیز ملہم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ فقرات الہامی اکثر ان پر وارد ہوتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے ملہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے۔" نیز یہ لطیف نکتہ بتایا کہ

"ہم انکار نہیں کرتے کہ آپ پر لدنی علم کے چشمے کھل جائیں مگر ابھی تو نہیں۔ خوابوں اور کشفوں پر استعارات اور مجازات غالب ہوتے ہیں مگر آپ نے اپنے خواب کو حقیقت پر حمل کر لیا۔ مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کی طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ صاحب نے دیکھا تھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں نے بباعث سعت علم کے وہ خیال نہ کیا جو آپ نے کیا بلکہ تاویل کی۔" ۵۸

منشی الٰہی بخش صاحب میدان مخالفت میں اور ان کا عبرتناک انجام

افسوس منشی الٰہی بخش صاحب "ضرورۃ الامام" جیسی مفصل و مدلل کتاب پڑھنے کے بعد بھی اپنے خیالات و وساوس کو دور کرنے کی بجائے اگلے سال ہی میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی کی طرح کھلم کھلا میدان مخالفت میں آگئے اور اپنے دوستوں میں یہ مشہور کر دیا کہ انہیں خدا نے بذریعہ الہام خبر دی کہ مرزا صاحب (معاذ اللہ) مسرف و کذاب ہیں لیکن وہ اس مصلحت سے یہ الہامات شائع نہیں کرتے کہ مبادا وہ ہم پر انگریزی عدالت میں نالش کر دیں۔ حضرت اقدسؑ کو آپ کے پرانے رفیق شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی نے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار کی زبانی یہ بات سنائی جس پر حضورؑ نے منشی الٰہی بخش صاحب کو اللہ تعالیٰ کی قسم کا واسطہ دے کر یقین دلایا کہ میں ایسے الہامات کی اشاعت پر کوئی نالش نہیں کروں گا بشرطیکہ وہ یہ الہامات حلفاً شائع کریں اور لکھیں کہ اگر یہ میری افترا پردازی ہے تو خدا تعالیٰ مجھے اس کی پاداش میں سزا دے۔ ۵۹

منشی صاحب نے خدا کے شیر کی یہ للکار سنی تو حضورؑ کی مخالفت میں "عصائے موسیٰ" کے نام سے چار سو صفحات کی ایک کتاب لکھ کر شائع کی اور اس میں بڑے طمطراق سے اپنے الہامات مثلاً ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ وغیرہ

بھی شائع کئے۔ [۶۰] مگر حضورؑ کے ارشاد کے مطابق حلفیہ بیان شائع نہ کیا۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام "عصائے موسیٰ" رکھ کر خدا کے مسیح کو معاذ اللہ فرعون اور اپنے آپ کو موسیٰ قرار دیا تھا نیز اس میں الہامات لکھے تھے کہ آپ پر خدا کا غضب نازل ہو گا اور طاعون میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دوسری طرف اپنے ایک الہام کی بناء پر یہ لکھا تھا کہ جو خدمت مجھ کو سپرد ہوئی جب تک پوری نہ ہوئیں ہرگز نہ مروں گا اس لئے وہ حضورؑ کی زندگی میں ہی ۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو لاہور میں طاعون کا شکار ہو کر اس جہان سے رخصت ہو گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک اور نشان ظاہر ہوا۔ [۶۱]

"اہلحدیث" ۱۱۔ اپریل ۱۹۰۷ء نے ان کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے لکھا۔ "افسوس منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری مصنف عصائے موسیٰ بھی طاعون سے شہید ہو گئے۔" [۶۲]

امن عامہ کے قیام کے لئے ایک اور ضروری میموریل

"امہات المومنین" کی اشاعت پر مسلمانوں میں زبردست ہیجان دیکھ کر عیسائی اخبار "نور افشاں" (لدھیانہ) نے نہایت درجہ عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اور زیادہ اشتعال پھیلانا شروع کر دیا جس نے ملکی فضا کو اور زیادہ مکدر کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتنہ و فساد کے شعلوں کو پھیلتے دکھا تو اکتوبر ۱۸۹۸ء میں وائسرائے ہند وکٹر الیگزنڈر بروس ایلجن (۱۸۴۹ - ۱۹۱۷) (Victor Alexander Bruce gth. Earl of Elgion) کے نام ایک میموریل بھیجا جس میں ۱۸۹۵ء کے مذہبی مباحثات سے متعلق میموریل کی تجاویز کا اعادہ کرتے ہوئے مزید یہ تجویز بھی پیش فرمائی کہ

"گورنمنٹ عالیہ دس برس تک جس حد تک مناسب سمجھے اس طریق بحث کو قطعاً مسدود فرما دے کہ کوئی فریق دوسرے کے عقیدے اور مذہب پر حملہ کرے یا کسی قسم کی نکتہ چینی سے فریق مخالف کو ایذا پہنچاوے بلکہ ہر ایک فریق اپنی کل تحریروں اور تقریروں کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے تک محدود رکھے اور دوسرے فرقوں اور دوسرے فرقوں کے عقائد اور ان کے حسن و قبح کا ذکر نہ کرے۔" [۶۳]

افسوس پہلے میموریل کی طرح انگریزی حکومت نے اس اہم میموریل کی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی۔ شاید انگریزی حکومت ان دنوں جس مذہبی آزادی کے تصور میں سرشار تھی وہ ایسا قدم اٹھانے سے اسے روکتا تھا۔

نجم الہدیٰ کی تصنیف و اشاعت

نجم الہدیٰ "نجم الہدیٰ" حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب ہے جو حضورؑ نے ۲۰ / نومبر ۱۸۹۸ء کو صرف ایک دن میں تصنیف فرمائی تھی۔ [۷۴] اس کتاب میں جو بڑی تقطیع پر شائع ہوئی حضرت اقدسؑ نے آنحضرت ﷺ کے محاسن و کمالات کا حسین نقشہ کھینچا ہے اور اپنی قوم کے سامنے دجال کے عالمگیر فتنہ کا نظارہ پیش کرتے ہوئے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے دلائل و براہین اور نشانوں سے اپنی دعویٰ مسیحیت کی سچائی ثابت کر دکھائی ہے۔ حضورؑ نے سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں اپیل کی ہے کہ "اے بھائیو! اکیلے اکیلے ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور پھر انصاف کی رو سے فکر کرو اور دشمنوں کی طرح مت رہو۔ کیا تمہارا دل یہ فتویٰ دیتا ہے کہ مصیبتیں اس حد تک پہنچیں اور مسلمانوں پر زمین تنگ ہو جائے اور فتنے بکثرت پیدا ہو جائیں یہاں تک کہ ان سے دلوں میں لرزہ پڑے اور بیقراریاں بڑھ جائیں۔ پھر باوجود تمام آفتوں کے خدا تعالیٰ کی مدد آسمان سے نازل نہ ہو اور خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہو اور صدی کا سر اس بادل کی طرح گزر جائے جس میں پانی نہ ہو۔ اور کسی مجدد اور امام کا منہ اس میں ظاہر نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں نہ آوے باوجودیکہ فتنے ابر کی طرح محیط ہو جائیں۔ کیا یہ وہ بات ہے جس کو ایمانی فراست قبول کر سکتی ہے یا جس پر ربانی صحیفے گواہی دیتے ہیں...... کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ صلیب کا غلبہ اور اس بددین کا پھیلنا ظہور مسیح کی پہلی علامت ہے اور اس پر اہلسنت نے اقرار صحیح کے ساتھ اتفاق کیا ہے اور کوئی فرد ان میں سے اس حدیث صحیح کا مخالف نہیں ہے اور عقل سلیم اور طبع مستقیم قبول نہیں کر سکتی کہ علامتیں تو اس شوکت اور شان کے ساتھ ظاہر ہوں اور دجل اور فتنہ انگیزی کمال تک پہنچ جائے اور اس پر ایک زمانہ بھی گزر جائے اور مسیح موعود اب تک ظاہر نہ ہو۔" [۷۵]

نجم الہدیٰ عربی' اردو اور فارسی زبانوں میں تین کالموں میں بڑی تقطیع پر شائع ہوئی تھی۔ اصل کتاب عربی میں تھی اور اس کا اردو اور فارسی ترجمہ بھی حضورؑ نے خود ہی کیا تھا۔ [۷۶] نجم الہدیٰ کا انگریزی ترجمہ خلافت ثانیہ میں خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب [۷۷] نے "The Load Star" کے نام سے شائع کیا۔

حواشی

۱۔ "الفضل" ۲۵۔ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲ (ملفوظات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

۲۔ رسالہ تعلیم الاسلام جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۲ و تبلیغ رسالت جلد ششم (بار اول) صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵

۳۔ ملفوظات جلد اول صفحہ ۶۸ (بار اول)

۴۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱

۵۔ رسالہ "تعلیم الاسلام" جلد اول صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳

۶۔ رسالہ تعلیم الاسلام جلد اول صفحہ ۲۳۳، ۲۳۶

۷۔ "الحکم" ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲

۸۔ رسالہ تعلیم الاسلام جلد اول صفحہ ۲۴۹۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اب مدرسہ احمدیہ قادیان کی عمارت ہے۔

۹۔ رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۴۹

۱۰۔ "رپورٹ صدر انجمن احمدیہ" صفحہ ۴۷۔ (اکتوبر ۱۹۱۱ء تا ستمبر ۱۹۱۲ء)

۱۱۔ اخبار "بدر" ۲۷/ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۴۔۵

۱۲۔ "رپورٹ صدر انجمن احمدیہ" ربوہ ۴۸۔ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۴ "رپورٹ صدر انجمن احمدیہ" ۵۲۔ ۱۹۵۱ء صفحہ ۴۳

۱۳۔ رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۴۲۔

۱۴۔ حضرت حافظ صاحبؓ ناگپور کے رہنے والے تھے۔ کئی برس تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور وہیں شادی کی۔ ۱۸۹۳ء میں قادیان آئے اور الدار میں رہائش اختیار کی۔ آپ کئی مرتبہ حج سے مشرف ہوئے۔ ایک حج آپ نے حضرت سیدۃ النساء ام المومنین کے خرچ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بھی کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں انہی سے قرآن شریف پڑھا تھا۔ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ ختم قرآن کی تقریب پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ڈیڑھ سو روپے دیئے اور میری تحریک پر "محمود کی آمین" لکھی۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء بروز جمعہ ۷۰ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ (اخبار الفضل ۲۶/ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۶ کالم ۲)

۱۵۔ حضرت اقدس کے جلیل القدر صحابی تھے ۱۸۹۴ء میں بیعت کی ۶۷ سال کی عمر میں ۲۵۔ جون ۱۹۴۴ء کو انتقال ہوا۔ حضرت مسیح پاک کی جذب و تاثیر کا ذکر کرکے فرمایا کرتے تھے۔ "ہم جب حضور کے روئے انور کو دیکھتے تو ہمیں معلوم ہو تا کہ جنت میں ہیں آپ کے چہرہ منور کو دیکھتے ہوئے سب غم دور ہو جاتے۔" (الحکم ۲۸/ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۴ کالم ۲)

۱۶۔ بانی طبیہ عجائب گھر قادیان۔ ستمبر ۱۹۰۵ء میں داخل سلسلہ ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خاندان سے آپ کو بڑی عقیدت تھی۔ حکیم مبارک احمد خان صاحب ایمن آبادی آپ ہی کے فرزند ہیں۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بعمر ۶۶ سال انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

۱۷۔ اصل وطن بوبک ضلع سیالکوٹ۔ حضرت قاضی صاحب بڑی خوبی اور مسلمہ قابلیت کے نوجوان تھے۔ آپ اکثر اپنا جوہر قابلیت و علمیت رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ سے ظاہر کرتے رہتے تھے جس سے آپ کے علم کا سکہ اہل زبان پر بیٹھ گیا "انگریزی ترجمۃ القرآن" کے پہلے پارہ کا ترجمہ آپ نے انتہائی قابلیت اور تیز رفتاری سے کیا جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ آپ کا انتقال ۱۲۔ اگست ۱۹۱۶ء کو ہوا۔ آخری آرام گاہ بہشتی مقبرہ قادیان ہے۔ آپ کی وفات کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو قبل از وقت بذریعہ رویا اطلاع دی گئی تھی (الفضل ۱۵۔ اگست ۱۹۱۶ء صفحہ ۱، ۲)

۱۸۔ ۳۰/ مارچ ۱۹۰۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۸ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیمی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی (روایات صحابہ جلد ۱ صفحہ ۱۸)

۱۹۔ یہ نام رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۲۳۔ ۲۲۶ سے ماخوذ ہیں۔

۲۰۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے بعد آج تک جو ہیڈ ماسٹر ہوئے ان کی فہرست درج ذیل ہے
مولوی صدر الدین صاحب (۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۴ء)
مولوی محمد دین صاحب (مئی ۱۹۱۴ء تا جنوری ۱۹۲۰ء و اپریل ۱۹۲۷ء تا مئی ۱۹۴۰ء)
قاضی محمد عبداللہ صاحب (جنوری ۱۹۲۰ء تا اپریل ۱۹۲۷ء و ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء تا نومبر ۱۹۴۱ء)
حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (مئی ۱۹۴۰ء تا اکتوبر ۱۹۴۰ء)
اخوند عبدالقادر خان صاحب (نومبر ۱۹۴۱ء تا جون ۱۹۴۴ء)
سید سمیع اللہ شاہ صاحب (جون ۱۹۴۴ء تا ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء)
سید محمود اللہ شاہ صاحب (۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء تا دسمبر ۱۹۵۴ء)
صوفی محمد ابراہیم صاحب (دسمبر ۱۹۵۴ء تا جون ۱۹۵۶ء) میاں محمد ابراہیم صاحب (یکم جون ۱۹۵۶ء تا یکم مئی ۱۹۶۹ء) چوہدری فضل احمد صاحب ۲ مئی تا ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء ملک حبیب الرحمٰن صاحب ۲۰ مئی ۱۹۶۹ء سے اب تک فرائض بجالا رہے ہیں (وفات۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۷ء) یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کو دوسرے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے ساتھ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کو بھی قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

۲۱۔ رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۸۳ و ضمیمہ الحکم ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۰ (رپورٹ مدرسہ تعلیم الاسلام از مولانا عبدالکریم صاحب جائنٹ سیکرٹری مجلس منتظمہ)

۲۲۔ مدرسہ کے پہلے مڈل کے امتحان میں صوفی غلام محمد صاحب (مبلغ ماریشس)، راجہ اسمٰعیل صاحب۔ شیخ محمد نصیب صاحب شامل ہوئے اور تینوں پاس ہو گئے۔ ("روایات صحابہ" جلد ہشتم صفحہ ۱۲۳) دیگر مفصل کوائف "صدر انجمن احمدیہ" کی سالانہ رپورٹوں میں شائع شدہ ہیں۔

۲۳۔ کتاب البریہ طبع اول صفحہ ۸۰

۲۴۔ کتاب البریہ طبع اول حاشیہ صفحہ ۱۹۲

۲۵۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۵، ۶

۲۶۔ ایام الصلح اردو (طبع اول) صفحہ ۱۳۰

۲۷۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۳۵

۲۸۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۷، ۴۸

۲۹۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱

۳۰۔ اخبار "الحکم" ۲۰/ فروری ۱۸۹۸ء صفحہ ۶، ۷ "حیات احمد" مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ) جلد پنجم صفحہ ۲۴ (حالات ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۰ء)

۳۱۔ "سلسلہ احمدیہ" صفحہ ۱۲۰۔ ۱۲۱، بطور مثال ملاحظہ ہو البدر ۸۔ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۳۳ء تک ایک کروڑ بیس لاکھ جانیں ہندوستان میں طاعون سے تلف ہوئیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"The greatest toll was taken in India, where over 12,000,000 perished during the period between 1896 and 1933."

(Collier's Encyclopedia vol.19 P.95 Crowell Collier and Macmillan, Inc, 1967)

۳۲۔ "گلزار ہند" لاہور بحوالہ الحکم ۳۰/ اپریل ۱۹۰۴ء

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۳۴، ۳۵ (حالات ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۰ء)

۳۵۔ بحوالہ اخبار الحکم ۱۳، ۲۰/ مئی ۱۸۹۸ء

۳۶- ملخصاً از الحکم ۶، ۱۳ مئی، ۲۰، ۲۷ مئی ۱۸۹۸ء
۳۷- البلاغ صفحہ ۲ تا ۷ (تلخیص)
۳۸- البلاغ طبع اول صفحہ ۱۴
۳۹- سراج الاخبار (۲۵/ جولائی ۱۸۹۸) بحوالہ الحکم ۶، ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء صفحہ ۸ کالم ۲
۴۰- البلاغ صفحہ ۳۳، ۳۴ (طبع اول) تاریخ وفات سرسید احمد خاں مرحوم (۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء
۴۱- الحکم ۲۰، ۲۷/ ستمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۷ کالم ۱
۴۲- الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۴ کالم ۳
۴۳- تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۰، ۴۶
۴۴- یہ قلمی رجسٹر اس وقت "خلافت لائبریری" میں موجود ہے۔ رجسٹر کے اولین اندراج کی تاریخ ۱۵/ جون ۱۸۹۸ء معلوم ہوتی ہے فہرست کی ترتیب یہ تھی۔ نام صاحب اولاد۔ سکونت۔ نام اولاد۔ عمر۔ رجسٹر میں حضورؑ نے اپنے قلم سے سب سے پہلا نام محمد حسین صاحب قریشی (مالک کارخانہ رفیق الصحت لاہور) کا لکھا تھا اور آخری نام مرزا رسول بیگ صاحب (پسر مرزا نیاز بیگ صاحب کلانوری) کا
۴۵- "برکات خلافت" طبع اول صفحہ ۲۷ (تقریر حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)
۴۶- لاہوری فریق کے ایک لیڈر لکھتے ہیں۔ "بہت سے نوجوان ہمارے سامنے ہیں جن کے باپ دادا سلسلے پر عاشق تھے لیکن ان نوجوانوں میں وہ روح آج مفقود ہے۔" (پیغام صلح ۶/ فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۷ کالم ۱) یہ حالات اس درجہ تشویشناک ہیں کہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ "ہمارا مستقبل ایسی تاریکیوں کے اندر گھرا ہوا ہے کہ ان سے نکلنا اور پہلے کی سی روشن فضاؤں کا پیدا ہونا محال ہے۔..... اس صدی کے مجدد کی تحریک بھی اب زندگی کے آخری مرحلوں میں ہے اور اب نیا مجدد ہی آکر اس کو دوبارہ زندہ کریگا اس میں زندگی کی روح پیدا کرنا اب ہمارا کام نہیں" (پیغام صلح ۱۵/ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ کالم ۱)
۴۷- علامہ نیاز محمد خان نیاز فتحپوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں جماعت احمدیہ کے مسلک کو "اعتصام و فراست" سے موسوم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اب رہا یہ امر کہ غیر احمدی لوگوں میں وہ رشتہ مصاہرت قائم نہیں کرتے اور ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تو اس پر کسی کو کیوں اعتراض ہو؟ کیا آپ کسی ایسے خاندان میں شادی کرنا گوارا کریں گے جس کے افراد آپ کے مسلک کے مخالف ہیں اور کیا آپ ان لوگوں کی اقتداء کریں گے جو اپنے کردار کے لحاظ سے مقتدا بننے کے اہل نہیں ہیں احمدی جماعت کا ایک خاص اصول زندگی ہے جس پر ان کے مرد، ان کے بچے اور ان کی عورتیں سب یکساں کار بند ہیں۔ اس لئے اگر وہ کسی غیر احمدی مرد یا عورت سے رشتہ ازدواج قائم کریں گے تو ان کی اجتماعیت یقیناً اس سے متاثر ہوگی اور وہ یک رنگی اور ہم آہنگی جو اس جماعت کی خصوصیت خاصہ ہے ختم ہو جائے گی۔ آپ اس کو تعصب کہتے ہیں میں اس کو اعتصام و فراست"۔ رسالہ نگار لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۰ء
۴۸- "لائف آف احمد" صفحہ ۱۴۴ (از مولانا عبد الرحیم صاحب درد)
۴۹- نزول المسیح ۲۲۹۔ حضرت اقدس نے نزول المسیح صفحہ ۲۲۹ میں خواجہ صاحب کے علاوہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے، مولوی عبد الکریم صاحب، مولوی نور الدین صاحب، مولوی شیر علی صاحب اور شیخ عبد الرحمٰن صاحب کو بھی اس نشان کا گواہ قرار دیا ہے
۵۰- حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۴۹
۵۱- "لائف آف احمد" صفحہ ۱۴۴
۵۲- ضرورت الامام (طبع اول) صفحہ ۳۲-۳۴ و نزول المسیح صفحہ ۲۲۹ حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۵۲ (حالات ۱۸۹۸ تا ۱۹۰۰ء)
۵۳- حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۴۹
۵۴- مولف کتاب "مجدد اعظم" (جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) نیز مؤلف "حیات طیبہ" نے لکھا ہے کہ ایام الصلح یکم اگست ۱۸۹۸ء کو شائع ہو گئی تھی۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ۲۰/ ستمبر ۱۸۹۸ء کے

"اشتہار واجب الاظہار" (مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۹) میں ایام الصلح اردو اور فارسی دونوں کو غیر شائع شدہ قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایڈیشن ایک ساتھ اشاعت پذیر ہوئے جیسا کہ اخبار الحکم ۱۰/ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۱ کی اس خبر سے ظاہر ہے کہ "کتاب ایام الصلح فارسی اور اردو دونوں مکمل ہو کر شائع ہو گئی ہیں۔"

۵۵- ضرورۃ الامام (طبع اول) صفحہ ۲۳ و عصائے موسیٰ صفحہ ۲۳ (از الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ)

۵۶- الحکم ۲۹/ اکتوبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۲ "(مجدد اعظم" حصہ اول صفحہ ۵۷۴ پر اس کی تاریخ اشاعت ستمبر ۱۸۹۸ء لکھی ہے جو صحیح نہیں)

۵۷- ضرورۃ الامام طبع اول صفحہ ۲۲

۵۸- ایضاً حاشیہ صفحہ ۲۹

۵۹- عصائے موسیٰ صفحہ ۲ (از منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ)

۶۰- ایضاً۔ صفحہ ۲۰۔۲۱

۶۱- ایضاً صفحہ ۱۹

۶۲- بحوالہ "حقیقتہ الوحی" تتمہ صفحہ ۱۰۸۔۱۱۰ (طبع اول)

۶۳- الحکم ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱

۶۴- نجم الہدیٰ (طبع اول) صفحہ ۴

۶۵- نجم الہدیٰ (طبع اول) صفحہ ۴

۶۶- حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۱۱۴

۶۷- ناؤ ضلع راجشاہی بنگال میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں ٹیچر کی حیثیت سے گورنمنٹ کی ملازمت میں داخل ہوئے اور ترقی کر کے ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز کے عہدے تک پہنچے۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں مولوی مبارک علی صاحب۔ بی۔ اے۔ بی ٹی سابق مبلغ جرمنی و امیر صوبائی بنگال کے ذریعہ سے قادیان آکر قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ دسمبر ۱۹۳۶ء میں ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آگئے۔ آپ نے پوری عمر احمدیت کی خدمت میں بسر کی۔ نجم الہدیٰ کے علاوہ کشتی نوح' تحفتہ الملوک' آئینہ صداقت اور نماز کا انگریزی ترجمہ بھی آپ نے کیا۔ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی کمیٹی کے ایک رکن آپ بھی تھے۔ آخری بیماری میں جب کبھی کسی احمدی مجاہد کی کارگزاری پڑھتے تو رو رو کر دعا کرتے اے اللہ مجھے توفیق دے کہ میں تندرست ہو کر مصلح موعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دینی جہاد کے میدان میں جاؤں اور اس راہ میں شہید ہو جاؤں۔ ۱۷/ جون ۱۹۴۶ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں سپرد خاک ہوئے۔ (الفضل یکم جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۴)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شورش انگیزی، مقدمہ حفظ امن اور قبل از وقت پیشگوئی کے مطابق عبرتناک ذلت "راز حقیقت" اور "کشف الغطاء" کی تصنیف و اشاعت

غیر مشروط مباہلہ کی دعوت

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مقدمہ مارٹن کلارک میں جو کھلی شکست اور ذلت اٹھانی پڑی تھی اس کی تلافی کے لئے انہوں نے اپنی مخالفت انتہاء تک پہنچادی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص مرید اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ہم مکتب مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی نے حضرت اقدس سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب سے بلا شرط مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور نے منظور فرمالیا جس پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدس سے بٹالہ میں بلا شرط مباہلہ کرنے کی پر زور دعوت دی اور انہیں تحریص و ترغیب دلانے کے لئے ۲۰۰ روپے نقد انعام دینے کی پیشکش کی۔ مولوی عبدالقادر صاحب کا یہ خط جب الحکم ۲۰۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۱۔ ۱۲ میں شائع ہوا تو شملہ سیالکوٹ، بٹالہ اور رالہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ قادیان اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور جوش و خروش کا ثبوت دیتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب کے مباہلہ میں کامیاب ہونے کی صورت میں انعام کی پیشکش بھی کی جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ تک پہنچ گئی۔ اس مرحلہ پر شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے انعام پیش کرنے والوں کی فہرست دے کر اپنے اخبار الحکم (۲۹۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء) میں بٹالوی صاحب کو

دعوت مباہلہ کا اشتہار دیا کہ آؤ اور مرد میدان بن کر مباہلہ کرو۔ اس ضمن میں لکھا کہ ان کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک اپنی منظوری سے اطلاع دیں۔

ان کی طرف سے اطلاع ملنے پر تین ہفتہ کے اندر پوری انعامی رقم انجمن حمایت اسلام یا اگر وہ چاہیں بنگال بنک میں جمع کرا دی جائے گی۔ روپیہ جمع کرا دینے کے ایک ہفتہ کے اندر تاریخ مقررہ میں بمقام بٹالہ غیر مشروط مباہلہ ہوگا اور مباہلہ میں کامیابی کی صورت میں یہ انعامی رقم بلا تامل ان کے حوالہ کردی جائے گی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ردعمل

اس اشتہار اور دعوت کا کوئی معقول جواب دینے کی بجائے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سخت کلامی پر اتر آئے اور انہوں نے ابوالحسن صاحب تبتی اور ملا محمد بخش صاحب جعفرزٹلی کی طرف سے ایک گندہ اشتہار دیا جس میں حضورؑ کو گالیاں دی گئی تھیں۔[۱]

خدائی فیصلے کا اعلان

حضورؑ کو جب یہ گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار ملا تو حضور اقدسؑ نے ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء کو مندرجہ ذیل اشتہار دیا۔

"اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفرزٹلی اور ابوالحسن تبتی۔ نے اس اشتہار میں جو ۱۰/ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے پندرہ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولیٰ میرے منعم میری ان نعمتوں کو دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵/ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے۔ شیخ محمد حسین اور جعفرزٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں* میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما۔ ان تینوں کو

ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ "میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔● اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ ضَرْبُ اللّٰهِ اَشَدُّ مِنْ ضَرْبِ النَّاسِ۔ اِنَّمَا اَمْرُنَا اِذَا اَرَدْنَا شَيْئًا اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ۔ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ۔ اِنِّیْ مَعَ الْعُشَّاقِ۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوالْمَجْدِ وَالْعُلٰى۔ وَيَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ وَيُطْرَحُ بَيْنَ يَدَیَّ۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ۔ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونو فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہو گا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بناء پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔"

☆ یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال میں ایک ماہ اور زیادہ ہے۔ منہ

● ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ منہ

جعفر زٹلی کا اشتہار اور حضورؑ کی جماعت کو نصیحت

اس اشتہار پر جعفر زٹلی نے ۳۰/ نومبر ۱۸۹۸ء کو پھر مرصع گالیوں کا ایک اور اشتہار دے دیا اور حضورؑ کی پیشگوئیوں کی تکذیب کرتے ہوئے اپنے دل کا خوب غبار نکالا لیکن ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء سے چونکہ فریقین کے صدق و کذب کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اس لئے حضورؑ نے بھی ۳۰ / نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک رسالہ "راز حقیقت" شائع کر کے اپنی جماعت کو نہایت اعلیٰ درجہ کی نصیحت فرمائی کہ "وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمادے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عمل اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔" [۳]

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب علماء کی ذلت کا غیبی سامان

۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء سے آسمانی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا تھا اور اس کی میعاد تیرہ مہینے مقرر تھی مگر خدا تعالیٰ نے جو شہنشاہ کون و مکاں ہے اپنے بندوں کو زیادہ انتظار میں نہ رکھتے ہوئے اگلے مہینہ میں ہی اس کا فیصلہ کر دیا اور شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہمنواؤں کی ذلت کا ایک عجیب غیبی سامان پیدا کر دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صاحب نے ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو وکٹوریہ پریس لاہور سے ایک رسالہ انگریزی میں شائع کیا جس میں انہوں نے گورنمنٹ سے مربع حاصل کرنے کی خاطر امام مہدی آخر الزماں کی پیشگوئی کا صریحاً انکار کیا اور لکھا کہ میں مہدی کے آنے کی تمام حدیثیں موضوع سمجھتا ہوں۔ [۴] چنانچہ اس رسالہ میں انہوں نے اپنے ان مضامین کی فہرست دی جو انہوں نے انگریزی حکومت کی وفاداری وغیرہ میں لکھ کر رسالہ "اشاعت السنہ" میں شائع کئے تھے۔ اس فہرست کا عنوان یہ تھا۔

"The following is a list of Articles in the Ishat-us- Sunnah Where in the illegality of rebellion against or opposition to the Govt and the true nature of Jehad (creseentade) is explained.

یعنی ذیل میں "اشاعت السنہ" کے ان مضامین کی فہرست درج ہے جن میں گورنمنٹ کی مخالفت اور اس کے خلاف بغاوت کا ناجائز ہونا اور جہاد کی اصل حقیقت بیان کی ہے۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے ایک ایک دو دو سطر میں ان مضامین کا خلاصہ دیا ہے جو انہوں نے ان اغراض کے لئے ۱۸۶۹ء سے لے کر ۱۸۹۶ء تک لکھے۔ انہی مضامین میں انہوں نے مہدی کے متعلق مضامین کا خلاصہ رسالہ کے صفحہ ۵ پر یہ دیا کہ

"Criticism of traditions regarding the Mahdi and arguments showing their incorrectness.

یعنی ان حدیثوں پر جرح کی گئی ہے جو مہدی کے متعلق ہیں اور دلائل دیئے گئے ہیں جن سے ان حدیثوں کا غلط اور باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز لکھا۔

"Questioning the authenticity of traditions describing the signs of Mahdi"

یعنی جن حدیثوں میں مہدی کی علامات دی گئی ہیں ان کے غیر وضعی ہونے میں شبہ ہے۔ ۵

حضرت اقدسؑ نے جب مولوی محمد حسین صاحب کی محض دنیاوی فائدے کے لئے یہ غیر مومنانہ کارروائی دیکھی تو ۲۹/ دسمبر ۱۸۹۸ء کو علماء ہند سے فتویٰ کی غرض سے مندرجہ ذیل استفتاء لکھا:۔

"کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہو گا اور بنی فاطمہ میں سے ہو گا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہلسنّت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بینوا توجروا۔"

حضور انور نے یہ استفتاء لکھ کر اپنے ایک مخلص مرید ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گوڑیانی ۶ کو دیا کہ وہ علماء سے اس کا جواب لائیں چنانچہ وہ بڑے بڑے علماء مثلاً مولوی عبدالحق صاحب غزنوی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری، مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام شاہی مسجد، مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی، مولوی فتح محمد صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔ مولوی خواجہ عبدالرزاق صاحب بلند شہر اور مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی کے پاس پہنچے۔ سبھی نے اس استفتاء پر بالاتفاق یہ لکھا کہ یہ "کافر مبتدع، ضال، مضل، مفتری، خارج از اہلسنّت والجماعت اور کذاب و دجال ہے۔" چنانچہ ذیل میں بیس علماء کے مفصل فتاویٰ درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلّم اہلسنّت و جماعت سے خلاف کرے تو وہ صریح اور بیشک اس آیت کریمہ کے وعید کا مستحق ہے۔ قَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا۔[1] قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِىْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ۔ اور جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ مہدی علیہ السلام اخیر زمانہ میں تشریف لادیں گے وہ بنی فاطمہ میں سے ہو گا اور اس کے ہاتھ سے دین غالب ہو گا اور

[1] النساء : ۱۱۶

ظاہری باطنی خلافت کرے گا۔ وَمَنْ خَالَفَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَدْ ضَلَّ وَاَضَلَّ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ سَبِیْلٍ۔"

(حررہ عبدالحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبداللہ غزنوی)

۲۔ "درباب مہدی معہود و نزول عیسیٰ بن مریم رسول اللہ و خروج دجال اکبر احادیث متواتر وارد اند و بریں است اجماع اہلسنّت و جماعت منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہل سنت و جماعت مبتدع و ضال مضل است فقط۔" مہر (عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما)

۳۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے۔ مبتدع اور دائرہ اہل السنہ و جماعت سے خارج ہے" (کَمَا حَرَّرَھَا الْمُجِیْبُ وَاَنَا عَبْدُ اللّٰہِ الْغَنِیُّ ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ امرت سر)

۴۔ "جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے میرا اس سے اتفاق ہے ایسے آدمی کے ملنے والوں سے پرہیز چاہیے و نشست برخاست ترک کرنی چاہیے۔"

(وانا احمد اللہ عفی عنہ امرتسری) (مہر [redacted])

۵۔ علماء عظام کا جواب صحیح ہے بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہل سنت سے خارج ہے۔" (فقیر غلام محمد البگوی عفاعنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود)

۶۔ "امام مہدی علیہ و علی آباۂ الصلوۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت نے اسے تسلیم کیا ہے اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہل سنت والجماعت سے انحراف کرنا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ یُطَوِّلُ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ فِیْہِ رَجُلًا مِّنِّیْ اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔ مشکوۃ شریف۔ قَالَ الْعَلَّامَۃُ التَّفْتَازَانِیُّ فِی الْمَقَاصِدِ قَدْ وَرَدَتِ الْاَحَادِیْثُ الصَّحِیْحَۃُ فِیْ ظُھُوْرِ اِمَامٍ مِّنْ وُّلْدِ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا یَمْلَأُ الدُّنْیَا قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا اَوْ ظُلْمًا ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ کَتَبَہُ الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ الْمُفْتِیْ محمد عبداللہ عفی اللہ

عنہ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریذیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور و سیکرٹری انجمن مستشار العلماء)

۷۔ "یہ شخص مذکور سوال مفتری کذاب و ضال و مضل و خارج اہل سنت سے ہے۔"
(الراقم سید محمد نذیر حسین دہلوی بقلم خود) (مہر)

۸۔ "الجواب صحیح و صواب"۔ (محمد یعقوب) (مہر)

۹۔ "صح الجواب" حمزہ النقوی الدہلوی غفر اللہ القوی۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ۔ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد ابو الحسن۔

۱۰۔ "جو عقیدہ خلاف اہلسنت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کس طرح معتبر ہو سکتا ہے۔ فقیر حشمت علی عفی اللہ عنہ (مہر) محمد عبد الغفار ابو یسار۔ ابو الحسن۔ محمد اسماعیل۔ خلیل الرحمٰن المنان غفرلہ (مہر) یہ مواہیر دہلی کے علماء کی ہیں۔

۱۱۔ "جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے فقط۔" (العبد النحیف محمد وصیت علی مدرس حسین بخش صاحب) (مہر)

۱۲ "اصاب من اجاب۔" (محمد شاہ عفا عنہ) (مہر)

۱۳ "جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے اس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا اخیر زمانہ میں ثابت ہے اور یہ شخص کذاب اور دجال ہے۔ فقط۔" (محمد یونس مدرس مدرسہ مولوی عبد الواحد صاحب) (مہر)

۱۴۔ "الجواب صحیح" (فتح محمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی) (مہر)

۱۵۔ "جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔"
(عبد الغفور مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب) (مہر)

۱۶ جو شخص مہدی علیہ السلام کے وجود باجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسے مغشوش الرائے یاوہ گو عبد الدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں۔ ایسا شخص منکر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا مقام نار ہے۔" (محمد عبد الغنی الہ آبادی مدرس مدرسہ فتحپور)

۱۷ "واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا مکان بلاشک نار ہے کیونکہ یہ فعل اہل بدعت کا ہے۔" (محمد ہدایت اللہ عفی عنہ فلتی علاقہ کانپور

مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی)

۱۸ "جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور احادیث صحاح کا منکر ہے۔ مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔" (عبداللہ خان بچھرایونی بقلم خود) (مہر)

۱۹۔ "الجواب الصحیح۔ واقعی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے اور ایسے عقیدہ کا شخص کذاب لوگوں میں سے ہے۔ فقط"

(مولوی محمد عبدالرزاق خلف حاجی خدا بخش المتخلص ناچیز ساکن قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر)

۲۰ "اَلْجَوَابُ اَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ۔ معلوم ہو کہ انکار ظہور امام مہدی سے جیسے احادیث میں ہے اور سلفا و خلفا اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے صرف ضلالت اور گمراہی ہے اور یہ انکار کسی دجال کا کام ہے۔ فقط وَ اللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ۔"

(دستخط الراقم عبدالعزیز عفی عنہ لودیانوی)

۲۱ "ازبندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید۔ مسیح موعود کا آغاز اور مہدی موعود کا آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ ابو داؤد میں ان الفاظ میں وارد ہوئی لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ رَجُلاً مِنِّیْ اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَ اِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا انتہٰی پس جو شخص اس سے منکر ہے وہ مخالف عقیدہ سنت جماعت اور خاطی ہے اور اس کو ہرگز متبع سنت نہ جاننا چاہئے فقط واللہ اعلم۔ رشید احمد۔ مورخہ ۱۸ شعبان ۱۶ ہجری" ۸

ڈاکٹر صاحب دہلی۔ لاہور اور امرتسر سے ہو کر ۳۔ جنوری ۱۸۹۹ء کو یہ فتویٰ لکھوا کر حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے ۹ اور حضور اسی روز مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے انگریزی رسالہ اور اپنے استفتاء اور علماء کے فتویٰ کی بابت پوری تفصیلات بذریعہ اشتہار منظر عام پر لے آئے اور لکھا کہ "آج میں اس خدائے قادر و قدوس کے ہزار ہزار شکر کے بعد جو مظلوموں کی فریاد کو پہنچتا اور سچائی کی حمایت کرتا ہے اور اپنے پاک کلمات کو پورے کرتا ہے عام مسلمان اور دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ جو میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفرزٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی ایک اشتہار بطور

مباہلہ ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ عربی الہام تھا کہ جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہے اس قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی سو آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہو گئی کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتویٰ کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بناء پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا.....

ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا کامل درجہ پر اس کی ذلت ہو گئی ہے اور مولویوں کی طرف سے وہ برے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے یعنی ہر ایک نے اس کو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے۔" [۱۵]

اس اشتہار کے بعد حضور علیہ السلام نے ایک دوسرے اشتہار (۶/ جنوری ۱۸۹۹ء) میں فتویٰ دینے والے علماء کو مشورہ دیا کہ "اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان پر منافقانہ طریق کا کوئی دھبہ نہ لگے اور ان کی دیانت اور امانت اور تقویٰ اور دینداری میں فرق نہ آئے تو وہ بلا توقف ایک جلسہ کر کے محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کو اس جلسہ میں بلاویں اور اس کو صاف طور پر کہہ دیں کہ آج تک تم ہم سب پر یہ اپنا اعتقاد ظاہر کرتے رہے کہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ تم اس مہدی معہود کے قائل ہو جو بنی فاطمہ میں سے آئے گا اور لڑائیاں کرے گا اور دین کو پھیلائے گا اور اب تمہاری نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم نے زمین لینے کی طمع سے گورنمنٹ کو یہ احسان جتلانا چاہا ہے کہ تم ان تمام حدیثوں کو جو مہدی معہود کے بارے میں آئی ہیں 'جھوٹی سمجھتے ہو اور تم نے صریح طور پر ایک انگریزی فہرست مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں مہدی کی حدیثوں کی نسبت لفظ موضوع لکھ کر اپنا عقیدہ انکار مہدی ظاہر کر دیا ہے۔ اب یا تو صاف طور پر اپنا توبہ نامہ شائع کرو تا گورنمنٹ عالیہ کو تمہارے اندرونی حالات معلوم ہوں اور یا اس بات کو مان لو کہ تم اس ہمارے فتویٰ کے مستحق اور اہلحدیث کے عام عقیدہ کے مخالف اور دجال اور کذاب اور ملحد اور بے دین ہو۔ [۱۶]

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو جب یہ اشتہار پہنچا تو انہوں نے اشاعۃ السنہ کی انگریزی فہرست سے تو انکار کرنے کی جرات نہ کی البتہ اپنی بریت کے لئے مذکورہ بالا حضرات علماء وقت سے یہ عجیب و

غریب استفسار کیا کہ انہوں نے یہ فتویٰ لکھتے ہوئے منکر مہدی کسے سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو یا مجھے۔ اگر انہوں نے مجھے سمجھا تو بتائیں کہ انہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان یا تحریر میں کب پایا نیز یہ بھی سوال کیا کہ میں نے ان حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس اس عقیدہ کا کبھی اظہار کیا کہ مہدی موعود آئے گا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑے گا میں نے ان کے روبرو کبھی یہ کہا ہے کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ وغیرہ ۱۲-۱۲

اس استفسار کے جواب میں مولوی ابو عبید احمد اللہ صاحب امرتسری' مولوی عبداللہ صاحب الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالحق غزنوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا کہ یہ فتویٰ دیتے ہوئے ہمارے پیش نظر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نہیں تھے بلکہ مرزا صاحب تھے۔ حالانکہ فتویٰ کسی خاص شخص سے متعلق نہیں ہوتا اس کی نوعیت عمومی رنگ رکھتی ہے۔ اور یہ وہ حقیقت تھی جس کا اعتراف انہی علماء نے اس جواب میں کر لیا تھا۔ چنانچہ اکثر علماء نے یہی لکھا کہ اگر مرزا صاحب کے علاوہ کوئی اور بھی مہدی کا منکر ہو تو اس پر ہی یہ فتویٰ ہو گا۔

۱۳

اس وضاحت نے اگرچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے ایک اور ذلت کا سامان پیدا کر دیا مگر اس ذلت کو انتہاء تک پہنچانے کے لئے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے دوسرے علماء سے ایک دوسرا فتویٰ طلب کیا کہ کیا آپ حضرات نے بھی ان مولوی صاحبان کی طرح دھوکہ سے مہریں یا دستخط کفرنامہ پر لگائے ہیں یا عمومی فتویٰ دیا ہے۔ اس کے جواب میں باقی علماء تو خاموش رہے مگر مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریذیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور و سیکرٹری انجمن مستشار العلماء) اور امام مسجد شاہی لاہور مولوی غلام محمد صاحب بگوی نے خدا ترسی اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے صاف لکھ دیا کہ ہمارا فتویٰ کسی خاص آدمی کے متعلق نہیں۔ ایسا مسلک رکھنے والا آدمی خواہ زید ہو یا بکر اہل سنت والجماعت سے بہرنوع خارج ہے چنانچہ مفتی محمد عبداللہ صاحب نے جواب دیا "میں نے اس جواب دینے میں کسی قسم کا دھوکہ یا فریب نہیں کھایا اور میرے نزدیک اس وقت بھی استفتائے مذکور کا یہی جواب ہے اور میں اس شخص کو جس کا استفتائے مذکور میں ذکر ہے اس وقت بھی مسلک اہل سنت والجماعت سے منحرف جانتا ہوں خواہ وہ زید ہو یا بکر۔" مولوی غلام محمد صاحب بگوی نے لکھا۔ "جو استفتاء مطبوعہ مورخہ ۲۹/ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵/ شعبان ۱۳۱۶ھ معرفت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں مثبت بہ مواہیر اور دستخط علمائے امرتسر تھا میرے روبرو پیش ہوا۔ اس کے اوپر میں نے یہ عبارت لکھی ہے۔ "علمائے عظام کا جواب صحیح ہے بیشک شخص مذکور السوال ضال

اور مضل ہے اور اہل سنت سے خارج ہے پس یہ جواب بشرط صدق سوال صحیح ہے۔ مصداق علیہ اس کا خواہ زید ہو یا عمرو کسی خاص آدمی پر فتویٰ نہیں ہے۔ عام طور پر یہ عقیدہ اہل سنت کا لکھا گیا ہے اور اس میں کسی شخص کا کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہے۔" [۱۵] غرضیکہ پہلے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تذلیل ہوئی اب ان کے بعض ہم خیال علماء پر بھی اخلاقی موت وارد ہو گئی اور "یَعُضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ" کا ایسا عظیم الشان نظارہ سامنے آیا کہ خدائی الہامات کے پورے ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی علمی ذلت اور "راز حقیقت" کی تصنیف و اشاعت

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی منافقت صاف نمایاں ہو گئی جو خود ایک بڑی ذلت اور رسوائی تھی مگر اس کے ساتھ علمی میدان میں بھی ان کی آبرو باختگی کا سامان ہوا۔ اور وہ اس طرح کہ حضورؑ نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اپنا ایک یہ الہام بھی درج فرمایا تھا کہ "اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ۔" مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس پر بے سوچے سمجھے اپنی عالمانہ شان کا سکہ جمانے کے لئے یہ اعتراض بڑے طمطراق سے پیش کیا کہ عربی زبان میں تعجب کا صلہ لام کبھی نہیں آتا اس لئے یہ الہام ہی سرے سے غلط ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اس کا جواب "راز حقیقت" میں شائع فرمایا اور دیوان حماسہ سے شعرائے عرب کی پانچ مثالوں کے علاوہ حدیث میں مشکوٰۃ کتاب الایمان سے افصح العرب والعجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے عجب کا صلہ لام ثابت کر کے مولوی صاحب کے ادعا کی ایسی قلعی کھولی کہ دنیا پر ثابت ہو گیا کہ بٹالوی صاحب علم حدیث تو کیا علم ادب کے کوچہ سے بھی ناواقف ہیں۔

رسالہ "راز حقیقت" میں حضور نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر پر بھی نہایت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور قبر مسیح کا نقشہ بھی درج فرمایا ہے جو قابل دید ہے۔

کشف الغطاء کی تصنیف و اشاعت

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے چونکہ اپنے انگریزی رسالہ میں حضرت اقدسؑ پر باغی ہونے کے الزام کا اعادہ کیا اور لکھا کہ آپ نے گویا کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ اس امر کا ازالہ کرنے کے لئے حضور نے ۲۷/ دسمبر ۱۸۹۸ء کو "کشف الغطاء" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں حضور نے حکومت کو کھول کر بتایا کہ

بغاوت کا الزام محض افتراء ہے اور مطالبہ کیا کہ گورنمنٹ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے جواب طلب کرے کہ کس کتاب یا اشتہار میں میں نے ایسا الہام شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں حضورؑ نے پیشگوئی "جَزَاءُ سَیِّئَةٍ بِمِثْلِهَا" کے ظہور کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے حکومت کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ جو شخص اپنے انگریزی رسالہ میں حکومت کو خوش کرنے کے لئے کچھ بتاتا ہے اور اپنے ہم مسلک علماء پر ان کے عقیدہ کے مطابق اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے۔ ایسے فاش جھوٹ کی موجودگی میں کیونکر اطمینان ہو کہ جو دوسری باتیں گورنمنٹ کو پہنچاتا ہے ان میں سچ بولتا ہے۔

پولیس کا محاصرہ اور مولوی محمد حسین صاحب کا مقدمہ حفظ امن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام برسوں سے جو بغاوت کا الزام کا رد کرتے آرہے تھے گورنمنٹ نے اس کی طرف تو کوئی توجہ نہ کی مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خفیہ انگریزی رسالہ کی اشاعت پر انہیں چار مربعوں سے نوازا اور ان کی مخبریوں پر حضرت اقدسؑ کے خلاف اس کی مشینری فوری حرکت میں آگئی۔ چنانچہ انگریز کپتان پولیس اور انسپکٹر پولیس (رانا جلال الدین صاحب) سپاہیوں کا ایک دستہ لے کر اکتوبر کے آخر میں بوقت شام قادیان پہنچ گئے اور سپاہیوں نے حضرت اقدس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ کپتان اور انسپکٹر پولیس مسجد کے کوٹھے پر چڑھ گئے۔ حضور اطلاع ملنے پر باہر تشریف لائے تو کپتان پولیس نے کہا ہم آپ کی خانہ تلاشی کرنے آئے ہیں۔ ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ امیر عبد الرحمٰن خاں والی افغانستان سے خفیہ ساز باز رکھتے اور خط و کتابت کرتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ "یہ بالکل غلط ہے ہم تو گورنمنٹ انگریزی کے عدل و انصاف اور امن اور مذہبی آزادی کے سچے دل سے معترف ہیں اور ہم اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کو ایک بہتان عظیم سمجھتے ہیں لیکن اگر آپ کو شک ہے تو آپ بیشک ہماری تلاشی لے لیں۔ البتہ ہم اس وقت نماز پڑھنے لگے ہیں اگر آپ اتنا توقف کریں تو بہت مہربانی ہوگی"۔ کپتان پولیس نے کہا کہ آپ نماز پڑھ لیں پھر تلاشی ہو جائے گی۔ چنانچہ سب سے قبل حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے (جو ان کی آمد پر کوٹھے پر ہی موجود تھے) خود ہی اذان دی اور نماز مغرب پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کا آخری رکوع پڑھا۔ حضرت مولانا کی جادو بھری آواز سن کر کوئی بڑے سے بڑا دشمن اسلام مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا مگر اس دن تو اذان اور قرات دونوں میں وہ بجلیاں بھری ہوئی تھیں کہ انگریز کپتان خدا کا پر شوکت کلام سن کر محو حیرت ہو گیا اور اس کی تمام غلط فہمیاں خود بخود دور ہو گئیں۔ وہ تلاشی وغیرہ کا خیال ترک کر کے نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت اقدس سے کہنے لگا کہ "مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ایک راستباز اور خدا پرست انسان ہیں اور جو کچھ آپ نے

کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ آپ لوگ جھوٹ بول نہیں سکتے۔ یہ دشمنوں کا آپ کے متعلق غلط پروپیگنڈا تھا۔ پس خانہ تلاشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں رخصت ہوتا ہوں۔" اور یہ عرض کرکے وہ قادیان سے چل دیا۔ اور گورنمنٹ کو رپورٹ بھجوادی کہ مرزا صاحب کے خلاف پراپیگنڈا سر تاپا غلط ہے۔ [۱۶]

اس واقعہ کے بعد ماحول بظاہر پر سکون سا ہو گیا مگر ۱۸۹۸ء کے اختتام پر حالات نے یکدم پلٹا کھایا اور آپ کے خلاف ایک سنگین مقدمہ حفظ امن کے نام پر دائر کر دیا گیا۔

مقدمہ کی بنیاد

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو اپنے آپ کو دعوت مباہلہ کے سلسلہ میں لاجواب ہوتے دیکھا تو انہوں نے اس کے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کئے کہ اسی اثناء میں حضور کی طرف سے ۱۳ ماہ کی میعاد ذلت کا اعلان ہوا۔ مولوی صاحب فرار کے لئے بہانہ کی تلاش میں تھے ہی انہوں نے جو یہ اعلان پڑھا تو اشتعال پھیلانے کے لئے ایک نئی راہ نکالی یعنی انہوں نے ایک تیز دھار چھری لوگوں کو دکھا دکھا کر عوام کو اکسانا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب نے لیکھرام کی طرح میری ہلاکت کا انتظام کرکے اشتہار جاری کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کے واسطے وہ مجھے قتل کرائیں گے۔ [۱۷]

ڈپٹی انسپکٹر تھانہ پولیس بٹالہ کی رپورٹ

بٹالہ کے تھانہ میں اس وقت حضرت اقدس کا ایک شدید مخالف ڈپٹی انسپکٹر محمد بخش نامی متعین تھا۔ جس نے یکم دسمبر ۱۸۹۸ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور (مسٹر جی ایم ڈوئی) کو رپورٹ بھجوائی کہ "حضور کو یاد ہو گا کہ جب مرزا غلام احمد مقدمہ حفظ امن پادری ہنری کلارک صاحب بہادر امرتسر سے بری ہوا تھا تو جناب مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر نے زبانی اس کو فہمائش فرمائی تھی کہ برائے آئندہ ایسے اشتہارات یا پیشگوئی جس سے نقض امن کا اندیشہ ہو نہ دیا کرے۔ کچھ عرصہ تک مرزا غلام احمد نے اس پر عمل کیا اور خاموشی رکھی اور اسی طرح اشتہار بازی شروع کر دی ہے جو موجب نقض امن کا ہے۔ لہٰذا رپورٹ اطلاعاً ارسال بحضور ہے۔ اشتہارات و اخبارات لف ہیں۔ جہاں اس کا ذکر درج ہے اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے۔ اگر پسند رائے حضور ہو تو معرفت انسپکٹر صاحب اس امر کی خفیہ دریافت فرما کر فریقین کی ضمانت و مچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جاوے۔ تحریر یکم دسمبر ۱۸۹۸ء عرضی کمترین محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ۔" [۱۸]

رپورٹ پولیس گورداسپور

اس درخواست پر گورداسپور پولیس نے یہ رپورٹ لکھی کہ سال گزشتہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف مقدمہ زیر

دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر کیا گیا تھا مگر کسی وجہ سے وہ رہا ہوا اور کپتان ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت ہوا تھا حکم دیا تھا کہ آئندہ کے لئے مرزا غلام احمد ایسی پیشگوئی نہ کرے مگر اب پھر اس نے اس حکم کے برخلاف کرنا شروع کیا ہے جس سے اندیشہ نقض امن کا ہے۔ ہماری دانست میں مرزا غلام احمد نے کپتان ڈگلس صاحب بہادر کے حکم اور وعدہ کے خلاف کیا ہے اور ضرور نقض امن کو روکنے کے لئے فریقین کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ فریقین کی حفظ امن میں ضمانت لینی چاہیے۔" [۱۹]

اس رپورٹ کے چار یوم بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۵ / دسمبر ۱۸۹۸ء کو ڈپٹی کمشنر سے درخواست کی۔ "جناب عالی! مرزا غلام احمد ساکن موضع قادیان نے برخلاف مظہر سائل بدیں مضمون اشتہار دیا ہے کہ مولوی ابو سعید محمد حسین کو ۱۳ ماہ کے اندر ذلت کی مار اور رسوائی ہوگی جس سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئی کو سچا کرنے کے لئے میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوئی ناجائز تدبیر کرے گا۔ لہذا درخواست ہے کہ مظہر سائل کو ایک پستول اور ایک بندوق کا حفاظت جان کے لئے کل احاطہ پنجاب کے واسطے لائسنس دیا جاوے کیونکہ مظہر کل پنجاب میں واسطے وعظ وغیرہ ضرورتوں کے دورہ کیا کرتا ہے۔ سوائے اوزار اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کی جماعت میں سے کوئی دشمن نقصان پہنچاوے۔

عرضی فدوی ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعت السنہ ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور" [۲۰]

ڈپٹی انسپکٹر کی رپورٹ اور اس درخواست پر ڈپٹی کمشنر نے ۵ / جنوری کو پیشی رکھ دی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیالوں نے مقدمہ جیتنے کے لئے زور شور سے تیاری شروع کر دی۔ وکیلوں کی فیس کے لئے شہروں میں چندوں کا اہتمام کیا گیا۔ ہندو اور عیسائی جو پہلے فوجداری مقدمہ میں منہ کی کھا چکے تھے۔ اب پھر ان کے ساتھ میدان میں آگئے۔ غرضکہ اس مقدمہ نے بھی ایک انتہائی خطرناک صورت اختیار کر لی۔ [۲۱]

حضرت اقدس کو یہ سب اطلاعات مل چکی تھیں مگر حضور کو ذرہ بھر تشویش نہیں تھیں بلکہ آپ نے انہی دنوں سیٹھ اللہ رکھا عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کو تسلی دیتے ہوئے لکھا کہ "یہ آخری ابتلا ہے جو محمد حسین کی وجہ سے پیش آگیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے راضی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ مخالفوں نے اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام فکر اور عقل سے باہر ہیں۔ [۲۲]

پہلا سفر گورداسپور

چونکہ ۵/ جنوری ۱۸۹۹ء کو تاریخ مقدمہ تھی اس لئے حضرت اقدس ۴/ جنوری کی صبح کو پالکی میں بیٹھ کر براہ راست گورداسپور تشریف لے گئے اور باقی نو خدام جنہیں ساتھ جانے کا حضور ہی نے ارشاد فرمایا تھا بٹالہ ہوتے ہوئے گورداسپور پہنچ گئے جہاں لدھیانہ۔ کپور تھلہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ شملہ۔ جموں۔ بدوملی وغیرہ مقامات سے مخلصین آگئے تھے۔ چنانچہ دوسرے دن نماز فجر میں سو کے قریب احباب موجود تھے۔ [۲۳]

حضرت اقدس دس بجے اپنے خدام سمیت کچہری تشریف لے گئے۔ لوگوں کا انبوہ حضور کے مرجع خلائق ہونے کا ثبوت دیتا تھا۔ بارہ بجے تک حضور عدالت کے انتظار میں وہیں تشریف فرما رہے۔ لیکن چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے وکیل اورٹل (ORTOL) نے بذریعہ تار مقدمہ کے التواء کی درخواست کی تھی اس لئے مجسٹریٹ نے مقدمہ کی سماعت کے لئے ۱۱/ جنوری کا دن مقرر کردیا۔ [۲۴]

حضرت اقدسؑ نے اس کے بعد عدالت کے احاطہ میں ہی کھانا تناول فرمایا۔ پھر مخلصین کی کثیر تعداد کے ہمراہ قیام گاہ پر تشریف لائے اور نماز ظہر و عصر ادا کی۔ ازاں بعد حضور چند احباب کے ساتھ بذریعہ یکہ گورداسپور سے سیدھے قادیان تشریف لے آئے اور باقی خدام حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحب کی معیت میں ریل کے ذریعہ سے بٹالہ آئے اور بٹالہ سے قادیان پہنچے۔ [۲۵]

دوسرا سفر گورداسپور

۱۱/ جنوری کی تاریخ مقدمہ کے لئے حضور کو دوبارہ سفر گورداسپور اختیار کرنا پڑا۔ اس دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، محمد بخش صاحب انسپکٹر پولیس بٹالہ اور سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر پولیس گورداسپور کے بیانات ہوئے۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے مسٹر ڈبلیو۔ براؤن (W-BROWN) مولوی فضل دین صاحب لاہور، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ علی احمد صاحب مقامی پلیڈر بطور پیروکار پیش ہوئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے دو وکیل حاضر تھے۔ [۲۶]

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بیان دیا کہ میں ۱۸۹۷ء کے لیکھرام کے قتل سے خوفزدہ ہوں اور اپنی حفاظت کے لئے چھری رکھتا ہوں۔ ۲۰/ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار سے مرزا صاحب نے مجھے اور زیادہ خائف کردیا ہے۔ [۲۷]

حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے بیان میں فرمایا "میری پیشگوئی... عبد اللہ آتھم..... کا سبب یہ تھا کہ عبد اللہ آتھم نے مجھ سے یہ تحریری درخواست کی تھی۔ ان کی رضامندی اور تحریری درخواست پر میں نے یہ پیشگوئی کی تھی کیونکہ انہوں نے اصرار کیا تھا۔ عبد اللہ آتھم کی درخواست جو

میرے نام تھی وہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک شامل ہے دیکھی جاوے۔ جو پیشگوئی مجھ کو سنائی گئی وہ پنڈت لیکھرام کی نسبت تھی اور میں نے پنڈت لیکھرام کی رضامندی سے اور اس کی تحریری درخواست پر کی تھی۔ اس خاص پیشگوئی کی خاطر وہ پشاور سے آکر قادیان میں دو ماہ رہا اور بہت بد زبانی کرتا رہا اور تمام پیغمبروں کو گالیاں دیتا رہا۔ اور پنڈت لیکھرام پانچ برس کے بعد سنا ہے کہ مارا گیا۔ جب میرے گھر کی تلاشی ہوئی۔ اور پنڈت لیکھرام کے مرنے کے بعد میں نے ایک اشتہار جاری کیا جو مجھ کو اب پڑھ کر سنایا گیا۔ جب مقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب کا ہوا اس میں کپتان ڈگلس صاحب نے مجھے یہ ہدایت دی تھی اور میں نے ایک نوٹس پر دستخط کئے تھے۔

پنڈت لیکھرام نے ایک اشتہار اپنی طرف سے میری نسبت دیا تھا کہ تم تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے مرجاؤ گے۔ اور اس پیشگوئی کو اس نے پہلے آپ شائع کیا۔ [۲۸]

ڈپٹی انسپکٹر پولیس بٹالہ نمبر ۵۶۴ گواہ استغاثہ نے اپنے بیان میں کہا۔ "دونوں فریقوں کا جوش بڑا اشتعال انگیز ہے اور دشمنی سالہا سال سے چلی آتی ہے۔ جب پنڈت لیکھرام مارا گیا اس وقت بٹالہ میں مذہبی جوش بہت تھا۔ مولوی محمد حسین جو اندیشہ بتاتا تھا میرے خیال میں وہ واقعی اندیشہ ہے مجھ کو اس واسطے خیال ہے کہ عام افواہ ہے کہ جو پیشین گوئیاں کی گئیں ان کے پورا کرنے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں۔ میرے نزدیک واقعی اندیشہ ہے (جرح مسٹر اورٹل پر کہا) محمد حسین کی نسبت میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہوئی کہ اس سے اندیشہ ہے۔ وہ کبھی کسی مقدمہ یا لڑائی میں شامل نہیں ہوا.... مولوی محمد حسین نے بعد اشتہار تیرہ ماہ کے مجھ کو چھری دکھلائی تھی۔ مجھ کو مقامی حالات کی وجہ سے یہ خیال ہے کہ جب بھی مرزا صاحب پیشین گوئی کرتے ہیں تو اس کی صداقت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔"

سید شبیر حسین صاحب انسپکٹر پولیس نے یہ گواہی دی کہ "میں ضلع ہذا میں انسپکٹر پولیس ہوں۔ میں لاہور شہر میں انسپکٹر پولیس تھا۔ قبل اس کے ضلع ہذا میں آیا پنڈت لیکھرام کے قتل کے وقت وہاں تھا۔ یہ عام قوی شبہ تھا کہ مرزا غلام احمد کا تعلق اس قتل میں تھا۔ جو فقرات اس وقت پڑھ کر ہر دو فریق کے سنائے گئے ہیں ان کے شائع ہونے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں کہ نقض امن کا اندیشہ ہے۔ نہ مرزا نہ مولوی محمد حسین خود کوئی ایسا فعل کریں گے مگر وہ اپنے مریدوں کو اشتعال دیں گے (مسٹر اورٹل کی جرح پر) محمد حسین کی نسبت کبھی شبہ نہیں ہوا کہ اس نے یا اس کی پیروی کنندوں نے اشتعال قتل دیا ہے۔ [۲۹]

ان بیانات کے بعد مقدمہ ۲۷ جنوری کو ملتوی ہوا اور آئندہ دھاریوال مقام سماعت قرار پایا۔ [۳۰]

حضرت اقدس کا تحریری بیان

حضرت اقدس ؑ نے دفاع کی غرض سے ایک مفصل تحریری بیان لکھا جس کو انگریزی میں طبع کر کے داخل عدالت کیا گیا۔

آپ نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی‘ آتھم اور لیکھرام کی پیشگوئیوں کے واقعات بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کئے جس سے آپ کا بری ہونا صاف کھل جاتا تھا۔ خصوصاً" مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس بیان کی تردید کی کہ آپ کی ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں کوئی ایسی پیشگوئی ہے جس سے ان کو یا ان کے کسی ہم خیال کی جان مال یا عزت کو خطرہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے بتایا کہ الہام "جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ" جس پر مقدمہ کا تمام تر مدار ہے قطعاً" قانونی زد میں نہیں آسکتا کیونکہ ہر مظلوم کا حق ہے کہ وہ ظالم کو یہ بددعا دے کہ جیسا تو نے میرے ساتھ کیا خدا تیرے ساتھ بھی ویسا کرے۔ اس صورت میں یہ بات تنقیح طلب ہوئی کہ فریق مظلوم کو کس قسم کی ذلت پہنچی ہے۔ اور فریق مخالف اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا کہ اس نے کبھی مجھ کو ایسی ذلت پہنچائی ہے جو فوجداری قوانین کے نیچے آسکتی۔ پس اس میں مثلی ذلت مراد ہے جو اپنے اصل معنے کی رو سے پوری شان سے پوری ہو چکی ہے کیونکہ "مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مجھ پر جیسا فتویٰ کفر لگایا تھا ویسا فتویٰ ان کے ہم خیال علماء انگریزی رسالہ کی اشاعت پر ان پر بھی لگا چکے ہیں۔ پیشگوئی میں ذلت کے لفظ کے ساتھ مثل کی شرط تھی سو اس شرط کے موافق الہام پورا ہو گیا اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔

اگرچہ اتنا ہی جواب کافی ووافی تھا مگر حضور ؑ نے فریق مخالف اور استغاثہ کے عائد کردہ الزام کے جواب میں ہر پہلو سے مسکت دلائل دیتے ہوئے لکھا:۔

"عدالت میں میری نسبت یہ الزام پیش کیا گیا ہے کہ گویا میری قدیم سے عادت ہے کہ خود بخود کسی کی موت یا ذلت کی پیشگوئی کیا کرتا ہوں اور پھر اپنی جماعت کے ذریعہ سے پوشیدہ طور پر اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ کسی طرح وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ گویا میں ایک قسم کا ڈاکو یا خونی یا رہزن ہوں اور گویا میری جماعت بھی اس قسم کے اوباش اور خطرناک لوگ ہیں جن کا پیشہ اس قسم کے جرائم ہیں۔ لیکن میں عدالت پر ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء سے خمیر کیا گیا ہے اور نہایت بری طرح میری اور میری معزز جماعت کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے۔ میں اس وقت اس کو زیادہ بیان کرنا غیر محل سمجھتا ہوں لیکن عدالت پر واضح کرتا ہوں کہ میں ایک شریف اور معزز خاندان میں سے ہوں۔ میرے باپ دادے ڈاکو اور خونریز نہ تھے اور نہ کبھی کسی عدالت میں میرے پر کوئی جرم ثابت ہوا۔ اگر ایسے بد اور ناپاک ارادہ سے جو میری نسبت..... بیان کیا گیا ہے۔ ایسی پیشگوئیاں کرنا میرا پیشہ ہوتا تو

اس بیس برس کے عرصہ میں جو براہین احمدیہ کی تالیف سے شروع ہوا ہے کم از کم دو تین سو پیشگوئی موت وغیرہ کی میری طرف سے شائع ہوتی حالانکہ اس مدت دراز میں بجزان دو تین پیشگوئیوں کے ایسی پیشگوئی اور کوئی نہیں کی گئی۔ میں عرض کرچکا ہوں کہ یہ پیشگوئیاں لیکھرام اور عبداللہ آتھم کے بارے میں میں نے اپنی پیش دستی سے نہیں کیں بلکہ ان دونوں صاحبوں کے سخت اصرار کے بعد ان کی دستخطی تحریریں لینے کے بعد کی گئیں اور لیکھرام نے میری اشاعت سے پہلے خود ان پیشگوئیوں کو شائع کیا تھا اور میں نے بعد میں شائع کیا۔ چنانچہ لیکھرام کو اپنی کتاب تکذیب صفحہ ۳۳۲ میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ پیشگوئیوں کے لئے دو ماہ تک قادیان میں ٹھہرا رہا اور اس نے خود پیشگوئی کے لئے اجازت دی اور اپنی دستخطی تحریر دی۔ وہ اس صفحہ میں میری نسبت یہ بھی لکھتا ہے کہ "وہ موت کی پیشگوئی کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے جب تک اجازت نہ ہو۔" اور پھر اسی صفحہ میں اپنی طرف سے اجازت کا اعلان کرتا ہے ... اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کی ایک تحریر مسل مقدمہ ڈاکٹر کلارک کے ساتھ شامل ہے۔"

"ایک برس سے کچھ زیادہ عرصہ گزرتا ہے کہ میں نے اس عہد کو چھاپ کر شائع کردیا ہے کہ میں کسی کی موت و ضرر وغیرہ کی نسبت ہرگز کوئی پیشگوئی شائع نہ کروں گا۔ پس اگر یہ پیشگوئی جو اشتہار مباہلہ ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ میں ہے کسی کی موت یا اس قسم کی ذلت کے متعلق ہوتی تو میں ہرگز اس کو شائع نہ کرتا لیکن اس پیشگوئی کو کسی کی ایسی ذلت سے جو قانونی حد کے اندر آسکتی ہے کچھ تعلق نہ تھا۔"

حضورؑ نے اپنے بیان میں انگریزی عدالت کو اپنا آسمانی پیغام دیتے ہوئے یہ بھی لکھا:۔

"امن اور سلامتی کے نشان اور امن اور سلامتی کی پیشگوئیاں جن کو آسودگی عامہ خلائق میں کچھ دست اندازی نہیں ہمیشہ ایک بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں لیکن خدا کی قدیم سنت کے موافق ضرور تھا کہ میں بھی اسی طرح عوام کی زبان سے دکھ دیا جاتا جیسا کہ پہلے پاک نبی دکھ دیئے گئے۔ خاص کر وہ اسرائیلی نبی، سلامتی کا شہزادہ جس کے پاک قدموں سے شعیر کے پہاڑ کو برکت پہنچی اور جو قوم کی ناانصافی اور نابینائی سے مجرموں کی طرح پیلاطوس اور ہیرودوس کے سامنے عدالت میں کھڑا کیا گیا تھا سو مجھے اس بات سے فخر ہے کہ اس پاک نبی کی مشابہت کی وجہ سے میں بھی عدالتوں کی طرف کھینچا گیا.... کاش اس گورنمنٹ محسنہ کو نشان دیکھنے کے ساتھ کچھ دلچسپی ہوتی اور کاش مجھ سے گورنمنٹ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی آسمانی نشان یا کوئی ایسی پیشگوئی جو امن اور سلامتی کے اندر محدود ہو دکھلاؤ۔ تو جو میرے پر افترا کیا گیا ہے کہ گویا میں ڈاکوؤں کا کام کر رہا ہوں یہ سب حقیقت کھل جاتی۔ آسمان پر ایک خدا ہے جس کی قدرتوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔" [۶۸]

اس بیان میں حضورؑ نے مولوی محمد حسین صاحب اور جعفر زٹلی کی اشتعال انگیز تحریرات کے متعدد نمونے بھی پیش کئے۔

تیسرا سفر دھاریوال

حضرت اقدسؑ نے ۲۵/ جنوری ۱۸۹۹ء کی رات ہی کو علی الصبح روانگی کا حکم دے دیا تھا چنانچہ حسب معمول حکیم فضل دین صاحب بھیروی کے اہتمام میں روانگی کا انتظام ہوا۔ حضرت اقدسؑ براہ راست پالکی سے ۱۱ بجے دھاریوال روانہ ہوئے۔ حضورؑ کے ہمراہ سیٹھ اللہ رکھا عبدالرحمٰن صاحب مدراسی بھی تھے۔ چونکہ دھاریوال میں حضورؑ کی جائے قیام کے لئے کوئی انتظام مشکل تھا اس لئے میاں نبی بخش صاحب نمبردار بٹالہ' میاں عبدالعزیز صاحب اوجلوی (پٹواری)' میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی اور میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی وغیرہ نے دھاریول سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع لیل میں حضرت اقدسؑ اور دیگر احباب جماعت کے قیام و طعام کا ایک وسیع مکان میں انتظام کر لیا تھا اور وہاں بیس پچیس دوست پہنچ بھی چکے تھے اور حضورؑ کا ارادہ بھی لیل ہی میں قیام فرمانے کا تھا مگر رستہ میں ہی سردار جیمل سنگھ کی بیوہ بھو رانی ایشور کور صاحبہ کا مخلصانہ پیغام آیا کہ حضور یہاں موضع کھنڈہ میں قیام فرمائیں۔ حضرت اقدسؑ نے ان کے جوش اخلاص کی وجہ سے یہ درخواست منظور فرمالی اور کھنڈہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیل کے دوست بہت حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے مگر اس میں بھی خدائی مصلحت تھی۔ سنا گیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی وہیں اترنے والے ہیں خدا نے چاہا کہ آپ کا قیام کسی دوسری جگہ ہو اور اس کے لئے خدا نے رانی ایشور کور صاحبہ کو تحریک کر دی۔ بہرحال حضرت اقدسؑ لیل سے کھنڈہ تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رانی ایشور کور صاحبہ نے اپنے اہل کاروں کے ہاتھ مصری اور باداموں کا ایک تھال حضورؑ کی نذر کیا جسے حضور نے منظور فرمالیا۔ لیل میں جو دوست تھے وہ بھی اطلاع ملنے پر آپہنچے۔ اس کے بعد ایک وسیع مکان میں رانی صاحبہ نے پر تکلف دعوت دی اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ دعوت کے بعد منشی محمد علی صاحب پٹواری نے بیعت کی۔ رات کو حسب سابق گاڑی سے کپورتھلہ' جالندھر' جہلم اور لاہور وغیرہ مقامات سے بکثرت احباب پہنچ گئے اور اچھا خاصا اجتماع ہو گیا۔

دوسرے دن یہ مقدس قافلہ جس کے سالار امام الزمانؑ تھے کھنڈہ سے دھاریوال کے عدالتی کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت اقدسؑ معہ رفقاء ریلوے کی سڑک گزر کر دھاریوال کے کارخانہ کے ساتھ گزرتے ہوئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک ہجوم حضورؑ کے استقبال کے لئے چشم براہ ہے۔ پاس پہنچے تو انہوں نے السلام علیکم کی پر جوش آواز سے خیر مقدم کیا۔ ادھر سے بھی اسی لہجہ کے ساتھ وعلیکم

السلام کی آوز اٹھی اور سننے والوں پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ ذرا اور آگے جب ڈاک خانہ کے متصل پہنچے تو دھاریوال کے مشہور اون کے کارخانہ کے ہندو مسلمان ملازم اور ڈاک خانہ کے کلرک دوڑ کر آگے آئے اور کیمپ کا پتہ بتایا۔ راستہ میں حضرت اقدسؑ نے صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کی ایک مبشر رؤیا بتلائی۔ نہر کے پل پر پہنچ کر کیمپ نظر آ گیا۔ چپراسیوں اور اردلیوں نے وفور شوق سے سلام کیا۔ حضورؑ آگے آگے جا رہے تھے اور پیچھے خلقت کا ایک انبوہ تھا۔ نہر اور درختوں کا نظارہ دیکھ کر فرمایا "بہت اچھی جگہ ہے" اور پھر خیمہ سے کوئی سو قدم کے فاصلہ پر اتر پڑے۔ آپ بیٹھ گئے اور حضور کے مخلصین بھی اردگرد حلقہ بنا کر مئودبانہ بیٹھ گئے۔ ابھی چند منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ خلقت کے انبوہ در انبوہ آتے گئے اور چند ہی منٹوں میں کوئی تین چار سو آدمی جمع ہو گیا یہاں تک کہ بعض احباب نے لوگوں کو ہٹانا چاہا تو انہوں نے کہا کہ "اسیں جیارت کرن آئے ہاں تسی سانوں ہٹاؤندے ہو۔ کم کار چھڈ کے کیناں کوہاں توں چلے آئے ہاں۔" یعنی ہم کاروبار چھوڑ کر کئی میلوں سے زیارت کے لئے آئے ہیں اور آپ روکتے ہیں۔ اس پر کسی کو کچھ نہ کہا گیا اور یہ مجمع اس قدر بڑھا کہ حضور کو بیٹھنا ہی دشوار ہو گیا اور آپ اٹھ کر ٹہلنے لگے۔ اس دن آنے والوں کی تعداد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے ایک محتاط اندازے کے مطابق جو بحیثیت اخبار نویس موجود تھے دو اڑھائی ہزار تک پہنچی ہوئی تھی۔

حضورؑ بارہ بجے کے قریب عدالتی خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے پہلے وکلاء ہی پیش ہوئے مگر مولوی محمد حسین صاحب آج ایک نئے قانونی مشیر مسٹر ہربرٹ پیروی کے لئے لائے جنہوں نے عذرداری پیش کی کہ جدید ضابطہ کی رو سے ایک ہی وقت پر فریقین کا مقدمہ سماعت نہیں ہو سکتا چنانچہ اس قانون کی وجہ سے مقدمہ کی اگلی تاریخ سماعت ۱۴/ فروری مقرر ہوئی اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے سب سے پہلے حضرت کا مقدمہ سننے کا حکم دیا اور دوبارہ نوٹس بھیجنے کا حکم دیا۔ گویا سابقہ کارروائی کالعدم قرار دے دی گئی۔ بہرحال حضور علیہ السلام عدالت سے فراغت کے بعد باہر تشریف لائے اور نماز جمعہ کی تیاری فرمائی۔ ڈیڑھ ہزار افراد نے نماز جمعہ ادا کی۔ خطبہ حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا جو نہایت لطیف اور بے حد پر درد اور اثر انگیز تھا۔ نماز کے وقت تک کارخانہ کے مزدور اور دوسرے لوگوں کا پھر ایک عظیم اجتماع ہو گیا۔ آخر نماز ادا ہوئی تو کارخانہ کے بعض انگریزی افسر بھی شوق زیارت میں بیتاب ہو کر کھچے کھچے چلے آئے اور انہوں نے آرزو ظاہر کی کہ آپ اپنی زیارت سے مشرف کریں۔ چنانچہ حضور سامنے آ کھڑے ہوئے اور وہ انگریز کافی دیر تک حضور کے نورانی چہرہ کا دیدار کرتے رہے۔ پھر نماز عصر کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو وہ چلے

گئے۔ نماز کے بعد لوگوں کا ہجوم بہت ہو گیا چلنے کو راستہ نہ ملتا تھا۔ آخر عبادت علی نام ایک صاحب نے کہا کہ حضور لوگ دور دور سے کاروبار چھوڑ کر آئے ہیں حضور پل پر کھڑے ہو کر سب کو زیارت کرا دیں۔ چنانچہ حضور انور چند منٹ پل پر رونق افروز رہے۔ دھاریوال سے کھنڈہ تک لوگوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ رستہ میں بیسیوں آدمی دوڑتے جاتے تھے اور پوچھتے جاتے تھے کہ سرکار ابھی روانہ تو نہیں ہوئے۔ حضرت اقدس تھوڑی دیر کھنڈہ میں ٹھہر کر براہ راست قادیان تشریف لے آئے۔ حضور کے ہمراہ کوئی ستر' اسی خدام ہوں گے۔

ادھر تو خدائی قبولیت کا یہ زبردست نشان نمودار ہوا ادھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی حالت یہ تھی کہ گورنمنٹ کے منظور نظر اور اہل حدیث کے ایڈووکیٹ نے دھاریوال میں جمعہ کے وقت چند آدمیوں کے ہمراہ ایک جگہ کھڑے ہو کر اونچی آواز سے پکارا کہ جو مسلمان ہے وہ نماز پڑھ لے مگر نماز کی تیاری کے وقت ان کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کی تعداد بیس سے بڑھ نہ سکی۔ [32]

اپنی بریت اور ظالم فریق کے ناکام ہونے کی بشارت

دھاریوال سے واپسی کے بعد ۳ / فروری ۱۸۹۹ء کو حضورؑ کو بذریعہ رؤیا بشارت دی گئی کہ آپ بری ہوں گے اور دشمن ناکام و نامراد رہیں گے چنانچہ حضورؑ نے ۵ / فروری ۱۸۹۹ء کو ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ایک مکتوب میں لکھا کہ "اب فوجداری مقدمہ کی تاریخ ۱۴/ فروری ۱۸۹۹ء ہو گئی ہے دراصل بات یہ ہے کہ اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی نیت بخیر نہیں۔ جمعہ کی رات مجھے یہ خواب آئی ہے کہ ایک لکڑی یا پتھر کو میں نے جناب الٰہی میں دعا کر کے بھینس بنا دیا ہے اور پھر اس خیال سے کہ ایک بڑا نشان ظاہر ہوا ہے سجدہ میں گرا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں ربی الاعلی ربی الاعلی۔ میرے خیال میں ہے کہ شاید اس کی تعبیر یہ ہو کہ لکڑی اور پتھر سے وہی سخت اور منافق طبع حاکم (مراد) ہو اور پھر میری دعا سے اس کا بھینس بن جانا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ ہمارے لئے ایک مفید چیز بن گئی ہے جس سے دودھ کی امید ہے۔ اگر یہ تاویل درست ہے تو امید قوی ہے کہ مقدمہ پلٹا کھا کر نیک صورت پر آجائے گا اور ہمارے لئے مفید ہو جائے گا۔ اور سجدہ کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ دشمن پر فتح ہو۔ الہامات بھی اس کے قریب قریب ہیں۔" [33] اس سلسلہ میں ۱۸ جنوری ۱۸۹۹ء کو بعض الہامات بھی ہوئے جن میں سے چند یہ تھے:

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ اَنْتَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ وَاَنْتَ مَعِیَ یَا اِبْرٰھِیْمُ۔ یَاْتِیْکَ نُصْرَتِیْ۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ۔ یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ۔ غِیْضَ الْمَاءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ اِنَّا تَجَالَدْنَا فَانْقَطَعَ

اَلْعُدُوُّ وَاَسْبَابُهٗ۔ وَیْلٌ لَّهُمْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ یَعُضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ وَیُوْثَقُ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَاِنَّهٗ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ۔ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ اِنَّهٗ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ فَتْحٌ عَظِیْمٌ

یعنی خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تو پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تو میرے ساتھ ہے اے ابراہیم میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں رحمان ہوں۔ اے زمین! اپنے پانی کو یعنی خلاف واقعہ اور فتنہ انگیز شکایتوں کو جو زمین پر پھیلائی گئی ہیں نگل جا۔ پانی خشک ہو گیا اور بات کا فیصلہ ہوا۔ تجھے سلامتی ہے یہ رب رحیم نے فرمایا اور اے ظالمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ ہم نے دشمن کو مغلوب کیا اور اس کے تمام اسباب کاٹ دیئے۔ ان پر واویلا ہے کیسے افتراء کرتے ہیں۔ ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا اور خدا نیکوں کے ساتھ ہو گا۔ وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ منہ بگڑیں گے۔ خدا کا یہ نشان ہے اور یہ فتح عظیم ہے۔ [۳۴]

حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ رؤیا اور الہامات مقدمہ کے دوران ہی میں "حقیقۃ المہدی" میں ۲۱/ فروری ۱۸۹۹ء کو شائع فرما دیئے اور لکھا "جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خواب میں ایک پتھر کو بھینس بنا دیا اور اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں اسی طرح انجام کار وہ میری نسبت حکام کو بصیرت اور بینائی عطا کرے گا اور وہ اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔ یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب۔" [۳۵]

سفر پٹھانکوٹ

اس مقدمہ کے دوران حضور کو چوتھا سفر پٹھانکوٹ کی طرف پیش آیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام ۱۳/ فروری کو علی الصبح اپنے خدام کے ہمراہ قادیان سے بٹالہ پہنچے اور بذریعہ ریل پٹھانکوٹ تشریف لے گئے۔ [۳۶]

مولف "مجدد اعظم" جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ یہ لکھا ہے کہ "اتفاق ایسا ہوا کہ جس مقام پر مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کا خیمہ لگا ہوا تھا اس کے نزدیک ہی ایک مکان میں حضرت مرزا صاحب جا کر قیام پذیر ہوئے۔ راجہ غلام حیدر خاں صاحب جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے دوران میں مسٹر ڈگلس کے مسل خواں تھے ان دنوں وہ پٹھانکوٹ میں تحصیل دار تھے انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے قیام کے اہتمام میں خاص حصہ لیا۔ حضرت مرزا صاحب کی جائے سکونت اور ڈپٹی کمشنر کے خیمہ کے درمیان میں ایک میدان تھا جہاں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے احباب نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کا وقت تھا مغرب کی نماز کے لئے حضرت اقدس میدان میں تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حسب معمول امام بنے۔ انہوں نے نماز میں جو قرآن پڑھنا شروع کیا تو ان کی بلند مگر خوش الحان اور اثر میں

ڈوبی ہوئی آواز مسٹر ڈوئی کے کان میں پڑی وہ اپنے خیمہ کے آگے کھڑے ہوئے اور ایک انہماک کے عالم میں کھڑے قرآن سنتے رہے جب نماز ختم ہوئی تو راجہ غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار پٹھانکوٹ کو بلا کر پوچھا کہ آپ کی ان لوگوں سے واقفیت ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں کہا کہ میں نے ان لوگوں کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا ہے میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ حد سے باہر ہے۔ اس قسم کا ترنم اور اثر میں نے کسی کلام میں نہیں سنا اور نہ کبھی محسوس کیا۔ کیا پھر بھی یہ نماز پڑھیں گے اور مجھے نزدیک سے سننے کا موقع دیں گے۔؟ راجہ غلام حیدر خان صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن سنیں چنانچہ اب کی دفعہ نماز کے وقت ایک کرسی قریب بچھادی گئی اور صاحب بہادر آکر اس پر بیٹھ گئے۔ نماز شروع ہوئی اور مولوی عبدالکریم صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور صاحب بہادر مسحور ہو کر جھومتے رہے۔" [۳۷]

مقدمہ کا فیصلہ، حضورؑ کی بریت اور کامیابی

بالآخر ۲۴/ فروری ۱۸۹۹ء کا دن آپہنچا۔ اس دن حضرت اقدسؑ اپنے احباب کے ساتھ کثیر تعداد میں گورداسپور میں فیصلہ سننے کے لئے تشریف لے گئے۔ [۳۸] مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دوست خوش تھے کہ آج ہمارا حریف عدالت کے کٹہرے میں مجرم قرار پائے گا اور انہیں فتح عظیم حاصل ہوگی۔ مگر جیسا کہ آپ کو قبل از وقت بتایا گیا تھا۔ اب وہ پتھر دل حاکم آپ کی دعا کی برکت سے ایک منصف و عادل کی شکل میں بدل چکا تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت اقدس کی شائستہ اور متین تحریرات کے مقابل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ابوالحسن تبتی کے دشنام آلود اشتہارات دیکھے تو وہ ہکا بکا رہ گیا اور اس نے پولیس کا بڑی محنت سے بنایا ہوا مقدمہ خارج کر دیا اور فریقین سے اس مضمون کے ایک نوٹس پر دستخط کرائے کہ "آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے، کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے، کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ۔ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں میں بھی یہی چاہیے۔" [۳۹]

حضرت اقدسؑ سے مسٹر جے ایم ڈوئی نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے" [۴۰]

مسٹر ڈوئی عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو فہمائش کر رہے تھے کہ آئندہ وہ تکفیر اور بد زبانی سے باز رہیں اور سید شبیر حسین صاحب اور منشی محمد بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر عدالت میں حاضر تھے کہ عین اس وقت رسالہ "حقیقت المهدی" جس میں بریت کی پیشگوئیاں درج تھیں عدالت کے کمرہ میں مولوی فضل دین صاحب پلیڈر چیف کورٹ اور مسٹر براؤن پلیڈر چیف کورٹ کے ہاتھ میں دیا گیا اور وہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے عدالت کے سامنے ان پیشگوئیوں کو پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس وقت یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور مسٹر براؤن صاحب نے شیخ رحمت اللہ صاحب (مالک انگلش ویرہاؤس لاہور) سے بھی کہا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی بلکہ (حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی روایت کے مطابق) وہ خود حضور کی خدمت میں پہنچے اور حضور کی پیشگوئی کے پورے ہونے پر مبارکباد پیش کی۔ [۶۱] ان معزز وکلاء کے مونہہ سے یہ باتیں اس لئے بے ساختہ نکل گئیں کہ انہوں نے کئی پیشیوں میں بچشم خود مشاہدہ کیا تھا کہ حضور کو سزا دلانے کے لئے پولیس اور شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے کیسی جان توڑ کوششیں ہو رہی تھیں کہ آپ سزا پائیں یا کم سے کم معقول ضمانت ہو جائے۔ یہ عجیب بات ہے کہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو مسٹر ڈوئی نے مقدمہ سے اس لئے الگ کر دیا تھا کہ اس کی نسبت الزام کی بعد کو تحقیقات ہو گی لیکن اس آخری پیشی پر مولوی صاحب مذکور کسی تعلق کے بغیر محض تماشا دیکھنے کے لئے حاضر عدالت ہو گئے تب عدالت نے ان کو حاضر پا کر بلا توقف ان سے اس مضمون کے نوٹس پر دستخط کرائے کہ آئندہ وہ بد زبانی' دشنام طرازی اور تکفیر اور تکذیب سے باز رہیں گے حالانکہ ان کو اس وقت کسی نے بلایا نہیں تھا یہ محض خدا کا ارادہ ان کو کھینچ لایا تا اس کا یہ پاک الہام پورا ہو کہ ظالم اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا (یعنی اس کا مونہہ بد زبانی سے بند کیا جائے گا) اور چہرے بگڑ جائیں گے۔

خدا کی قدرت!! یہ مقدمہ جو ایک متعصب ڈپٹی انسپکٹر نے آپ کے مخالفین کی پشت پناہی کے لئے کھڑا کیا تھا۔ آپ کی قبولیت اور شہرت میں اضافہ کا موجب بن گیا۔ انگریزی عدالت تک آپ کو اپنا پیغام پہنچانے کا موقعہ ملا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ اپنی پیشگوئی کے مطابق باعزت طور پر بری کر دیئے گئے اور ہر طرح کامیاب و کامران اور مظفر و منصور ثابت ہوئے لیکن اس کے برعکس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی سخت ذلت ہوئی۔

حضرت اقدس کا تو ابتدا ہی سے یہ طریق تھا کہ حضور موت کی پیشگوئی فریق ثانی کی خواہش اور اجازت کے بغیر شائع نہیں فرمایا کرتے تھے۔ [۶۲] جیسا کہ حضور نے اپنے دفاعی بیان میں بھی بالتفصیل ذکر فرمایا اور تکفیر اور سخت الفاظ کا استعمال آپ کو پسند نہیں تھا بلکہ حضور دو سال سے مولوی محمد حسین

صاحب بٹالوی اور ان کے ہمنو اعلماء سے کہتے آرہے تھے کہ "میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کرلیں کہ تکفیر اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں"۔ ۴۳

مگر یہ حضرات اس طرف آنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے مگر بالآخر عدالت کے سامنے ان کو تکفیر و تکذیب سے دستبردار ہونا پڑا۔ اور جیسا کہ پیشگوئی میں بتایا گیا تھا ظالم فریق کے ہاتھ آئینی شکنجہ میں جکڑ دیئے گئے اور ان کا فتویٰ تکفیر جس کے لئے انہوں نے پشاور سے بنارس تک قدم فرسائی کی تھی خود انہی کے ہاتھوں چاک چاک ہو گیا۔

۱۸۹۸ء کے بعض صحابہ

اس سال بیعت کرنے والے بعض مشہور صحابہ کے نام یہ ہیں۔ مولوی فخر الدین صاحب گھوگھیاٹ ۴۴ ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی۔ ۴۵ چوہدری اللہ بخش صاحب۔ ۴۶ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری۔ ۴۷

۳/ جون ۱۸۹۸ء کو یاڑی پورہ (کشمیر) اور اس کے نواح میں اسی افراد داخل احمدیت ہوئے اور وہاں ایک مضبوط جماعت قائم ہو گئی۔ ان مبایعین میں یاڑی پورہ کے رئیس اعظم راجہ عطاء اللہ خاں کے افراد خاندان اور اہل خانہ بھی تھے ۴۸ راجہ صاحب موصوف اس سے قبل ہی حضرت اقدس کی دستی بیعت کر چکے تھے۔ ۴۹

اب چونکہ قادیان سے اخبار "الحکم" کا اجراء ہو چکا تھا اس لئے بیعت کرنے والوں کے نام بھی گاہے گاہے اس میں شائع کئے جانے لگے اور نئے حلقہ بگوش احمدیت ہونے والے بزرگوں کی بیعت کا ایک مستند ریکارڈ تیار ہونا شروع ہو گیا۔

حواشی

۱۔ مفصل اشتہار کے لئے جو خود حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۱ / نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں بطور ضمیمہ شامل کر دیا تھا ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ہفتم ۵۶ تا ۶۰
۲۔ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۵۱-۵۲
۳۔ راز حقیقت (طبع اول) صفحہ ۲
۴۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۳۷
۵۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۱۵-۱۶
۶۔ ڈاکٹر صاحب حضرت اقدس کے قدیم صحابہ میں سے تھے بڑے مخلص! بڑے نفس کھ اور بڑے زندہ دل! ان کا نام حضور نے ۳۱۳ کی فہرست میں نمبر ۶۸ پر درج فرمایا ہے۔ حضور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے فرمایا "ہمارے دو قسم کے دوست ہیں۔ ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو حجاب نہیں اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے اس لئے انکے دل کا اثر ہم پر پڑتا ہے۔ اور ہم کو ان سے حجاب رہتا ہے جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔" (الحکم ۱۴ / مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳) ۹۔ جون ۱۹۲۱ء کو ۶۵ برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (الفضل ۹۔ ۱۳ جون ۱۹۲۱ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱)
۷۔ یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرتسر کی تھی۔ اس انجمن کے تین سو کے قریب علماء ورئیس ممبر تھے۔ (مؤلف)
۸۔ بحوالہ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۴، ۶
۹۔ بحوالہ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۱
۱۰۔ "اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ" (الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۴)
۱۱۔ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۵ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۱۳
۱۲۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ نمبر ۹ صفحہ ۲۶۵-۲۶۶
۱۳۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۷ / جنوری ۱۸۹۹ء کو... مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی ایک تحریر شائع کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ فہرست انگریزی کی اشاعت سے کئی ماہ قبل مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی احمد اللہ صاحب کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا کہ میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے۔ مولوی احمد اللہ صاحب کی تحریر کے الفاظ یہ تھے۔ "۹ / ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کے مطابق ۵ / مئی کو میرے سامنے مولوی محمد حسین صاحب نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب ہو گیا ہوں) مانتا ہوں جو وہ سوا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے۔" (بحوالہ الحکم ۱۷ / جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۷) لیکن اس رجوع کے بعد مولوی محمد حسین صاحب نے انگریزی فہرست میں پھر انکار مہدی کا عقیدہ ہی انگریزی حکومت پر ظاہر کیا اور اس کی آمد سے متعلق احادیث کو موضوع قرار دے دیا۔
۱۴۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ نمبر ۱۹ صفحہ ۲۶۵-۲۶۶
۱۵۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۳۶-۴۱
۱۶۔ روایت رانا جلال الدین صاحب منقول از کتاب "مجدد اعظم" جلد اول صفحہ ۵۹۰-۵۹۲ و حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۷۷-۷۸
۱۷۔ بیان ڈپٹی انسپکٹر پولیس (الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۷)
۱۸۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۶، ۷
۱۹۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۲، ۳
۲۰۔ بحوالہ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۳
۲۱۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۵

۲۲۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۵
۲۳۔ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۲
۲۴۔ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۹ و ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۸ کالم ۱
۲۵۔ الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۹ کالم ۱
۲۶۔ الحکم ۷ ا جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ کالم ۲
۲۷۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۵ کالم ۲'۳
۲۸۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۹ کالم ۱
۲۹۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۹ کالم ۱
۳۰۔ الحکم ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۵ کالم ۱
۳۱۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۳۴'۳۶
۳۲۔ اس سفر کی تفصیلات خفیف سے لفظی تغیر یا تخفیف کے ساتھ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۵'۹ سے لی گئی ہیں۔
۳۳۔ حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۰ تذکرہ طبع دوم صفحہ ۳۳۶'۳۳۷ طبع سوم صفحہ ۳۳۱'۳۳۲
۳۴۔ حقیقۃ المہدی طبع اول صفحہ ۱۰'۱۳
۳۵۔ حقیقۃ المہدی طبع اول صفحہ ۱۱
۳۶۔ الحکم ۳ مارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۰ کالم ۳
۳۷۔ مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۶۰۶
۳۸۔ "تریاق القلوب" طبع اول صفحہ ا
۳۹۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۴۴'۴۶
۴۰۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۴۴'۴۶
۴۱۔ "تریاق القلوب" طبع اول صفحہ ۸۰ و "ذکر حبیب" صفحہ ۱۵۱ (مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ)
۴۲۔ (ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء و ۲۰/ فروری ۱۸۹۳ء) حضرت اقدس عدالتی معاہدہ کے بارے میں خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میری طرف سے بھی اس عہد کے ساتھ دستخط ہیں کہ میں محمد حسین کی موت یا ذلت کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کروں گا مگر یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بتصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے.... مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ ان لوگوں نے محض شرارت سے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ اب الہام کے شائع کرنے کی ممانعت ہو گئی اور ہنسی سے کہا کہ اب الہام کے دروازے بند ہو گئے۔ مگر ذرا حیا کو کام میں لا کر سوچیں کہ اگر الہام کے دروازے بند ہو گئے تھے تو میری بعد کی تالیفات میں کیوں الہام شائع ہوئے۔ اسی کتاب کو دیکھیں کہ اس میں الہام کم ہیں" (تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۸۱)
۴۳۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲'۷'۳۵
۴۴۔ والد ماجد مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر (انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ) ولادت قریباً ۱۸۸۰ء وفات ۱۰/ نومبر ۱۹۴۰ء حضرت اقدس کے متعدد نشانات دیکھنے کا انہیں موقع نصیب ہوا۔ مثلاً ۱۹۰۳ء میں ان کے چھوٹے بھائی اور اہلیہ طاعون میں خطرناک طور پر مبتلا ہو گئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست دعا لکھی تو حضور کا جواب آیا کہ اللہ تعالیٰ صحت دے گا۔ چنانچہ وہ خارق عادت طور پر صحت یاب ہو گئے۔ قادیان کے مرکزی دفاتر میں سالہا سال تک خدمات سرانجام دیں۔
۴۵۔ ولادت اپریل ۱۸۷۷ء وطن مالوف بھیرہ۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے قدیم اساتذہ میں سے تھے جو مئی ۱۸۹۹ء سے دسمبر ۱۹۰۲ء تک مدرس رہے ۱۹۰۴ء میں دفتر میگزین ریویو آف ریلیجنز میں کام کیا فروری ۱۹۰۶ء سے نومبر ۱۹۲۷ء تک مدرسہ "تعلیم الاسلام" کے

ہیڈ کلرک رہے (الحکم ۲۱ اپریل ۱۹۲۹ء) آپ نے ۱۰ مئی ۱۹۴۵ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

۴۶۔ مالک "اللہ بخش سٹیم پریس قادیان" ولادت ۱۸۸۷ء وفات ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء ربوہ میں صحابہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہیں۔

۴۷۔ ولادت قریباً ۱۸۸۲ء۔ زیارت قادیان ۱۸۹۸ء وفات ۱۹/ نومبر ۱۹۶۸ء۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۸۴ء میں انبالہ چھاؤنی سے پٹیالہ کے رستہ سنور تشریف لے گئے تو آپ کے والد مولوی محمد موسیٰ صاحب بھی استقبال کے لئے حاضر تھے اور آپ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ بہت دعائیں کرنے والے بزرگ تھے۔ سلسلہ کے مالی جہاد میں سرگرم اور نمایاں حصہ لیا کرتے تھے اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو خاص تعلق محبت و عقیدت تھا۔ سالہا سال تک حضرت خلیفہ المسیح الثانی المصلح الموعود کی اراضی ناصر آباد کے کامیاب مینجر رہے۔ چنانچہ حضور نے ۱۳۳۵ھ کی مجلس مشاورت میں فرمایا "اس سال تو صدر انجمن احمدیہ کو گھاٹا رہا لیکن مجھے نفع آیا ہے یہ محض منشی قدرت اللہ صاحب سنوری کے سجدوں کی برکت تھی۔" (رپورٹ صفحہ ۶۵۔۶۶) آپ کی خود نوشت سوانح زندگی "تجلی قدرت" کے نام سے شائع شدہ ہے

۴۸۔ الحکم ۲۰۔۲۷ جون ۱۸۹۸ء صفحہ ۷ پر اسماء مبایعین بھی درج ہیں

۴۹۔ الحکم ۲۰۔۲۷ جون ۱۸۹۸ء سے پتہ چلتا ہے کہ پاڑی پورہ اور اس کے نواح کا ایک اجتماع صحن خانقاہ میں ہوا تھا جس میں شیخ غلام رسول صاحب، مولوی فضل حق صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے تقریریں کیں جس سے متاثر ہو کر اسی ۸۰ افراد داخل احمدیت ہو گئے۔ لوگوں نے حسب اجازت راجہ صاحب موصوف کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود کی بیعت کی۔ راجہ صاحب کے تفصیلی حالات حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے قلم سے الحکم ۷/ ستمبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۷/۸ میں شائع شدہ ہیں۔ (تاریخ وفات ۱۴ / اپریل ۱۹۰۴ء)

ماموریت کا اٹھارھواں سال

"حقیقتہ المہدی" کی تصنیف واشاعت

(۱۸۹۹ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس سال کی پہلی تصنیف "حقیقتہ المہدی" تھی جو ۲۱/ فروری ۱۸۹۹ء کو شائع ہوئی۔

یہ کتاب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے الزام بغاوت کی تردید میں لکھی گئی تھی۔ مولوی صاحب ابتداء ہی سے انگریزوں کے پاس شکایات کرتے آرہے تھے کہ یہ شخص سوڈانی مہدی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ میرے پاس وائسرے لیفٹیننٹ گورنروں' کمانڈر انچیف وغیرہ اعلیٰ عہدیداران حکومت کی چٹھیاں موجود ہیں مگر مرزا صاحب کسی ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہی کی کوئی چٹھی پیش کریں جس سے ان کا کوئی ذاتی اعزاز ثابت ہو۔ [1] وہ امیر کابل کے پاس بھی پہنچے۔ پھر اس کی طرف سے واپس آکر دھمکیاں دیں کہ وہاں چلو تو زندہ نہ آؤ گے۔ [2] اب جو انہوں نے حضورؑ کے خلاف فوجداری مقدمہ کھڑا کر کے اپنی کوششیں انتہاء تک پہنچادیں تو حضورؑ نے اس کتاب کے ذریعہ سے انکی مخالفانہ کارروائیوں کو ایک بار پھر بے نقاب کیا اور حکومت کے سامنے خیر خواہ اور باغی کی پہچان کے لئے ایک کھلا کھلا طریق آزمائش رکھا اور وہ یہ کہ حضور نے از خود عربی اور فارسی زبان میں جہاد کے متعلق اپنے عقائد اس کتاب میں اشتہار کی شکل میں شائع کئے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بھی مطالبہ کیا کہ اگر وہ حکومت کی خیر خواہی میں سچے ہیں تو وہ بھی عربی اور فارسی میں ایسا اشتہار شائع کر دیں۔ [3]

حقیقتہ المہدی کے آغاز میں حضورؑ نے ایک دردانگیز دعا کی ہے جس کے چند ابتدائی اشعار یہ ہیں

اے قدیر و خالق ارض و سما   اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر   اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را شاد کن ایں زمرہ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوار من دشمنم باش و تبہ کن کار من ۴

یعنی اے قادر اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! اے رحیم و مہربان اور رستہ دکھانے والے خدا! اے وہ ذات جو دلوں پر نظر رکھتی ہے۔ اے وہ ہستی کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں۔ اگر تو مجھے نافرمانی اور شرارتوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اور اگر تو نے دیکھ لیا ہے کہ میں بدگہر ہوں تو تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میرے دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے۔ میرے در و دیوار پر آگ برسا۔ میرا دشمن ہو جا اور میرا سلسلہ تباہ و برباد کر دے۔

مولانا عبدالکریم صاحبؓ کی طرف سے خطوط کا سلسلہ

آخر جون ۱۸۹۹ء سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے اخبار الحکم میں جماعت احمدیہ کے نام خطوط کا ایک دلچسپ اور ایمان افروز سلسلہ جاری کیا جو آپ کی وفات تک بدستور قائم رہا۔ ان خطوط میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات ' ملفوظات اور دوسرے پیش آمدہ واقعات کا نہایت عمدہ اور مؤثر پیرایہ میں تذکرہ بھی ہوتا تھا اور وعظ و نصیحت بھی۔ ۵ جماعت کے دوست اس خط کا بہت دلچسپی سے انتظار کرتے تھے اور ان کے ایمانوں میں اس کے پڑھنے سے ایک نئی روح پھونکی جاتی تھی۔ ۶

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ولادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۳ء میں الہام ہوا تھا کہ "تین کو چار کرنے والا مبارک"۔ اس الہام میں خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نکاح ثانی سے آپ کو چار فرزند عطا فرمائے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا۔ ۷ علاوہ ازیں اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی بالواسطہ رنگ میں ان کی ولادت کا ذکر موجود تھا۔ ایک خواب میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس فرزند کا عقیقہ سوموار کو ہوگا۔ چنانچہ اس بشارت کے مطابق ۱۴/ جون ۱۸۹۹ء (۴ صفر ۱۳۱۶ھ) بروز بدھ بعد دوپہر تین بجے حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب پیدا ہوئے جو حضورؑ کے آخری فرزند تھے۔ آپ کی ولادت سے قبل الہام ہوا۔ "انی اسقط من اللہ و اصیبہ" اس الہام کے متعلق حضرت اقدس نے اجتہاد یہ کیا کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور

روبخدا ہو گا یا جلد فوت ہو جائے گا۔" [۸] حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیدائش کے وقت حضرت ام المؤمنین کا جسم اتنا سرد اور نیم جاں ہو گیا کہ موت کا شبہ ہونے لگا مگر حضرت اقدس کی دعا سے یکایک بدن گرم ہو گیا اور یہ نازک گھڑی ٹل گئی۔ [۹]

حضرت صاحبزادہ صاحب کے عقیقہ کا دن ۲۵/ جون ۱۸۹۹ء بروز اتوار مقرر کیا گیا تھا۔ حضورؑ نے اس کا اہتمام منشی نبی بخش صاحب بٹالوی کے سپرد فرمایا۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے بڑی تاکید تھی اور یقین تھا کہ سب سامان ہو جائے گا۔ مگر اتوار کے مقررہ دن کو صبح صادق سے پہلے ہی بارش شروع ہو گئی۔ صبح کی نماز معمول سے سویرے پڑھی گئی اور دوست تاریکی اور ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے سو گئے اور انتظام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ حضرت اقدس بھی سو گئے اور منشی صاحب بھی۔ دن خوب چڑھ گیا تو حضرت اقدس بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ عقیقہ کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ حضور کو فکر ہوئی کہ مہمانوں کو ناحق تکلیف ہوئی ادھر منشی صاحب بڑے اضطراب اور ندامت کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت کی۔ فرمایا اچھا "فعل ما قدر۔" جو مقدر تھا وہی ہوا۔ مگر منشی صاحب کو صبر و قرار کہاں وہ بار بار حضور کے پاس معذرت کے لئے دوڑ کے گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور کو اس وقت اپنی رؤیا یاد آ گئی جو حضور نے چودہ سال ہوئے دیکھی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ "ایک چوتھا بیٹا ہو گا اور اس کا عقیقہ سوموار کو ہو گا۔" خدا تعالیٰ کی بات کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اس عجیب تصرف سے حضرت اقدس کو جو خوشی ہوئی اس نے ساری کوفت دور کر دی۔ چنانچہ دوسرے دن سوموار کو جب سب خدام صحن اندرون خانہ میں بیٹھے تھے اور حضرت صاحبزادہ کا سر مونڈا جا رہا تھا تو حضرت اقدسؑ نے بڑے جوش اور خوشی سے یہ رؤیا سنائی۔ [۱۰]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ میں اشاعت کے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ فرمایا جس کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کو کرنا تھا۔ تجویز یہ ہوئی کہ یورپ میں چونکہ قیافہ شناسی کا علم اتنا ترقی کر چکا ہے کہ لوگ محض تصویر کے خدوخال دیکھ کر صاحب تصویر کے اخلاق کا پتہ چلا لیتے ہیں لہٰذا اس کتاب کے ساتھ مصنف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔ [۱۱] محض یہ تبلیغی و دینی ضرورت تھی جس کی بناء پر حضور نے اپنا فوٹو اتروایا۔ خود فرماتے ہیں "میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے۔ اور مجھ سے زیادہ بُت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہو گا۔ لیکن میں نے

دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اول خواہش مند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔" [۱۲]

پہلے فوٹو کے لئے انتظام

میاں معراج دین صاحب عمر (انار کلی) لاہور سے ایک فوٹو گرافر لائے جس نے حضورؑ کے تین فوٹو کھینچے۔ دو صحابہ کے گروپ میں اور ایک پورے قد [۱۳] کا علیحدہ۔ دوسرے گروپ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلے گروپ کے بزرگ صحابہ ہی بیٹھے ہوئے تھے حضرت اقدس کی عادت غض بصر کی تھی۔ فوٹو گرافر بار بار عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر رکھیں ورنہ فوٹو اچھی نہیں آئے گی۔ اس کے اصرار پر حضور نے ایک مرتبہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر نیم بند سی ہو گئیں۔ فوٹو گرافر نے حضور سے لباس اور نشست کے متعلق بھی معروضات کیں مگر حضور نے انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھچوایا اور یہی رنگ تصویر میں بھی جلوہ گر رہا۔

بعد ازاں میاں معراج دین صاحب عمر نے ان فوٹوؤں کی طباعت کا انتظام کر کے ۱۰/ اگست ۱۸۹۹ء کو بذریعہ الحکم ان کی اشاعت کا باقاعدہ اعلان شائع کر دیا۔ یہ فوٹو جو زمانہ مأموریت [۱۴] کا پہلا پورے قد کا فوٹو ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی کتاب "ذکر حبیب" میں بھی شائع شدہ ہے۔

حضورؑ کے اور کتنے فوٹو لئے گئے اور کہاں کہاں؟

ابتدائی فوٹوؤں کے بعد حضرت اقدس کے اور بھی متعدد فوٹو لئے گئے جن کی معین تعداد کا بتانا تو مشکل ہے البتہ سلسلہ کے لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگلے ہی سال "خطبہ الہامیہ" کے موقعہ پر ۱۱/ اپریل ۱۹۰۰ء کو بوقت عصر مسجد اقصیٰ میں ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔ یہ فوٹو ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے لیا تھا۔ [۱۵] ۱۷/ نومبر ۱۹۰۰ء کو ایک یورپین سیاح (T.DEXON) ٹی ڈکسن نے حضرت اقدس کے تین فوٹو لئے جس میں سے دو تو حضور کے خدام کے ساتھ تھے اور ایک فوٹو صرف حضور کا تھا [۱۶] ۱۹۰۲ء میں حضور کا ایک پورے قد کا فوٹو "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۳۴ پر شائع ہوا جو البائن پریس لاہور میں طبع ہوا۔ حضور کا ایک گروپ فوٹو حضور کے سیالکوٹ کے اصحاب کے ساتھ نومبر ۱۹۰۴ء میں کھینچا گیا۔ ایک اور گروپ فوٹو بھی لیا گیا جس میں ایک طرف ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی اور دوسری طرف ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور فوٹو ایسا بھی ملتا ہے جس میں حضور کے ساتھ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کھڑے ہیں۔ مؤخر الذکر کس سال لئے گئے اس کی تعیین نہیں ہو سکی۔ قادیان میں حضرت اقدسؑ کے فوٹو اکثر

و بیشتر مسجد اقصیٰ میں لئے گئے۔ مگر بعض مدرسہ "تعلیم الاسلام" یا نواب محمد علی خان صاحب کے مکان (واقع اندرون شہر) کے صحن میں بھی کھینچے گئے تھے۔ [۱۷] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضور کے قلمی فوٹو بھی شائع ہوئے۔ مثلاً الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۴ء کی اشاعت میں پورے قد کا قلمی فوٹو چھپا۔ حقیقۃ الوحی کے عربی حصہ الاستفتاء (۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) میں حضور کی شبیہ مبارک کا خاکہ قلم سے نقل (TRACE) کر کے شائع ہوا۔

فوٹو کی یورپ میں اشاعت اور تاثرات

حضرت مسیحؑ موعود کے فوٹو کی "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی (۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء) کے ذریعہ سے جب مغربی ممالک میں اشاعت ہوئی تو حضرت اقدس کی خدمت میں کئی لوگوں کی چٹھیاں آئیں کہ ہم نے آپ کی فوٹو غور سے دیکھی ہے علم فراست کی رو سے ہمیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس کی یہ فوٹو ہے وہ ہرگز کاذب نہیں۔ ایک امریکی خاتون نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ فوٹو دیکھتی رہوں یہ تو بالکل یسوع مسیح کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور قیافہ شناس لیڈی نے کہا کہ "یہ نبیوں کی سی صورت ہے" بعض بڑے بڑے لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ "He is a Great Thinker" یعنی یہ ایک عظیم مفکر ہے۔ علم قیافہ کے ایک اور انگریز ماہر کے سامنے جب حضور کی فوٹو رکھی گئی تو وہ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی فوٹو ہے۔ ایک دوسرے انگریز نجومی نے بھی یہی کہا کہ یہ شبیہ تو خدا کے کسی نبی کی ہے۔ [۱۸]

فوٹو کی عام اشاعت کی ممانعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصویر کی عام اشاعت کو جو تبلیغی ضرورت کے بغیر محض نمائش کے طور پر ہو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ اس طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ حبیب الرحمٰن صاحب (حاجی پورہ) کا بیان ہے کہ "جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سب سے پہلا فوٹو لیا گیا تھا۔ میں نے وہ فوٹو خریدا اور اس پر فریم اور شیشہ بھی لگوایا۔ جب میں قادیان گیا اور حسب دستور تنہائی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے حضور کا فوٹو خریدا ہے۔ اگر حضور کی اجازت ہو تو اپنی نشست گاہ میں دیوار پر لگایا جاوے حضور نے فرمایا نہیں ہمارا اس فوٹو سے ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ لوگ خریدیں اور اپنے پاس رکھیں۔ ہم نے صرف ولایت بھیجنے کی غرض سے یہ فوٹو کھنچوایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اب میں اس کو خرید چکا ہوں اس کو کیا کیا جائے۔ فرمایا کہ کسی صندوق میں ڈال چھوڑو ایسی جگہ نہ رکھو کہ لوگ آئیں اور دیکھیں۔ اس طرح تصویروں کی پرستش ہو جاتی تھی۔ [۱۹]

ایک دفعہ آپ کی زندگی میں کسی نے کارڈ کی پشت پر آپ کی فوٹو شائع کردی۔ آپ کو پتہ چلا تو یہ کارڈ آپ نے تلف کرادیئے اور جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ نصیحت فرمائی کہ

"میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جابجا در و دیوار پر نصب کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لغو کام منجر شرک ہو جاتے ہیں بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں پیدا ہو گئیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ جو شخص میری نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور میرا سچا پیرو ہے وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہے گا۔ ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے۔" [۲۱-۲۰]

منشی الٰہی بخش صاحب کا فتنہ اور "تریاق القلوب" کی تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پچھلے سال ۱۸۹۸ء میں منشی الٰہی بخش صاحب کے اوہام اور وساوس کے ازالہ کے لئے "ضرورۃ الامام" تصنیف فرمائی جس پر وہ اپنی روش پر نظر ثانی کرنے کی بجائے اور بھی متشدد ہو گئے اور اپنے چند ساتھیوں مثلاً منشی عبدالحق صاحب پنشنر اکونٹنٹ خان بہادر سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر اور حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر [۲۲] کے سمیت ایک بڑے فتنہ کی طرح ڈالی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دو خط بھیجے جن میں ان کو خدا کی قسم دے کر لکھا کہ وہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے اپنے الہامات شائع کرکے بھجوادیں تا خدا تعالیٰ خود ہی سچے اور جھوٹے کا فیصلہ فرمادے۔ دوسرا خط حضورؑ نے ۱۶/ جون ۱۸۹۹ء کو بھیجا اور اس کے آخر میں لکھا "پھر اخیر میں خدا تعالیٰ کی قسم آپ کو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہوں لکھ کر چھاپ دیں۔ اب دس دن سے زیادہ میں آپ کو مہلت نہیں دیتا۔ جون مہینے کی ۳۰/ تاریخ تک آپ کا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میرے پاس آجانا چاہیے ورنہ یہی کاغذ چھاپ دیا جائے گا اور پھر آئندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بے فائدہ ہوگا۔" [۲۳] اس خط کے جواب میں انہوں نے جولائی ۱۸۹۹ء کے پہلے ہفتہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں حضور اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف دو ایک پیشگوئیاں بھی درج تھیں۔

منشی الٰہی بخش صاحب چونکہ اب اپنے خط میں حضرت کے خلاف الہام بھجوا کر میدان مقابلہ میں اتر آئے اور افہام و تفہیم کی ہر صورت اپنے ہاتھوں ختم کر چکے تھے اس لئے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی دینی غیرت نے نہ چاہا کہ دنیا کے سامنے حق و باطل مشتبہ ہو کے رہ جائیں۔ اس لئے حضور نے جولائی کے آخر میں "تریاق القلوب" [۲۴] کے نام سے ایک عظیم الشان تصنیف کے لئے قلم اٹھایا جس میں یہ آسان طریق فیصلہ پیش فرمایا کہ "ایک مجمع مقرر کر کے کوئی ایسا شخص جو میرے دعویٰ مسیحیت کو نہیں مانتا اور اپنے تئیں ملہم اور صاحب الہام جانتا ہے مجھے مقام بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں طلب کرے اور ہم دونوں جناب الٰہی میں دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جناب الٰہی میں سچا ہے ایک سال میں کوئی عظیم الشان نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور معمولی انسان کے دسترس سے بلند تر ہو اس سے ظہور میں آوے۔ ایسا نشان کہ جو اپنی شوکت اور طاقت اور چمک میں عام انسانوں اور مختلف طبائع پر اثر ڈالنے والا ہو خواہ وہ پیشگوئی ہو یا اور کسی قسم کا اعجاز ہو جو انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہو۔ پھر اس دعا کے بعد ایسا شخص جس کی کوئی خارق عادت پیشگوئی یا اور کوئی عظیم الشان نشان ایک برس کے اندر ظہور میں آجائے اور اس عظمت کے ساتھ ظہور میں آئے جو اس مرتبہ کا نشان حریف مقابل سے ظہور میں نہ آسکے وہ شخص سچا سمجھا جائے گا۔" [۲۵]

ایسی مجلس کے انعقاد کے لئے حضور نے یہ شرط بھی قرار دی کہ دس روز قبل بذریعہ اشتہار (جس پر بیس معزز اور نامور علماء اور رؤسا کے دستخط ثبت ہوں) یہ اعلان شائع کیا جائے کہ ان مقامات میں سے فلاں تاریخ اور فلاں وقت ایسا جلسہ قرار پایا ہے۔ [۲۶] یہ اصل رسالہ جو ۲۳ صفحات پر مشتمل تھا کیم اگست تک مکمل ہو کر انہی دنوں چھپ بھی گیا تھا لیکن حضور کو خیال آیا کہ "ملہم لاہوری پر اتمام حجت کے لئے لیکھرام اور دوسرے افراد کے متعلق پیشگوئیوں کا مفصل تذکرہ کیا جائے جو نہات آب و تاب سے پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ حضور نے اس کے ساتھ دو ضمیموں کا اضافہ فرمایا.... پہلے ضمیمہ میں حضورؑ نے لیکھرام کے قتل کے نشان کے قریباً چار ہزار مصدقین میں سے ۲۷۹ اشخاص کی تصدیقی شہادتیں شامل کیں [۲۷] اور دوسرے ضمیمہ میں اس کے علاوہ دوسری متعدد پیشگوئیوں پر مفصل روشنی ڈالی۔ دسمبر ۱۸۹۹ء تک حضرت اقدس نے پچھتر پیشگوئیوں کا بیان لکھا جو ۱۵۸ صفحات پر مشتمل تھا۔

کتاب تریاق القلوب جنوری ۱۹۰۰ء تک ایک صفحہ کے مسودہ کے سوا چھپ چکی تھی مگر اس دوران میں وفد نصیبین کی تجویز کی وجہ سے حضور کی توجہ "لجۃ النور" کی تصنیف کی طرف مبذول ہوگئی اور تریاق القلوب کی اشاعت رک گئی۔ ازاں بعد ۱۹۰۲ء میں جب کہ کتب خانہ کا چارج حکیم فضل الدین صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب سے عرض کی کہ بعض کتب بالکل تیار ہیں لیکن اس وقت تک شائع نہیں ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کریں کہ ان کی اشاعت کی اجازت فرما دیں چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے حضرت اقدس سے ذکر

کیا اور حضور نے اجازت دے دی۔ "تریاق القلوب" ساری چھپ چکی تھی اور صرف ایک صفحہ کے قریب مضمون حضرت اقدس کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاتب کے پاس پڑا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت اقدس نے ایک صفحہ کے قریب مضمون اور بڑھا دیا اور آخر میں دو ضمیمے لگا کر ۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع کر دی گئی۔ ۲۸

"ستارہ قیصرہ" کی تصنیف و اشاعت

ساٹھ سالہ جوبلی کے موقعہ پر حضرت اقدس نے ملکہ وکٹوریہ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں "تحفہ قیصریہ" بھجوایا تھا اور توقع تھی کہ ملکہ تک اگر یہ رسالہ پہنچ گیا تو اپنے شاہی دستور کے مطابق وہ اس کے بارے میں ضرور اطلاع دیں گی۔ مگر جب دو سال تک اس کا کوئی جواب موصول نہ ہوا تو حضرت اقدس نے کافی انتظار کے بعد یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے وہ رسالہ ان تک پہنچ نہیں سکا یا پہنچا تو ہے مگر اس کا جواب حکومت انگریزی کے افسروں نے آپ تک پہنچانا مناسب نہیں سمجھا ۲۴/ اگست ۱۸۹۹ء کو "ستارہ قیصرہ" کے نام سے ایک اور رسالہ شائع کیا جس میں "تحفہ قیصریہ" کا مضمون ایک دوسرے انداز میں ڈھال دیا۔ روح وہی رہی مگر الفاظ بدل گئے۔ یہ دونوں تصانیف ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں جن کے حقیقی مقاصد کی تہ تک پہنچنے کے لئے ان کا یکجائی مطالعہ ضروری ہے۔

حکومت برطانیہ پر اتمام حجت اور مذاہب عالم کے جلسہ کے لئے میموریل

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے "ستارہ قیصرہ" کے بعد.... خدا کے الہام سے گورنمنٹ انگریزی پر اتمام حجت کے لئے ۲۷/ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ایک میموریل بھی شائع کیا جس میں اسے جلسہ مذاہب کے انعقاد کی طرف زوردار رنگ میں توجہ دلائی اور تجویز رکھی کہ تمام قوموں کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے ثبوت میں ایک تو اپنے اپنے مذہب کی ہمہ گیر تعلیم بتائیں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو۔ دوسرے یہ کہ ان کے مذہب میں وہ روحانیت اور طاقت اب بھی موجود ہے جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات ظاہر ہو سکتے ہیں اور اس امر کے ثبوت میں وہ خدا سے علم پا کر یک سالہ پیشگوئیاں بھی کریں۔ آپ نے اس میموریل میں تحدی فرمائی کہ "اگر اس جلسہ

کے بعد.... ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں میں راضی ہوں کہ اس جرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔ لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے۔ جس کے الہام سے میں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہو گا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہ کرے گا۔ اسی کی روح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔" [۲۹]

حکومت انگریزی اگر مامور وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سرکاری سطح پر اس نوع کا جلسہ منعقد کرلیتی تو بلا مبالغہ اس کا بہت بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا اور اسلام کی تبلیغ کی متعدد نئی راہیں نکل آتیں مگر حکومت نے اس طرف چنداں التفات نہیں کیا اور دنیا ایک سنہری موقعہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی۔

مقدمہ گوڑگانواں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جنوری ۱۸۹۷ء میں عیسائیوں کو ایک ہزار روپے کا ایک انعامی اشتہار دیا تھا جس میں حضور نے لکھا تھا کہ "میرا دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشانات زیادہ ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رو سے قوی تر دکھلا سکے تو میں اس کو ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا۔" [۳۰]

اس اشتہار کو دیکھ کر جب کوئی عیسائی مرد میدان نہ بن سکا تو ایک مسلمان عالم اصغر علی حسین صاحب نے گوڑگانواں میں لالہ جوتی پرشاد مجسٹریٹ کی عدالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف نالش کی کہ میں مرزا صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میں بھی حضرت عیسیٰؑ کو مانتا ہوں اس واسطے میں بھی عیسائی ہوں اور مجھے مرزا صاحب سے ان کے اشتہار کے مطابق ایک ہزار روپیہ دلایا جائے۔ اخبار "عام" اور "ست دھرم" وغیرہ ہندو اخبارات کو جونہی یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر لمبے چوڑے مخالفانہ نوٹ لکھے مقدمہ کا سمن قادیان پہنچا تو حضور نے پیروی کے لئے مولوی محمد علی صاحب ایم اے، مرزا خدا بخش صاحب اور مرزا افضل بیگ صاحب مختار قصوری کو بھجوایا۔ لالہ جوتی پرشاد نے سرسری سی کارروائی کے بعد مقدمہ خارج کر دیا اور زبانی کہا کہ دراصل یہ مقدمہ تو سماعت کے قابل نہ تھا مگر ہم نے اس خیال سے رکھ لیا تھا کہ اس بہانہ سے حضرت مرزا صاحب کی زیارت ہو جائے گی مگر وہ تشریف نہیں لائے اس لئے اسے یہیں ختم کرتا ہوں۔ [۳۱]

تصنیف "مسیح ہندوستان میں" سفر نصیبین کی تجویز اور "جلسہ الوادع"

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر کا انکشاف تو ایک عرصہ سے ہو چکا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف کتابوں میں اجمالاً اس پر روشنی بھی ڈالی تھی مگر اس نظریہ کی اہمیت و عظمت کے پیش نظر اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جسے حضرت اقدس نے کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھ کر پورا کر دیا۔ یہ کتاب اپریل ۱۸۹۹ء میں تصنیف ہوئی اور ۲۰/ نومبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔ اس میں حضور نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتر آنے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور عمر طبعی سے وفات پانے کا ایسے زبردست عقلی و نقلی دلائل سے ثبوت دیا ہے کہ ایک محقق کو آپ کا نظریہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: مسیح کے صلیبی موت سے بچنے پر انجیلی دلائل۔

باب دوم: ان شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے صلیبی موت سے بچ جانے کی نسبت قرآن و حدیث سے ملتی ہیں۔

باب سوم: ان شہادتوں کے بیان میں جو طب کی کتابوں سے ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اتر آئے اور ان کے زخموں کے لئے مرہم بنائی گئی جس کا نام "مرہم عیسیٰ" تھا۔

باب چہارم: ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے لی گئی ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد اپنے ملک سے ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کا ذکر آتا ہے۔ اس باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی لٹریچر' بدھ مت کی کتابوں اور دیگر تاریخی کتابوں سے مسیح کی سیاحت پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ مسیح کی "کھوئی ہوئی بھیڑیں" کشمیر اور افغانستان میں آباد تھیں اور ان ممالک کے باشندے اسرائیلی ہیں۔ کتاب میں حضور نے یروشلم سے سرینگر پہنچنے کا نقشہ سفر بھی دیا۔

حضور کا منشاء مبارک کتاب کی تصنیف سے قبل دس ابواب میں اپنی تحقیق پیش کرنے کا تھا مگر اس کتاب میں جو فی الحقیقت مجوزہ کتاب کا پہلا حصہ [۲۲] تھا صرف ابتدائی چار ابواب پر ہی آپ نے اکتفاء کی اور باقی ابواب کا مواد فراہم کرنے کے لئے (جس میں بعض اہم زبانی روایات' قرائن متفرقہ اور

معقولی اور الہامی شہادتوں سے بھی اس پہلو پر بحث کرنا آپ کے مدنظر تھا) حضور نے اپنے مخلص مرید خلیفہ نور دین [23] صاحب کو قبر مسیح کی پوری تحقیقات کے لئے کشمیر بھیجا جنہوں نے اپنا خرچ کرکے وہاں قریباً چار ماہ تک قیام کیا اور بالآخر ۱۷/ ستمبر ۱۸۹۹ء کو قبر کا نقشہ تیار کرکے اور اس پر پانچ سو چھپن باشندگان کشمیر کی تصدیق بھی کرا لائے کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جسے عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی اور بعض نبی صاحب کی قبر سے موسوم کرتے ہیں۔

وفد نصیبین کی تجویز

ان شہادتوں سے قبر مسیح کی تحقیق تو پایہ ثبوت تک پہنچ گئی اور آپ کے نظریہ کی صحت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی تھی مگر حضور یہ تحقیق پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کشمیر کے علاوہ نصیبین، کوہ نعمان اور کابل کی طرف بھی وفد بھجوانا چاہتے تھے کیونکہ ان مقامات میں حضرت مسیحؑ کے پہنچنے کا سراغ ملتا تھا۔ چنانچہ مشہور تاریخ کتاب "روضتہ الصفا" سے ثابت ہے کہ فتنہ صلیب کے وقت نصیبین کے بادشاہ نے حضرت مسیحؑ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی اور ایک انگریز اس پر گواہی دیتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو واقعی بادشاہ کی طرف سے دعوت نامہ آیا تھا اور اس انگریز نے اپنی کتاب میں بادشاہ کا یہ خط بھی درج کیا ہے۔ ان حالات میں حضور یہ یقینی طور پر سمجھتے تھے کہ نصیبین کے آثار قدیمہ کی چھان بین کی جائے تو اس میں حضرت مسیحؑ کی آمد کا کوئی اور واضح ثبوت بر آمد ہو جائے گا اور کوہ نعمان کی طرف وفد بھیجنے کی ضرورت یہ تھی کہ آثار سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان سے کوہ نعمان میں گئے اور وہاں ایک مدت تک انکا قیام رہا تھا۔ حضور کو جولائی ۱۸۹۹ء کے ابتداء میں یہ اطلاع [24] ملی تھی کہ ایک "شہزادہ نبی کا چبوترہ" اب تک جلال آباد (علاقہ کابل) میں موجود ہے اور اس چبوترے کے نام ریاست کابل میں کوئی جاگیر بھی موجود ہے جس کے کاغذات کی نقل حاصل کرنا آپ کے مدنظر تھا۔ [25]

"جلسہ الوداع"

کابل اور کوہ نعمان بھجوانے کے لئے تو انہی علاقوں کے آدمی متعین کئے گئے۔ [26] مگر سفر نصیبین کے لئے حضور نے تین افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کیا جس کے امیر مرزا خدا بخش صاحب [27] نامزد ہوئے (جو شہر جھنگ سے ہجرت کرکے قادیان میں آرہے تھے اور دن رات خدمت میں مصروف تھے) حضرت میاں جمال الدین صاحب اور مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہی بطور رکن قرعہ اندازی سے شامل وفد کئے گئے۔ [28] ۔ وفد کے اخراجات کے لئے حضرت اقدس نے ۴/ اکتوبر ۱۸۹۹ء [29] کو بذریعہ اشتہار ایک پر زور تحریک فرمائی جس پر لبیک کہتے ہوئے حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی نے مرزا خدا بخش صاحب کا سفر خرچ

اپنے ذمے لیا۔ [60] اور باقی دو افراد کے اخراجات حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے بھجوا دیئے۔ [61] علاوہ ازیں منشی عبدالعزیز صاحب اوجلہ۔ میاں جمال الدین صاحب۔ میاں امام الدین صاحب و میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی بلکہ خود مرزا خدا بخش صاحب نے بھی چندہ دیا۔ [62] اس طرح انتظامات پایہ تکمیل کو پہنچے تو حضرت اقدس کی ہدایت پر ۱۲/ نومبر ۱۸۹۹ء کو ان کے الوداع کا جلسہ ہوا۔ [63]

اس کے بعد حضور کو تحریک ہوئی کہ وفد تحقیقات سفر مسیح کا فریضہ ادا کرنے کے علاوہ آپ کے پیغام کی اشاعت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ حضور نے زیر تالیف کتاب "تریاق القلوب" کی تکمیل کی [64] بجائے ایک عربی رسالہ "لجۃ النور [65]" تصنیف فرمایا۔ نیز تجویز فرمائی کہ فونوگراف میں (جو نئی ایجاد ہوئی تھی) آپ چار گھنٹہ کی ایک عربی تقریر ریکارڈ کروا کر وفد کو دیں تا دور دراز کے اسلامی ممالک حضور ہی کی زبان مبارک سے پیغام سن لیں۔ [66] لیکن افسوس بعض وجوہ کی بناء پر وفد نصیبین کا جانا معرض التواء میں چلا گیا۔

۱۸۹۹ء کے بعض صحابہ

۱۸۹۹ء کے بعض مشہور صحابہ کے نام یہ ہیں۔

سیٹھ شیخ حسن صاحب حیدر آبادی۔ [67] چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ [68] ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب پٹیالوی۔ [69]

حواشی

۱۔ رسالہ اشاعت السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۹۱
۲۔ حقیقۃ المہدی صفحہ ۳
۳۔ حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۳
۴۔ حقیقۃ المہدی صفحہ ۱
۵۔ الحکم ۲۳/ جون ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۲
۶۔ الحکم ۱۰/ جولائی ۱۸۹۹ء صفحہ ۱ کالم ۱
۷۔ نزول المسیح صفحہ ۱۹۶
۸۔ الحکم ۱۵/ جون ۱۸۹۹ء ضمیمہ۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول مکتوب صفحہ ۲۶۔ ۲۷
۹۔ الحکم ۳۰/ جون ۱۸۹۹ء صفحہ ۸ کالم ۳
۱۰۔ الحکم ۳۰/ جون ۱۸۹۹ء صفحہ ۷
۱۱۔ ذکر حبیب مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ طبع اول صفحہ ۲۷۳ و براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ ۱۹۳۔ ۱۹۴
۱۲۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ ۱۶۲۔ ۱۹۴ نیز دیکھئے البدر ۲۴/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۱
۱۳۔ پورے قد کے فوٹو کے لئے اعلان ملاحظہ ہو الحکم ۱۰/ اگست ۱۸۹۹ء
۱۴۔ "زمانہ ماموریت" کی قید اس لئے لگائی ہے کہ حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ ۶۷۔ ۱۸۶۴ء کے دور کا فوٹو دریافت ہوا ہے۔ اس فوٹو کے دیکھنے والے احمدی دوست محمد فریدون خاں ولد رحمت اللہ خاں (ساکن شیخ البانڈی تحصیل ایبٹ آباد ہیڈ کلرک محکمہ امداد باہمی) کا حلفیہ بیان ہے کہ "۵۹۔ ۱۹۵۸ء کا ذکر ہے کہ میں خان محمد اصغر خاں صاحب قریشی اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز ہزارہ کے ہمراہ بحیثیت کیمپ کلرک دورے پر موضع نگری ٹوٹیال تحصیل ایبٹ آباد برائے معائنہ انجمن امداد باہمی گیا۔ دوران گفتگو جب ہمارے میزبان سردار عنایت الرحمان صاحب کو معلوم ہوا کہ میں جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس مرزا صاحب کا فوٹو ہے جو ان کے زمانہ ملازمت سیالکوٹ کا ہے وہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ چنانچہ بموجودگی خاں محمد اصغر خاں صاحب سردار صاحب مذکور ایک گروپ فوٹو لے آئے جو فریم میں نہیں تھا بلکہ ایک گتہ پر چسپاں تھا۔ میں نے ان کے بتانے کے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک پہچان لی۔ حضرت اقدس کھڑے تھے اور فوٹو کے دائیں جانب سے تیسرے چوتھے نمبر پر تھے۔ اس فوٹو کا سائز فل سکیپ کے قریباً دو تہائی کے برابر تھا۔ یہ ایک گروپ فوٹو تھا۔ آگے کرسیوں پر کئی اصحاب بیٹھے تھے جن میں ایک انگریز بھی تھا۔ فوٹو کا رنگ پیازی تھا اور نقوش نہایت واضح تھے۔ میں نے سردار صاحب مذکور سے درخواست کی کہ یہ فوٹو چند دن کے لئے مجھے عنایت فرمادیں تا میں اس کی نقول تیار کرواکر اصلی کاپی آپ کو واپس کردوں مگر سردار صاحب نے مجھے ٹال دیا۔ اس کے بعد وہ مجھے کئی دفعہ ملے اور میں اس کے لئے ان سے اکثر کہتا بھی رہا۔ چنانچہ ایبٹ آباد میں انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں فوٹو دے دوں گا۔"

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ ۲۵/ جنوری ۱۹۶۱ء کو محمد فریدون خان صاحب اور خاکسار دونوں نے سردار صاحب سے ان کی رہائش گاہ واقع مری روڈ راولپنڈی پر ملاقات کی جس پر انہوں نے مئی ۱۹۶۱ء میں فوٹو دکھانے کا وعدہ کیا مگر جب میں دوبارہ ان کے ہاں پہنچا تو انہوں نے بعض نامعلوم وجوہ کی بناء پر دکھانے سے معذرت کردی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو یہ تاریخی فوٹو دیکھنے کی بہت آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم تاریخی یادگار کے برآمد ہونے کی کوئی غیبی صورت پیدا کردے۔

۱۵۔ ذکر حبیب صفحہ ۱
۱۶۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ ۳
۱۷۔ الفضل ۳/ ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم ۲۔ ۳

۱۸۔ الحکم ۳/ جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰ کالم ۱' الحکم ۱۰/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۱' براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۴' ذکر حبیب صفحہ ۲۷۳۔۲۷۴ (از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)' ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ ۲۷۳' سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۷۷' البدر ۵/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۹ کالم ا' الفضل ۳۔۱/ ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم ۲۔ ۳' بدر ۱۳/ مئی ۱۹۰۹ء صفحہ ۲ کالم ا' الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۴ء کالم نمبر ۲

۱۹۔ الفضل ۲۶/ اگست ۱۹۱۵ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۳

۲۰۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۵ طبع اول

۲۱۔ حضرت اقدس کی ان تشریحات کے باوجود علماء وقت کی طرف سے حضور کے فوٹو کھچوانے پر بہت شور مخالفت اٹھا مگر بالآخر انہیں نہ صرف قولی لحاظ سے بلکہ عملی لحاظ سے بھی حضور کے مسلک دربارہ تصویر سے اصولاً اتفاق کرنا پڑا۔

i۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں سید سلیمان صاحب ندوی نے رسالہ "معارف" میں ایک مضبوط مضمون مجسمہ اور تصویر کے متعلق اسلام کا شرعی حکم لکھا جس میں بتایا کہ موجودہ دنیا کے اسلام کے تمام روشن خیال علماء کی (بشرطیکہ روشن خیالی منصب افتاء کے خلاف نہ ہو) رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ فوٹوگرافی مصوری نہیں ہے اور نہ فوٹو پر تصویر کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مصر و مراکش و ایران و قسطنطنیہ کے تمام اکابر ارباب تمام ہم کاغذی پیراہنوں میں ہندوستان میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ فوٹوگرافی درحقیقت عکاسی ہے۔ جس طرح آئینہ' پانی اور دیگر شفاف چیزوں پر صورت کا عکس اتر آتا ہے اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل صورت کا عکس اتر آتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس پائدار اور قائم نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے۔ ورنہ فوٹوگرافر مصور کی طرح اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے۔" (معارف اکتوبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲۶۴)

ii۔ حال کے ایک مشہور عالم کا فتویٰ فوٹو کے بارے میں یہ ہے کہ "جہاں تصویر لینے کا کوئی حقیقی تمدنی فائدہ ہو یا جب کہ تصویر کسی بڑی تمدنی مصلحت کے لئے ناگزیر ہو تو صرف اس غرض کو پورا کرنے کی حد تک یہ فعل جائز ہوگا مثلاً پاسپورٹ' پولیس کا جرموں کی شناخت کے لئے تصویریں محفوظ کرنا' ڈاکٹروں کا علاج کے لئے یا فن طب کی تعلیم کے لئے مریضوں کی تصویریں لینا اور جنگی اغراض کے لئے فوٹوگرافی کا استعمال یہ اور اسی نوعیت کے دوسرے استعمالات حکم عام سے مستثنیٰ قرار پائیں گے بشرطیکہ وہ غرض جس کے لئے اس استثناء سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو خود حلال ہو۔" "اصول فقہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات یعنی حقیقی ضروریات کے لئے وہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بجائے خود ناجائز ہوں۔" (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۱۵۴-۱۵۵۔ از سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بانی جماعت اسلامی۔ ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور جنوری ۱۹۹۲ء)

iii۔ غلام احمد صاحب پرویز مدیر "طلوع اسلام" لکھتے ہیں۔ "جہاں تک تصویر کشی کا تعلق ہے قرآن میں بصراحت مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے بڑے نادرہ کار صناعوں سے تماثیل تیار کرایا کرتے تھے اور تماثیل کے اندر تصاویر اور مجسمے دونوں آجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس امر کو قرآن کریم ایک نبی کا عمل کہہ کر اس کا ذکر کرتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں کہتا تو وہ عمل کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا۔" (رسالہ طلوع اسلام کراچی ۲۳/ جولائی ۱۹۵۵ء)

iv۔ مولوی سید محمد جعفر شاہ صاحب پھلواری لکھتے ہیں۔ "تصویر خواہ انسان کی ہو یا درخت اور پہاڑ کی۔ مجسمہ ہو یا منقوشہ' ان دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں۔ فیصلہ اس مقصد سے ہو گا جو تصویر کشی اور تصویر سازی سے قائم کیا جائے۔ اگر پوجا کا رجحان ہو تو گائے اور پیپل اور گنگا کی تصویر بھی ناجائز ہے اور اگر یہ نہ ہو تو تصویر محض ایک آرٹ ہے خواہ وہ انسان ہی کی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اخلاق سوزی یا کوئی اور گرا ہوا مقصد پیش نظر ہو تو خواہ اسلحہ خانہ کی تصویر ہو ناجائز ہوگی اور مقصد بلند ہو تو سینہ زن کی عکاسی بھی روا ہوگی۔ (رسالہ چٹان لاہور ۱۱ اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۸ کالم نمبر ۱)

v۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے لکھا۔ "تصویر و تماثیل کی ممانعت کو بھی اسی سلسلہ میں لانا چاہیے جس سلسلے میں تمام ایسی چیزوں کو روک دیا گیا ہے جو گو خود کوئی برائی نہیں رکھتیں لیکن برائیوں کا وسیلہ و مقدمہ ہیں۔ جس طرح عورتوں کو زیارت قبور سے روکا اور جس طرح مداحوں کی نسبت وعید آئی ٹھیک اسی طرح تصویر سازی کو بھی ممنوع قرار دیا" فی نفسہ تصویر بنانے میں

کوئی مضرت نہیں ہے۔۔۔۔ دراصل علت نہی شرک و اصنام پرستی تھی۔ اگر یہ علت باقی نہ رہے تو کیوں تصویر ممنوع ہو۔؟"
(رسالہ چٹان سالگرہ نمبر ۱۹۶۱ء (صفحہ ۱۵۔۱۶)

۲۲۔ الحکم ۱۰/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۳

۲۳۔ تشحیذ الاذہان مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۳۱۔۱۳۶

۲۴۔ الحکم ۳۱/ جولائی ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۲۔۳

۲۵۔ تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۲۲۔۲۳

۲۶۔ تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۱۳

۲۷۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۰

۲۸۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حقیقتہ النبوۃ طبع اول صفحہ ۲۳۔۱۳۱ از حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۲۹۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۶۰

۳۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد دوم طبع دوم صفحہ ۴۱۱

۳۱۔ الحکم ۳۱/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۵ کالم ۱۔

۳۲۔ کتاب مسیح ہندوستان صفحہ ۱۳، ۱۰۵

۳۳۔ ولادت ۱۸۴۷ء وفات ۲/ ستمبر ۱۹۴۲ء

۳۴۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں کہ اس اطلاع سے حضرت اقدس اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ گواہ اور علیم ہے کہ اگر مجھے کوئی کروڑوں روپے لا دیتا تو میں اتنا خوش نہ ہوتا (الحکم ۱۰/ جولائی ۱۸۹۹ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱)

۳۵۔ اشتہار ۴/ اکتوبر ۱۸۹۹ء (تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۳۔۷۲)

۳۶۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۴ حاشیہ

۳۷۔ آپ اس وقت حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ہاں مالیر کوٹلہ میں بطور اتالیق مقیم تھے۔

۳۸۔ الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم ۴

۳۹۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۶

۴۰۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۴ (حاشیہ) اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۴۵۷ میں لکھا ہے کہ مرزا خدا بخش صاحب کے اخراجات سفر برداشت کرنے کی پیشکش کرنے والے باہمت مخلص سے مراد حضرت نواب محمد علی خاں صاحب تھے یہ صحیح نہیں کیونکہ ۱۴/ اکتوبر کے اشتہار کے حاشیہ میں حضرت نے اس کی تعیین خود فرمادی ہے کہ یہ حضرت مولوی نورالدین صاحب ہیں۔

۴۱۔ اصحاب احمد جلد ۲ صفحہ ۴۵۷

۴۲۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی، میاں جمال الدین صاحب، میاں امام الدین صاحب اور میاں خیرالدین صاحب کے چندہ کا ذکر کرتے ہوئے "اشتہار جلسہ الوداع" (مشمولہ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۲) میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے چنانچہ لکھا کہ "ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں۔ اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔"

۴۳۔ تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۷۷ ذکر حبیب صفحہ ۵۹

۴۴۔ حقیقتہ النبوۃ صفحہ ۲۲۔۲۵ طبع دوم از حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۴۵۔ اس کا ذکر آگے آئے گا

۴۶۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴۔۱ (مفصل ۱۹۰۱ء کے حالات میں)

۴۷۔ ۱۲۵۱ھ بمطابق ۳۶۔۱۸۳۵ء بمقام یادگیر پیدا ہوئے ۱۸۹۹ء میں قادیان جاکر حضور اقدس کے دست مبارک پر بیعت کی۔ قبول احمدیت کے بعد ان میں ایک خاص روحانی انقلاب پیدا ہو گیا پہلے نماز تک کی عادت نہ تھی اب تہجد گزار بن گئے اور الہامات و

کشوف سے نوازے گئے۔ بیعت کے نتیجہ میں آپ کے مال میں بھی غیر معمولی برکت پیدا ہو گئی۔ جس کثرت سے آپ کو رزق عطا ہوا اسی کثرت سے آپ نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ بہت سے احمدی بچوں کو اپنے خرچ پر قادیان سے تعلیم دلوائی۔ علاوہ ازیں یادگیر میں بچوں اور بچیوں کے لئے مدرسے جاری کئے۔ "احمدیہ لائبریری" قائم کی۔ احمدیہ مسجد اور احمدیہ ہال تعمیر کرائے۔ کافی رقم "تحریک تراجم القرآن" میں دی۔ غرضیکہ عمر بھر سلسلہ کی بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک مکان میں مقیم تھے کہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۴۵ء کو ایک سو دس سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں مزار مبارک حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے عقب میں سپرد خاک ہوئے (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "حیات حسن" از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۲۰۷۔ ۲۶۱ از ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے

۴۸۔ ۱۸۸۷ء میں بمقام جوڑہ کلاں (تحصیل قصور ضلع لاہور) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں اپنے والد کی معیت میں قادیان تشریف لائے اور حضرت اقدس کی بیعت کی۔ حضرت اقدس نے ۱۹۰۷ء میں تحریک وقف زندگی کا آغاز فرمایا تو چوہدری صاحب نے اس پر لبیک کہتے ہوئے اپنی درخواست حضور کی خدمت میں پیش کردی جس پر حضور نے اپنے قلم سے "منظور" کا لفظ لکھ کر آپ کا وقف قبول فرمالیا۔ اس کے بعد ہمہ تن دینی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۱۴ء میں انگلستان کے پہلے احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۰ء میں مسجد فضل لنڈن کے لئے پٹنی ساؤتھ فلیڈز میں زمین خریدی۔ ۱۹۲۳ء میں علاقہ ملکانہ میں "امیر المجاہدین" مقرر ہوئے اور تحریک ارتداد کی روک تھام میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بعد ازاں صدر انجمن احمدیہ میں متعدد عہدوں پر فائز رہے ۱۹۵۴ء میں ریٹائرڈ ہوئے مگر دوبارہ ناظر اصلاح وارشاد کے فرائض آپ کے سپرد ہوئے جنہیں ایک بہادر سپاہی کی طرح سرانجام دیتے ہوئے ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء کو انتقال فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات پر لکھا۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے جب میں نے تشحیذ الاذہان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتداء میں میری مدد کی ان میں یہ بھی شامل تھے۔ ملکانہ تحریک ساری انہوں نے چلائی تھی۔" (الفضل ۲/ مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

۴۹۔ ولادت یکم جنوری ۱۸۸۷ء وفات ۱۳/ اپریل ۱۹۶۷ء۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے بیان کے مطابق وہ ۱۸۹۹ء میں حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ سے منسلک ہوئے جو حضور اقدس کی طرف سے بیعت لینے کے مجاز تھے (الفضل ۲۰/ ۱۷اپریل ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۳ کالم ۳)۔ بعد ازاں آپ نے تحریری بیعت بھی ۵/ جون ۱۹۰۳ء کو کی (الحکم ۱۷/ جون ۱۹۰۲ء) آپ نے حضرت اقدس کی پہلی مرتبہ زیارت اگست ۱۹۰۵ء میں کی (بدر ۱۷/ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۷ کالم ۳)۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء تک "نور ہسپتال" (قادیان و ربوہ) میں طبی خدمات پر فائز رہے اور آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی معالج ہونے اور لمبے عرصہ تک فیض صحبت اٹھانے کا بھی فخر حاصل رہا۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۹/ ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ و الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء و سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۶۰۔ ۱۶۱ اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۷۷)

ماموریت کا انیسواں سال

جدی بھائیوں کی طرف سے ''الدار'' کا محاصرہ اور مقدمہ دیوار

(۱۹۰۰ء)

بیسوی صدی کا آغاز ایک انتہائی درد انگیز اور رنج دہ واقعہ سے ہوا جس نے قریباً پونے دو سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو نہایت درجہ پریشانی اور بھاری مصیبت میں مبتلا کئے رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ ہی اسلامی رواداری' مروت اور احسان کا سلوک کیا لیکن وہ فتنہ اٹھانے اور مظلوم احمدی آبادی کو اذیت پہنچانے میں خاص لذت محسوس کرتے تھے کوئی احمدی قریبی ڈھاب سے مٹی لینے جاتا تو وہ کدالیں اور ٹوکریاں تک چھین لیتے۔ ان کے ذوق ستم رانی کی حد یہ تھی کہ بعض اوقات اگر کوئی احمدی کھیت میں رفع حاجت کے لئے چلا جاتا اور وہ دیکھ پاتے تو اسے مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنا پاخانہ اٹھائے اور اگر کوئی نالہ و فریاد کرتا تو فحش اور غلیظ گالیاں دی جاتیں بلکہ زدو کوب تک نوبت پہنچتی۔ کئی احمدی مہاجر ان مظالم کا تختہ مشق بنے۔ [۱] ایک دفعہ حضرت اقدس کسی جگہ عمارت بنانا چاہتے تھے کہ یہ بلوہ کر کے آگئے اور مجبوراً عمارت دو دفعہ ملتوی کرنا پڑی حالانکہ اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ [۲] حضور کے گھر کے سامنے جہاں مہمانوں کے یکے ٹھہرتے تھے وہاں کھڑے ہو کر مزاحمت کرنا اور گالیاں دینا ان کا عام شیوہ تھا۔ [۳]

کوئی اور ہوتا توان کی ایذا رسانیوں کا منہ توڑ جواب دیتا لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کا تاکیدی حکم تھا کہ صبر کرو۔ چنانچہ آپ کے خدام ہمیشہ انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنتے اور صبر کا قابل رشک نمونہ دکھاتے آرہے تھے۔ ان مظلوموں پر عرصہ حیات پہلے ہی تنگ تھا کہ ۵/ جنوری ۱۹۰۰ء [۴] کو مرزا

امام دین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام کو تکلیف دینے کے لئے یہ انتقامی صورت نکالی کہ مہمان خانہ کو مسجد مبارک سے ملانے والی شارع عام بند کرکے اینٹوں سے دیوار کھینچ دی ۵ جس سے احمدی آبادی مسجد سے براہ راست منقطع ہو گئی اور وہ اپنے آقا کی ملاقات اور آپ کے پاک کلمات سننے کے لئے قصبہ کا ایک دوسرا لمبا چکردار اور ناہموار اور خراب رستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے جو سلسلہ کے اشد معاندین کے گھروں کے سامنے سے گزرتا تھا۔ آنے والے مہمان قبل ازیں دونوں وقت آپ ہی کے ساتھ کھانا کھاتے اور نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہو سکتے تھے مگر اب بالخصوص صبح و عشاء کے وقت ضعیف اور کمزور صحت افراد کا مسجد میں پہنچنا ظالموں نے مشکل بنادیا بلکہ خود حضرت اقدس کے باہر جانے کا رستہ بھی مسدود ہو گیا کیونکہ حضور اندرون خانہ سے گزرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر یہاں سے گزر کر بھی مسجد اقصیٰ میں جانے کا قصد کرتے تو مکان کی دوسری منزل پر چڑھنا پڑتا۔ پھر دوسری طرف سے اتر کر جاسکتے تھے۔

حضرت اقدس اپنی کتابوں کے پروف اور کاپیاں بغرض احتیاط خود ہی پڑھتے تھے۔ پریس کے کارکنوں کو دن میں کئی بار حضور کی خدمت میں آنا پڑتا تھا مگر اب دیوار نے بڑی مشکل پیدا کر دی۔ ایک بڑی دقت یہ پیش آگئی کہ مرزا امام دین کے کنوئیں یا حضور کے مکان میں واقع کنوئیں سے مسجد مبارک تک سقہ کے ذریعہ سے پانی پہنچانے کی کوئی صورت نہ رہی۔ ۶ غرضیکہ حضرت اقدس اور حضور کی جماعت پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی۔ حضرت اقدس کو دیوار کے کھینچنے کی جب اطلاع ہوئی تو حضور نے چوہدری حاکم علی صاحب ۷ اور بعض دوسرے خدام کو مرزا امام الدین صاحب کے پاس بھجوایا کہ بڑی نرمی سے سمجھائیں کہ یہ راستہ بند نہ کریں اس سے میرے مہمانوں کو بہت تکلیف ہو گی۔ اور یہ بھی پیشکش کی کہ اگر چاہیں تو میری کوئی اور جگہ دیکھ کر بیشک قبضہ کر لیں لیکن مرزا امام دین صاحب سنتے ہی آگ بگولا ہو کر کہنے لگے کہ وہ (یعنی حضرت اقدس) خود کیوں نہیں آیا اور میں تم لوگوں کو کیا جانتا ہوں۔ پھر طنزاً کہا کہ جب سے وحی آنی شروع ہوئی ہے معلوم نہیں کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟

حاکم ضلع کی خدمت میں وفد

جب معاملہ نہایت سنگین صورت اختیار کر گیا تو حضور نے احباب کے مشورہ سے یہ تجویز فرمائی کہ ضلع کے حاکم اعلیٰ کے پاس ایک وفد بھیج کر اپنی مشکلات کے ازالہ کی کوشش کی جائے چنانچہ جماعت کے معززین کی ایک فہرست مرتب کی گئی جس میں زمیندار' تجار اور ملازمت پیشہ اصحاب شامل تھے۔ اتفاقاً ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور ڈی۔ ایس۔ پی کا دورہ قادیان سے متصل ہرچووال میں مقرر ہو گیا۔ حضور کو علم ہوا تو

حضور نے فیصلہ کیا کہ وفد بھی اسی مقام پر پیش ہو چنانچہ وفد کے نامزد اصحاب کو اطلاعات بھجوا دی گئیں اور وہ تاریخ مقررہ سے پہلے ہی قادیان پہنچ گئے۔ حضور نے مناسب ہدایات دیں اور جماعت کا وفد (جو قریباً پچاس نفوس پر مشتمل تھا) حافظ حاجی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کی قیادت میں ہرچووا ل کے بنگلہ پر پہنچا۔ قافلہ کے ترجمان حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر اخبار الحکم تھے جن کو اس زمانہ میں عموماً ایسی خدمات سپرد ہوتی تھیں۔ حضرت شیخ صاحب، حکیم فضل الدین صاحب، چوہدری حاکم علی صاحب نمبردار چک پنیار ضلع سرگودھا اور بعض اور دوست آگے تھے۔ ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچ کر حضرت شیخ صاحب نے ابھی یہ کہا تھا کہ ہم قادیان سے آئے ہیں اور کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر نے بات تک سننا گوارا نہ کیا اور نہایت غصہ سے کہا کہ "تم بہت سے آدمی جمع ہو کر مجھ پر رعب ڈالنا چاہتے ہو میں تم لوگوں کو خوب جانتا ہوں اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ جماعت کیوں بن رہی ہے اور میں تمہاری باتوں سے ناواقف نہیں اور میں اب جلد تمہاری خبر لینے والا ہوں اور تم کو پتہ لگ جائیگا کہ کس طرح ایسی جماعت بنایا کرتے ہیں"۔ [۸] نیز سپرنٹنڈنٹ پولیس کو مخاطب کر کے کہا کہ "ان لوگوں کا بندوبست کرنا چاہیے" اور بڑے جوش سے کہا "چلے جاؤ ورنہ گرفتار کر لئے جاؤ گے"۔ حضرت شیخ صاحب نے کہا۔ آپ ہماری عرض تو سن لیں۔ اس پر وہ اور غضب ناک ہو گیا اور وفد واپس آگیا۔

اولاً ہجرت ثانیاً مقدمہ کرنے کا فیصلہ

ضلع کے سب سے بڑے حاکم کے اس ناروا سلوک سے صورت حال اور زیادہ تشویشناک ہو گئی جس پر حضور نے اپنے خدام سے مشورہ کیا کہ اب یہاں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے اور ہم نے تو کام کرنا ہے یہاں نہیں تو کہیں اور سہی اور ہجرت بھی انبیاء کی سنت ہے۔ پس میرا ارادہ ہے کہ کہیں باہر چلے جائیں۔ اس پر سب سے قبل حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور بھیرہ تشریف لے چلیں وہاں میرے مکانات حاضر ہیں۔ اور کسی طرح کی تکلیف نہیں۔ ان کے بعد مولوی عبد الکریم صاحب نے سیالکوٹ، شیخ رحمت اللہ صاحب نے لاہور چوہدری حاکم علی صاحب نے اپنے گاؤں چک پنیار تشریف لے چلنے کی مخلصانہ دعوت دی لیکن ۱۸۸۷ء کی طرح اب کی دفعہ بھی ہجرت کی تجویز درمیان ہی میں رہ گئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کیا جائے۔

عدالت میں مقدمہ

چنانچہ منشی خدا بخش صاحب (گورداسپور کے ڈسٹرکٹ جج) کی عدالت میں آپ کی طرف سے مقدمہ درج کرایا گیا۔ حضرت اقدس کی پوری زندگی

میں یہ پہلا اور آخری موقعہ ہے کہ آپ نے مدعی کی حیثیت سے کسی کے خلاف نالش کی ہے۔ آپ نے ہمیشہ دکھ اور تکلیفیں سہیں مگر کسی کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے اور قانونی شکنجہ میں لانے کا خیال تک ذہن میں نہیں لائے لیکن یہ معاملہ جماعتی اعتبار سے زندگی اور موت کا معاملہ تھا اور دوسری طرف وکلاء کا یہ مشورہ تھا کہ یہ راستہ چونکہ خاندان کا پرائیویٹ رستہ ہے لہذا آپ کے سوا کسی اور شخص کو قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق نہیں پہنچتا اس لئے مجبوراً آپ کو خلاف معمول یہ آخری اور ناگزیر اقدام کرنا پڑا۔ [۹] اب جو نالش ہوئی تو ایک پرانی مسل کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ دعویٰ بے بنیاد ہے اور اس کا خارج ہونا یقینی ہے کیونکہ جس زمین پر دیوار کھینچی گئی تھی اس کی نسبت کسی پہلے وقت کی مسل کی رو سے ثابت ہوتا تھا کہ مدعی علیہ قدیم سے اس کا قابض ہے اور یہ زمین دراصل کسی اور شریک کی تھی جس کا نام غلام جیلانی تھا اور اس کے قبضہ سے نکل گئی تھی اور اس نے مرزا امام دین صاحب کو اس کا قابض خیال کر کے گورداسپور میں بصیغہ دیوانی نالش کی تھی اور مخالفانہ قبضہ کے ثبوت کی وجہ سے وہ نالش خارج ہو گئی تھی تب سے مرزا امام دین صاحب کا اس پر قبضہ چلا آتا تھا جس سے بالوضاحت ثابت ہوتا تھا کہ اس زمین پر قبضہ مدعی علیہ کا ہے۔ یہ عقدہ لاینحل دیکھ کر آپ کے مرید خواجہ کمال الدین صاحب نے (جو اس مقدمہ میں آپ کے وکیل تھے) یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہو گا کہ کچھ روپیہ دے کر مصالحت کر لی جائے اور آپ مجبوراً اس پر رضامند ہو گئے تھے مگر مرزا امام دین صاحب اپنی مخالفت میں اور زیادہ بڑھ گئے [۱۰] اور فیصلہ کر لیا کہ مقدمہ خارج ہونے کے بعد ایک لمبی دیوار حضور کے گھر کے دروازوں کے آگے کھینچ دیں تا آپ قیدیوں کی طرح محاصرہ میں آجائیں اور گھر سے باہر نہ نکل سکیں۔ حضور خود فرماتے ہیں:۔

"یہ دن بڑی تشویش کے تھے یہاں تک کہ ہم ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کا مصداق ہو گئے اور بیٹھے بیٹھے ایک مصیبت پیش آگئی۔"

جناب الٰہی کی طرف سے الہامات اور فتح کی بشارت

ان حالات میں حضور کی توجہ جناب الٰہی کی طرف ہوئی جس پر حضور پر الہامات کا ایک سلسلہ جاری ہوا جس میں حضور کی کامیابی کی خوشخبری دی گئی تھی۔ اس وحی الٰہی کے الفاظ یہ تھے:۔

"اَلرَّحٰی۔ تَدُوْرُ وَيَنْزِلُ الْقَضَاءُ۔ اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرُدَّ مَا اَتٰی۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ لَا يَتَبَدَّلُ وَلَا يَخْفٰی۔ وَيَنْزِلُ مَا تَعْجَبُ مِنْهُ۔ وَحْیٌ مِّنْ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ اِنَّ رَبِّیْ لَا يَضِلُّ وَلَا يَنْسٰی ظَفَرٌ مُّبِيْنٌ۔ وَاِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ اَنْتَ مَعِیَ وَ

اَنَا مَعَکَ - قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُ فِی غَیّہٖ یَتَمَطّٰی - اِنَّہٗ مَعَکَ وَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَمَا اَخْفٰی - لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ - یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ وَیَرٰی - اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ یُحْسِنُوْنَ الْحُسْنٰی - اِنَّا اَرْسَلْنَا اَحْمَدَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَاَعْرَضُوْا وَقَالُوْا کَذَّابٌ اَشِرٌ - وَجَعَلُوْا یَشْھَدُوْنَ عَلَیْہِ وَیَسِیْلُوْنَ اِلَیْہِ کَمَاءٍ مُنْھَمِرٍ - اِنَّ حِبِّی قَرِیْبٌ - اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّسْتَتِرٌ -" [11] یعنی چکی پھرے گی اور قضاو قدر نازل ہو گی یعنی مقدمہ کی صورت بدل جائے گی جیسا کہ چکی جب گردش کرتی ہے تو وہ حصہ چکی کا جو سامنے ہوتا ہے بباعث گردش کے پردہ میں آجاتا ہے اور وہ حصہ جو پردہ میں ہوتا ہے وہ سامنے آجاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مقدمہ کی موجودہ حالت میں جو صورت مقدمہ حاکم کی نظر کے سامنے ہے جو ہمارے لئے مضر اور نقصان رساں ہے قائم نہیں رہے گی اور ایک دوسری صورت پیدا ہو جائے گی جو ہمارے لئے مفید ہے۔ اور جیسا کہ چکی کو گردش دینے سے جو منہ کے سامنے حصہ چکی کا ہوتا ہے وہ پیچھے کو چلا جاتا ہے۔ اور جو پیچھے حصہ ہوتا ہے وہ منہ کے سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح جو مخفی اور در پردہ باتیں ہیں وہ منہ کے سامنے آجائیں گی اور ظاہر ہو جائیں گی اور جو ظاہر ہیں وہ ناقابل التفات اور مخفی ہو جائیں گی اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ خدا کا فضل ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے یہ ضرور آئے گا اور کسی کی مجال نہیں جو اس کو رد کر سکے یعنی آسمان پر یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ یہ صورت موجودہ مقدمہ کی جس سے یاس اور ناامیدی ٹپکتی ہے یک دفعہ اٹھا دی جائے گی اور ایک اور صورت ظاہر ہو جائے گی جو ہماری کامیابی کے لئے مفید ہے جس کا ہنوز کسی کو علم نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کہہ مجھے میرے خدا کی قسم ہے کہ یہی بات سچ ہے اس امر میں نہ کچھ فرق آئے گا اور نہ یہ امر پوشیدہ رہے گا اور ایک بات پیدا ہو جائے گی جو تجھے تعجب میں ڈالے گی۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔ میرا رب اس صراط مستقیم کو نہیں چھوڑتا جو اپنے برگزیدہ بندوں سے عادت رکھتا ہے۔ اور وہ اپنے ان بندوں کو بھولتا نہیں جو مدد کرنے کے لائق ہیں سو تمہیں اس مقدمہ میں کھلی کھلی فتح ہو گی۔ مگر اس فیصلہ میں اس وقت تک تاخیر ہے جو خدا نے مقرر کر رکھا ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تو کہہ ہر ایک امر میرے خدا کے اختیار میں ہے۔ پھر اس مخالف کو اس کی گمراہی اور ناز اور تکبر میں چھوڑ دے۔

پھر فرمایا کہ وہ قادر تیرے ساتھ ہے۔ اس کو پوشیدہ باتوں کا علم ہے بلکہ جو نہایت پوشیدہ باتیں ہیں جو انسان کے فہم سے بھی برتر ہیں وہ بھی اس کو معلوم ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ وہی خدا حقیقی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انسان کو نہیں چاہیے کہ کسی دوسرے پر توکل کرے کہ گویا وہ اس کا معبود ہے۔ ایک خدا ہی ہے جو یہ صفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہی ہے جس کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور جو ہر ایک چیز کو دیکھ رہا ہے اور وہ خدا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اس سے

ڈرتے ہیں۔ اور جب کوئی نیکی کرتے ہیں تو نیکی کے تمام باریک لوازم کو ادا کرتے ہیں۔ سطحی طور پر نیکی نہیں کرتے اور نہ ناقص طور پر بلکہ اس کی عمیق در عمیق شاخوں کو بجالاتے ہیں اور کمال خوبی سے اس کو انجام دیتے ہیں۔ سو انہیں کی خدا مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی پسندیدہ راہوں کے خادم ہوتے ہیں اور ان پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ ہم نے احمد کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس قوم اس سے روگردان ہو گئی اور انہوں نے کہا کہ یہ تو کذاب ہے۔ دنیا کے لالچ میں پڑا ہوا ہے۔ یعنی ایسے ایسے حیلوں سے دنیا کمانا چاہتا ہے۔ اور انہوں نے عدالتوں میں اس پر گواہیاں دیں تاکہ اس کو گرفتار کروا دیں۔ اور وہ ایک تند سیلاب کی طرح جو اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ اس پر اپنے حملوں کے ساتھ گر رہے ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ میرا پیارا مجھ سے بہت قریب ہے مگر مخالفوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

الہامات کے وقت حضورؑ کی کیفیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ الہامات کے متعلق لکھتے ہیں۔ "یہ الہام علیحدہ علیحدہ وقت کے نہیں بلکہ ایک ہی دفعہ ایک ہی وقت میں ہوئے مجھے یاد ہے کہ اس وقت سید فضل شاہ صاحب لاہوری برادر سید ناصر شاہ صاحب اوورسیر متعین بارہ مولہ کشمیر میرے پاؤں دبا رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ یہ سلسلہ الہام دیوار کے مقدمہ کی نسبت شروع ہوا۔ میں نے سید صاحب کو کہا کہ یہ دیوار کے مقدمہ کی نسبت الہام ہے آپ جیسا جیسا یہ الہام ہوتا جائے لکھتے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے قلم دوات اور کاغذ لے لیا۔ پس ایسا ہوا کہ ہر ایک دفعہ غنودگی کی حالت طاری ہو کر ایک ایک فقرہ وحی الٰہی کا جیسا کہ سنت اللہ ہے زبان پر نازل ہوتا تھا اور جب ایک فقرہ ختم ہو جاتا تھا اور لکھا جاتا تھا تو پھر غنودگی آتی تھی اور دوسرا فقرہ وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہوتا تھا یہاں تک کہ کل وحی الٰہی نازل ہو کر سید فضل شاہ صاحب لاہوری کی قلم سے لکھی گئی اور اس میں تفہیم ہوئی کہ یہ اس دیوار کے متعلق ہے جو امام الدین نے کھینچی ہے جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہے۔ اور یہ تفہیم ہوئی کہ انجام کار اس مقدمہ میں فتح ہوگی۔" [۱۲]

سفر گورداسپور

یہ تو خدائی الہامات تھے مگر بظاہر ان کا پورا ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال اس ناامیدی کے عالم میں اور بظاہر سراسر مخالف حالات میں مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی پھر اسی رنگ سے کم و بیش ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ بالآخر ۱۵/ جولائی ۱۹۰۱ء کو فریق ثانی کی درخواست پر حضور کو گورداسپور کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ اس سفر کی تفصیل میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔

"۱۵/ جولائی کی صبح کو حضرت اقدس نے دار الامان سے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور کے لئے پالکی کی سواری تیار کی گئی اور احباب کے لئے یکے کئے گئے۔ دار الامان سے حضرت اقدس مع زمرہ خدام قریباً ۷ بجے روانہ ہوئے اور کوئی پاؤ میل تک پیدل تشریف لے گئے حضور کی روانگی کا یہ نظارہ بھی قابل دید تھا۔ ایک گروہ کثیر خدام کا آپ کو حلقہ میں لئے ہوئے جا رہا تھا جس سے اس محبت اور عشق اور ارادت کا پتہ ملتا تھا جو آپ کے مریدوں کو آپ سے ہے چونکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کو کچھ دیر لگی اس لئے حضور آپ کے انتظار کے لئے ٹھہر گئے۔ آخر مولوی صاحب کے پہنچنے پر احباب یکوں میں اور حضور پالکی میں سوار ہو کر رخصت ہوئے گورداسپور کو جاتے ہوئے راستہ میں ایک بہت بڑی نہر آتی ہے اور ایک مقام پر وہ نہر دو بڑے شعبوں میں منقسم ہو کر بہتی ہے ---- اس مقام کا نام ہم نے اپنے اس سفرنامہ میں مجمع البحرین رکھا ہے۔ جو احباب یکوں پر سوار ہو گئے تھے وہ وہاں پہلے پہنچے۔ اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام کے انتظار میں ٹھہر گئے چنانچہ کوئی آدھ گھنٹہ کے انتظار کے بعد حضرت اقدس کی سواری آ پہنچی۔ حضرت اقدس نے کھانا کھانے کا حکم دیا دستر خوان بچھایا گیا۔ احباب نے کھانا کھایا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد پھر احباب اور حضور اقدس روانہ ہوئے --- اور کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب گورداسپور جا پہنچے۔

اگرچہ حضرت اقدس کی دار الامان سے روانگی محض پرائیوٹ رنگ میں تھی اور احباب کے طبقہ میں کوئی اطلاع اور خبر نہ تھی مگر کسی نہ کسی طرح جہاں جہاں احباب کو خبر پہنچی وہاں سے حضرت اقدس کے خدام مشتاق زیارت دوڑے آئے۔ چنانچہ کپور تھلہ 'امرتسر کے احباب جمع ہو گئے اور وہ دیوانہ وار حضرت اقدس کے استقبال کے لئے کوئی دو میل تک دو دفعہ آگے گئے اور آئے اور پھر گئے۔ کپور تھلہ کے احباب کو چونکہ ۱۵ جولائی تاریخ مقدمہ کی غلط اطلاع ملی تھی اس لئے ان کو بصد حسرت و افسوس ۱۵/ ہی کی شام کو واپس ہونا پڑا گورداسپور حضرت اقدس نے مولانا محمد علی صاحب کی تجویز کے موافق ان کے خسر منشی نبی بخش صاحب رئیس گورداسپور کے عالی شان مکان میں قیام فرمایا۔ مقدمہ کے متعلق باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کسی کے یہ کہنے پر کہ فریق مخالف نے بہت بے ہودہ جرح کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے آپؑ نے فرمایا "میں اس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ مومن کا ہاتھ اوپر ہی پڑتا ہے۔ **یداللہ فوق ایدیھم**۔ کافروں کی تدبیریں ہمیشہ الٹی ہو کر ان پر ہی پڑا کرتی ہیں۔ **مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین**۔ میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو میرے ساتھ ذاتی عداوت اور بغض ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ملل باطلہ کے رد کرنے کے لئے جس قدر جوش مجھے دیا گیا ہے میرا قلب فتویٰ دیتا ہے کہ اس تردید و ابطال ملل باطلہ کے لئے اگر تمام روئے زمین کے مسلمان ترازو

کے ایک پلہ میں رکھے جاویں اور میں اکیلا ایک طرف تو میرا پلہ ہی وزن دار ہو گا۔ آریہ عیسائی اور دوسری باطل ملتوں کے ابطال کے لئے جب میرا جوش اس قدر ہے پھر اگر ان لوگوں کو میرے ساتھ بغض نہ ہو تو اور کس کے ساتھ ہو۔ ان کا بغض اسی قسم کا ہے جیسے جانوروں کا ہوتا ہے۔ تین دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا انی مع الافواج اتیک بغتۃً۔ میں حیران ہوں یہ الہام مجھے بہت مرتبہ ہوا ہے اور عموماً مقدمات میں ہوا ہے۔ افواج کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقابل میں بڑے بڑے منصوبے کئے گئے ہیں اور ایک جماعت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا جوش نفسانی نہیں ہوتا ہے اس کے تو انتقام کے ساتھ بھی رحمانیت کا جوش ہوتا ہے۔ پس جب وہ افواج کے ساتھ آتا ہے تو اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ مقابل میں بھی فوجیں ہیں۔ جب تک مقابل کی طرف سے جوش انتقام کی حد تک نہ ہو جاوے خدا تعالیٰ کی انتقامی قوت جوش میں نہیں آتی" اس کے بعد مقدمہ کے متعلق کچھ اور باتیں ہوتی رہیں لیکن بیچ میں کچھ نصیحتیں اور تقویٰ کی ترغیب اور اس کے خلاف کی ترہیب بھی ہوتی رہتی تھی۔

شام کو حضرت اقدس سیر کو تشریف لے گئے اور وہ رات اسی طرح پر مقدمہ کے متعلق بعض امور دریافت طلب اور بحث طلب میں مع الخیر گزر گئی۔ رات کو خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے تشریف لے آئے۔ ۱۶/ جولائی ۱۹۰۱ء کو دس بجے کے بعد حضرت اقدس کو شہادت میں پیش ہونا تھا۔ فجر کی نماز کے بعد کچھ دن چڑھے پھر احباب کا مجمع ہو گیا اور مقدمہ ہی کے متعلق ذکر شروع ہوا۔" [۱۳]

"جس روز رات کو گورداسپور پہنچے تھے حضرت اقدس کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی۔ بایں ہمہ حضرت اقدس نے تمام احباب کو جو ساتھ تھے آرام کرنے اور سو جانے کی ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لئے متفرق مقامات پر جا کر احباب سو رہے۔ برادرم عبد العزیز صاحب (اوجلوی۔ ناقل) اور دو تین اور دوست اس مکان میں رہے جہاں حضرت اقدس آرام کرتے تھے۔ ساری رات حضرت اقدس ناسازی طبیعت اور شدت حرارت کی وجہ سے سو نہ سکے۔ چونکہ بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے بار بار۔۔۔ اٹھتے تھے۔ حضرت اقدس ارشاد فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں منشی عبد العزیز صاحب ساری رات یا تو سوئے ہی نہیں اور یا اس قدر ہشیاری سے پڑے رہے کہ ادھر میں سر اٹھاتا تھا ادھر منشی صاحب فوراً اٹھ کر اور لوٹا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ گویا ساری رات یہ بندہ خدا جاگتا ہی رہا اور ایسا ہی دوسری رات بھی... پھر فرمایا کہ درحقیقت آداب مرشد اور خدمت گزاری ایسی شے ہے جو مرید و مرشد میں ایک گہرا رابطہ پیدا کر کے وصول الی اللہ اور حصول مرام کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اس خلوص اور اخلاص کو جو منشی صاحب کا ہے ہماری جماعت کے ہر فرد کو حاصل کرنا چاہیے۔ جب دس بجے تو حضرت اقدس نے کچہری کو چلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد عالی

سنتے ہی خدام اٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح پر کوئی چالیس آدمیوں کے حلقہ میں خدا کا برگزیدہ ادائے شہادت کے لئے چلا۔ راستہ میں لوگ دوڑ دوڑ کر زیارت کرتے تھے۔ آخر ضلع کی کچہری آگئی اور کچہری کے سامنے جو پختہ تالاب ہے اس کے جنوب اور شرقی گوشہ پر دری بچھائی گئی اور حضرت اقدس تشریف فرما ہوئے۔ حضور کا تشریف رکھنا ہی تھا کہ ساری کچہری امنڈ آئی اور اس دری کے گرد ایک دیوار بن گئی۔ زائرین کا ہجوم بڑھتا جاتا تھا چونکہ تیسری یا چوتھی دفعہ تھی جو حضور گورداسپور کی کچہری میں رونق بخش ہوئے پہلے اور طرف بیٹھا کرتے تھے۔ اس طرف بیٹھنے کے لئے یہ پہلی مرتبہ تھی۔ آپ نے فرمایا یہ جگہ باقی رہ گئی تھی۔ اس عرصہ میں ایک شخص معزز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے تپاک اور خندہ پیشانی سے حضرت سے مصافحہ کیا اور کچھ باتیں کرتے رہے اور اپنے لڑکے کے لئے جو بیمار تھا دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے دعا کا وعدہ فرمایا۔ پھر اس نے عرض کیا کہ جناب ہمارے لئے ہی یہاں تشریف لائے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہمارے واسطے ہی آپ کی تشریف آوری کی سبیل پیدا کی ہے کہ ہم مشتاقوں کو بھی آپ کی زیارت سے سعادت مندو بہرہ ور فرمائے۔ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ہاں ایسا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو قادیان میں کسی وجہ سے نہیں آسکتے اور اپنے اندر اخلاص رکھتے ہیں ہماری ملاقات سے محروم نہ رکھے۔ فرمایا لکھا ہے کہ دو بزرگ ایک حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مرشد حضرت ابو سعیدؒ اور ایک بزرگ ایک مقام میں جمع ہوئے اور گفتگو یہ ہوئی کہ حضرت اقدس و اکرم رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے مدینہ میں ہجرت کرا کر کیوں خدا تعالیٰ لے گیا؟ ان دونوں بزرگوں میں سے ایک نے فرمایا کہ مصلحت و حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی تھی کہ جو مراتب اور علو درجات رسول اللہ ﷺ کو عطا کرنے تھے وہ اس ہجرت اور سفر اور مصائب و تکالیف شدیدہ کے برداشت کرنے سے آپ کو عنایت فرمائے۔ دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ آتا ہے کہ مدینہ میں بہت سی ایسی روحیں پر جوش اور با اخلاص اور خدا تعالیٰ کی طرف دوڑنے والی تھیں جو ایک ذریعہ عظیمہ اور سبب کبریٰ چاہتی تھیں اور وہ بباعث کسی سبب یا بیدست و پا ہونے کے کہیں جا نہیں سکتی تھیں سو ان کی تکمیل کے لئے خداوند جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں پہنچایا۔ غرض ان بزرگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق یہ دو باتیں بیان کیں اور دونوں ہی باتیں سچی تھیں۔ سو خدا تعالیٰ جو ہمیں گورداسپور لایا اور وہ اپنی مرضی اور حکمت کی رو سے لایا اور نہ ہم خود اپنی مرضی اور خواہش سے آئے خدا ہی جانے اس میں کیا اس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور ہمارے ذریعہ یا ہمارے وجود سے حق کی کیا کیا تبلیغ اور سچائی کی کیا حجتیں پوری ہوں گی اور خدا کے علم میں اور کیا کیا باتیں ہیں جو ہمیں معلوم نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمتوں سے خوب واقف ہے۔ پھر آپ نے چند نصیحتیں

کئی پیرایوں میں تقویٰ و طہارت اختیار کرنے اور برائیوں سے بچنے اور صدق اور راستی کے قبول کرنے کی نسبت بیان فرمائیں۔ غرض یہاں بیٹھے ہوئے ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ مقدمہ پیش ہو گیا۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے' ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر مقدمہ کے لئے اندر پہنچے۔ [۱۴]

حضرت اقدسؑ کی شہادت

اس کے بعد مدعی علیہ کے دو گواہ پیش ہوئے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گواہی ہوئی جس میں حضور نے مرزا امام الدین صاحب کی رقابت و عداوت کا سبب بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ "اس دیوار کے بننے سے مجھے بڑی ذاتی تکلیف ہوئی ہے۔ ذاتی تکلیف سے یہ مراد ہے کہ مالی تکلیف ہوئی ہے کہ کنواں بنانا پڑا اور چھاپہ خانہ کا بہت بڑا حرج ہوا مسافر اور میرے ملاقاتی جو بڑے معزز اور شریف آدمی ہوتے ہیں وہ ملاقات کے لئے ترستے رہتے ہیں۔ میں اوپر ہوتا ہوں اور وہ نیچے۔ میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا کہ مجھے اس سے کس قدر درد پہنچتا ہے۔ آٹھ نو ماہ ہوئے ایک شریف عرب مجھے ملنے آیا اس کو چوٹیں لگیں۔ کیونکہ جو راستہ چکردار ہے وہ بہت خراب ہے۔ پتھریلا ہے برسات میں خصوصاً چلنے کے قابل نہیں ہوتا [۱۵] .... اس دیوار (کے) بننے سے پیشتر مہمان دونو وقت میرے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے اور تعلیمی باتیں سنتے تھے جن کے لئے میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اب اگر اوپر آتے ہیں تو بڑی تکلیف سے چکر کھا کر آتے ہیں اور صبح اور عشاء کی نماز میں ضعیف اور کمزور آدمی میرے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔ ان مہمانوں کی غرض جو میرے پاس آتے ہیں دین سیکھنے کی ہوتی ہے لیکن جب اس دیوار کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے ان تمام تکالیف کا صدمہ ہوتا ہے۔ جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس میں دقت پیدا ہوتی ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن میں میں ان تکالیف کو بیان کر سکوں۔ مہمان کہیں ہوتے ہیں اور میں کہیں۔ وہ اس بات سے محروم رہتے ہیں جس کے لئے آتے ہیں۔ اور میں اپنا کام نہیں کر سکتا جس کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

"حضرت اقدس کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔ الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی..... اس انداز کو ہم بیان نہیں کر سکتے اور اس اثر اور جوش کی تصویر نہیں دکھا سکتے جو اس وقت ظاہر ہو رہا تھا..... غرض اس طرح پر حضرت اقدس کا بیان ختم ہوا۔" [۱۶] اور حضرت اقدس علیہ السلام ایک مجمع کثیر کے ساتھ عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔ آپ اس قدر خوش تھے جس کی کوئی حد و پایاں نہیں.... اس کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی ... پھر فرودگاہ پر واپس آئے۔ شام کو حسب معمول سیر کو تشریف لئے گئے۔ راستہ میں ڈاکٹر

فیض قادر صاحب نے عرض کیا کہ حضور مہدی حسن تحصیل دار اور ان کے چند دوست چاہتے ہیں کہ آپ سے کچھ دریافت کریں۔ اگر حضور اجازت دیں تو ان کو شام کو لے آئیں۔ فرمایا۔ ہاں بے شک ان کو بلا لو۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ واپس آکر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور پھر مہدی حسن صاحب مع صاحب مرزا سررشتہ دار ڈسٹرکٹ جج اور فیض الرحمٰن صاحب کلرک خزانہ اور ایک دو آدمیوں کے ساتھ آگئے" [۱۷] (اس کے بعد حضرت نے اس موقع پر نہایت لطیف پیرایہ میں انہیں تبلیغ فرمائی)

دوسرے دن حضرت اقدس علی الصبح مراجعت فرمائے دارالامان ہوئے اور کوئی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بخیرت دارالامان پہنچ گئے۔" [۱۸]

مقدمہ کا فیصلہ اور ہدم دیوار

۱۶ / جولائی کے بعد مقدمہ ۱۰ / اگست ۱۹۰۱ء پر ملتوی کیا گیا چنانچہ ۱۰ / اگست کو مدعی علیہ کے دوسرے گواہ پیش ہوئے۔ [۱۹] اور وکلاء کی بحث بھی ختم ہو گئی۔ ۱۲ / اگست کو فیصلہ کا دن تھا اس دن مرزا امام دین صاحب اور ان کے ساتھی بہت خوش تھے کہ آج ان کا مقدمہ خارج ہو جائے گا اور وہ برملا کہتے تھے کہ آج سے ہمارے لئے ہر ایک قسم کی ایذاء کا موقع ہاتھ آجائے گا اور بظاہر صورت بھی یہی تھی کیونکہ ڈسٹرکٹ جج حضرت اقدس کا مخالف تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے وکیل محض سماعی شہادتوں سے کام لیتے رہے جو ایک جوڈیشل (Judicial) فیصلہ کے مقابل چنداں کوئی حیثیت نہ رکھتی تھیں اور بالکل ہیچ تھیں۔ [۲۰]

پس اگر ڈسٹرکٹ جج مخالف نہ بھی ہوتا پھر بھی جب گورنمنٹ کے کاغذات اس زمین کا قبضہ مرزا امام دین کے متعلق بتا رہے تھے تو عدالت محض سنی سنائی باتوں کو کیا وقعت دے سکتی تھی۔ بہرنوع جب فیصلہ کا وقت آیا تو آپ کے سبھی مخالف دنگ رہ گئے کہ مقدمہ نے آناً فاناً پلٹا کھایا اور جج نے اپنی مخالفانہ روش کے باوجود آپ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے دیوار گرانے اور سفید میدان میں کسی جدید تعمیر نہ کرنے کا دوامی حکم دے دیا اور ساتھ ہی مرزا امام دین (مدعی علیہ) پر اخراجات مقدمہ کے علاوہ ایک سو روپیہ بطور حرجانہ بھی ڈال دیا۔ [۲۱]

یہ فوری انقلاب دراصل حضرت اقدسؑ کی صداقت کا ایک خارق عادت نشان تھا کیونکہ ابتداء ہی سے حضور کو الہاماً بتایا جا چکا تھا کہ قضاء و قدر کی چکی گردش میں آئے گی اور یکایک پردہ غیب سے ایسے اسباب پیدا ہوں گے آپ فتحیاب ہوں گے۔ یہ نشان کس حیرت انگیز رنگ میں ظاہر ہوا حضور اس کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ایسا اتفاق ہوا کہ اس دن ہمارے وکیل خواجہ کمال الدین کو خیال آیا کہ پرانی مسل کا انڈکس دیکھنا چاہیے یعنی ضمیمہ جس میں ضروری احکام کا

خلاصہ ہوتا ہے جب وہ دیکھا گیا تو اس میں وہ بات نکلی جس کے نکلنے کی توقع نہ تھی یعنی حاکم کا تصدیق شدہ یہ حکم نکلا کہ اس زمین پر قابض نہ صرف امام دین ہے بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ یعنی میرے والد صاحب بھی قابض ہیں۔ تب یہ دیکھنے سے میرے وکیل نے سمجھ لیا کہ ہمارا مقدمہ فتح ہو گیا۔ حاکم کے پاس یہ بیان کیا گیا اس نے فی الفور وہ انڈکس طلب کیا اور چونکہ دیکھتے ہی اس پر حقیقت کھل گئی اس لئے بلاتوقف امام دین پر ڈگری زمین کی بمعہ خرچہ کر دی۔" [۲۲]

قادیان میں فیصلہ کی اطلاع

۱۲/ اگست ۴ بجے شام کو مقدمہ کی فتحیابی کی خبر قادیان میں پہنچی تو جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ [۲۳] حضرت مولوی عبد الکریم صاحب، مولوی محمد علی صاحب، مرزا خدا بخش صاحب، حکیم فضل دین صاحب، قاضی ضیاء الدین صاحب، پیر سراج الحق صاحب اور بھائی عبد الرحیم صاحب مسجد مبارک میں بیٹھے تھے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے دوڑتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی کہ دیوار کو وہی بھنگی ڈھا رہا ہے جو اس شر اور فتنہ کے دن سے اسے کھڑا کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ [۲۴] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوشی کا اس دن کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ "گویا ایک سال آٹھ ماہ کا رمضان تھا جس کی آج عید ہوئی۔" [۲۵]

حضورؑ کی طرف سے خرچہ کی معافی

عدالتی فیصلہ میں مرزا امام دین صاحب پر مقدمہ کا خرچہ ڈالا گیا تھا اس لئے حضور کے وکیل نے (حضورؑ کی اطلاع اور مشورہ کے بغیر) خرچہ کی ڈگری لے کر اس کا اجراء کروا دیا۔ حضرت اقدس اس وقت گورداسپور میں فروکش تھے۔ اور آپ کی عدم موجودگی میں ہی سرکاری آدمی قادیان آیا۔ مرزا امام دین صاحب تو اس دوران میں فوت ہو چکے تھے اور مرزا نظام دین صاحب ان کے بھائی زندہ تھے مگر ان کی حالت ان مظالم کی پاداش میں اب اس درجہ ابتر ہو چکی تھی کہ وہ مطلوبہ رقم مبلغ ایک سو چوالیس [۲۶] روپیہ پانچ آنہ سات پائی بھی ادا کرنے سے قاصر تھے اور قرقی کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی اس لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بذریعہ خط درخواست کی کہ انہیں یہ رقم معاف کر دی جائے۔ ادھر (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی روایت کے مطابق) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو عشاء کے وقت اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا خواب اطلاع دی کہ یہ بار ان پر بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے مخالف رشتہ دار بہت تکلیف میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رات نیند نہیں آئے گی۔ اسی وقت آدمی بھیجا جائے جو کہہ دے کہ ہم نے یہ خرچ تمہیں معاف کر دیا ہے۔ [۲۷] اس کے ساتھ ہی حضور نے معذرت بھی کی کہ "میری لاعلمی میں یہ

تکلیف پہنچی ہے" اور اس کارروائی پر جو آپ کی لاعلمی میں ڈگری کے اجراء کے متعلق کی گئی خفگی کا اظہار فرمایا۔ [28] حضور نے ۲۱/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو باقاعدہ ایک تحریر بھی عدالت کو بھجوائی کہ میں مرزا نظام الدین صاحب کو مقدمہ دیوار کے خرچہ کی رقم معاف کرتا ہوں جس کی ڈگری کا اجراء میرے مختار حکیم فضل دین صاحب نے کروایا ہے۔ میرا خرچہ کا کوئی مطالبہ نہیں اس لئے کاغذات داخل دفتر کئے جائیں۔ [28]

عید الفطر اور "جلسہ دعا"

مقدمہ دیوار کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد میں دوبارہ ۱۹۰۰ء کے حالات کی طرف آتا ہوں۔ ۲/ فروری ۱۹۰۰ء کو عید الفطر تھی جس میں حضور کی تحریک پر قادیان اور اس کے قریبی دیہات کے علاوہ مدراس، کشمیر، شاہجہانپور (یو۔ پی) جھنگ، ملتان، پٹیالہ، سنور، کپور تھلہ، مالیر کوٹلہ، لدھیانہ، شاہ پور، سیالکوٹ، گجرات، لاہور، امرتسر، بٹالہ اور گورداسپور وغیرہ مقامات سے ایک ہزار سے متجاوز افراد جمع ہو گئے۔ حضور صبح ۸ بجے اپنی جماعت کے ساتھ اس وسیع میدان میں جو قصبہ قادیان کی غربی جانب واقع اور قدیمی عید گاہ ہے تشریف لے گئے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے نماز عید الفطر پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک نہایت لطیف اور مؤثر خطبہ دیا جس میں سورہ والناس کی تفسیر کرتے ہوئے عجیب و غریب نکات و معارف بیان کئے۔ ان دنوں چونکہ انگریزی حکومت جنوبی افریقہ کے مقامی باشندوں سے نبرد آزما تھی۔ [30] اس لئے آپ نے اپنی تقریر میں حکومت کی طرف سے آزادی مذہب کی پالیسی کو سراہتے ہوئے احباب کو اس کی فتح کے لئے دعا کی پر زور تحریک کی بلکہ تقریر کے بعد آپ نے حاضرین سمیت دعا بھی فرمائی [31] اس مناسبت سے اس تقریب کو "جلسہ دعا" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

زخمیوں کے لئے امداد

دعا کے علاوہ حضور نے ۱۰/ فروری ۱۹۰۰ء کو بذریعہ اشتہار جنگ ٹرانسوال کے مجروحین کی امداد کے لئے چندہ کی تحریک بھی کی جس پر جماعت کے دوستوں کی طرف سے پانچ سو روپیہ کی امدادی رقم جمع ہوئی جو انہی ایام میں حکومت کو بھجوا دی گئی۔ [32]

تحفہ غزنویہ کی تصنیف و اشاعت

مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں سخت بدزبانی، ٹھٹھا اور ہنسی کی تھی اس اشتہار میں دو رنگ کے حملے کئے گئے تھے۔ اول بعض گزشتہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ عنقریب پوری ہونے کو تھیں ان کو پیش کر کے عوام کو یہ دھوکا دینا چاہا کہ گویا وہ پوری نہیں ہوئیں۔ دوم حضرت اقدس نے خدا تعالیٰ کے الہام سے بطور اتمام حجت یہ تجویز پیش کر رکھی تھی کہ بیماروں کی شفاء کے ذریعہ سے استجابت دعا کا مقابلہ کیا جائے۔ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے اس اشتہار میں اس پر جرح کی کہ بھلا سارے مشائخ و علمائے ہند کیونکر ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ پھر ان کے اخراجات کا متحمل کون ہو گا۔؟

حضرت اقدس نے اس اشتہار کے ان دونو حملوں کے جواب میں "تحفہ غزنویہ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ اور اس میں ان تمام غلط فہمیوں اور وسوسوں کا ازالہ فرمایا جو یہ حضرات عوام کو حق و صداقت سے منحرف کرنے کے لئے استعمال کر رہے تھے۔

"خطبہ الہامیہ" کا زبردست علمی نشان

۱۱۔ اپریل ۱۹۰۰ء کو عید الاضحیہ کی تقریب تھی لہٰذا اس موقع پر سیالکوٹ، امرتسر، بٹالہ، لاہور، وزیر آباد، جموں، پشاور، گجرات، جہلم، راولپنڈی، کپور تھلہ، لودھیانہ، پٹیالہ، بمبئی، لکھنؤ، سنور بہت سے مقامات سے مہمان آئے جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی۔ [۳۳]

حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت تک متعدد عربی تصانیف فرما چکے تھے جن کی فصاحت و بلاغت نے عرب و عجم میں دھوم مچا رکھی تھی مگر عربی میں تقریر کرنے کی آپ کو آج تک نوبت نہیں آئی تھی لیکن اس دن آپ کو صبح کے وقت بذریعہ الہام تحریک ہوئی کہ "آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی۔" "نیز الہام ہوا کلام افصحت من لدن رب کریم یعنی کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ [۳۴] جناب الٰہی سے یہ ارشاد پاتے ہی آپ نے اپنے بہت سے خدام کو اس کی اطلاع کر دی۔ نیز مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ عید کے وقت قلم و دوات اور کاغذ لے کر آئیں تا خطبہ قلمبند کر سکیں۔ آٹھ بجے تک مسجد اقصیٰ قریباً پر ہو چکی تھی۔ حضرت اقدس کوئی ساڑھے آٹھ بجے تشریف لائے۔ ساڑھے نو بجے عید کی نماز مسجد اقصیٰ میں پڑھی گئی جو

مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھائی۔ نماز کے بعد حضور کے لئے مسجد کے پرانے صحن میں جنوبی ڈاٹ کے آگے کرسی رکھ دی گئی۔ حضور خطبہ کے لئے مسجد کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہوئے اور اردو میں ایک لطیف اور پر معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔ [۲۵] اردو خطبہ کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب حضورؑ کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضور نے کھڑے ہو کر "یا عباد اللہ" کے لفظ سے فی البدیہ عربی خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ آپ نے ابھی چند فقرے ہی کہے تھے کہ حاضرین پر جن کی تعداد کم و بیش دو سو تھی وجد کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ خطبہ کی تاثیر کا وہ اعجازی رنگ پیدا ہو گیا کہ اگرچہ مجمع میں عربی دان معدودے چند تھے مگر سامعین ہمہ تن گوش تھے۔ [۲۶] غرض یہ ایک ایسا روح پرور نظارہ تھا کہ تیرہ سو سال کے بعد آنحضرت ﷺ کی پاک مجلس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی حالت یہ تھی کہ آپ کی شکل و صورت، زبان اور لب و لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ آسمانی شخص ایک دوسری دنیا کا انسان ہے جس کی زبان پر عرش کا خدا کلام کر رہا ہے۔ خطبہ کے وقت آپ کی حالت اور آواز میں ایک تغیر محسوس ہوتا تھا۔ ہر فقرہ کے آخر میں آپ کی آواز بہت دھیمی اور باریک ہو جاتی تھی۔ اس وقت آپ کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرہ سرخ اور نہایت درجہ نورانی!

خطبہ کے دوران میں حضور نے خطبہ لکھنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی لفظ سمجھ میں نہ آئے تو اسی وقت پوچھ لیں ممکن ہے کہ بعد کو میں خود بھی بتا نہ سکوں۔ پھر اس قدر تیزی سے آپ کلمات بیان فرماتے تھے کہ زبان کے ساتھ قلم کا چلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ان ہر دو وجوہ سے مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب کو جو خطبہ نویسی کے لئے مقرر تھے بعض دفعہ الفاظ پوچھنا پڑتے تھے۔ [۲۷] چنانچہ خطبہ میں جب خناطیل کا لفظ آیا [۲۸] تو انہیں اس کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ یہ تو وہ تاثر تھا جو سامعین لے رہے تھے مگر خود حضرت اقدس علیہ السلام جو اس وقت آسمانی انوار و برکات کے مہبط و مورد تھے آپ کے اندر اس وقت اتنی غیبی قوت کام کر رہی تھی کہ جیسا کہ آپ نے بعد ازاں بتایا کہ آپ یہ امتیاز نہیں کر سکتے تھے کہ میں بول رہا ہوں یا میری زبان سے فرشتہ کلام کر رہا ہے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس کلام میں میرا دخل نہیں خود بخود برجستہ فقرے آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے۔ بعض اوقات الفاظ لکھے ہوئے بھی نظر آجاتے تھے اور ہر ایک فقرہ ایک نشان تھا۔ [۲۹] اس طرح جوں جوں آپ پر کلام اتر تا گیا آپ بولتے گئے۔ یہ سلسلہ کافی وقت تک جاری رہا جب یہ کیفیت زائل ہو گئی تو حضور نے خطبہ ختم کر دیا اور آپ کرسی [۳۰] پر تشریف فرما ہوئے۔

دعاؤں کی قبولیت

حضرت اقدسؑ نے عید سے ایک روز قبل حضرت مولوی نورالدین صاحب کو لکھا تھا کہ جتنے دوست یہاں موجود ہیں ان کی فہرست بھجوادیں تاکہ میں ان کے لئے دعا کروں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب موصوف نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں (جو اس وقت ہائی سکول تھا) لوگوں کو جمع کیا اور ایک کاغذ پر سب دوستوں کے نام لکھوائے اور حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچادیئے اور حضور بیت الدعا میں سارا دن دروازے بند کرکے مصروف دعا رہے۔ حضور نے خطبہ ختم کرنے کے بعد اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل کل عرفہ کے دن اور عید کی رات میں جو میں نے دعائیں کی ہیں ان کی قبولیت کے لئے یہ خطبہ بطور نشان رکھا گیا تھا۔ یعنی اگر میں یہ خطبہ عربی زبان میں ارتجالاً پڑھ گیا تو ساری دعائیں درگاہ الٰہی میں قبول ہو گئیں۔ [۷۱]

اردو میں ترجمہ

حضورؑ کے اعجازی خطبہ کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب دوستوں کی درخواست پر خطبہ کا ترجمہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ایک زبان کے خیالات دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک نہایت مشکل امر ہے مگر روح القدس کی تائید سے آپ نے اس فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ ہر شخص عش عش کر اٹھا۔ مولوی صاحب موصوف ابھی اردو ترجمہ سنا ہی رہے تھے کہ حضرت اقدس فرط جوش کے ساتھ سجدہ شکر میں گر گئے۔ آپ کے ساتھ حاضرین نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ سجدہ سے سر اٹھا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ "ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ مبارک یہ گویا قبولیت کا نشان ہے۔" [۷۲]

خطبہ کو حفظ کرنے کی تحریک

خطبہ چونکہ ایک زبردست علمی نشان تھا اس لئے اس کی خاص اہمیت کے پیش نظر حضرت مسیح موعود نے اپنے خدام میں تحریک فرمائی کہ اسے حفظ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں صوفی غلام محمد صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے علاوہ بعض اور اصحاب نے اسے زبانی یاد کیا۔ بلکہ مؤخرالذکر دو اصحاب نے مسجد مبارک کی چھت پر مغرب و عشاء کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بھی اسے زبانی سنایا۔ [۷۳] حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو انتہا درجہ ادبی ذوق رکھتے تھے وہ تو اس خطبہ کے اتنے عاشق تھے کہ اکثر اسے سناتے رہتے تھے اور اس کی بعض عبارتوں پر تو وہ ہمیشہ وجد میں آجاتے۔ مولوی صاحب ایسے بلند پایہ عالم کو خطبہ الہامیہ کے اعجازی کلام پر وجد آنا ایک طبعی بات قرار دی جاسکتی ہے مگر خدا کی طرف سے ایک تعجب انگیز امر یہ پیدا ہوا کہ تقریر سننے والے بچے بھی اس کی جذب و کشش سے خالی نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ وہ دن جس میں یہ تقریر کی گئی ابھی ڈوبا نہیں تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے جن کی عمر بارہ سال سے بھی کم تھی اس کے فقرے قادیان کے گلی کوچوں میں دہراتے پھرتے تھے جو ایک غیر معمولی بات تھی۔ [۶۴]

خطبہ الہامیہ کی اشاعت

یہ خطبہ اگست ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ حضور نے نہایت اہتمام سے اسے کاتب سے لکھوایا۔ فارسی اور اردو میں ترجمہ بھی خود کیا اور اعراب بھی خود لگائے۔ اصل خطبہ کتاب کے اڑتیسویں صفحہ پر ختم ہو جاتا ہے جو کتاب کے باب اول کے تحت درج ہے۔ اگلا حصہ آخر تک عام تصنیف ہے جس کا اضافہ حضور نے بعد میں فرمایا اور پوری کتاب کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا۔ [۶۵] یہ کتاب شائع ہوئی تو بڑے بڑے عربی دان اس کی بے نظیر زبان اور عظیم الشان حقائق و معارف پڑھ کر دنگ رہ گئے حق تو یہ ہے کہ مسیح محمدی کا یہ وہ علمی نشان ہے جس کی نظیر قرآن مجید کے بعد نہیں ملتی۔

خطبہ الہامیہ کے متعلق ایک وضاحت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی اس خطبہ کے متعلق رائے یہ ہے کہ "خطبہ الہامیہ سے یہ مراد نہیں کہ اس خطبہ کا لفظ لفظ الہام ہوا بلکہ یہ کہ وہ خدا کی خاص نصرت کے ماتحت پڑھا گیا اور بعض بعض الفاظ الہام بھی ہوئے۔" [۶۶] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طرز عمل سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضور نے اپنے الہامات میں خطبہ الہامیہ کے ابتدائی باب کو کہیں شامل نہیں فرمایا۔

حواشی

۱۔ سیرۃ المہدی حصہ اول (طبع دوم) صفحہ ۱۴۳
۲۔ الحکم ۳۰/ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۳
۳۔ حقیقتہ الوحی (طبع اول) صفحہ ۲۶۷
۴۔ الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۳ (مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۶۵۱ میں اس دیوار کے بنانے کی تاریخ سہواً ۷/ جنوری لکھی ہے)
۵۔ "سلسلہ احمدیہ" صفحہ ۱۰۸ (مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) یہ دیوار گول کمرہ اور موجودہ دفتر محاسب کے درمیان جہاں مسجد کا دروازہ ہے کھینچی گئی تھی
۶۔ الحکم ۳۱/ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۹۔۱۰' ۱۰/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴
۷۔ حقیقتہ الوحی طبع اول صفحہ ۲۶۷
۸۔ "سیرۃ المہدی" حصہ اول صفحہ ۱۳۸۔۱۳۹ (طبع ثانی) و "اصحاب احمد" جلد نہم صفحہ ۲۲۱۔۲۲۴
۹۔ الحکم ۷/۱۴ جولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۱ و "سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۰۸
۱۰۔ حقیقتہ الوحی (طبع اول) صفحہ ۲۶۶۔۲۶۷
۱۱۔ الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ اور حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۶۸۔۲۷۱
۱۲۔ الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰ و "حقیقتہ الوحی" (طبع اول) ۲۶۷۔۲۶۸
۱۳۔ الحکم ۱۷/ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۹۔۱۰
۱۴۔ الحکم ۲۴/ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱۔۱۲
۱۵۔ الحکم ۳۱/ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۷۔۸
۱۶۔ الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴۔۱۵
۱۷۔ الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴۔۱۵
۱۸۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۲
۱۹۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴
۲۰۔ "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۲۷۱۔۲۷۲
۲۱۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴
۲۲۔ "حقیقتہ الوحی" (طبع اول) صفحہ ۲۷۱۔۲۷۲' اس مقدمہ میں خواجہ کمال الدین صاحب کے علاوہ مولوی محمد علی صاحب' منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی' میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی کو بالالتزام پیشی پر پہنچنے کی سعادت نصیب ہوئی (الحکم ۲۴/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶ کالم نمبر ۲)
۲۳۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۲' ۱۵ کالم نمبر ۳
۲۴۔ الحکم ۲۴/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۹
۲۵۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم نمبر ۳
۲۶۔ "لائف آف احمد" صفحہ ۵۲۹ حاشیہ
۲۷۔ الحکم ۷/۱۴ جولائی صفحہ ۵ کالم ۳ و الفضل جلد ۲۴ نمبر ۲۹ صفحہ ۸
۲۸۔ "سلسلہ احمدیہ" (مولفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) صفحہ ؟
۲۹۔ "لائف آف احمد" صفحہ ۵۲۹ حاشیہ۔ مولانا عبدالرحیم صاحب درد۔ ایم۔ اے نے گورداسپور کے ریکارڈ آفس سے مقدمہ کی

اصل مسل دیکھی تھی اس کا نمبر ۸۰۰ تھا۔

۳۰۔ اس لڑائی کو بوئروں کی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ بوئر ولندیزی آباد کاروں کی نسل سے تھے۔ یہ لڑائی ۱۹۰۲ء تک جاری رہی اور اس کے اختتام پر ان علاقوں کو مستعمرات کا درجہ دے دیا گیا۔ جنہوں نے ۱۹۱۵ء میں آپس میں اتحاد کر کے جنوبی افریقہ کی متحدہ حکومت قائم کر لی۔

۳۱۔ ملاحظہ ہو "روئداد جلسہ دعا" مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان دارالامان ۱۹۲۵ء

۳۲۔ "روئداد جلسہ دعا" صفحہ ۳۶

۳۳۔ الحکم ۱۲/ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۔۲

۳۴۔ "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۳۶۲

۳۵۔ مفصل خطبہ کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۳ تا ۵

۳۶۔ روایات صحابہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۸۵۔۳۸۶ (روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ کپور تھلوی)

۳۷۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۹۰۔۹۱

۳۸۔ "روایات صحابہ" جلد ۱۳ صفحہ ۳۸۵

۳۹۔ "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۳۶۲

۴۰۔ "اصحاب احمد" جلد نہم صفحہ ۱۷۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کرسی حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے مل گئی ہے۔ مگر حضرت بھائی صاحب نے اپنے پاس موجود تبرکات کی جو فہرست الفضل ۲۲/ ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲ کالم ۲ میں شائع فرمائی تھی اس میں اس کرسی کا ذکر موجود نہیں ہے اس کرسی پر یہ عبارت لکھی ہے کہ "یہ وہ کرسی ہے جس پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خطبہ الہامیہ کا نزول ہوا۔" ان الفاظ میں کچھ ذہول کا دخل معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے یہ خطبہ کھڑے ہو کر دیا نہ کہ بیٹھ کر۔ اس لئے یہ خیال کہ اس کرسی پر "خطبہ الہامیہ" کا نزول ہوا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ بعد میں جب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی درویش قادیان نے ذکر کیا کہ ایسی متعدد کرسیاں دارالمسیح میں موجود ہیں تو حضرت بھائی جی نے تسلیم کر لیا کہ یہ تعین سہو ہے۔ ("اصحاب احمد" جلد نہم طبع دوم صفحہ ۵۲۶ مطبوعہ ۱۹۸۲ء)

۴۱۔ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۲ کالم اول کیم مئی ۱۹۰۰ء و "سیرت المہدی" حصہ سوم صفحہ ۶۰ و اصحاب احمد" جلد نہم صفحہ ۲۶۷ تا ۲۷۳

۴۲۔ الحکم کیم مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۵

۴۳۔ "روایات صحابہ" جلد ۳

۴۴۔ الحکم ۷/ ۱۴ جولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۵ کالم ۲

۴۵۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۰۷

۴۶۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۰۷

بشپ جارج الفریڈ لیفرائے کا فرار

اور

اسلام کی پے در پے فتوحات

بشپ جارج الفریڈ لیفرائے کا فرار اور اسلام کی پے در پے فتوحات

۱۸۹۹ء میں لارڈ کرزن ہندوستان کے وائسرائے بنا کر بھیجے گئے اور ساتھ ہی پنجاب کے عیسائی نظام میں یہ تبدیلی عمل میں لائی گئی کہ لارڈ کرزن کے چہیتے اور دلی کے مشہور پرجوش مسیحی پادری جارج الفریڈ لیفرائے [۱] (۱۸۵۴ء۔ ۱۹۱۹ء) کو لاہور کا بشپ بنا دیا گیا۔ یہ صاحب اپنے مذہب کی تبلیغ میں جارحانہ پالیسی کے قائل اور عبرانی، فارسی، اور اردو تینوں زبانوں کے فاضل تھے اور عیسائی حلقوں میں خاص عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دلی کے مشہور نابینا مولوی احمد مسیح انہی کی کوششوں سے عیسائی ہوئے اور پادری اور مسیحی کہلائے۔ مباحثات کا شوق انہیں پہلے ہی جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا اس لئے انہوں نے بشپ بنتے ہی اپنے انگریز بھائیوں پر یہ بات واضح کی کہ خداوند یسوع نے ہندوستان کو بطور امانت سپرد کیا ہے اس لئے ہمیں تندہی سے تبلیغ کرنی چاہیے۔ [۲] نیز بڑے وسیع پیمانہ پر عیسائیت کی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہوئے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔

اس پروگرام کے تحت ۱۸/ مئی ۱۹۰۰ء کو انہوں نے "معصوم نبی" کے موضوع پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت محمد (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گناہ گار تھے۔ آخر میں انہوں نے مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ اگر انہیں کوئی اعتراض ہے تو میدان میں آئیں اور سوال کریں۔ اس مجمع میں حضرت مسیح موعودؑ کے مشہور مخلص مرید حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی موجود تھے۔ باقی مسلمان تو لیفرائے کے دلائل سن کر دہشت زدہ ہو گئے وہ بولنے کی جرات کیسے کرتے مگر مفتی صاحب جو کاسر صلیب کے غلام تھے جوش غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور تقریر کے ایک ایک اعتراض کا اس خوبی سے جواب دیا کہ ان کے سبھی دعاوی کی دھجیاں بکھر گئیں مثلاً انہوں نے کہا کہ مسیح کی عصمت پر لوقا یا مرقس کے حوالے دینا کوئی سود مند بات نہیں ہو سکتی بہتر یہ ہے کہ خود مسیح کے اپنے منہ کے الفاظ دیکھے

جائیں کہ وہ اپنی طہارت اور پاکیزگی کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ انجیل متی باب ۱۹ آیت ۱۷ میں لکھا ہے کہ اس نے کہا "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" [۳] پس جو نیک نہیں وہ معصوم کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ مفتی صاحب نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ ذنب' خطا' جرم اور جناح سب الفاظ کا ترجمہ گناہ کیا جاتا ہے حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ نیز بتایا کہ قرآن کریم کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کی عصمت پر خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں زور دیا ہے۔ اس تقریر سے بشپ صاحب مبہوت ہو کر رہ گئے اور مسلمان اسلام کی اس زبردست فتح پر بہت خوش ہوئے اور کئی دن تک اس کا عام چرچا رہا کہ "مرزائی جیت گئے۔" [۴]

بشپ صاحب نے اپنی ناکامی کی خفت مٹانے کے لئے اشتہار دیا کہ وہ ۲۵/ مئی کو "زندہ رسول" پر پھر لیکچر دیں گے اس اشتہار سے مسلمانوں میں بڑا جوش پھیل گیا اور انہوں نے مقابلہ کے لئے امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب حیات مسیح کے قائل ہو کر بھلا کیا جواب دیتے انہوں نے الٹا ساری توجہ مسلمانوں کو جلسہ میں شمولیت سے باز رکھنے پر مبذول کر دی مگر جب وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئے تو خود انہوں نے اور انکے بلانے والے دردمند مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ اس کا جواب صرف مرزا صاحب کی جماعت دے سکتی ہے۔ وہ برملا کہتے تھے کہ اب تو اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے جس میں "مرزائی بولے تو فتح ہو سکتی ہے ورنہ صاف شکست اٹھانا پڑے گی۔" [۵]

۲۴/ مئی کو ظہر کی نماز کے بعد مفتی محمد صادق صاحبؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی زبانی ان واقعات کی خبر ہوئی۔ جلسہ میں اب صرف ۲۴ گھنٹے باقی تھے۔ ان دنوں آپ بیماری کی وجہ سے نڈھال تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و جلال کے لئے آپ کو خدا تعالیٰ نے جو دینی غیرت بخشی تھی اس نے اسلام و عیسائیت کی اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے آپ کے اندر زبردست جوش پیدا کر دیا اور آپ نے اسی وقت قلم پکڑ لیا اور زندہ رسول کے متعلق ایک لاجواب مضمون لکھا جس میں آپؑ نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا ناقابل تردید دلائل سے ثبوت دینے کے بعد بتایا کہ زندہ نبی تنہا ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں جن کی تاثیرات و برکات کا ایک زندہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے اور اس کا ایک نمونہ میں موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتی "خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے" [۶]

یہ مضمون جو صرف ڈیڑھ دو گھنٹہ [۷] میں روح القدس کی خاص تائید سے لکھا گیا تھا آپ کی ہدایت کے تحت راتوں رات چھاپ دیا گیا۔ حضرت اقدس خود لالٹین لے کر بورڈنگ میں تشریف

لائے اور طلباء کو اس کی کاپیاں تہ کرنے کے لئے اٹھایا چنانچہ انہوں نے ساری رات جاگ کر نہایت خلوص سے یہ دینی خدمت سرانجام دی۔ مفتی صاحبؓ چار بجے صبح اشتہار لے کر بٹالہ روانہ ہوئے اور عین وقت پر لاہور جلسہ میں پہنچ گئے۔ ۸

حضرت اقدسؑ کا مضمون سنایا جانا

اشتہار کے مطابق بشپ لیفرائے نے "زندہ رسول" پر تقریر کی۔ اس کے بعد سوالات کا موقعہ دیا جس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت اقدس علیہ السلام کا مطبوعہ مضمون نہایت پر شوکت انداز میں پڑھ کر سنایا۔ اس مضمون کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اگرچہ یہ ایک دن پہلے لکھا گیا تھا مگر اس میں بشپ صاحب کی تقریر کا مسکت جواب موجود تھا اور لوگ حیران تھے کہ بشپ صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر اتنا زبردست مضمون آناً فاناً چھپ کر شائع کیسے ہو گیا؟ مضمون کا پڑھنا ہی تھا کہ لاہور ایک بار پھر اسلام کی فتح کے نعروں سے گونج اٹھا اور بشپ صاحب کو جو گزشتہ داغ مٹانے کے خیال سے آئے تھے ایسی زبردست شکست ہوئی کہ چہرے سے ہوائیاں اڑنے لگیں اور انہوں نے صرف یہ کہہ کر چپ سادھ لی کہ "معلوم ہوتا ہے تم مرزائی ہو ہم تم سے گفتگو نہیں کرتے ہمارے مخاطب عام مسلمان ہیں۔" ۹ اس وقت تین ہزار کے قریب مجمع تھا۔ ۱۰ مسلمانوں نے جو ایک کثیر تعداد میں موجود تھے بالاتفاق اقرار کیا کہ مرزائی اگرچہ کافر ہیں مگر آج اسلام کی عزت انہی نے رکھ دکھائی ہے۔ ۱۱

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے نبی کے متعلق مقابلہ کی کھلی دعوت

"سوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ نبی پر مضمون لکھنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ بشپ صاحب کے گزشتہ لیکچر کا پورا پورا تعاقب کرتے ہوئے ۲۵/ مئی ۱۹۰۰ء کو ہی ایک دوسرا اشتہار دیا کہ بشپ صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر مسلمان اپنے نبی ﷺ کا معصوم ہونا ثابت کر کے دکھلائیں۔ یہ ایک عمدہ ارادہ ہے مگر بشپ صاحب کے اس طریق بحث سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہو گا کہ پبلک کو یہ دکھایا جائے کہ فلاں نبی نے کوئی گناہ نہیں کیا کیونکہ مذاہب کا گناہوں کی تعیین پر اتفاق نہیں ہے۔ بعض فرقے شراب نوشی کو سخت گناہ قرار دیتے ہیں مگر بعض کے عقیدہ کے موافق اس میں روٹی بھگو کر نہ کھائی جائے تو دینداری کی سند نہیں حاصل ہو سکتی۔ بنابریں حضور نے انہیں توجہ دلائی کہ اگر وہ مرد میدان بن کر تحقیق حق کے شائق ہیں تو وہ "معصوم نبی" کا موضوع اختیار کرنے کی بجائے اس بارے میں بحث کر لیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم مقابلہ

اور موازنہ کیا جائے یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ ہونا چاہیے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام بشپ صاحب معصومیت رکھتے ہیں۔ [۱۲]

بشپ لیفرائے نے جو دو دفعہ اسلام کے مقابلہ میں صریح شکست اٹھا چکے تھے حضرت اقدس کی دعوت پر بالکل چپ سادھ لی۔ اس پر حضرت اقدس نے بشپ صاحب کو اس علمی مقابلہ پر آمادہ کرنے کے لئے جماعت کے دوستوں کی ایک کمیٹی بنائی جس کے سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے تجویز ہوئے۔ اس کمیٹی کی طرف سے ۸/ جون ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح کے نام کا واسطہ دے کر بشپ لیفرائے صاحب کو لکھا گیا کہ وہ عیسائی مذہب کے زبردست فاضل ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسلام کے بے مثال نمائندے ہیں اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں یہ قیمتی موقع میسر آیا ہے کہ آپ بھی موجود ہیں اور وہ بھی۔ مرزا صاحب نے بحث کی جملہ شرائط منظور کر لی ہیں۔ آپ بھی ہماری التجاء قبول کر کے منظوری سے مطلع فرمائیں۔

مسلمان پہلے ہی انتہائی بے قراری سے بشپ صاحب کی منظوری کے لئے چشم براہ تھے۔ اب جو یہ دلچسپ مراسلہ پریس میں آیا تو ملک کے بعض مقتدر اخبارات نے بھی اس کا زبردست خیر مقدم کیا اور پرزور تحریک کی کہ بشپ صاحب کو اس طرف ضرور توجہ کرنا چاہیے۔ اور اخبار پانیر الٰہ آباد نے لکھا کہ

"بے شک اگر ڈاکٹر لیفرائے مقابلہ کرنا منظور کرے تو یہ مباحثہ نہایت ہی دلچسپ ہو گا۔"

"انڈین ڈیلی ٹیلی گراف" (۱۹. جون ۱۹۰۰ء) نے لکھا:۔

"ہم کسی دوسرے صفحہ پر ایک نہایت ہی دلچسپ مذہبی چیلنج جو مسلمانوں کے اس فرقہ کی طرف سے ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں لاہور کے بشپ کے نام دیا گیا ہے نقل کرتے ہیں۔ اس کی دلچسپی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نہایت سنجیدگی اور نیک نیتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی قادیان کے رئیس ہیں۔ اور اس چیلنج میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہی کرتے ہیں بلکہ اس دعویٰ کو مضبوط اور قاطع دلیلوں کے ساتھ ثابت کر دکھایا ہے اور اپنے آپ کو وہ موعود ثابت کیا ہے جس کے آنے کی پیشگوئیاں قرآن مجید اور بائبل میں بیان کی گئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس مشہور شخص کے پیرو دنیا کے مختلف حصوں میں تیس ہزار کے قریب ہیں اور ان کے دوست اور مرید دل سے چاہتے ہیں کہ وہ لاہور کے بشپ کے ساتھ جس کے لیکچروں نے مسلمانوں کو قائل کر دیا ہے کہ وہ اپنے مذہبی علوم میں لاثانی ہے مذہب اسلام اور عیسائیت کی سچائی پر ایک

فاضلانہ اور معقول بحث کریں۔ بشپ کا وسیع علم اور تجربہ اور اس کی عربی' فارسی اور اردو سے واقفیت اور اس کے مہذبانہ اور عمدہ اخلاق بھی بطور وجوہات بیان کئے گئے ہیں کہ کیوں خصوصاً اس کو اسلام کے اس پہلوان کے ساتھ مباحثہ کے لئے بلایا گیا۔

چیلنج سارے کا سارا نہایت مودبانہ الفاظ میں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز کے مجوز بڑی سچی خواہش اس امر کی رکھتے ہیں کہ عیسائیت اور اسلام (نہ اسلام اور عیسائیت) کے بالمقابل فضائل اور خوبیوں پر ایک باقاعدہ اور عمدہ مباحثہ ہو جس میں دونو فریق کے لئے منصفانہ شرطیں پیش کی گئی ہیں اور چیلنج دینے والے جن کی تعداد بہت بڑی ہے ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہیں اور بشپ کو یسوع مسیح کے نام کی قسم دے کر امید رکھتے ہیں کہ اس مباحثہ پر رضامند ہو جائے گا۔ ہماری رائے ہے کہ بشپ اگر اس چیلنج کو منظور کرے تو بہت اچھا ہوگا۔ خود بخود ایک ایسی بڑائی اختیار کر لینا جو مباحثہ کے لئے بھی جھک نہیں سکتی اس کی غلطی ہوگی۔ کیونکہ پھر چیلنج دینے والے یہ کہنے کے حقدار ہوں گے کہ چونکہ فریق ثانی نے اپنے مقدمہ کا دفاع نہیں کیا اس لئے اس کی عدم پیروی کے سبب سے فیصلہ ان کے حق میں ہونا چاہئے اور اس طرح پر وہ فتح کے دعویدار ہوں گے۔ نیز یہ امر کہ مرزا غلام احمد قادیانی وہ موعود شخص نہیں ہے جس کی آمد کے متعلق قرآن شریف اور بائبل میں پیشگوئیاں ہیں بشپ کے مقابلہ کرنے سے انکار کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ یہ سوال مجوزہ مباحثہ میں پیش نہیں ہوگا لیکن ممکن ہے کہ اگر بشپ چیلنج منظور کرے تو اپنے مخالف کو اس غلطی کا بھی قائل کر دے۔ یہ امر کہ مسلمان اپنے مسیح کو بشپ کے بالمقابل میدان مباحثہ میں پیش کرتے ہیں۔ یہ بشپ کی علمیت کی بڑی سے بڑی توہین ہے جو وہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح پر وہ جتانا چاہتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں بشپ کو عیسائی مذہب کا اول درجہ کا فاضل مانتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں دیکھتے کہ بشپ کس طرح یہ عذر کر سکتا ہے کہ ایسے عمدہ مباحثہ میں اس کے وقت کا بڑا حصہ صرف ہو جائے گا۔ اس کو کسی طرح پر بھی ایسے مخالفوں کی تردید کرنے اور ان کو قائل کرنے کا یہ موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے خصوصاً جب کہ اس سے یہ بات ثابت کرنے کی خواہش کی گئی ہے کہ عیسائیت اور اسلام ہر دو مذاہب میں سے کونسا مذہب زندہ کہلا سکتا ہے اور قرآن مجید اور بائبل دونو کی تعلیمات میں سے کس کی تعلیم زیادہ افضل اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ ہم پسند کریں گے اگر چیلنج منظور کر لیا جائے۔ کیونکہ ہمارے خیال میں یہ نہایت ہی دلچسپ ہوگا۔"

غرض یہ کہ ملک کے سبھی حلقوں کی نگاہیں بشپ صاحب کی طرف تھیں اور وہ انتہائی بے تابی سے ان کی منظوری کا اعلان سننے کے لئے منتظر تھے مگر افسوس بشپ صاحب نے جو لیکچر کے بعد لاہور سے

شملہ بھاگ گئے تھے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے میدان مناظرہ میں آنے سے بالکل انکار کر دیا اور اس کے لئے یہ انتہائی مضحکہ خیز عذر پیش کیا کہ مرزا صاحب اپنے تئیں مسیح کہلاتے ہیں جس سے ہمارے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں نیز یہ کہ میرا اصل کام عیسائی کلیسیا کی اندرونی اصلاح اور اس کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ اصل کام چھوڑ کر میں مجوزہ مباحثہ میں حصہ نہیں لے سکتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ عذرات ہی بتاتے تھے کہ بشپ صاحب کس بے بسی کے عالم میں میدان مباحثہ سے فرار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔" [۱۳]

بشپ صاحب کے فرار پر ملکی اخبارات کا تبصرہ

عیسائیوں کی سرگرمیوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت جلد پورے ہندوستان کو زیر نگیں کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ [۱۴] مگر خدا کی قدرت!! انیسویں صدی ختم نہیں ہوئی کہ کاسر صلیب کے ہاتھوں اسلام کو عیسائیت کے مقابل زبردست اور نمایاں فتح حاصل ہو گئی۔ اس معرکہ نے تثلیث پرستوں کے حوصلے انتہائی پست کر ڈالے اور پھر آج تک کسی بشپ کو جرات نہ ہو سکی کہ وہ برملا مسلمانوں کو گزشتہ انداز میں بحث کا چیلنج دے سکے بلکہ اس کے برعکس یہ تبدیلی رونما ہوئی کہ دوران گفتگو جونہی پادریوں کو معلوم ہوتا کہ ان کا مخاطب کوئی احمدی ہے تو وہ بحث بند کر دیتے اپنا کیمپ اکھاڑ کر دوسری طرف چل دیتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خفیہ طور پر کوئی ایسے احکام ضرور جاری کئے گئے ہیں کہ وہ احمدیوں سے ہرگز گفتگو نہ کریں۔ [۱۵]

المختصر عیسائیت کے ایک نامور نمائندے کا یوں بے بسی کے ساتھ میدان چھوڑنے سے ملک کے چاروں طرف ایک شور سا مچ گیا اور ملکی اخبارات نے کھلے لفظوں میں لارڈ بشپ کے گریز کو عیسائیت کی بھاری شکست سے تعبیر کیا۔

"انڈین سپیکٹیٹر" کی طرف سے بشپ کے گریز پر تبصرہ

"انڈین سپیکٹیٹر" نے بشپ کے انکار پر لکھا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے بشپ نے متانت کو چھوڑ کر جلد بازی کے ساتھ ایک ایسے چیلنج سے گریز اختیار کی ہے جس کا محرک وہ پہلے خود ہی ہوا تھا کچھ عرصہ ہوا کہ بشپ نے مسلمان حاضرین کے سامنے مسیح کی صداقت کا ثبوت پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس دعوت کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جس کے دعویٰ مسیحیت کی نسبت ہم پیشتر ازیں اسی اخبار میں ذکر کر چکے ہیں قبول کر لیا۔ اب خواہ مرزا غلام احمد مفتری ہو اور خواہ وہ اپنے آپ کو واقعی مسیح موعود سمجھتا ہو دونو حالتوں میں کوئی وجہ نہیں کہ بشپ اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ بشپ کا بیان ہے کہ مرزا صاحب نے

مسیح کہلا کر ایک خوفناک ہتک اور بے عزتی مسیح کی کی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ دو ہزار سال گزرے اسی وجہ پر یہودیوں نے یسوع کو صلیب دی تھی۔ اس کے مسیح کہلانے پر انہوں نے ہتک محسوس کی۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بشپ مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحائی کی نسبت یہ لکھتا ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کے ایک کثیر التعداد گروہ نے اس پر حقارت اور استہزاء ظاہر کیا ہے اور وہ اس کو مرزا صاحب کے دعویٰ کے بطلان کا قطعی اور یقینی ثبوت خیال کرتا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ جب پیلاطوس نے یہودیوں کے مجمع سے سوال کیا کہ عید فسح کے روز کسے آزاد کرانا چاہتے ہیں مسیح کو یا براباس کو تو ان سب نے بالاتفاق بدمعاش چور کے حق میں رائے دی۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یسوع کا دعویٰ مسیحیت بے بنیاد تھا۔ ہم مرزا غلام احمد کے پیرو نہیں اور نہ اس کے دعاوی کو مسیح کے دعووں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارا اعتراض بشپ کی جھوٹی منطق پر ہے۔ اگر تمام مسلمانوں نے مرزا صاحب کا دعویٰ مان لیا ہوتا تو کیا بشپ ان کے رسالت کے دعویٰ کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا۔ اس وقت اس ملک کے لوگ اپنے مذہبی خیالات پر بالاستقلال قائم نہیں ہیں اس لئے ایسے لوگوں کے لئے جو ان کو سچائی پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ وہ دلائل ایسے پیش نہ کریں جو نہایت مضبوط اور قاطع نہ ہوں۔" [۱۶] (ترجمہ)

عصمت انبیاء کے موضوع پر سلسلہ مضامین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے مایہ ناز علم کلام کی فرومائیگی کو انتہاء تک پہنچانے کے لئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز [۱۷] میں "عصمت انبیاء" کے موضوع پر کئی قسطوں میں ایک زبردست مضمون لکھا جس نے بس دن ہی چڑھا دیا اور راد رد یگر انبیاء کے مقابل ہر جہت سے آنحضرت ﷺ کے مقام کی افضلیت اور برتری بالکل نمایاں ہو گئی۔ [۱۸]

نواب عماد الملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسین صاحب کی قادیان میں آمد اور قبول حق

لکھنؤ میں ایک بزرگ نواب عماد الملک سید مہدی حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء ہوتے تھے جو ایک زمانہ میں حیدر آباد کے ہوم سیکرٹری اور چیف جسٹس بھی رہ چکے تھے۔ [۱۹] نواب عماد الملک علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی اور علوم قدیمہ و جدیدہ کے زبردست فاضل تھے اور روشن خیال مسلمانوں میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے انہوں نے بشپ لیفرائے کے فرار کا واقعہ اخبار پانیئر الہ آباد میں

پڑھا تو ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کا شوق دامن گیر ہو گیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا جو اتنے بڑے آدمی کو ایک فوق العادت دعوت دیتا ہے اور اس کی غلامی میں بڑے عقیل و فہیم داخل ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مولوی عبدالکریم صاحب کی مصنفہ کتاب "سیرۃ مسیح موعود" کا مطالعہ کیا اور گرویدہ ہو گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی صاحب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اسی دوران میں ان کی لکھنؤ میں (جہاں وکالت کرتے تھے) حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سے ملاقات ہوئی جس کے بعد ۲۶/ دسمبر ۱۹۰۱ء کو حضور کی خدمت میں قادیان پہنچے اور حضور کے نیاز حاصل کر کے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے ان کو نہایت شرح و بسط سے پیغام حق پہنچایا اور بتایا کہ خدا نے مجھے صرف اس غرض سے بھیجا ہے تا میں ادیان عالم پر اسلام کو غالب کر دکھاؤں۔ میں اسی طرح مامور ہوں جس طرح پہلے مامور تھے۔ پس آپ میری مخالفت میں بھی بہت سی باتیں سنیں گے اور بہت قسم کے منصوبے پائیں گے لیکن میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ اور اگر میں خدا کی طرف سے آیا نہ ہوتا تو میری یہ مخالفت بھی ہرگز نہ ہوتی۔ [۲۰]

حضرت اقدسؑ کے ارشادات سن کر ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا بیان ہے کہ نواب صاحب سے سید عبداللہ صاحب بغدادی نے دریافت کیا کہ حضور انور کو کیسا پایا۔ تو انہوں نے عربی زبان میں جواب دیا۔ کہ آپؑ نبیوں جیسے اور آپ کا کام نبیوں جیسا ہے اور لاریب صادق ہیں۔

چونکہ نواب صاحب کو "آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" میں شامل ہونا تھا [۲۱] اس لئے جلد واپس تشریف لے گئے۔ قادیان سے جانے کے بعد ان کی سلسلہ سے ارادت و عقیدت روز بروز بڑھتی گئی۔ وہ قومی تحریکوں میں باقاعدہ شریک ہوتے۔ حضرت اقدسؑ اور الحکم سے ان کو خاص الفت تھی۔ انہیں قادیان میں آنے کی بار بار تڑپ پیدا ہوتی تھی اور وہ بارہا اس موقعہ کی تلاش میں بھی رہے مگر افسوس زندگی نے وفا نہ کی اور آپ ۱۳/ جنوری ۱۹۰۴ء کو بمقام لکھنؤ انتقال فرما گئے۔ [۲۲]

حواشی

۱۔۲۔ "تاریخ بشارت السند و پاکستان" صفحہ ۲۱۸۔۲۱۹ (مولفہ پادری خورشید عالم چرچ مشنری سوسائٹی گوجرہ' شائع شدہ ۱۹۴۹ء) والحکم ۱۴/ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۔ ۲؛ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۹۲

۳۔ بعض نئی اناجیل میں ان الفاظ کی بجائے یہ الفاظ رکھ دیئے گئے ہیں "تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے نیک تو ایک ہی ہے" لیکن انگریزی کی متی انجیل اور مرقس باب ۱۰ آیت ۱۸ نیز لوقا باب ۱۸ آیت ۱۹ میں ابھی تک وہی الفاظ ہیں کہ "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔"

۴۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۔ ۲

۵۔ الحکم ۱۴/ فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱ تا ۳

۶۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۳۔ ۶

۷۔ "روایات صحابہ" غیر مطبوعہ جلد ۸ صفحہ ۲۱۱ (روایت مرزا افضل بیگ صاحب)

۸۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۔ ۳

۹۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۱ تا ۳ و الحکم ۱۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱

۱۰۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۱ تا ۳' الحکم ۱۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱

۱۱۔ الحکم ۱۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱

۱۲۔ الحکم ۲۱/ جنوری ۱۹۱۹ء و "تبلیغ رسالت" جلد ۹ صفحہ ۳۔ ۱۱

۱۳۔ بحوالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵۳۔ ۳۵۶

۱۴۔ اس امر کے ثبوت میں پادری ای ایڈمنڈ صاحب (E' ADMUND) کی وہ چٹھی پیش کرنا کافی ہو گا جو انہوں نے ۱۸۵۵ء میں دارالامارت کلکتہ سے ہندوستان کے تمام سرکاری ملازموں کے نام لکھی جس میں انہوں نے لکھا کہ تمام ہندوستان میں عمل داری بھی ایک ہو گئی ہے مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ نیز اس خواہش کا اظہار کیا کہ موجودہ نسل یہ حقیقت سمجھ لے اور عیسائیت میں آجائے۔ (مکتوب کے لئے ملاحظہ ہو "اسباب بغاوت ہند" صفحہ ۱۹۲۔ ۲۰۲ (از سرسید احمد خاں شائع کردہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی)

۱۵۔ اس قسم کے بعض ذاتی واقعات مولف "حیات طیبہ" اور مولف "مجدد اعظم" نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جو بڑے ایمان افروز ہیں۔ ایک غیر از جماعت دوست سلطان احمد صاحب اکوشٹ (پھوپھی زاد بھائی صوفی محمد رفیع صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی سکھر) کا حلفیہ بیان ہے کہ

"۱۹۴۲ء کی بات ہے جب کہ میں دوران جنگ میں پونا چھاؤنی میں ملازم تھا۔ اس وقت فوجی افسران سے جو عموماً کرنل میجر کپتان اور لیفٹیننٹ کے عہدے کے انگریز ہوتے تھے سرکاری کام کے علاوہ دوسری باتیں بھی ہوتی تھیں۔ ایک دن باتوں میں ایک لیفٹیننٹ نے جس کا نام فسٹ تھا مجھ سے کہا کہ آؤ آج مذہبی بحث کریں۔ میں نے کہا کہ بحث اس شرط پر کرتے ہیں کہ جو ہار جائے وہ دوسرے کا مذہب اختیار کرے۔ سو اگر اسلام سچا ہو تو تم مسلمان ہو جانا۔ پھر میں نے کہا کہ تم لوگوں میں سب سے بڑا مسئلہ تو مسیح کے ابن اللہ ہونے کا ہے مگر ابن اللہ ہونے کا زیادہ حقدار تو آدم ہیں۔ جب میں نے اتنا کہا تو وہ فوراً کہہ اٹھے کہ تم احمدیہ موومنٹ کے آدمی ہو۔ میں نے کہا نہیں میں احمدی نہیں ہوں۔ مگر اس نے میری ایک نہ مانی اور بار بار اس پر زور دیتا گیا کہ نہیں تم احمدی ہو۔ پھر اس نے یہ کہا کہ میں انگلستان کا انگریز نہیں ہوں بلکہ امریکہ کا انگریز ہوں اور وہاں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم کسی احمدی سے بات نہ کرنا ورنہ وہ تم کو مسلمان بنا لے گا۔ سو اب میں تم سے بات نہیں کروں گا۔" الفضل ۹/ فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱)

۱۶۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۶۱۔ ۳۶۳

۱۷۔ رسالہ کے اجراء کا ذکر ۱۹۰۲ء میں آرہا ہے۔
۱۸۔ ملاحظہ ہو رسالہ ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۰۲ء
۱۹۔ الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰
۲۰۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ ۶
۲۱۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ اس کانفرنس کی بنیاد سرسید مرحوم نے ۱۸۸۷ء میں ڈالی تھی۔
۲۲۔ الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰۔

جہاد (بالسیف) کے التواء کا فتویٰ
رسالہ "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" کی تصنیف واشاعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر ابتداء ہی سے انگریزی حکومت بڑی کڑی نگرانی رکھتی آرہی تھی۔ خفیہ پولیس حضور کی نقل و حرکت کے متعلق رپورٹیں بھجواتی۔ وہ مہمان جو حضورؑ کو ملنے کے لئے آتا پولیس اس کا نام اور پتہ دریافت کرتی اور اس کے آنے کی غرض پوچھتی اور پوری طرح اس خیال میں رہتی کہ کسی منصوبہ کا پتہ لگتے ہی گرفتار کرلیا جائے۔ بعض انگریزی حکام ان روساء کو (جن کی نسبت ان کو معلوم ہو تاکہ احمدیت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) بوقت ملاقات اشارۃً کہہ دیتے کہ گورنمنٹ تو اس سلسلہ کو شبہ کی نگاہوں سے دیکھتی ہے آپ ان سے کیوں تعلق رکھتے ہیں۔ حکومت کے احمدی ملازمین کو ان کے بالا افسر بہت دق کرتے تھے اور انگریزی حکام ان کے حقوق پامال کرنا عام بات سمجھتے تھے۔ [1] اور اس کی تمام تر وجہ یہ تھی کہ انگریزی حکومت حضور اور حضور کی جماعت کو مشکوک نگاہ سے دیکھتی تھی۔ یہ صورت حال ۱۹۰۷ء تک پوری شدت سے قائم رہی حتیٰ کہ سر ایبٹسن گورنر ہو کر آئے اور انہوں نے تمام حالات کا جائزہ لے کر اور حضور کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد گورنمنٹ کو یہ رپورٹ کی کہ اس جماعت کے ساتھ یہ سلوک ناروا ہے بلکہ بڑی ناشکر گزاری کی بات ہے کہ جس شخص نے امن قائم کیا اور جو امن پسند جماعت قائم کر رہا ہے اس پر پولیس چھوڑی گئی ہے یہ بڑی احسان فراموشی ہے اور میں اسے ہٹا کر چھوڑوں گا۔ [2] چنانچہ ان کی کوشش سے ۱۹۰۷ء میں احمدیوں کی نگرانی کا سلسلہ تو قریباً قریباً ختم ہو گیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے آخر تک حکومتی پالیسی سے مطمئن نہیں تھے جس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضور کی خدمت میں تحریری درخواست کی کہ ایک انگریز

حضور سے ملنا چاہتے ہیں جس پر حضور نے جواب دیا کہ "مجھے معلوم نہیں کہ کیسا اور کس خیال کا انگریز ہے ۔ بعض جاسوسی کے عہدے پر ہوتے ہیں اور بعد ملاقات خلاف واقعہ باتیں لکھ کر شائع کرتے ہیں صرف یہ اندیشہ ہے [۳]۔"

حضرت اقدسؑ کا مسلک مذہبی آزادی دینے والی حکومت کے متعلق

اس پالیسی کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی تعلیم کی روشنی میں ابتداء ہی سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ (مذہبی آزادی دینے والی) باقاعدہ قائم شدہ حکومت کے خلاف اس کی حدود میں رہتے ہوئے جہاد بالسیف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا مرحلہ ملک سے ہجرت کے بعد آتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ حکومت مذہبی آزادی نہ دے اور بزور شمشیر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کرے اور انگریزی حکومت نے تو سکھا شاہی کے ظالمانہ دور کے بعد جس میں محض اسلام کی بناء پر مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور اذان تک کہنے کی ممانعت کر دی گئی تھی مذہبی آزادی دے کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ کھول دی اور اب مسلمان بلا مزاحمت اپنے عقائد حقہ کی اشاعت اور دوسروں کے عقائد باطلہ کی تردید کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ [۴] (۱۷۸۱۔۱۸۳۱) حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ [۵] (۱۷۸۱۔۱۸۳۱) حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ [۶] (۱۸۴۸۔۱۸۸۶) اور مفتیان مکہ [۷] کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے ہم عصر نامور اور مستند مذہبی و سیاسی مسلم لیڈر مثلاً سید نذیر حسین صاحب دہلوی شیخ الکل [۸] (۱۸۰۵۔۱۹۰۲) نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی [۹] (۱۸۳۲۔۱۸۹۰) مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث [۱۰] (۱۸۳۵۔۱۹۲۰) سر سید احمد خاں کے۔ سی۔ ایس بانی علی گڑھ کالج [۱۱] (۱۸۱۷۔۱۸۹۸) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی [۱۲] (۱۸۲۸۔۱۹۰۵) شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب [۱۳] (۱۸۳۶۔۱۹۱۲) نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی [۱۴] (۱۸۴۶۔۱۸۹۵) مولوی احمد رضا خاں بریلوی [۱۵] (متوفی ۱۹۲۱ء) اور دوسرے علماء یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ موجودہ انگریزی حکومت کی سیاسی اطاعت فرض اور بغاوت حرام ہے۔

مسئلہ جہاد کے متعلق ۱۸۸۲ء میں وضاحت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی دفعہ اپنے اس نظریہ کے اظہار کی ضرورت ۱۸۸۲ء میں محسوس ہوئی جب کہ ہندوستان کے مشہور تعلیمی کمیشن کے پریذیڈنٹ سر ولیم ہنٹر آئی۔ سی۔ ایس نے اپنی کتاب مسلمانان ہند "The Indian Musalmans" (مطبوعہ ۱۸۷۱ء) میں یہ

خطرناک پراپیگنڈہ کر کے مسلمانوں کو قومی حیثیت سے ختم کر دینے کی مہم جاری کر رکھی تھی کہ مسلمان لوگ انگریزی حکومت کے وفادار نہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیتے ہیں نیز لکھا "تمام مسلمان اپنے بغاوت سکھانے والے پیغمبر کی زہر آمیز نصیحتوں کو نہایت ذوق و شوق سے سنتے ہیں۔" پھر لکھا "ہندوستان کے مسلمان اب بھی ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے لئے موجب خطر چلے آتے ہیں۔" [۱۶]

اس قسم کے خیالات کا نتیجہ تھا کہ مسلمانان ہند کے حقوق بے دردی سے پامال ہو رہے تھے اور تعلیم و ملازمت کے دروازے ان پر اکثر و بیشتر مدتوں سے بند ہو چکے تھے۔ یہ افسوسناک صورت حال دیکھ کر پنجاب میں انجمن اسلامیہ لاہور اور انجمن ہمدردی اسلام نے انگریزی حکومت کو ایک میموریل بھجوانے کی تحریک اٹھائی۔ حضرت اقدس کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے براہین احمدیہ حصہ سوم میں اس کی تائید کرتے ہوئے یہ تجویز بھی رکھی کہ اس تمام تر خرابی کی وجہ ڈاکٹر ہنٹر اور ان جیسے متعصب انگریزوں کے جہاد کے متعلق غلط خیالات ہیں جو بعض سرحدی لوگوں کے (جو غیر مسلموں کو بلاوجہ قتل کر دیتے ہیں) ناشائستہ افعال میں تو موجود ہیں مگر اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے گورنمنٹ سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے اعلیٰ نمونے دکھائے ہیں مگر ڈاکٹر ہنٹر نے ان تمام وفاداریوں اور مخلصانہ خدمات کو یکسر نظر انداز کر کے انصاف و حقیقت کا خون کیا ہے۔ پس مسلمانوں کی بہبود و ترقی کے لئے ضروری ہے کہ علماء کے فتووں کو محض انفرادی حیثیت سے چھاپنے کی بجائے مسلمانان ہند کی بڑی بڑی انجمنیں مستند اور مشہور علماء کے قلم سے وسیع پیمانے پر بکثرت یہ وضاحتی بیانات شائع کریں کہ ایسی سلطنت سے لڑائی یا جہاد جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن و عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں قطعی حرام ہے۔ اس طریق سے ڈاکٹر سرولیم ہنٹر اور ان جیسے دشمنان اسلام کے پراپیگنڈہ کا اثر زائل کرنے میں بھاری مدد ملے گی اور حکومت انگریزی پر بھی مسلمانوں کی صاف باطنی کھل جائے گی اور بعض حقیقت ناشناس مسلمان جنہیں اسلامی نظریہ جہاد کی واقفیت نہیں صحیح موقف سے آشنا ہو جائیں گے [۱۷]۔

رسالہ "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" کی تصنیف اور فتویٰ التوائے جہاد

حضرت اقدس علیہ السلام براہین احمدیہ میں اس امر پر روشنی ڈال چکے تھے اور حکومت وقت سے اطاعت کے متعلق آپ کا موقف ملک اور حکومت کے سامنے آچکا تھا مگر رسول خدا ﷺ نے چونکہ مسیح موعود کے متعلق پہلے سے یہ خبر دے رکھی تھی "یضع الحرب [۱۸]" یعنی وہ آکر سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا التواء کر دے گا۔ اس لئے

آپ نے اسے اپنے آقا کی ہدایت سمجھتے ہوئے اور اس پر لفظاً لفظاً تعمیل کرنے کے لئے اول ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک رسالہ "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" کے نام سے شائع کیا جس میں آنحضرت ﷺ کی حدیث یضع الحرب کا ذکر کیا اور مسئلہ جہاد پر جامع رنگ میں روشنی ڈالی اور خود قرآن و حدیث سے ثابت کر دکھایا کہ اسلام سے بڑھ کر صلح و امن کا علمبردار کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہی مذہب ہے جس نے اپنی دعوت کی بنیاد صلح پسندی کے عالمگیر اصولوں پر رکھی ہے اور اوائل اسلام میں جو جنگیں لڑنی پڑیں وہ محض وقتی اور مدافعانہ حیثیت کی تھیں اس لئے موجودہ حکومت میں جب کہ مذہبی آزادی ہے اور مسلمانوں کو مذہب کے نام پر قتل نہیں کیا جاتا تلوار اٹھانا اور ملک میں فساد پھیلانا اسلام کے خلاف ہے۔

جہاد کی حقیقت

چنانچہ حضورؑ نے تحریر فرمایا:

"جہاد کے مسئلہ کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ایسا ایک پیچیدہ امر اور دقیق نکتہ ہے کہ جس کے نہ سمجھنے کے باعث سے اس زمانہ اور ایسا ہی درمیانی زمانہ کے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ہمیں نہایت شرم زدہ ہو کر قبول کرنا پڑتا ہے کہ ان خطرناک غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے مخالفوں کو موقع ملا کہ وہ اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب کو جو سراسر قانون قدرت کا آئینہ اور زندہ خدا کا جلال ظاہر کرنے والا ہے مورد اعتراض ٹھہراتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا......

اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے؟ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور تمام قومیں اس کی دشمن ہو گئی تھیں......اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سرخ ہو گئے۔ پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسولؐ کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں۔ بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق استقامت کے پہاڑ نے ان تمام

آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی۔ اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی.... تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے.. اپنی پاک کلام شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ.. میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا ۔ وان الله علی نصرهم لقدیر۔ ن الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق۔ یعنی خدا نے ان مظلوم لوگوں کی جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے فریاد سن لی اور ان کو مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ اور خدا قادر ہے جو مظلوم کی مدد کرے (الجزو نمبر ۱۷ سورۃ الحج) مگر یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا بلکہ اس زمانہ کے متعلق تھا جب کہ اسلام میں داخل ہونے والے بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے لیکن افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں جس کی اصل جڑ آیت کریمہ مذکورہ بالا ہے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں۔ ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دین داری کا شعار سمجھا گیا اور مسلمانوں نے انسانوں پر ناحق تلوار چلانے سے بنی نوع کی حق تلفی کی اور اس کا نام جہاد رکھا"۔

"یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پر جوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں...... اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی ان سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں۔ یہ لوگ جب حکام وقت کو ملتے ہیں تو اس قدر سلام کے لئے جھکتے ہیں کہ گویا سجدہ کرنے کے لئے طیار ہیں۔ اور جب اپنے ہم جنسوں کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو بار بار اصرار ان کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔"

"اگر فرض بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا

خاتمہ ہو جائے گا...... ہائے افسوس کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت ﷺ کے منہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا...... جب کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔" [۱۹]

اپنی جماعت کو ہدایت

ایک ہفتہ بعد حضورؑ نے ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء کو التوائے جہاد کا باقاعدہ فتویٰ دیتے ہوئے اپنی جماعت کو ہدایت فرمائی کہ "ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا کھڑا کیا گیا ہے۔" نیز لکھا۔ "مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع کام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بدی کا بدی سے مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔" [۲۰]

فتویٰ جہاد کی وضاحت نظم میں

چند دن بعد ۷ جون ۱۹۰۰ء کو آپ کی ایک نظم بھی شائع ہوئی جس میں آپؑ نے اس فتویٰ کا سبب بیان کیا۔

اس نظم کے ابتدائی اشعار بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔۔۔ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر ۔۔۔ کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰؐ ۔۔۔ عیسیٰؑ مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء

حضورؑ نے اس نظم میں مسلمانوں کو نہایت لطیف پیرائے میں جہاں بانی کے حقیقی اصولوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے اندر روحانی انقلاب پیدا کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی ۔۔۔ وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی ۔۔۔ وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی ۔۔۔ خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی ۔۔۔ حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی
سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی ۔۔۔ اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی۔ [۲۱]

جہاد بالسیف کی ممانعت محض وقتی اور ہنگامی نوعیت کی تھی

جیسا کہ مذکورہ بالا نظم سے بھی واضح

ہے حضورؑ نے جہاد بالسیف سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے ساتھ ہی یہ تصریح بھی کردی کہ جہاد ایک عرصہ کے لئے ملتوی کیا گیا ہے ہمیشہ کے لئے اٹھا نہیں لیا گیا۔ اسی ضمن میں حضورؑ ابتداء ہی سے صاف لفظوں میں بتاتے آ رہے تھے کہ یہ التواء فقط اس لئے ہے کہ ہمارے ملک میں اور اس زمانہ میں جہاد کی شرائط موجود نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "فَرُفِعَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ بِرَفْعِ اَسْبَابِهَا فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ" یعنی جہاد (بالسیف) اس لئے جائز نہیں کہ اس زمانہ اور اس ملک ہندوستان میں اس کی شرائط معدوم ہیں۔ نیز فرمایا " وَاُمِرْنَا اَنْ نُعِدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ كَمَا يُعِدُّوْنَ لَنَا وَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ اَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ۔ "[۲۲] یعنی ہمیں مامور ہی اس غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم کافروں کے مقابل اسی قسم کی جنگ کی تیاری کریں جس طرح ہمارے مقابل کرتے ہیں اور یہ کہ تلوار سے قتل کئے جانے سے قبل تلوار نہ اٹھائیں۔

اس مسلک کی وضاحت آپؑ نے اردو کے الفاظ میں یہ فرمائی کہ "اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلادیں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کردے۔"[۲۳]

فتویٰ کی مخالفت اور افسانہ کی اختراع

حضرت مسیح موعودؑ کے اس علمی جہاد کبیر کے اعلان پر اگر مسلمانان عالم توجہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا مگر افسوس یہ عجیب بات ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فتویٰ دیا وہ اگرچہ عملاً ۱۸۸۲ء سے علماء ہند کے سامنے تھا اور لدھیانہ کے چند علماء کے سوا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نزدیک روح اسلام سے معرا اور سراسر ناواقف و جاہل تھے[۲۴] علمائے ہند نے آپ کا موقف صحیح تسلیم کیا۔ لیکن جب آپ نے اٹھارہ برس بعد محض رسول خدا ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں اس مسلک کا باقاعدہ اعلان کیا تو اس پر علماء کی طرف سے زبردست شور و غوغا بلند ہوا۔ اور باوجودیکہ آپ نے ساتھ ہی وضاحت کردی کہ اس فتویٰ سے شرائط جہاد کے کالعدم ہونے کے باعث جہاد بالسیف کا التواء مقصود ہے مگر اس اعلان کو نہایت درجہ خدا ناترسی اور حق پوشی کے ساتھ "انکار جہاد" سے تعبیر کیا گیا۔ برسوں کے بعد جب عوامی ذہن اس پراپیگنڈا کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوگیا تو اس میں سیاست کا رنگ بھرتے ہوئے یہ افسانہ اختراع کیا گیا کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے جذبہ جہاد سلب کرنے کے لئے اس جماعت کو جنم دیا ہے اور یہ تحریک انگریز کی اٹھائی ہوئی ہے۔ اس مضحکہ خیز خیال کی تردید کے لئے ایک غیر از جماعت دوست کا یہ بیان کافی ہے کہ "جماعت احمدیہ کی شروع

زمانہ کی ترقی میں انگریزی حکومت کی سرپرستی کو بہت کم دخل ہے۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں اپنے معتقدین کو ایک منظم اور روبہ ترقی جماعت کی صورت میں قائم کر چکے تھے۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے اس وقت تک ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنوں میں جنم ہی نہ لیا تھا اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفا پیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور پر حاجت نہ ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کے زمانے میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب، سرسید احمد خاں سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے رد میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے۔" [۲۵]

برسوں کی آویزش کے بعد حکم و عدل کے علم کلام کی طرف رجوع

جہاد کی بناء پر جماعت احمدیہ پر انگریز کے آلہ کار ہونے کا خیال پیدا کرنے والے دماغ دارالعلوم دیوبند کی اس سیاسی تحریک کی طرف منسوب ہوتے ہیں [۲۶] جس کے بانی مشہور عالم مولوی محمود الحسن صاحب (۱۸۵۱-۱۹۲۰) تھے جنہوں نے ۱۹۱۵ء میں تشدد اور جارحیت کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہندوستان کی قائم شدہ حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ایک انقلابی پروگرام تجویز کیا جس کا خمیازہ ہندوستان کے مسلمانوں اور دوسرے ہندوستانی باشندوں کو نہایت عبرت انگیز رنگ میں بھگتنا پڑا۔ ہزاروں نفوس جیل میں ڈال دیئے گئے اور سینکڑوں تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ اور غلامی کی زنجیریں پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئیں۔

تشدد و جبر کے اس دوسرے تجربہ کی ناکامی نے مولوی محمود الحسن صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی آنکھیں کھول دیں اور وہ بالآخر ۱۹۲۰ء میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ ان کا متشددانہ مسلک غلط ہے چنانچہ...... ایک مسلمان لیڈر کا (جن کی پوری زندگی جماعت احمدیہ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا ثابت کرنے کی کوشش میں صرف ہوئی ہے بلکہ یہ خیال ابتداء "انہی کے ذہن کی پیداوار ہے) اعتراف ہے کہ:

"۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں علماء شریک ہوئے اور ناکامی کے بعد مارے گئے کچھ قید ہوئے۔ ہزاروں انسان قتل ہوئے، شہزادے قتل ہوئے، ان کا خون کیا گیا۔ ان مصیبتوں کے بعد ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسلامی حکومت قائم کرنے کا خیال شکست کھا گیا۔ اس کے بعد پھر ۱۹۱۴ء میں علماء کی ایک جماعت نے اسی خیال سے یعنی مسلم راج کرنے کے خیال سے تحریک شروع کی اور اس میں بھی شکست کھائی۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے۔ دہلی

میں ملک کے مختلف حصوں سے پانچ سو سے زائد علماء کا اجتماع ہوا اور وہاں یہ طے پایا کہ تشدد کا یہ راستہ غلط ہے موجودہ دور میں اسلامی حکومت کا قیام تقریباً ناممکن ہے لہٰذا کانگرس کے ساتھ شامل ہو کر ہندوستان کی تمام قومیں مل کر ملک کا انتظام کریں اور جمہوری حکومت بنائیں۔ چنانچہ اس وقت تک ہم اسی عقیدے پر قائم ہیں اور ہم اسی راستہ کو صحیح راستہ سمجھتے ہیں۔" [۲۷]

حضرت مسیح موعودؑ کے نظریہ جہاد کی تائید علماء کی طرف سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظریہ جہاد نے عالم اسلامی کے افکار و خیالات پر کتنا گہرا اثر ڈالا ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف برصغیر ہند و پاک کے بعض جید علماء کی تحریرات ذیل میں درج کرتے ہیں:

۱ مولانا ابوالکلام آزاد سابق وزیر تعلیم بھارتی حکومت (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں:

"جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کرنا ہے۔ جہاد کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ سعی زبان سے بھی ہے مال سے بھی ہے۔ انفاق وقت و عمر سے بھی ہے محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور خون بہانے سے بھی ہے۔"

"دشمنوں کی فوج سے خاص وقت ہی میں مقابلہ ہو سکتا ہے لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی کی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے......اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے الگ کر دینے کے بعد بھی حقیقت جہاد باقی رہتی ہے۔" [۲۸]

۲ مولانا حسین احمد صاحب مدنی (۱۸۷۶ء-۱۹۵۷ء) لکھتے ہیں:

اگر کسی ملک میں اقتدار اعلیٰ کسی غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں ہو لیکن مسلمان بھی بہرحال اس اقتدار میں شریک ہوں اور ان کے مذہبی اور دینی شعائر کا احترام کیا جاتا ہو تو وہ ملک حضرت شاہ صاحب (یعنی شاہ عبدالعزیز قدس سرہ۔ ناقل) کے نزدیک بلاشبہ دارالاسلام ہو گا اور ازروئے شرع مسلمانوں کا فرض ہو گا کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھ کر اس کے لئے ہر نوع کی خیرخواہی اور خیراندیشی کا معاملہ کریں۔" [۲۹]

۳ مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زریں سے لے کر آج تک مسلمانوں کا ہمیشہ یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیر سایہ رہے اس کے وفادار اور اطاعت گزار رہتے۔ یہ صرف ان کا طرز عمل نہ تھا بلکہ ان کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآن مجید حدیث فقہ سب میں کنایتہً اور صراحتاً مذکور ہے۔" [۱۲۰]

۴ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

"جہاد کے معنی عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے...... لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں اس کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی حق کی بلندی اور اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر ایک قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا...... اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا بھی جہاد ہے"

"افسوس کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے ضروری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ سرسبز ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے صرف دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے تنگ میدان میں محصور کر دیا ہے۔"

"یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد اور قتال دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں...... بلکہ ان دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے یعنی ہر جہاد قتال نہیں بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں کے ساتھ لڑنا بھی ہے۔" [۱۲۱]

۵ مولوی ظفر علی خاں صاحب آف زمیندار (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) لکھتے ہیں:

"اسلام نے جب کبھی جہاد (جہاد بالسیف مراد ہے۔ ناقل) کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے...... اس کے لئے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتداء شرط ہے۔ اتنی شرطوں کے ساتھ جو مسلمان خدا کی راہ میں نکلتا ہے اس کو کوئی شخص مطعون نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر مسلمانوں نے اپنی حکومت و سلطنت کے زمانہ میں کبھی ملک گیری کے لئے توسیع مملکت اقوام و امم کو غلام بنانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے تو اس کو جہاد سے کوئی تعلق نہیں۔" [۱۲۲]

۶ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) لکھتے ہیں:

"جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچے بچے کو معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ جب کفار مذہبی امور میں ہارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب و ضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر

مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کر سکیں نہ ہمارے پاس سامان حرب ہے ایسی صورت میں ہم لوگ ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔" [۳۳]

۷۔ "جہاد فی الاسلام" کے مصنف سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی (ولادت ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء) انگریزی حکومت کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"ہندوستان اس وقت بلاشبہ دار الحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دار الحرب نہیں رہا۔" [۳۴]

ان چند تحریرات ہی سے جو بطور مثال درج کی گئی ہیں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو مسلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسئلہ جہاد کے متعلق اختیار فرمایا مسلمانوں کے جید علماء بالآخر اس کی تائید کرنے پر مجبور ہوئے۔

حواشی

۱۔ ملخصاً از مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۳

۲۔ الفضل ۱۸/ فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶ کالم ۱ (خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

۳۔ "ذکر حبیب" (از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ) صفحہ ۳۴۴-۳۴۵

۴۔ فرماتے ہیں "ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلاروک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔" (سوانح احمدی صفحہ ۱۷ از مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری شائع کردہ صوفی پرنٹنگ کمپنی بہاؤ الدین)

۵۔ سوانح احمدی صفحہ ۱۲۲

۶۔ "مجموعہ فتاویٰ" (مولانا عبد الحی لکھنوی) مطبوعہ ۱۳۱۱ھ جلد دوم صفحہ ۲۳۵ پر آپ نے انگریزی حکومت کو دار الاسلام قرار دیا ہے۔

۷۔ "جمال دین ابن عبد اللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ معظمہ احمد بن ذہنی شافعی مفتی مکہ معظمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ سے بھی فتاویٰ حاصل کئے گئے جن میں ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔" (کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری' مولفہ شورش کاشمیری صفحہ ۱۳۱)

۸۔ لکھتے ہیں "جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔" (فتاویٰ نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۴۔ ۲۷۳۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس طبع اول ایضاً صفحہ ۳۷ تا ۳۹)

۹۔ کتاب "ہدایتہ السائل" اور دوسری متعدد کتابوں میں آپ نے لکھا کہ ہندوستان کے بلاد دار الاسلام ہیں نہ کہ دار الحرب...... اور غدر ۱۸۵۷ء میں جن مفسدوں نے انگریزی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا تھا وہ فساد تھا نہ جہاد" (اشاعت السنہ جلد ۹ صفحہ ۱۶ ایضاً" ترجمان وہابیہ" صفحہ ۱۵۔ ۳۰۔ ۸۴ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ھ)

۱۰۔ ملاحظہ ہو ان کا رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد۔" نیز اشاعت السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷ پر لکھتے ہیں "اہل اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے اور یہ...... جہاد نہیں ہے۔"

۱۱۔ "اسباب بغاوت ہند" (مطبوعہ ۱۸۵۸ء) میں لکھتے ہیں "مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن تھے۔ کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے (رسالہ مذکور صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۶ شائع کردہ اردو اکیڈیمی سندھ)

۱۲۔ فرماتے ہیں "مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو مقبوضہ اہل مسیح ہے رہنا اور ان کا رعیت بننا درست ہے۔" (فتویٰ صراط مستقیم از اشرف علی صاحب تھانوی بحوالہ رسالہ خالد اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۰)

۱۳۔ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن میں اولوالامر کا مصداق انگریزوں کو قرار دیا تھا۔ ترجمہ پر ان کو ۱۹۰۲ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری پیش کی (داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری صفحہ ۴۰۸و "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" مولفہ شورش کاشمیری صفحہ ۱۳۵)

۱۴۔ دیکھئے ان کی کتاب "تحقیق الجہاد"

۱۵۔ لکھتے ہیں "ہندوستان دار الاسلام ہے اسے دار الحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔" نصرت الابرار صفحہ ۲۹ (مطبوعہ مطبع صحافی لاہور ایچی سن گنج)

۱۶۔ بحوالہ "حیات جاوید" جلد اول صفحہ ۱۴۴ (مولفہ مولانا الطاف حسین صاحب حالی) مطبوعہ ۱۹۰۳ء

۱۷۔ "براہین احمدیہ حصہ سوئم صفحہ ا تا ۴

۱۸۔ صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۹۰ (مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ باہتمام شیخ ظفر علی و مولوی عبد الرحمٰن)

۱۹۔ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ا تا ۱۳

۲۰- تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۴۷، ۴۸
۲۱- خطبہ الہامیہ ضمیمہ صفحہ ا تا ر "تحفہ گولڑویہ" صفحہ ۲۶، ۲۹ اور تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۴۹، ۵۲
۲۲- "حقیقۃ المہدی" صفحہ ۱۹
۲۳- مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ البدر ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۹ کالم ۳
۲۴- دیکھئے رسالہ "اشاعۃ السنہ" جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۷۵ حاشیہ
۲۵- احمدیہ تحریک صفحہ ۲۴۳ (ملک محمد جعفر خان صاحب ایڈووکیٹ) شائع کردہ سندھ ساگر اکادمی لاہور۔
۲۶- ملاحظہ ہو کتاب "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" صفحہ ۲۲ مولفہ شورش کاشمیری
۲۷- سوانح حیات "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" صفحہ ۱۲۰ مولفہ خاں کابلی مطبوعہ ہندوستانی کتب خانہ ۶۳ ریلوے روڈ لاہور طبع اول۔ جون ۱۹۴۰ء
۲۸- مسئلہ خلافت صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸ شائع کردہ خیابان عرفان کچہری روڈ لاہور
۲۹- نقش حیات جلد دوم صفحہ ۱۱ بحوالہ رسالہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۵۷ء
۳۰- مقالات شبلی جلد اول صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء
۳۱- سیرت النبیؐ جلد ۵ صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۷ (طبع سوم ۱۹۵۲ء)
۳۲- اخبار زمیندار ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (بحوالہ احمدیہ پاکٹ بک)
۳۳- رسالہ "شیخ سنوسی" صفحہ ۱۷ مولفہ خواجہ حسن نظامی
۳۴- "سود" حصہ اول صفحہ ۳۴۲-۳۴۳ ناشر اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور اشاعت اگست ۱۹۹۲ء۔

منارۃ المسیح کی
تحریک اور بنیاد

منارۃ المسیح

مخبر صادق رسول خدا ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ بعث اللہ عیسیٰ ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔ یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریمؑ کو مبعوث فرمائے گا اور آپ ایک سفید منارہ کے پاس نزول فرما ہوں گے جو دمشق کے شرقی طرف واقع ہو گا۔

(صحیح مسلم شریف مصری جلد ۲ باب ذکر الدجال و صفتہ و ما معہ صفحہ ۳۴۰)

اسلام کے عہد اول سے ہی یہ عقیدہ عام تھا کہ یہ منارہ بیضاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت سے ہے اسی لئے یہ پیش گوئی پوری کرنے کے لئے ۴۶۱ھ مطابق ۱۰۶۹ء میں بڑے اہتمام سے دمشق میں جامع اموی میں کئی لاکھ دینار کے صرف سے مینار بنایا گیا لیکن شوال ۷۴۰ھ بمطابق اپریل ۱۳۴۰ء میں عیسائیوں نے جامع اموی کو آگ لگا دی اور مینار بھی تباہ ہو گیا [1] جس پر اس کی دوبارہ بنیاد رکھی گئی جو ابن طولون کی تحقیق کی رو سے ۷۷۴ھ (بمطابق ۷۳-۱۳۷۲ء) میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ [2] ازاں بعد ۸۰۳ھ (بمطابق ۱۴۰۰ء) میں جب تیمور نے دمشق پر چڑھائی کی تو جامع مسجد میں پھر اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ تیمور نے آگ پر قابو پانے کی ہر چند کوشش کی مگر اسے سراسر ناکامی ہوئی اور جامع اور مینار دونوں پوری طرح اس کی زد میں آگئے اور جل گئے۔ نامور اسلامی مورخ ابن خلدون اور صاحب "ظفر نامہ" نے بھی اس حادثہ کا ذکر کیا ہے۔ [3] دمشق کے وقائع نگار محمد ادیب نے اس آتشزدگی کی بابت لکھا ہے کہ اس وقت جامع اموی کی پوری عمارت نذر آتش ہو گئی۔ مصحف عثمانی کا نسخہ جو اس میں رکھا تھا وہ بھی اس کی زد میں آگیا۔ علاوہ ازیں کتابوں کا تمام ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ بالآخر دو برس بعد شام کے گورنر شیخ خاصکی نے ۸۰۵ھ (بمطابق ۳-۱۴۰۲ء) میں اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ [4] اب تیسری بار کی سعی و جدوجہد سے گو جامع اموی بھی تعمیر ہو گئی اور "منارہ عیسیٰ" کے نام سے منارہ بھی قائم کر دیا گیا مگر خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ مسیح موعود کے زمانے اور اس کے مقام ظہور میں اس کی بناء رکھی جائے۔ اس لئے اب عام خیال کے برعکس بعض مفکرین اسلام مثلاً نویں صدی ہجری کے

مجدد [۵] حضرت امام جلال الدین صاحب سیوطی کا ذہن خود بخود اس طرف منتقل ہو گیا کہ منار کا خاص دمشق میں ہونا ضروری نہیں اسے صرف دمشق سے مشرقی جانب ہونا چاہئے خواہ کہیں ہو۔ [۶]

قادیان میں منار کی تعمیر کے لئے الٰہی تحریک

سو اسی تعبیر کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک ہوئی کہ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں (جو حدیث کے مطابق دمشق سے ٹھیک مشرقی جانب واقع ہے) ایک سفید منار تعمیر کیا جائے نیز یہ خبر دی گئی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے اس منار کی تعمیر کا گہرا تعلق ہے۔ [۷، ۸]

منار کے لئے اشتہار

یہ زمانہ مالی اعتبار سے جماعت کے لئے بڑا پر آشوب زمانہ تھا۔ ویسے بھی جماعت کی تعداد نہایت قلیل تھی اور ایسے عظیم الشان منار کے لئے کثیر رقم کی ضرورت تھی جس کا مہیا ہونا ایک مختصر سی جماعت کے لئے (جسے تبلیغ حق کے دوسرے کاموں میں بھی اپنی طاقت و بساط سے بڑھ کر خرچ کرنا پڑتا تھا) بڑا ہی مشکل امر تھا مگر جوں ہی خدا کا حکم آگیا حضرت اقدسؑ نے ہر قسم کے عواقب و خطرات سے بے نیاز ہو کر ۲۸/ مئی ۱۹۰۰ء کو جماعت کے نام ایک مفصل اشتہار شائع فرمایا جس میں بڑی شرح و بسط سے لکھا کہ۔

"حدیث نبوی کے مطابق ایک اونچا منار بنانے کی تجویز کی گئی ہے جو ماذنہ کا کام دے گا۔ اس پر لالٹین اور گھنٹہ بھی نصب ہو گا۔ منارہ تصویری زبان میں مسیح محمدی سے متعلق پیش گوئی لیظھرہ علی الدین کلہ کی طرف سے اشارہ کرے گا کہ جس طرح یہ مینار بلند ہے اسی طرح اسلامی سچائی بلندی کے انتہاء تک پہنچ جائے گی۔ اور جس طرح پر بلند ہونے والی آواز سب پر چھا جاتی ہے اسی طرح دین اسلام سب دینوں پر غالب آئے گا۔ منارہ کی لالٹین اور گھنٹہ یہ حقیقت بتائیں گے کہ زمینی علوم کے ساتھ آسمانی روشنی کا زمانہ آگیا اور دنیا کو اپنا وقت پہچاننا چاہئے۔"

منارۃ المسیح کی عظمت و اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؑ نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ

"یہ منارہ وہ منارہ ہے جس کی ضرورت احادیث نبویہ میں تسلیم کی گئی اور منارہ کا خرچ دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے اور جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لئے مدد کریں گے۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایسے موقع پر خرچ کرنا ہرگز ہرگز ان کے نقصان کا باعث نہیں ہو گا۔ وہ خدا کو قرض دیں گے اور معہ سود واپس لیں گے۔ کاش ان کے دل سمجھیں کہ اس کام کی خدا کے نزدیک کس قدر عظمت ہے۔ جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں اس جگہ سے زندگی کی روح پھونکی

جائے گی اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا۔ یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔ یہ روپیہ بہت سی برکتیں ساتھ لے کر پھر آپ کی طرف واپس آئے گا۔ میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا اور ختم کرتا ہوں۔"

علماء کا اعتراض

یہ اشتہار شائع ہوا تو ہندوستان کے بعض علماء نے جن کا مقصد محض تکذیب تھا یہ اعتراض کیا کہ منارہ پر روپیہ خرچ کرنا اور گھڑیال رکھنا دونوں اسراف ہیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے یکم جولائی ۱۹۰۰ء کو دوسرا اشتہار دیا کہ

"ہمیں تعجب ہے کہ ایسی گستاخی کی باتیں زبان پر لانے والے پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس منارہ کے بنانے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا پیغمبر خداؐ کی پیش گوئی پوری ہو جائے۔ یہ اسی قسم کی غرض ہے جیسا کہ ایک صحابیؓ کو کسریٰ کے مال میں سے سونے کے کڑے پہنائے تھے تا ایک پیش گوئی پوری ہو جائے اور نمازیوں کی تائید اور وقت شناسی کے لئے منارہ پر گھنٹہ رکھنا ثواب کی بات ہے نہ گناہ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مولوی نہیں چاہتے کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پیش گوئی پوری ہو۔"

اس اشتہار میں حضورؑ نے مخلصین کو مخاطب کر کے لکھا۔

"خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیوں کہ مسیح موعودؑ کے نزول کی یہی جگہ ہے۔ سو اب یہ تیسری مرتبہ خدا تعالیٰ نے آپ کو موقعہ دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔ جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں سے ہوگا۔"

"مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو یعنی منارہ تیار ہو۔"

"سو ابتداء سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جو نور اور یقین کے رنگ میں دلوں کو پھیرے گا منارہ کی تیاری کے بعد ہوگا۔"

تعمیری اخراجات کے لئے مخلصین کی قربانی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کا بیان ہے کہ حضرت اقدس مسجد مبارک میں بیٹھے تھے۔ منار بنانے کی تجویز درپیش تھی۔ میر حسام الدین صاحب سیالکوٹی نے دس ہزار کا تخمینہ لگایا۔ مگر سوال یہ تھا کہ دس ہزار روپیہ کہاں سے آئے۔ کیوں کہ اس وقت جماعت کی حالت زیادہ کمزور تھی اور ان حالات میں منارہ کی تعمیر مشکل کام تھا اور حضور بار بار فرماتے تھے کہ کوئی ایسی تجویز بتاؤ کہ اس سے بھی کم روپیہ خرچ ہو۔ آخر حضور نے دس ہزار کو

سو سو روپیہ کے حصوں پر تقسیم فرمایا۔ [10] چنانچہ یکم جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں منار کے اخراجات کی فراہمی کے لئے حضرت اقدس اپنے ۱۰۱ خدام کی ایک فہرست شائع کرتے ہوئے کم از کم ایک ایک سو روپیہ چندہ دینے کی تحریک فرمائی اور فیصلہ کیا کہ اس پر لبیک کہنے والوں کے نام منار پر بطور یادگار کندہ کرائے جائیں گے۔ اس تحریک کے ساتھ ہی آپ کے چار مخلص خدام منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی اور میاں شادی خان صاحب [11] لکڑی فروش سیالکوٹ' مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد نے حضور کی شرط کے مطابق چندہ پیش کر دیا جن میں سے اول الذکر دو اصحاب کا تذکرہ حضور نے اس اشتہار کے آغاز میں بھی نہایت درجہ تعریفی کلمات میں فرمایا اور ان کی قربانی کو جماعت کے لئے قابل رشک قرار دیا۔ [12] حضرت ام المومنین نے منار کے لئے ایک ہزار روپیہ کا چندہ لکھوایا جو دہلی [13] کے ایک ذاتی مکان کی فروخت سے ادا کیا۔

منار کے لئے ابتدائی انتظامات

منار کے لئے ابتدائی انتظامات میں پہلا مرحلہ نقشہ نویسی اور اینٹوں کی تیاری کا تھا۔ یہ دونوں کام ۱۹۰۱ء کے آخر تک پایہ تکمیل کو پہنچے۔ [14] منار کے لئے مختلف جگہیں زیر تجویز تھیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب نے اپنا مکان پیش فرمایا کہ اس میں بنے مگر حضورؑ نے مسجد اقصیٰ کے احاطہ میں اس کی تعمیر کا فیصلہ فرمایا۔ [15] منار کا نقشہ اور تخمینہ حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے چھوٹے بھائی سید عبدالرشید نے بنایا اور اینٹوں کے لئے زمین میاں امام دین صاحب قادیانی نے دی۔ [16]

سنگ بنیاد

اینٹیں تو ایک مناسب مقدار میں ۱۹۰۱ء کے آخر تک تیار ہو چکی تھیں لیکن چونکہ جلد ہی ملک پر طاعون نے سخت حملہ کر دیا تھا اور سیالکوٹ اور بعض دوسرے مقامات جہاں سے معماروں کو آنا تھا [17] اس وبا کی زد میں آچکے تھے۔ اس لئے ڈیڑھ سال تک کام معطل رہا اور بالآخر ۱۳۔ ذوالحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس دن جمعہ کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری' مرزا خدابخش صاحب' شیخ مولا بخش صاحب' قاضی ضیاء الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کیا کہ حضور کے دست مبارک سے منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھی جائے تو مناسب ہو گا۔ حضور نے فرمایا کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی۔ اب آپ ایک اینٹ لے آئیں میں اس پر دعا کر دوں گا اور پھر جہاں میں کہوں وہاں آپ جا کر رکھ دیں۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے اور حضورؑ نے اسے ران مبارک پر رکھ کر لمبی دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دم [18] کیا اور حکیم فضل الٰہی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کو (مجوزہ) منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں

رکھ دیں۔ حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب یہ مبارک اینٹ لے کر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو راستہ میں مولوی عبدالکریم صاحب نماز جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دیر تک مسجد اقصیٰ میں بیٹھتے تھے۔ علم و حکمت کی یہ بڑی پر کیف محفل ہوتی تھی جس میں باہر سے آنے والے احباب آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول دیر سے آ رہے تھے۔ راستہ میں جب یہ حال آپ کو معلوم ہوا تو آپ رقت سے بھر گئے اور یہ اینٹ لے کر اپنے سینہ سے لگائی اور بڑی دیر تک دعا کرتے رہے اور فرمایا کہ یہ آرزو ہے کہ یہ کام فرشتوں میں شہادت کے طور پر رہے۔ آخر وہ اینٹ فضل الدین صاحب احمدی معمار نے بنیاد کی مغربی حصہ میں پیوست کر دی اور حضرت میر ناصر نواب صاحب اس کام کے نگران مقرر ہوئے۔

[۱۹] مینار کی بنیاد بہت گہری وسیع و عریض اور کنکریٹ کے ذریعہ سے مضبوط کر کے اٹھائی گئی۔ [۲۰]

مینار کے متعلق مقامی ہندوؤں کی حکومت کو شکایت

قادیان کے ہندو مخالفین نے اس موقعہ پر یہ شرارت اٹھائی کہ حکومت کے افسروں سے شکایتیں کیں کہ مینار کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پردہ دری ہوگی۔ یہ معاملہ اس درجہ نازک صورت اختیار کر گیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے تحصیلدار بٹالہ کو اس کی تحقیقات کے لئے قادیان بھجوایا گیا۔ یہ ۸۔ مئی ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ حضور اس وقت سیر پر تشریف لے گئے تھے۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد جب حضور واپس پہنچے تو تحصیلدار صاحب [۲۱] ملاقات کے لئے آئے اور سوال کیا کہ منار کیوں بنوایا جاتا ہے۔ حضور اقدس نے جواباً فرمایا کہ اس منار کی تعمیر میں ایک یہ بھی برکت ہے کہ اس پر چڑھ کر خدا کا نام لیا جائے گا۔ اور جہاں خدا کا نام لیا جاتا ہے وہاں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ آج کل اسی لئے سکھوں نے بھی اذانیں دلوائی ہیں اور مسلمانوں کو اپنے گھروں میں بلا کر قرآن پڑھوایا ہے۔ پھر اس کے اوپر ایک لالٹین بھی نصب کی جاوے گی جس کی روشنی دور دور تک نظر آوے گی۔ سنا گیا ہے کہ روشنی سے بھی طاعونی مواد کا دفعیہ ہوتا ہے اور ایک گھڑیال بھی اس پر لگایا جائے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ یہاں کے ہندوؤں کے ساتھ ہم نے آج تک برادرانہ برتاؤ رکھا ہے اور یہ لوگ ہمارے منار کی تعمیر پر اس قدر جوش و خروش ظاہر کر رہے ہیں۔ اس مسجد کو ہمارے مرزا صاحب (حضور کے والد صاحب۔ ناقل) نے سات سو روپے کو خریدا تھا اور اس مینار کی تعمیر میں صرف مسجد ہی کے لئے مفید بات نہیں ہے بلکہ عوام کو بھی فائدہ ہے۔ یہ خیال کہ اس سے بے پردگی ہوگی یہ بھی غلط ہے۔ اب ہمارے سامنے ڈپٹی شنکر داس صاحب کا گھر ہے اور اس قدر اونچا ہے کہ آدمی اوپر چڑھے تو ہمارے گھر میں اس کی نظر برابر پڑتی ہے تو کیا اب ہم کہیں کہ اسے گرا دیا جائے بلکہ ہم کو چاہئے کہ اپنا

پردہ خود کرلیویں۔ ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ مذہبی امور میں ہم سے دل بستگی ظاہر کرتے اور اس امر میں ہماری امداد کرتے۔ اگر یہ لوگ اپنا معبد بلند کرنا چاہیں تو کیا ہم اسے روک سکتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں پر بار بار افسوس آتا ہے کہ ہمارے دل میں تو ان کی ہمدردی ہے بیماریوں میں ہم ان کا علاج کرتے ہیں۔ ہر ایک ان کی مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔ انہی سے پوچھا جاوے کہ کبھی ان کے مذہبی معاملات میں نے ان سے نقیض کی ہے۔ اب میں ایسا فعل کیوں کرنے لگا جس سے ان کو بھی نقصان ہو اور مجھے بھی کیوں کہ مینار پر چڑھ کر جیسے اوروں کے گھر پر نظر پڑے گی ویسے ہی ہمارے گھر پر بھی پڑے گی۔ ۲۲

المختصر حضرت اقدس کے اس مفصل بیان کے بعد فریقین کی تحریری شہادتوں سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ یہ شکایت محض تعصب اور مخالفت پر مبنی ہے۔ بنا بریں میجر ڈلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے ۱۶/ اپریل ۱۹۰۳ء کو یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ ۲۳

مالی مشکلات کے باعث کام کا رک جانا

مینار کی تکمیل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سی برکات کا نزول وابستہ تھا اور اس لئے حضور اسے جلد سے جلد مکمل ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر دلی خواہش و تمنا کے باوجود مالی مشکلات کے باعث تعمیر کا کام رک گیا۔ تب حضور نے اپریل ۱۹۰۵ء میں جماعت کے مخلصین سے چندہ خاص کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت پانچ ہزار کی ضرورت ہے۔ اگر پانچ ہزار دوست ایک ایک روپیہ دیں تو یہ رقم جمع ہو سکتی ہے۔ ۲۴ مگر مالی تنگی کے باعث اس تحریک کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ جب مینار کا کام (فنڈ کی کمی کے باعث) بند پڑا رہا تو ایک دن کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور یہ مینار کب تیار ہو گا؟ حضور نے فرمایا۔ اگر سارے کام ہم ہی ختم کر جاویں تو پیچھے آنے والوں کے لئے ثواب کہاں سے ہو گا؟ ۲۵ چنانچہ یہی ہوا کہ حضور کی زندگی میں مینار کی عمارت صحن مسجد کی سطح سے چھ فٹ سے زیادہ بلند نہ ہو سکی۔ ۲۶

ایک خلاف واقعہ بیان

حضور کے عہد مبارک میں مینار کے تکمیل تک نہ پہنچنے کی وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مولف "مجدد اعظم" نے لکھا ہے کہ ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو جب اطمنان ہو گیا تو اس نے تعمیر کی اجازت دے دی لیکن حضرت اقدس نے اجازت آجانے کے باوجود اس کی تعمیر رکوا دی اور پھر اس کی طرف سے آپ کی توجہ بالکل ہٹ گئی یہاں تک کہ آپ اس جہان سے گزر گئے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تعمیر رک جانے کی وجہ مالی تنگی تو نہیں ہو سکتی تھی۔ بعد میں جماعت اس قدر بڑھ گئی تھی اور چندہ اس کثرت سے آنے لگا تھا کہ حضرت اقدس چاہتے تو ایسے کئی منارے بنوا سکتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اشارہ غیبی یا القائے ربانی نے آپ

کی توجہ اس طرف سے ہٹا کر اس روحانی مینار کی طرف پھیر دی جو دراصل آپ کے علم کلام اور بے بہا لٹریچر کے ذریعہ تیار ہو رہا تھا۔ [۲۷]

مولف "مجدد اعظم" کے اس بیان میں تین باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔

اول۔ اجازت ملنے کے باوجود حضور نے از خود مینار کی تعمیر رکوا دی۔

دوم۔ تعمیر مالی تنگی کے باعث نہیں رک سکتی تھی اس لئے کہ بعد ازاں اس کثرت سے چندہ آنے لگا تھا کہ حضور چاہتے تو ایسے کئی منارے بنوا سکتے تھے۔

سوم۔ دراصل کسی اشارہ غیبی یا القائے ربانی نے آپ کی توجہ ظاہری مینار سے ہٹا کر روحانی مینار کی طرف کر دی تھی۔

افسوس یہ تینوں دعادی واقعات کے صریح خلاف اور محض مفروضات ہیں نہ تو اس بات میں کچھ صداقت ہے کہ حضور نے اجازت آنے کے بعد از خود اس کی تعمیر رکوا دی بلکہ اس کے برعکس حضور کو آخر دم تک اس مینار کا خیال رہا حتی کہ ۱۹۰۵ء میں بھی جب کہ قرب وصال کے الہامات نازل ہو رہے تھے حضور کو اس طرف توجہ تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس طرح یہ نظریہ کہ بعد میں چندے اتنی کثرت سے آنے شروع ہو گئے تھے کہ ایسے کئی منارے بنوائے جا سکتے تھے یہ بھی بے بنیاد بات ہے۔ الحکم ۸۔۷۔۱۹۰۷ء سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس کی زندگی کے آخری دنوں میں لنگر خانہ کے اخراجات بھی بار بار کی تحریک کے باوجود پورے نہیں ہو رہے تھے بلکہ مالی مشکلات کا یہ عالم تھا کہ ان دنوں باورچی خانہ کو نئے مہمان خانہ سے منتقل کرنے کے لئے نئے کچے مکانات بنوائے جا رہے تھے جو فنڈ کی کمی کے باعث روکنے پڑے۔ [۲۸]

پھر مولف "مجدد اعظم" کا یہ دعویٰ کہ بعد میں القائے ربانی نے حضور کی توجہ ظاہری مینار سے ہٹا کر روحانی مینار کی طرف منعطف کرا دی تھی سلسلہ کے لٹریچر سے ہرگز ثابت نہیں۔ اور اگر اسے ایک لمحہ کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو منارۃ المسیح کی تحریک محض لغو چیز قرار پاتی ہے اور حضور کے مخالف علماء جنہوں نے شروع میں ہی اس کی مخالفت کی تھی حق پرست ماننا پڑتے ہیں حالانکہ حضرت اقدس صاف لکھتے ہیں "یہ مینار وہ مینار ہے جس کی ضرورت احادیث نبویہ میں تسلیم کی گئی۔" نیز فرماتے ہیں۔ "خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے۔" [۲۹] سوال یہ ہے آخر وہ القائے ربانی کہاں ہے؟ جس نے خدا کے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ پس حقیقت یہی ہے کہ مینار کی تعمیر کے بند کرنے کا حقیقی اور واقعاتی سبب اخراجات کی کمی تھا۔ اگر تعمیر مینار کی مد میں کافی رقم فراہم ہو جاتی تو حضور اپنی زندگی میں ہی اسے مکمل کروا دیتے!

خلافت ثانیہ میں منار کی تکمیل

اس ضمنی مگر اہم حقیقت کی نشان دہی کرنے کے بعد اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف آتے ہیں۔

حضور کی وفات کے بعد خلافت اولیٰ کے دور میں بھی اس پر کوئی اضافہ نہ ہو سکا لیکن جب خلافت ثانیہ کا عہد آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جنہیں الہام الٰہی میں نور قرار دیا گیا تھا اور جن کے ہاتھوں ازل سے مسیح محمدی کے نوروں کی ضیاء پاشی مقدر تھی۔ [۳۰] خلافت ثانیہ کے پہلے ہی سال ۲۷۔ نومبر ۱۹۱۴ء کو منارہ کی ناتمام عمارت پر اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھ کر اس کی تعمیر کا کام دوبارہ شروع کروا دیا۔ [۳۱] اس دفعہ تعمیر کی نگرانی کے فرائض قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی [۳۲] نے سرانجام دئے۔ اس کے لئے اجمیر شریف سے بہترین سنگ مرمر مہیا کیا گیا اور آخر رسول خدا ﷺ کے دلائل نبوت کا یہ زبردست نشان دسمبر ۱۹۱۵ء [۳۳] میں پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ یہ خوش نما اور دلکش اور شاندار مینار (جو فن تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے) ایک سو پانچ فٹ اونچا ہے۔ اس کی منزلیں تین گنبد ایک اور سیڑھیاں بانوے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیرینہ خواہش کے مطابق اس پر ۲۱۱ مخلصین چندہ دہندگان کے نام درج ہیں جنہوں نے منارہ کے لئے ایک ایک سو روپیہ چندہ دیا۔ اس پر کلاک گھڑیاں بھی نصب ہیں اور بجلی کے قمقمے بھی آویزاں ہیں جو میلوں تک کے حلقہ کو روشنی پہنچاتے ہیں (اولین بنیاد کے اخرجات چھوڑ کر) اس کی تعمیر پر پانچ ہزار نو سو تریسٹھ روپے خرچ ہوئے (گھڑیال' کٹہرے' بجلی کا سامان نیز چندہ دہندگان کی کتابت کے اخراجات اس سے علاوہ ہیں) [۳۴]

اسماء گرامی چندہ دہندگان بشرح یک صد روپیہ برائے منارۃ المسیح قادیان

۱۔ حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
۲۔ حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح
۳۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح
۴۔ حضرت نصرت جہاں بیگم
۵۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب
۶۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب
۷۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب
۸۔ حافظ روشن علی صاحب
۹۔ مولوی ذوالفقار علی خان صاحب
۱۰۔ محمد حیات خان صاحب رئیس حافظ آباد
۱۱۔ غلام اکبر خاں صاحب حیدر آباد دکن
۱۲۔ بابو محمد افضل صاحب وزیرستان
۱۳۔ خان بہادر محمد علی خاں کوہاٹ
۱۴۔ چوہدری نعمت اللہ خان سیشن جج دہلی
۱۵۔ رشیدہ بیگم اہلیہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
۱۶۔ اخوند محمد افضل خاں ڈیرہ غازی خاں
۱۷۔ دولت خاتون اہلیہ اخوند صاحب موصوف
۱۸۔ الطاف خاں پسر اخوند صاحب موصوف
۱۹۔ قریشی مختار احمد صاحب دہلی
۲۰۔ مریم صدیقہ اہلیہ بابو محمد شفیع نوشہرہ
۲۱۔ قاضی سید امیر حسین صاحب قادیان
۲۲۔ مولوی میر محمد سعید صاحب حیدر آباد دکن
۲۳۔ منشی شادی خان صاحب قادیان
۲۴۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے ایل۔ایل۔بی
۲۵۔ شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد
۲۶۔ منشی عبد العزیز صاحب قادیان
۲۷۔ حاجی سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی
۲۸۔ سیٹھ علی محمد صاحب بنگلور
۲۹۔ حاجی سیٹھ صالح محمد مدراس
۳۰۔ سیٹھ احمد صاحب مدراس
۳۱۔ سیٹھ والجی لالجی صاحب مدارس
۳۲۔ سیٹھ ظہور علی صاحب حیدر آباد دکن
۳۳۔ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹ
۳۴۔ نواب سید محمد رضوی صاحب بمبئی
۳۵۔ مفتی محمد صادق صاحب قادیان
۳۶۔ مستری محمد دین صاحب بھیرہ
۳۷۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین قادیان
۳۸۔ خلیفہ نور الدین صاحب جموں
۳۹۔ حافظ محمد اسحاق صاحب حیدر آباد دکن
۴۰۔ سید ناصر شاہ صاحب قادیان
۴۱۔ سید فضل شاہ صاحب قادیان
۴۲۔ سید غلام غوث صاحب قادیان
۴۳۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب افریقہ
۴۴۔ بابو محمد افضل ایڈیٹر اخبار البدر قادیان
۴۵۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں گڑیانی
۴۶۔ پیر برکت علی صاحب رتمل
۴۷۔ شیخ غلام نبی سیٹھی قادیان
۴۸۔ مولوی شیر علی صاحب قادیان
۴۹۔ مولوی عبد اللہ صاحب سنوری
۵۰۔ میاں رحمت اللہ صاحب سنوری
۵۱۔ میاں عبد الرحیم صاحب سنوری
۵۲۔ حبیب اللہ صاحب سنوری
۵۳۔ صوفی عبد القدیر صاحب بی۔اے
۵۴۔ ماسٹر قادر بخش صاحب لودیانہ
۵۵۔ مولوی عبد الرحیم صاحب درد
۵۶۔ بابو گلاب خاں سیالکوٹ
۵۷۔ میاں محمد دین صاحب سیالکوٹ
۵۸۔ ماسٹر قمر الدین صاحب لودیانہ
۵۹۔ مولوی عبد القادر صاحب لودیانہ
۶۰۔ منشی محمد اکبر صاحب پٹیالہ
۶۱۔ حکیم محمد حسین قریشی لاہور
۶۲۔ منشی محمد جان صاحب اوجلہ
۶۳۔ چوہدری حاکم علی قادیان
۶۴۔ میاں محمد صدیق سیکھواں
۶۵۔ میاں امام الدین سیکھواں
۶۶۔ میاں جمال الدین سیکھواں
۶۷۔ میاں خیر الدین سیکھواں
۶۸۔ مولوی غلام امام صاحب منی پور آسام

۶۹۔ صوفی نبی بخش صاحب کلرک ممباسہ
۷۰۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کلرک ممباسہ
۷۱۔ شیخ کرم الٰہی صاحب وکیل پٹیالہ
۷۲۔ بابو روشن دین صاحب سیالکوٹ
۷۳۔ بابو شاہ دین صاحب ڈومیلی
۷۴۔ حاجی ملاں امام بخش صاحب
۷۵۔ سیٹھ موسیٰ بن عثمان جام نگر
۷۶۔ ڈاکٹر رامانند ضلع گڑھوال
۷۷۔ شیخ یعقوب علی صاحب قادیان
۷۸۔ اہلیہ شیخ صاحب موصوف قادیان
۷۹۔ محمودہ دختر شیخ صاحب موصوف قادیان
۸۰۔ شیخ غلام غوث برادر شیخ صاحب موصوف قادیان
۸۱۔ مولوی حبیب الرحمان صاحب حاجی پورہ
۸۲۔ قاضی میر حسین علی پور ملتان
۸۳۔ حاجی غلام احمد صاحب کریام
۸۴۔ مولوی محمد الدین صاحب صریح
۸۵۔ اہلیہ مولوی محمد الدین صاحب صریح
۸۶۔ بابو جمال الدین گوجرانولہ
۸۷۔ مولوی احمد شیر خان حیدر آباد دکن
۸۸۔ سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیر
۸۹۔ منشی نادر خاں سرکالی ضلع جہلم
۹۰۔ میرزا محمد صادق صاحب لاہور
۹۱۔ حکیم مولوی فضل دین قادیان
۹۲۔ منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر
۹۳۔ میاں نبی بخش صاحب امرتسر
۹۴۔ میاں چراغ دین صاحب لاہور
۹۵۔ مولوی غلام حسن پشاور
۹۶۔ شیخ رحمت اللہ تاجر لاہور
۹۷۔ شیخ عبدالرحمٰن بی۔اے لاہور
۹۸۔ ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹ
۹۹۔ شیخ فضل حق صاحب بٹالہ
۱۰۰۔ شیخ مولا بخش بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ
۱۰۱۔ شیخ غلام حیدر صاحب سیالکوٹ
۱۰۲۔ مولوی عزیز بخش صاحب بی۔اے
۱۰۳۔ محمد اسماعیل ٹیلر سیالکوٹ
۱۰۴۔ فتح محمد جان صاحب وزیر آباد
۱۰۵۔ حکیم مرزا خدا بخش صاحب لاہور
۱۰۶۔ منشی مہردین پٹواری کوٹلیاں
۱۰۷۔ حکیم محمد قاسم صاحب لالہ موسیٰ
۱۰۸۔ حاجی مفتی گلزار محمد بٹالہ
۱۰۹۔ مرزا حسین بیگ کھر کا ضلع گجرات
۱۱۰۔ منشی اللہ دتا صاحب سیالکوٹ
۱۱۱۔ صوفی محمد یعقوب صاحب کیڑی افغاناں
۱۱۲۔ بابو فخر دین کلرک سپلائی ڈپو
۱۱۳۔ ڈاکٹر عطا اللہ خاں دہرم کوٹ بگہ
۱۱۴۔ بابو نظام الدین صاحب مال پور
۱۱۵۔ بابو عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر سیالکوٹ
۱۱۶۔ بابو محمد وزیر خاں صاحب قادیان
۱۱۷۔ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
۱۱۸۔ میاں الہ دین صاحب ٹھیکریاں راولپنڈی
۱۱۹۔ راجہ علی محمد صاحب افسر مال لاہور
۱۲۰۔ خان بہادر شیخ محمد حسین علی گڑھ
۱۲۱۔ ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب افریقہ
۱۲۲۔ منشی گوہر علی صاحب کوٹلہ افغاناں
۱۲۳۔ شیخ مشتاق حسین گوجرانوالہ
۱۲۴۔ خان صاحب فرزند علی صاحب قادیان
۱۲۵۔ خدیجہ بیگم اہلیہ خان صاحب موصوف
۱۲۶۔ امتہ اللہ بیگم اہلیہ دوم موصوف
۱۲۷۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب
۱۲۸۔ اہلیہ ڈاکٹر صاحب موصوف
۱۲۹۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب قادیان
۱۳۰۔ خان صاحب برکت علی صاحب آف شملہ
۱۳۱۔ مولوی عبدالرحیم نیر صاحب قادیان
۱۳۲۔ جماعت احمدیہ لیگوس
۱۳۳۔ مولوی عالمگیر خاں صاحب سندھ
۱۳۴۔ مستری علی بخش صاحب فرید کوٹ
۱۳۵۔ اہلیہ مستری صاحب موصوف
۱۳۶۔ ڈاکٹر عبدالکریم صاحب گجروال لودیانہ
۱۳۷۔ شیخ علی اظفر صاحب
۱۳۸۔ منشی محمد دین صاحب کھاریاں
۱۳۹۔ میاں غلام نبی صاحب مال پور
۱۴۰۔ شیخ فضل احمد صاحب بٹالہ

۱۴۱۔ اہلیہ شیخ صاحب موصوف
۱۴۲۔ ڈاکٹر سید محمد حسین دہرم کوٹ رندھاوا
۱۴۳۔ بچگان ڈاکٹر صاحب موصوف
۱۴۴۔ ڈاکٹر فضل الدین صاحب افریقہ
۱۴۵۔ اہلیہ ڈاکٹر صاحب موصوف
۱۴۶۔ بچگان ڈاکٹر صاحب موصوف
۱۴۷۔ شیخ احمد اللہ صاحب نوشہرہ
۱۴۸۔ قاضی عبد اللہ صاحب قادیان
۱۴۹۔ صوفی محمد علی جنجوعہ صاحب جلال پور جٹاں
۱۵۰۔ بابو محمد عبد اللہ صاحب فیروز پور
۱۵۱۔ ڈاکٹر فضل کریم صاحب قادیان
۱۵۲۔ سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب سکندر آباد
۱۵۳۔ اہلیہ عبد اللہ بھائی صاحب سکندر آباد
۱۵۴۔ سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد
۱۵۵۔ بابو محمد شفیع اورسیر صاحب قادیان
۱۵۶۔ مولوی محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر قادیان
۱۵۷۔ بچگان محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر قادیان
۱۵۸۔ حافظ سید عبد الوحید منصوری صاحب
۱۵۹۔ بابو اعجاز حسین صاحب دہلی
۱۶۰۔ شیخ عبد الرحمان صاحب قادیانی
۱۶۱۔ صوبیدار غلام حسین صاحب چک ۱۸۱
۱۶۲۔ ماسٹر محمد طفیل صاحب قادیان
۱۶۳۔ ڈاکٹر شاہنواز صاحب سیالکوٹ
۱۶۴۔ حافظ سید عبد المجید صاحب منصوری
۱۶۵۔ پیر منظور محمد صاحب قادیان
۱۶۶۔ منشی گل محمد صاحب تلہ گنگ کیمبل پور
۱۶۷۔ شیخ نیاز احمد صاحب گوجرانوالہ
۱۶۸۔ بابو غلام حسین صاحب لدھیانوی
۱۶۹۔ سیٹھ علی محمد صاحب سکندر آباد
۱۷۰۔ فاطمہ بیگم صاحبہ بنت عبد اللہ بھائی
۱۷۱۔ بابو فضل دین صاحب اورسیئر مردان
۱۷۲۔ سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی
۱۷۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب لاہور
۱۷۴۔ سید غلام حسین صاحب رہتک
۱۷۵۔ سیدہ جمیلہ خاتون صاحبہ مظفر نگر
۱۷۶۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ننکانہ
۱۷۷۔ میاں محمد شریف صاحب قصور
۱۷۸۔ امتہ الرحمان صاحبہ بھیرہ
۱۷۹۔ نواب محمد الدین صاحب جودھپور
۱۸۰۔ ملک مولی بخش صاحب امرتسر
۱۸۱۔ بابو سراج الدین صاحب
۱۸۲۔ قریشی محمد عثمان صاحب کرنال
۱۸۳۔ مرزا برکت علی صاحب اباوان
۱۸۴۔ اہلیہ مرزا صاحب موصوف
۱۸۵۔ ابراہیم یوسف صاحب برودلی
۱۸۶۔ بابو عبد الرحمان صاحب انبالہ
۱۸۷۔ حاجی میراں بخش صاحب انبالہ
۱۸۸۔ میاں خدا بخش صاحب ہانڈو
۱۸۹۔ چوہدری صادق علی صاحب تحصیلدار
۱۹۰۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ
۱۹۱۔ ڈاکٹر محمد رمضان صاحب سری گوبند پور
۱۹۲۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کھیوہ باجوہ
۱۹۳۔ ای۔ ملک مظفر صاحب پوربہار
۱۹۴۔ بابو علی حسن صاحب سنوری
۱۹۵۔ فہمیدہ بیگم صاحبہ شاہجہاں پور
۱۹۶۔ اہلیہ چوہدری مبارک احمد صاحب کوہاٹ
۱۹۷۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال
۱۹۸۔ ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب افریقہ
۱۹۹۔ مولوی عبد الغفور قادیان
۲۰۰۔ فاطمۃ الزہرہ صاحبہ اہلیہ عبد الغفور قادیان
۲۰۱۔ سردار محمد علی صاحب جوڑہ کرنانہ
۲۰۲۔ مولوی عبد اللطیف چنا گانگ
۲۰۳۔ سید محمد لطیف صاحب چک قاضیاں
۲۰۴۔ رسول بی بی صاحبہ تلونڈی موسیٰ
۲۰۵۔ مولوی عبد الحلیم صاحب کنگی پوری
۲۰۶۔ بابو محمد زیر صاحب لاہور
۲۰۷۔ مولوی فضل دین صاحب وکیل قادیان
۲۰۸۔ چوہدری نور احمد محرر قادیان
۲۰۹۔ شیخ عبد الحمید صاحب آف شملہ قادیان
۲۱۰۔ زینب بی بی صاحبہ اہلیہ بھائی محمود احمد
۲۱۱۔ مولوی عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال قادیان ۳۵

تعمیر مینار کے بعد اسلام کے روحانی مینار کی شعاعیں دنیا کے کناروں تک جیسا کہ حضورؑ نے پہلے سے خبر دی تھی کہ مینار کی تکمیل کے بعد برکات اسلام کی روشنی تیزی سے پھیل جائے گی چنانچہ سچ مچ جونہی اس کی تعمیر مکمل ہوئی تبلیغ اسلام کی دنیا میں ایک نیا انقلابی دور شروع ہو گیا۔ [۲۶]

"لجۃ النور" کی تصنیف و اشاعت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی سال عرب، شام، عراق اور ایران وغیرہ بلاد اسلامیہ کو پیغام پہنچانے کی غرض سے عربی میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام "لجۃ النور" رکھا۔ اس رسالہ میں عالم اسلام کا اس وقت کی حالت کا دردناک نقشہ کھینچتے ہوئے اپنے دعویٰ کی صداقت میں دلائل و براہین دیئے ہیں اور آخر میں پادریوں کے حملوں کا ذکر کرتے ہوئے خوش خبری دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے ہتھیاروں سے انہیں ہر مہم میں پسپا کر ڈالا ہے اور وہ میدان سے بھاگنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ حضور نے اس میں اپنے تئیں ابو محمود احمد [۲۷] کی کنیت سے یاد کرتے ہوئے دوسرے خدائی افضال میں سے خاص طور پر اس نعمت کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ انسان بعض اوقات اس خیال سے سخت افسردہ خاطر اور غمگین رہتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کا کوئی بیٹا وارث موجود نہیں ہے مگر مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک لحہ کے لئے بھی یہ غم نہیں ہوا کیوں کہ اس نے اپنی جناب سے بیٹے عطا کئے ہیں جو میرے بعد دین اسلام کی خدمت کریں گے۔ [۲۸]

اس رسالہ میں حضور نے یہ عظیم الشان پیش گوئی بھی فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا کلام دنیا کے شرق و غرب میں پہنچا دے گا اور راستی کے دریا تموج میں آئیں گے یہاں تک کہ ان کی موجوں کے حباب لوگوں کو حیرت میں ڈال دیں گے۔ [۲۹]

اشاعت "لجۃ النور" کی اشاعت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد فروری ۱۹۱۰ء میں نامکمل صورت میں ہوئی۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو علمی مقابلہ کی دعوت اور ان کا گریز

۱۸۹۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن سجادہ نشینوں کو نام لے کر مباہلہ کی طرف بلایا تھا ان میں گولڑہ (ضلع راولپنڈی) کے ایک نامی گرامی پیر مہر علی شاہ صاحب بھی تھے (ولادت قریباً ۱۸۳۷ء

وفات ۱۱۔ مئی ۱۹۳۷ء) یہ پیر صاحب چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ابتداء ایک گونہ عقیدت بھی تھی چنانچہ ۹۷-۱۸۹۶ء کی بات ہے کہ ان کے ایک مرید بابو فیروز علی صاحب اسٹیشن ماسٹر گولڑہ نے (جو بعد ازاں حضرت اقدس کی بیعت میں داخل ہو گئے) جب ان سے حضور کی بابت رائے دریافت کی گئی تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا "امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک میں ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح و مہدی بن جاتے ہیں بعض ان کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے۔ اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔" [۲۰]

پیر صاحب میدان مخالفت میں

اس کے کچھ عرصہ بعد وہ اپنے گزشتہ صوفیانہ عمل کو چھوڑ کر میدان مخالفت میں آگئے اور جنوری ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدس کے خلاف اردو میں "شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح" کتاب شائع کی۔ یہ کتاب جب حضرت مولوی نور الدین صاحب کو پہنچی تو انہیں بڑا قلق ہوا۔ زیادہ تعجب حضرت مولوی صاحب کو اس پر ہوا کہ کچھ عرصہ قبل پیر صاحب ہی نے ان کے نام دو کارڈ لکھے تھے جن میں حضرت اقدس کا تذکرہ عقیدت مندانہ الفاظ میں موجود تھا جس کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کو خود پیر صاحب سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو چکا تھا۔ بہرحال اب جو ان کی طرف سے یہ کتاب پہنچی تو حضرت مولوی صاحب نے پیر صاحب کے نام (۱۸۔ فروری ۱۹۰۰ء کو) ایک مراسلہ لکھا جس میں پیر صاحب سے گیارہ سوالات کئے جو ابتدائی مطالعہ سے آپ کو پیدا ہوئے تھے۔ "شمس الہدایہ" میں ابن جریر اور تاریخ کبیر بخاری کے حوالے دیئے گئے تھے جن کے متعلق آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ نے وہ خود ملاحظہ کی ہیں اور کیا آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں؟ چند دن بعد پیر صاحب کا جواب آیا تو اصل حقیقت کا پتہ چلا کہ یہ کتاب تو ان کے ایک مرید مولوی محمد غازی صاحب کی تالیف کردہ ہے مگر مرید نے کتاب شائع کروا کر اسے "زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب ادام اللہ فیوضہم" کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ چنانچہ پیر صاحب نے لکھا۔

"مولانا المعظم المکرم۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ اما بعد مولوی محمد غازی صاحب کتب حدیث و تفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف آج کل دولت خانہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ مولوی غلام محی الدین اور حکیم شاہ نواز وغیرہ احباب نے میری نسبت

اپنے حسن ظن کے مطابق آپ کے سامنے بیان کیا ہو گا ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے کتاب شمس الہدایتہ کو مطبوع اور تالیف فرمایا ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین میں ہوا۔ جس وقت مولوی صاحب واپس آئیں گے کیفیت کتب مسئولہ اور جواب سرفراز نامہ اگر اجازت ہوئی تو لکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ جانبین کو صراط مستقیم [۲۱] پر ثابت رکھے زیادہ سلام۔ نیاز مند علماء و فقراء مہر شاہ۔ ۲۶۔ شوال ۱۳۱۷ھ [۲۲]۔" (مطابق ۲۸۔ مارچ ۱۹۰۰ء)۔

پیر صاحب نے نہایت سادگی سے اصل بات تو لکھ دی مگر جب ان کے مریدوں میں اس کے عام چرچے ہوئے تو انہیں اپنے مریدوں کے کھسکنے کا زبردست خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے واضح بیان پر پردہ ڈالنے کے لئے عجیب عجیب توجیہات کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ ایک مرید عبد الہادی نامی کو لکھا "آپ بے فکر رہیں۔ کوئی فقرہ حکمت اور صداقت سے انشاء اللہ خالی نہ ہو گا۔ لفظ تالیف اور طبع کے معنی نہ سمجھنے سے انہوں نے کہا جو کچھ کہا۔ وھو لنا وعلیھم سیظھر۔ ان سے یہ پوچھنا کہ ایجاد مضامین اور تالیف میں عموم خصوص من وجہ ہوا کرتا ہے۔ بھلا مجھ کو یہ بتاؤ کہ دوسرا کاغذ جو مولوی نور الدین صاحب کو پہنچا ہے ذرا اس کی نقل بھی منگوا کر ملاحظہ کرو۔ والسلام۔ مہر شاہ بقلم خود۔" [۲۳]

ایک دوسرے مرید غلام محمد کلرک دفتر اکوشٹ پنجاب کو لکھا "مولوی نور الدین کی درخواست کے بارہ میں نیز وصف میرے علم کے جو کہ ان کو بذریعہ احباب پہنچی تھی اس کے بارہ میں نے لکھا تھا جس کا مضمون یہ ہے کہ میں تو اتنا علم نہیں رکھتا ہوں احباب نے حسن ظن کے مطابق تعریف کی ہو گی اور کتاب کے بارہ میں مولوی محمد غازی صاحب جب واپس آئے تو لکھیں گے کیوں کہ تجسس اور دیکھنا ان کے متعلق تھا میں مضامین غیر مرتبہ بسا اوقات ان کو دیتا رہا اور تالیف یعنی جمع و ترتیب و طبع کرانا یہ سب ان کے متعلق تھی۔ جناب مولوی نور الدین صاحب نے تالیف سے جو منسوب مولوی محمد غازی صاحب کی طرف کی گئی تھی اور فی الواقعہ یونہی تھا یہ سمجھ لیا کہ موجد مضامین اور مصنف مولوی صاحب فلاں نے یعنی میں نے اس کی تصنیف اور ایجاد سے انکار کیا تھا کبھی مولف اور موجد ایک ہی ہوتا ہے اور کبھی مختلف۔ میں نے بباعث کم فرصتی کے جمع اور ترتیب بمعہ مطالع کتب ان کے ذمہ پر رکھا تھا۔ الغرض جو مطلب تھا یعنی لوگوں کا دھوکہ نہ کھانا وہ تو بفضل خدا بخوبی حاصل ہو گیا بذریعہ خطوط روزمرہ مقبولیت کتاب معلوم ہوتی رہتی ہے باقی زید و عمرو سے کچھ غرض نہیں زیادہ سلام۔" [۲۴]

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی طرف سے خطوط کی اشاعت

حضرت مولوی

عبد الکریم صاحب جنہیں اشاعت اسلام کا ایک پر جوش جذبہ عطا کیا گیا تھا اس دور نگی پر خاموش نہ رہ سکے اور انہوں نے ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء کے اخبار الحکم میں یہ سب ہی مراسلات شائع کر دیئے اور ان سوالات کے جوابات کا دوبارہ مطالبہ کرتے ہوئے اصل واقعات سے کچھ اس اندازہ سے نقاب اٹھایا کہ انی مھین من اراد اھانتک کا نظارہ سامنے آگیا۔

اس مضمون کی اشاعت کے بعد باقاعدہ ایک محاذ قائم ہو گیا۔ پیر صاحب نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے مولوی محمد غازی صاحب سے ایک اشتہار دلایا کہ "مولانا حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب" نے مولوی نور الدین صاحب کے سوالات کا جواب تو پہلے دن ہی لکھ رکھا تھا مگر بوجوہ اسے ان کی خدمت میں بھجوایا نہیں گیا لیکن اب چونکہ الحکم میں ان استفسارات کے دوبارہ جواب طلب کئے گئے ہیں اس لئے وہ جواب شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پیر صاحب کے لکھے ہوئے جواب درج کئے۔ یہ جوابات ان کے گزشتہ خطوط سے بھی زیادہ مہمل تھے۔ نہ املاء صحیح نہ انشاء' نہ زبان درست نہ خیال!! بے ربط اور بے جوڑ!!

مولوی سید محمد احسن صاحب کی طرف سے دعوت مباحثہ

سید محمد احسن صاحب امروہوی اس سال جلسہ سالانہ پر حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ مخالفین نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ خبر مشہور کر دی کہ انہیں اب مرزا صاحب پر اعتقاد نہیں رہا۔ سید صاحب کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی دار الامان آپہنچے۔ یہاں پیر صاحب سے بحث ہو رہی تھی انہوں نے کمال عقلمندی سے اپنے متعلق پراپیگنڈا کی عملی تردید کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے "شمس الہدایہ" کا مفصل جواب لکھا جو انہی دنوں "شمس بازغہ" کے نام سے شائع بھی ہو گیا۔ چونکہ مولوی محمد غازی صاحب نے شمس ہدایہ کے آخری صفحہ پر حضرت اقدسؑ کو "بشرط کافی انتظام و اطمینان" مباحثہ کی دعوت بھی دی تھی اسلئے سید محمد احسن صاحب امروہوی نے بتاریخ ۹۔ جولائی ۱۹۰۰ء پیر صاحب کو بذریعہ اشتہار اطلاع دے دی کہ میں مباحثہ کے لئے تیار ہوں آپ اپنی طرف سے آمادگی کا اعلان فرمائیں ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ حق ہماری طرف ہے۔ [۶۵]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج

پیر صاحب نے اس چیلنج کا از خود کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اس وقت پیر صاحب کے ذاتی جواب کے منتظر تھے براہ راست پیر صاحب سے مخاطب ہوئے اور ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے

ہزارہا مرید یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم اور حقائق اور معارف دین میں علوم ادبیہ میں اس ملک کے تمام مولویوں سے بڑھ کر ہیں بلکہ خود انہوں نے بھی شمس الہدایہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید کی سمجھ ان کو عطا کی گئی ہے۔ یہ امر کہاں تک درست ہے؟ اس امر کا فیصلہ کے لئے میں ایک سہل طریق رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راستباز بندے ہیں انہیں تین طریق سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) مقابلہ کے وقت خدا تعالیٰ ان سے خارق عادت سلوک کرتا ہے۔ (ویجعل لکم فرقانا)

(۲) ان کو علم معارف قرآن عطا کیا جاتا ہے۔ (لا یمسہ الا المطھرون)

(۳) ان کی اکثر دعائیں شرف قبولیت پاتی ہیں۔ (ادعونی استجب لکم)

لہٰذا حق و باطل کے امتیاز کے لئے پیر صاحب موصوف تفسیر نویسی میں علمی مقابلہ کرلیں جس کا طریق حضورؑ نے یہ تجویز فرمایا کہ۔

"لاہور میں جو پنجاب کا صدر مقام ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورۃ (اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یہ دعا کریں کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اسی جگہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونو فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کرلیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۔ پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کریں اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار۔ اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چپکے چپکے بغیر آواز سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تا اس کی فصیح عبارت اور معارف کے سننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقہ نہ کرسکے اور اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے کی مہلت دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردہ میں۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے فریق ثانی کی تلاشی کرلے اس احتیاط سے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی کتاب سے مدد نہ لیتا ہو اور لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ کی مہلت ملے گی مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہوگا۔ اور جب

فریقین لکھ چکیں تو وہ دونو تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی اور ان ہر سہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونو تفسیروں اور دونو عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مرید ہو۔ اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں جو ان کے مرید اور پیرنہ ہوں۔ ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارات اعلیٰ درجہ پر اور تائید الٰہی سے ہے لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہئے جس کا ذکر قرآن میں قذف محصنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانا ضروری ہے اور دونو فریق پر یہ واجب اور لازم ہوگا کہ ایسی تفسیر جس کا ذکر کیا گیا ہے کسی حالت میں بیس ورق سے کم نہ ہو۔ اور ورق سے مراد اس اوسط درجہ کی تقطیع اور قلم کا ہوگا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صدہا قرآن شریف کے نسخے چھپے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پس اس طرز کے مباحثہ سے اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ در حقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے [۶۶]) بھی ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر شاہ صاحب کے ساتھ ہے اور اس صورت میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ لیکن اگر میرے خدا نے مجھے اس مباحثہ میں غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی۔ نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورہ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں"۔ [۶۷]

حضرت اقدس نے اس اشتہار میں اپنے بیس خدام کے بطور گواہ دستخط شائع کئے اور پیر صاحب سے کہا کہ وہ اس اشتہار کی وصولی کے بعد دس دن تک اشتہار کے ذریعے سے اپنی منظوری کا اعلان شائع کر دیں جس میں میرے اشتہار کی طرف سے بیس معززین کی شہادت ثبت ہو اور مغلوبیت کی صورت میں اپنی بیعت کا اقرار بھی درج ہو۔ [۶۸]

پیر صاحب موصوف کا اشتہار

پیر صاحب کو چونکہ علمی میدان میں آنے کی تاب نہ تھی نیز وہ صاف انکار کر کے اپنی حقیقت بھی واضح نہیں کرنا چاہتے

تھے اس لئے انہوں نے ۲۵۔ جولائی کو اشتہار دیا کہ مجھ کو دعوت حاضری مسجد جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسرو چشم منظور ہے مگر سب سے پہلے ان کے دعویٰ مسیحیت سے متعلق بحث ہوگی پھر اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے دو نو ساتھیوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس بحث میں وہ حق پر نہیں تو انہیں میری بیعت کرنا پڑے گی۔ اس کے بعد تفسیر نویسی کے مقابلہ کی اجازت دی جائے گی۔ [۴۹]

صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظ اقرار مقابلہ ' حقیقتاً مقابلہ سے کھلا انکار تھا اور حضور کی مقدس دعوت کی تضحیک و توہین!! جس میں ایک ایسے شخص کو مباحثہ کے لئے ثالث مقرر کر دیا گیا جو اول المکفرین اور مسیح موعود کی مخالفت کے اعتبار سے پیر صاحب کا ہم مشرب تھا۔ پھر پیر گولڑوی صاحب موصوف کا منقولی مباحثہ کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور اس نوع کے دوسرے دو اشخاص کو از خود حکم بنا لینا بھی ایک مضحکہ خیز بات تھی کیوں کہ یہ لوگ مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب کے معاملہ میں پہلے ہی پیر صاحب موصوف کے موید تھے۔

مولوی محمد احسن صاحب کا جواب

مولوی محمد احسن صاحب نے ۱۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا کہ اگر پیر صاحب مقابلہ سے فرار نہیں کر رہے تو وہی تین علماء جو تفسیر قرآن کے لئے حضور نے نامزد کئے تھے حلفاً یہ شائع کر دیں کہ پیر صاحب کا یہ طریق تفسیر نویسی کے مقابل عجز کا ثبوت نہیں ہے اس کے بعد اگر ایک سال کے اندر مرزا صاحب کی تائید میں کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو پھر ہم مغلوب متصور ہوں گے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدسؑ کے لاہور کے خدام نے اپنی انجمن فرقانیہ [۵۰] کی طرف سے ۱۹ اور ۲۰ اگست کو دو دفعہ اشتہار دیا کہ اگر پیر صاحب موصوف حضرت اقدسؑ کی شرائط کے مقابل تفسیر لکھ لیں تا ہم ایک ہزار روپیہ نقد بطور انعام پیر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ [۵۱] ان اشتہارات کے جواب میں ۲۱۔ اگست کو پیر صاحب کی طرف سے دوبارہ اشتہار دیا گیا جس میں تفسیر نویسی کو ٹالنے کے لئے سارا زور مباحثہ پر ہی تھا اور ساتھ ہی مباحثہ کی تاریخ از خود ۲۵۔ اگست تجویز کر لی۔ [۵۲]

مریدوں کی طرف سے دھمکیاں

مزید بر آں پیر صاحب کے بعد مرید آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے حضرت اقدسؑ کو دشنام آلود خطوں کا باقاعدہ ایک سلسلہ شروع کر دیا جن میں فحش گوئی اور گندہ زبانی کو انتہاء تک پہنچاتے ہوئے قتل کی دھمکیاں دی گئی تھیں [۵۳] جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ عوامی ذہن کو آپ کے خلاف مسموم کرنے کی خطرناک مہم تیز کر دی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے صحیح صورت حال کا اظہار

تفسیر نویسی کے مقابلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخلصانہ پیش کش ٹھکرائی جا چکی تھی اور کسی منقولی بحث میں الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تاہم حضرت اقدس علیہ السلام نے اصلاح احوال کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ اپنے خدام میں سے سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی ایسے بلند پایہ عالم کو فقط منقولی بحث کے لئے بھجوا دیں لیکن خود سید صاحب ہی نے جب گندے خطوط کا یہ سلسلہ دیکھا تو انہوں نے اعراض ہی کو بہتر سمجھا اور حضرت اقدسؑ بھی اپنے ارادے سے دستکش ہو گئے اور ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلات پبلک میں شائع کر دیں۔ ۵۴ اور ساتھ ہی پیر صاحب موصوف کا اشتہار بھی شامل کر دیا تا قارئین با آسانی فیصلہ کر لیں کہ کیا ان کی کارروائی نیک نیتی پر مبنی ہے؟ ۵۵

پیر صاحب کی لاہور میں اچانک آمد

اب پیر صاحب کی سنئے۔ انہوں نے ۱۲۔ اگست کو یہ اشتہار دیا اور یہ انتظار کئے بغیر کہ حضرت اقدسؑ کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا جاتا دو تین روز بعد ہی اپنے مریدوں کی ایک بڑی جمعیت لے کر ۲۴۔ اگست بروز جمعہ لاہور پہنچ گئے۔ ۵۶ حضرت اقدس نے تفسیر نویسی کے مقابلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کا نام بطور ثالث تجویز کیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس موقع پر اپنے ایک ذاتی کام کے بہانہ سے شملہ کی طرف چلے گئے ۵۷ مگر موخر الذکر دو اصحاب اس دن آموجود ہوئے اور مزعومہ مباحثہ کی کارروائی سننے کے لئے بیرونی مقامات سے بھی کافی لوگ آپہنچے۔ ۵۸

پیر صاحب کے مریدوں نے آتے ہی یہ اشتہار دے دیا کہ پیر صاحب بغرض مباحثہ آگئے ہیں اور انہوں نے مرزا صاحب کے تمام شرائط منظور کر لئے ہیں۔ پیر صاحب کا یہاں قدم رکھنا ہی تھا کہ لاہور میں یکایک مخالفت کا ایک خوفناک سیلاب امڈ آیا۔ برسر عام گالیاں سنائی دینے لگیں اور منبروں سے حضرت اقدس کے واجب القتل ہونے کے وعظ ہونے لگے۔ ۵۹

پیر صاحب کو میدان تفسیر نویسی میں لانے کے لئے مخلصانہ سعی و جدوجہد

لاہور کے مخلص احمدیوں نے پیر صاحب کی آمد کی اطلاع ملتے ہی یہ مخلصانہ سعی و جدوجہد شروع کر دی کہ پیر صاحب مقابلہ تفسیر نویسی کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ۲۴۔ اگست ہی کو اشتہار دے دیا کہ پیر صاحب کے عقیدت مند لاہور اور راولپنڈی سے حضرت اقدسؑ کے خلاف گالیوں سے پر اشتہارات دے رہے ہیں۔ مگر

حکیم سلطان محمود صاحب آف راولپنڈی، محمد دین صاحب کتب فروش لاہور اور دوسرے مرید اپنے قابل احترام پیر صاحب سے صاف لفظوں میں یہ اشتہار نہیں دلواتے کہ ہمیں حضرت اقدس کا مقابلہ تفسیر نویسی بلا شرط منظور ہے گو حضرت اقدس کی طرف سے مقابلہ کی مجوزہ تاریخ گزر چکی ہے تاہم اگر وہ اب بھی اسے تسلیم فرمالیں تو دوبارہ مناسب تاریخ مقرر ہو جائے گی اور حضرت اقدس اس میں شامل ہو جائیں گے۔ جب اس اشتہار پر بھی پیر صاحب کی طرف سے خاموشی رہی تو انہوں نے اشتہار کی بجائے پیر صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے ایک دستی خط میں لکھا کہ

"اگر در حقیقت جناب دین اسلام پر رحم کرکے اس بڑے فتنے کو مٹانے کے لئے ہی لاہور میں تشریف لائے تو فی الفور اپنے دستخط خاص سے اس مضمون کی ایک تحریر شائع کردیں کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ ان کے ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار کے مطابق بلا کم و کاست شرائط سے مقابلہ تفسیر نویسی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسی تحریر پر کم از کم لاہور کے چار مشہور رئیسوں اور مولویوں کے شہادۃً دستخط کرادیں ہم یہ عرض بادب کرتے ہیں کہ للہ آپ اس فیصلہ کے لئے آمادہ ہوں اور کسی طرح گریز کا خیال نہ فرمائیں۔" [۶۰]

یہ خط اگلے دن ۲۵۔ اگست کو لکھا گیا تھا۔ ایک غیر از جماعت دوست میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ۔ حکیم سید محمد عبداللہ صاحب بغدادی، منشی عبدالقادر صاحب مدرس، میاں میر بخش صاحب دکاندار لاہور کے ہمراہ پیر صاحب کی خدمت میں نماز ظہر کے وقت پہنچے۔ پیر صاحب موصوف نے فرمایا کہ اس کا جواب عصر کے بعد دیں گے مگر جب داروغہ صاحب پانچ بجے ان کی قیام گاہ پر پہنچے تو ان کے مریدوں نے داروغہ صاحب کو اندر نہ جانے دیا اور باہر ہی سے یہ کہہ کر واپس کردیا کہ پیر صاحب اس خط کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ [۶۱]

لاہور کے خدام مسیح موعودؑ نے ۲۷۔ جون ۱۹۰۰ء سے بذریعہ اشتہار ایک چیلنج دے رکھا تھا کہ اگر کوئی عالم یا گدی نشین اپنے تئیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر حق پر سمجھتے ہیں تو وہ بھی جمع ہو کر دعا کی قبولیت میں مقابلہ کرلیں اور وہ اس طرح کہ بعض لاعلاج مریضوں اور مصیبت زدوں کو بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کرلیا جائے۔ آدھے حضرت مرزا صاحب کے حصے میں اور آدھے فریق ثانی کے حصے میں۔ دونو خدا سے دعا کریں اور چالیس دن کے اندر اندر خدا سے خبر پا کر یہ بات شائع کردیں کہ ہمارے مریضوں میں سے فلاں فلاں مریض تندرست ہو جائیں گے جس کی دعا سے مریض تندرست اور مصیبت زدہ خوش حال ہو جائیں وہ حق پر سمجھا جائے۔ اس سیدھے سادھے طریق کے جواب میں ایک طویل خاموشی کے بعد اسی روز ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں ایک اشتہار تقسیم ہوا

جس میں مولوی غازی صاحب وغیرہ پیر صاحب کے مریدوں نے صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ نہ خدا ہمارا طرف دار ہے اور نہ بیماروں کو ہماری دعا سے شفاء ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب یک طرفہ نشان دکھائیں اور مریضوں کو شفاء دلائیں۔ [۶۲]

افہام و تفہیم کی یہ سب صورتیں جب یکسر ناکام رہیں تو حکیم فضل الٰہی صاحب اور میاں معراج الدین صاحب عمر نے دوسرے دن (۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ء کو) پیر صاحب کے نام ایک رجسٹری خط میں درخواست کی کہ وہ اپنی دستخطی تحریر سے شائع فرمادیں کہ مجھے ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۰ء کی دعوت تفسیر نویسی بلا کم و کاست منظور ہے [۶۳] لیکن افسوس پیر صاحب نے رجسٹری لینے سے صاف انکار کر دیا [۶۴] مگر ان کے مریدوں نے یہ خبر پھیلائی کہ پیر صاحب نے تو مرزا صاحب کو ۲۵۔ اگست کو کئی تار دئے ہیں مگر مرزا صاحب کی طرف سے ہی کوئی جواب نہیں ملا جس پر ۲۷۔ اگست کو اشتہار دیا گیا کہ پیر صاحب للہ شہادت شائع کر دیں کہ یہ خبر صحیح ہے تو ہم اکاون روپے بطور نذرانہ پیش کریں گے [۶۵] مگر پیر صاحب بدستور خاموش رہے۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ اسی روز صبح شاہی مسجد میں علماء کرام نے اصل واقعات پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک بھاری جلسہ کیا اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی پروا نہ کریں اور نہ ان کی کسی بات کا جواب دیں۔ [۶۶]

اس موقع پر منشی نظام الدین صاحب فنانشل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام نے پیر صاحب کی خدمت میں باصرار درخواست کی کہ وہ بھی اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں۔ پھر بادشاہی مسجد میں لوگوں نے بڑی لجاجت سے درخواست کی کہ پبلک جلسہ میں کچھ فرمائیں۔ مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ میری آواز دھیمی ہے میں منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ [۶۷]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مفصل اشتہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپؑ نے ۲۸۔ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک مفصل اشتہار دیا جس میں لکھا کہ

"مجھے معلوم ہوا کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے لاہور پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ اس لئے پھر عام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں خلاف واقع ہیں جب کہ خود پیر صاحب بھاگ گئے ہیں اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا اور نہ ان میں یہ مادہ اور نہ خدا کی طرف سے تائید ہے اور میں بہرحال لاہور پہنچ جاتا۔ مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے

ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوش سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام ۶۸ کے کس طرح مناسب ہے... پھر بھی اگر پیر صاحب نے اپنی نیت کو درست کرلیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل میں عربی میں تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بہرحال اس مقابلے کے لئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہو گا' لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا۔ صرف دو امر کا خواہشمند ہوں جن پر لاہور میں میرا پہنچنا موقوف ہے۔ اول یہ کہ پیر صاحب سیدھی اور صاف عبارت میں بغیر کسی پیچ ڈالنے یا زیادہ شرط لکھنے کے اس مضمون کا اشتہار اپنے نام پر شائع کر دیں جس پر پانچ لاہور کے معزز اور مشہور ارکان کے دستخط بھی ہوں کہ میں نے قبول کرلیا ہے کہ میں بالمقابل مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی فصیح بلیغ میں تفسیر قرآن شریف لکھوں گا.... اور چونکہ موسم برسات ہے اس لئے ایسی تاریخ اس مقابلہ کی لکھنی چاہئے کہ کم از کم تین دن پہلے مجھے اطلاع ہو جائے۔

۲۔ دوسرا امر جو میرے لاہور پہنچنے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ شہر لاہور کے تین رئیس یعنی نواب شیخ غلام محبوب سبحانی صاحب اور نواب فتح علی شاہ صاحب اور سید برکت علی خاں صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ ایک تحریر بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں اور ہم عقیدوں کی طرف سے گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہیں آئے گی۔ ۶۹ اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں اور میں ان کی نسبت یہ انتظام کر سکتا ہوں کہ مبلغ دو ہزار روپیہ ان تینوں رئیسوں کے پاس جمع کرا دوں گا۔ اگر میرے ان لوگوں میں سے کسی نے گالی دی یا زدو کوب کیا تو وہ تمام روپیہ میرا ضبط کر دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ اس طرح پر خاموش رہیں گے کہ جیسے کسی میں جان نہیں مگر پیر مہر علی شاہ صاحب جن کو لاہور کے بعض رئیسوں سے بہت تعلقات ہیں اور شاید پیری مریدی بھی ہے ان کو روپیہ جمع کرانے کی کچھ ضرورت نہیں کافی ہو گا کہ حضرات معزز رئیساں موصوفین بالا ان تمام سرحدی پرجوش لوگوں کے قول اور فعل کے ذمہ دار ہو جائیں جو پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور نیز ان کے دوسرے لاہوری مریدوں خوش عقیدوں اور مولویوں کی گفتار کردار کی ذمہ داری اپنے سر لے لیں جو کھلے کھلے طور پر میری نسبت کہہ رہے ہیں اور لاہور میں فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ ان چند سطروں کے بعد جو ہرسہ رئیساں مذکورین بالا اپنی ذمہ داری سے اپنے دستخطوں کے ساتھ شائع کر دیں گے اور پیر صاحب کے مذکورہ بالا اشتہار کے بعد پھر میں اگر بلاتوقف لاہور میں نہ پہنچ جاؤں تو کاذب ٹھہروں گا۔"

پیر صاحب کے لئے مباحثہ کی ایک آسان شرط

اس اشتہار کے آخر میں آپ نے پیر صاحب کے مطالبہ مباحثہ کو پورا کرنے کے لئے یہ آسان تجویز لکھی کہ

"اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لئے میرا وعدہ ہے۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور میں آؤں اور مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹے تک اپنے دعویٰ اور اس کے دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف کوئی خطاب نہ ہو گا۔ اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پیر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونو تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کر لیں گے اور ان دونو باتوں میں سے اگر کوئی بات پیر صاحب منظور فرماویں تو بشرط تحریری ذمہ داری رؤسا مذکورین میں لاہور میں آجاؤں گا۔" [۵۷]

پیر صاحب کی گولڑہ کو واپسی

پیر مہر علی شاہ صاحب کا ارادہ ابتداء یکم ستمبر بروز جمعہ تک لاہور میں قیام کرنے کا تھا لیکن انہوں نے سوچا جمعہ کے دن پھر تقریر کے مطالبہ کی بوچھاڑ ہو گی اور ان کا رہا سہا وقار بھی خاک میں مل جائے گا۔ لہٰذا وہ قیام لاہور کا مزید پروگرام منسوخ کر کے جمعہ سے قبل ہی چل دیئے۔ اور جاتے ہوئے اپنے مریدوں کو وصیت فرما گئے کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی کتابیں اور اشتہارات ہرگز نہ پڑھیں ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت اقدسؑ کا یہ آخری اشتہار لاہور میں پہنچا تو وہ گولڑہ تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب منشی تاج الدین صاحب سیکرٹری انجمن فرقانیہ اور حضرت اقدسؑ کے دوسرے خدام نے مل کر انہیں فوراً یہ اشتہار رجسٹری بھجوا دیا اور انہیں لکھا کہ چونکہ آپ خلاف توقع جمعہ سے قبل ہی لاہور سے روانہ ہو گئے تھے اس لئے اسے رجسٹری کر کے آپ کی خدمت میں بھجوا رہے ہیں۔ احتیاطاً دو اشتہار آپ کے مریدان باصفا کو بھی دیئے جا رہے ہیں کہ پیش خدمت کر دیں۔ نیز لکھا کہ اشتہار میں حضرت مرزا صاحب کی طرف سے رؤسا سے دستخط کروانے کی پانچ یوم کی مہلت میں مزید دس روز کا اضافہ کر دیا گیا ہے آپ اس عرصہ میں مذکورہ رؤساء سے دستخط کرا کے بھیج دیں۔ علاوہ ازیں انہیں یہ پیشکش بھی کی کہ اگر آپ اس مقابلہ میں تشریف لا دیں گے تو آپ کو کرایہ ریل سیکنڈ کلاس اور آپ کے دو خادموں کا کرایہ انٹر میڈیٹ کلاس آمدورفت کا ہم نذر کریں گے۔ امید ہے کہ

آپ حق کے فیصلہ کے واسطے بہت جلد اس کا احسن انتظام کر کے لاہور میں تشریف لاویں گے۔" [۴۱]

جو وصیت پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو کی تھی وہ بھلا خود اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رجسٹری کیسے وصول کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس دفعہ بھی رجسٹری لینے سے صاف انکار کر دیا اور اس طرح سفر و قیام کے اخراجات کی پیشکش کے باوجود نہ ان کو اور نہ ان کے ہم مشرب علماء کرام کو حضرت اقدسؑ کے مطالبہ کی تکمیل میں وہ حدیث پیش کرنے کی جرات ہو سکی جس میں حضرت مسیح کے بجسد عنصری آسمان پر جانا اور پھر آنا مذکور ہو نیز وہ تفسیر نویسی اور بالمشافہ تقریر کے بھی مرد میدان نہ بن سکے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اتمام حجت

پیر صاحب کے لاہور سے جانے کے بعد ان کے عقیدت مندوں کی طرف سے اشتہاروں کا ایک سلسلہ جاری کر دیا گیا جس میں لکھا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے مقدس انسان بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے صعوبت سفر اٹھا کر لاہور پہنچے مگر مرزا صاحب اس بات پر اطلاع پا کر کہ وہ بزرگ نابغہ زماں سحبان دوراں اور علم و معارف قرآن میں لاثانی روزگار ہیں اپنے گھر کے کسی گوشہ میں چھپ گئے ورنہ حضرت پیر صاحب کی طرف سے معارف قرآنی بیان کرنے اور زبان عربی کی فصاحت دکھلانے میں بڑا نشان ظاہر ہوتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق پوشی کا یہ رنگ دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی تحریک سے ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے پیر مہر علی شاہ صاحب کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہم دونوں ستر دن میں اپنی اپنی جگہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورہ فاتحہ کی تفسیر شائع کریں۔ نیز اعلان فرمایا کہ اگر تین اہل علم جو ادیب اور اہل زباں ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں فیصلہ دیں کہ پیر صاحب کی تفسیر فصاحت و معارف کے اعتبار سے آپ کی تفسیر پر فائق ہے تو حضور بلا توقف پانچ سو روپیہ نقد پیر صاحب کی نذر کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد حضور نے پیر صاحب کو کھلی اجازت دی کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور محمد حسن صاحب بھیں وغیرہ کو بلالیں بلکہ وہ چار عرب ادیبوں کی بھی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بالآخر لکھا کہ "اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵۔ فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستر دن میں ہے فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔" [۴۲]

"اربعین" کی تصنیف و اشاعت اور مخالفین پر اتمام حجت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کی اشاعت اور مخالفین پر اتمام حجت کے لئے ہمیشہ نئی نئی راہیں سوچتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جولائی ۱۹۰۰ء میں یہ تجویز فرمائی کہ ایک یا دو صفحے پر چالیس اشتہار شائع کئے جائیں اور اسی لئے حضورؑ نے شروع میں اس کا نام "اربعین اتمام الحجہ علی المخالفین" تجویز فرمایا اور قارئین کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان اشتہارات کو جمع کرتے جائیں۔ شروع میں حضرت اقدسؑ یہی چاہتے تھے کہ ہر پندرہ دن کے بعد (بشرطیکہ کوئی روک پیدا نہ ہو) یہ اشتہار نکلتے رہیں یہاں تک کہ چالیس پورے ہو جائیں یا کوئی مخالف صحت نیت کے ساتھ میدان میں آکر حضور کی طرح کوئی نشان دکھلائے۔ [43] لیکن بعد میں جو آپ نے قلم اٹھایا تو حالات ایسے ہو گئے کہ آپ کو بڑے بڑے اشتہارات شائع کرنا پڑے اور ابھی آپ نے چار اشتہار [44] ہی دئے تھے کہ ان کا حجم ۱۲۸ صفحات تک پہنچ گیا جو ابتدائی اندازہ سے کہیں زیادہ تھا آپ کے مدنظر گنتی کو پورا کرنا نہیں تھا بلکہ دعویٰ کی اشاعت اور اتمام حجت اصل مقصود تھا اس لئے آپ نے یہ سلسلہ یہیں ختم کر دیا اور اسے پندرہ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک سرورق لگا کر شائع کر دیا۔

نشان نمائی کی دعوت

اربعین کے پہلے اشتہار میں آپ نے ایک دفعہ پھر پورے زور اور قوت سے نہایت پر جلال الفاظ میں یہ دعویٰ فرمایا کہ۔

"میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اور اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔

اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سید الوریٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی پیش گوئی اور کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان گزرا ہے جس کی پیش گوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا

ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں... اور میں صرف یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کرکے اور خدا اور اس کے رسول پر سچی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائے گا مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے۔ اور اگر دروازہ بند نہیں ہے تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ کرے۔ اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ پس یہ اسلامی حقیقت اور میری حقانیت کی ایک زندہ دلیل ہے۔" [۷۰]

اسی قوت نشان نمائی کی آزمائش کے لئے حضورؑ نے اپنے اشتہاروں میں دو نہایت آسان صورتیں پیش فرمائیں۔

پہلی صورت اسلام کی سچائی اور اپنی سچائی کی زندہ دلیل یعنی قوت نشان نمائی کے امتحان کے لئے پہلی صورت یہ پیش کی کہ علمائے وقت میں سے کم از کم چالیس نامی جید اور فاضل علماء جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (شیخ الکل) مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور پیر مہر علی شاہ صاحب پچاس معزز مسلمانوں کے دستخط سے اخبار میں یہ اقرار نامہ شائع کردیں کہ اگر مرزا صاحب کی طرف سے کوئی فوق العادت نشان ظاہر ہو تو ہم حضرت ذوالجلال سے ڈر کر مخالفت چھوڑ دیں گے اور بیعت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ضروری کوئی جدید نشان ظاہر کرے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ وہ کوئی پچاس ساٹھ سال تقرر کردے بلکہ کوئی معمولی مدت ہوگی جو عدالت سے مقدمات یا امور تجارت میں بھی اہل غرض اس کو اپنے لئے منظور کر لیتے ہیں۔ [۷۱]

دوسری صورت اپنے دعویٰ کی آزمائش کی دوسری صورت آپ نے یہ رکھی کہ اگر یہ طریق ان کو منظور نہ ہو اور ایسا اقرار وہ اپنی عظمت وشان کے منافی تصور فرمائیں تو

"آپ لوگ محض خدا تعالیٰ سے خوف کرکے اور اس امت محمدیہ کے حال پر رحم کرتے ہوئے بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں ایک جلسہ کریں اور اس میں جہاں تک ممکن ہو اور جس قدر ہو سکے معزز علماء اور دنیادار جمع ہوں اور میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر ہو جاؤں۔ تب وہ سب یہ دعا کریں کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ شخص مفتری ہے اور تیری طرف سے نہیں ہے اور نہ مسیح موعود ہے اور نہ مہدی ہے

تو اس فتنہ کو مسلمانوں سے دور کر اور اس کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچالے جس طرح تو نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو دنیا سے اٹھا کر مسلمانوں کو ان کے شر سے بچالیا۔ اور اگر یہ تیری طرف سے ہے اور ہماری ہی عقلوں اور فہموں کا قصور ہے تو اے قادر ہمیں سمجھ عطا فرما تا ہم ہلاک نہ ہو جائیں اور اس کی تائید میں کوئی ایسے امور اور نشان ظاہر فرما کہ ہماری طبیعتیں قبول کر جائیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ اور جب یہ تمام دعا ہو چکے تو میں اور میری جماعت بلند آواز سے آمین کہیں اور پھر بعد اس کے میں دعا کروں گا اور اس وقت میرے ہاتھ میں وہ تمام الہامات ہوں گے جو ابھی لکھے گئے ہیں اور جو کسی قدر ذیل میں لکھے جائیں گے غرض یہی رسالہ (مراد اربعین نمبر ۲۔ ناقل) مطبوعہ جس میں تمام یہ الہامات ہیں ہاتھ میں ہو گا اور دعا کا یہ مضمون ہو گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو اس رسالہ میں درج ہیں اور جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے جن کی رو سے میں اپنے تئیں مسیح موعود اور مہدی معہود سمجھتا ہوں اور حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دیتا ہوں تیرا کلام نہیں ہے اور میں تیرے نزدیک کاذب اور مفتری اور دجال ہوں جس نے امت میں فتنہ ڈالا ہے اور تیرا غضب میرے پر ہے تو میں تیری جناب میں تضرع سے دعا کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر زندوں میں سے میرا نام کاٹ ڈال اور میرا تمام کاروبار درہم برہم کر دے اور دنیا میں سے میرا نشان مٹا ڈال۔ اور اگر میں تیری طرف سے ہوں اور یہ الہامات جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں تیری طرف سے ہیں اور میں تیرے فضل کا مورد ہوں تو اے قادر کریم اس آئندہ سال میں میری جماعت کو ایک فوق العادت ترقی دے اور فوق العادت برکات شامل حال فرما اور میری عمر میں برکت بخش اور آسمانی تائید نازل کر اور جب یہ دعا ہو چکے تو تمام مخالف جو حاضر ہوں آمین کہیں۔"

یہ صورت پیش کرتے ہوئے حضورؑ نے پیشوایان قوم سے دردمندانہ اپیل کی کہ

"اے بزرگو اور قوم کے مشائخ اور علماء پھر میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اس درخواست کو ضرور قبول فرمائیں... میں نے محض خدا کے لئے یہ تجویز نکالی ہے۔ اور میرا خدا شاہد حال ہے کہ میں نے صرف اظہار حق کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے۔ اس میں کوئی تجویز مباہلہ کی نہیں جو کچھ ہے وہ میری جان اور عزت پر ہے۔ برائے خدا اس کو ضرور منظور فرمائیں۔" [۷۷]

اس نوع کے جلسہ کے انعقاد کے لئے حضور نے پہلے ۱۵۔ اکتوبر [۷۸] ۱۹۰۰ء کی تاریخ مقرر کی جسے علماء کرام کی سہولت کے لئے ۲۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء [۷۹] کر دی۔

قوم کو دردِ دل سے ایک دعوت

ان دونو صورتوں میں سے اگر اس زمانہ کے علماء کوئی صورت اختیار فرما لیتے تو دنیا ضرور خدا تعالیٰ کا ایک اور

زبردست نشان دیکھتی اور امت مسلمہ کا انتشار اور تفرقہ بھی بہت حد تک رفع ہو جاتا۔ مگر افسوس اس زمانہ کے مامور ربانی کی درد بھری آواز کا جواب سب و شتم اور گالیوں کی شکل میں دیا جس پر حضرت اقدسؑ نے ۲۹۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کو لکھا۔

"میں محض نصیحتاً مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بدعائیں کریں اور رو رو کر استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ و زاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی۔ کیونکہ میں خدا تعالیٰ سے آیا ہوں۔ جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں۔"

"میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودہ نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جائیں۔ اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانش مند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھائے نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بد قسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا! تو اس امت پر رحم کر' آمین۔" ۸۰

حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر اور ان کے ہم خیال علماء کے لئے پانچ سو روپیہ کا انعامی اشتہار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت کے وقت اکثر مخالف علماء اور عامتہ المسلمین کا یہ خیال تھا کہ آپ کی تحریک مخالفت کی تاب نہ لاکر بہت جلد تباہ و برباد ہو جائے گی۔ لیکن برسوں کی آویزش اور کشمکش کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کی جماعت روز بروز بڑھتی گئی اور اسے غیر معمولی ترقی نصیب ہونے لگی اور حضورؑ کے دعویٰ الہام و کلام پر تیس اور اس کی اشاعت پر بھی اکیس برس ہو گئے تو اس کا ردعمل اس شکل میں ظاہر ہوا کہ انہوں نے قرآن مجید کے واضح اعلان اور امت کے چودہ سو سالہ متفقہ عقیدہ سے ہٹ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ کسی شخص کا دعویٰ الہام و کلام کے بعد تیئس برس کی مہلت پانا اور ترقی حاصل کرنا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہے۔ [۸۱]

یہ خیال غالباً سب سے پہلے برملا پیش کرنے والے حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر تھے جنہوں نے لاہور میں بعض غلط کار علماء سے متاثر ہو کر ایک مجلس میں جہاں مرزا خدا بخش صاحب، میاں معراج دین صاحب عمرؓ، مفتی محمد صادق صاحب، صوفی محمد علی صاحب کلرک، میاں چٹو صاحب لاہوری، خلیفہ رجب دین صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم، حکیم محمد حسین صاحب قریشی، حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، میاں چراغ دین صاحب کلرک اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے۔ بڑے اصرار کے ساتھ اپنے اس مسلک کا اظہار کیا کہ اگر کوئی نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اپنے افتراء کے ساتھ تیئس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہے یعنی افتراء علی اللہ کے بعد اس قدر عمر پانا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہو سکتا نیز دعویٰ کیا بلکہ تحریر لکھ دی کہ ایسے کئی لوگوں کے نام میں نظیراً پیش کر دوں گا جنہوں نے نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تیئس برس یا اس سے زیادہ عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے کہ خدا کا کلام ہم پر نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ کاذب تھے۔

اس دعویٰ پر چونکہ براہ راست رسول خدا ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر زد پڑتی تھی اور نبوت محمدیہ پر خطرناک حرف آتا تھا اس لئے حضورؑ نے اربعین نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے ہم خیال علماء، مشائخ اور سجادہ نشینوں کو پانچ سو روپیہ انعام کا اعلان کرتے ہوئے زبردست چیلنج دیا کہ "اگر حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے

اس اشتہار میں لکھے ہیں اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں یعنی اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت ﷺ ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانچ سو روپیہ نقد دے دوں گا۔" [۸۲]

حضرت اقدسؑ نے صرف اس چیلنج پر اکتفانہ کرتے ہوئے لو تقول کی قرآنی دلیل پر ہر پہلو سے مفصل روشنی ڈالی اور تحریر فرمایا کہ

"ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قرآنی دلیل کبھی ٹوٹ نہیں سکتی یہ خدا کی پیش کردہ دلیل ہے نہ کسی انسان کی۔ کئی کم بخت بد قسمت دنیا میں آئے اور انہوں نے قرآن کی اس دلیل کو توڑنا چاہا مگر آخر آپ ہی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر یہ دلیل نہ ٹوٹ سکی۔ حافظ صاحب علم سے بے بہرہ ہیں ان کو خبر نہیں کہ ہزار ہانامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افتراء کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے زندگی کے تئیس برس پورے کئے ہوں۔ پھر حافظ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے کہ اس دلیل کو توڑ سکیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے بعض جاہل اور نافہم مولوی میری ہلاکت کے لئے طرح طرح کے حیلے سوچتے رہے ہیں تا یہ مدت پوری نہ ہونے پاوے جیسا کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مسیحؑ کو رفع سے بے نصیب ٹھہرانے کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا تا اس سے دلیل پکڑیں کہ عیسیٰ بن مریمؑ ان صادقوں میں سے نہیں ہے جن کا رفع الی اللہ ہوتا رہا ہے مگر خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا اور اپنی طرف سے تیرا رفع کروں گا جیسا کہ ابراہیم اور دوسرے پاک نبیوں کا رفع ہوا۔ سو اسی طرح ان لوگوں کے منصوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا لوگ کمئی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں جیسا کہ یہودی صلیب سے نتیجہ عدم رفع کا نکالنا چاہتے تھے... اور خدا نے مجھے اطلاع دی کہ بعض ان میں سے تیرے پر بددعائیں بھی کرتے رہیں مگر ان کی بددعائیں میں انہی پر ڈالوں گا اور درحقیقت لوگوں نے اس خیال سے کہ کسی طرح لو تقول کے نیچے مجھے لے آئیں۔ منصوبہ بازی میں کچھ کمی نہیں کی۔ بعض مولویوں نے قتل کے فتوے دیئے بعض مولویوں نے جھوٹے قتل کے مقدمات بنانے کے لئے میرے پر گواہیاں دیں بعض مولوی میری موت کی جھوٹی پیش گوئیاں کرتے رہے۔ بعض مسجدوں میں میرے مرنے کے لئے ناک رگڑتے رہے بعض نے جیسا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے

اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ اگر کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیوں کہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا مگر پھر بھی یہ لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔" ۸۲

علماء کا عجز

اس انعامی چیلنج کے مقابلہ میں حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے ہم خیال علماء بالکل لاجواب اور عاجز رہ گئے اور وہ کوئی ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے۔ اور بعض علماء نے بڑی دیدہ ریزی اور برسوں کی مسلسل سعی و جدوجہد کے بعد جو مثالیں پیش کیں ان کا حضرت اقدسؑ کے چیلنج سے کوئی تعلق ہی نہ تھا یعنی ان کے پیش کردہ بعض افراد تو وہ تھے جن کا دعویٰ الہام تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں ہو سکتا اور جن کے متعلق ایسا دعویٰ ثابت ہوتا ہے وہ یا تائب ہو گئے یا کیفر کردار تک پہنچ کر لو تقول کی ابدی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب پر اتمام حجت اور "تحفہ گولڑویہ" کی تصنیف و اشاعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیر مہر علی شاہ صاحب نے (جو تفسیر نویسی کے مقابلہ سے چھٹکارا پانے کے لئے) دعوت مباحثہ دی تو چونکہ آپ "انجام آتھم" میں اپنے اس فیصلہ کا اعلان فرما چکے تھے کہ آئندہ علماء سے ان کی غیر اسلامی روش اور دشنام طرازی کے سبب کبھی مباحثہ نہیں کریں گے بلکہ مخاطب تک نہیں کریں گے۔ ۸۳ اس لئے حضور نے مباحثہ تو منظور نہیں کیا مگر طبعاً آپ کو اندیشہ ہوا کہ عوام کا حافظہ بہت کمزور اور غور و فکر کا مادہ کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ تو سمجھ لیں گے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گزرے گا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہوں گے تبھی تو درخواست پیش کر دی اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے کہ ان کے پاس حضرت مسیحؑ کی زندگی اور حضور کی صداقت کے دلائل کے رد میں کچھ دلائل ہیں۔ اور ان کا ذہن قطعاً اس طرف نہیں جائے گا کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرات بھی آپ ہی کے عہد ترک بحث نے ان کو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضور نے "تحفہ گولڑویہ" جیسی لاجواب کتاب تالیف فرمائی اور اعلان کیا کہ اگر پیر صاحب اس کے مقابل کوئی رسالہ لکھ کر میرے تمام دلائل اول سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بٹالہ میں

ایک جلسہ منعقد کرکے ہم دونو کی حاضری میں یہ تمام دلائل ایک ایک کرکے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جسے وہ کسی تصرف کے بغیر حاضرین کو سنادیں پیر صاحب کے جوابات سنادیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کا قلع قمع کرتے ہیں تو میں پچاس روپیہ انعام پیر صاحب کو ان کے فاتح ہونے کے اعتراف میں اسی مجلس میں دے دوں گا اور اگر پیر صاحب تحریر فرمائیں تو میں یہ رقم پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرادوں گا قسم کھانے کے بعد میری شکایت ان پر کوئی نہیں ہوگی صرف خدا پر نظر ہوگی جس کی وہ قسم کھائیں گے پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے رد کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے کیوں کہ انہوں نے اگر اس انعامی رسالہ کا جواب نہ دیا تو بلاشبہ واضح ہو جائے گا کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔ [۸۵] چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا۔ پیر صاحب موصوف اور ان کے مرید زمین و آسماں کے قلابے تو ملاتے رہے مگر انہیں اس کا جواب دینے اور سیدھے سادھے طریق فیصلہ کے قبول کرنے کی آخر دم تک جرات نہ ہو سکی۔

تحفہ گولڑویہ کی تالیف کا آغاز جولائی ۱۹۰۰ء میں ہوا اور اس کی اشاعت یکم ستمبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی یہ مفصل و مدلل تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل و براہین کا جامع اور لطیف ترین مجموعہ ہے۔ اس میں حضور نے موسوی و محمدی سلسلوں کی حیرت انگیز مماثلت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم و حدیث اور اولیاء امت محمدیہ کے کشوف اور پیش گوئیوں سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح کر دکھایا ہے کہ مسیح موعودؑ کو چودھویں صدی میں ظہور کرنا چاہئے تھا اور یہ کہ وہ میں ہی ہوں جس کے آنے سے خدا کے گزشتہ نوشتے ایسی صفائی سے پورے ہو گئے کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں رہی۔

حضرت پیر کوٹھے والے صاحب کی شہادت

اس ضمن میں آپ نے بالخصوص ایک صاحب کشف و الہام بزرگ پیر کوٹھے والے صاحب [۸۶] کی شہادت پیش کی جنہوں نے اپنی وفات سے چند سال قبل اپنے خاص محبوں کو بتادیا کہ امام مہدی آخر الزماں پیدا ہو چکا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ زبان اس کی پنجابی ہے۔ اس پر اس قدر شدید مصائب آئیں گے جن کی نظیر گزشتہ زمانہ میں نہ ہوگی مگر اسے ذرہ بھر پروا نہ ہوگی نیز خبر دی کہ میرے بعض احباب مہدی آخری الزماں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے یہ شہادت حضرت پیر کوٹھے والے کے خلیفہ زادہ حکیم محمد یحییٰ صاحب دیپگرانی نے ۲۳۔ جنوری ۱۹۰۰ء کو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھجوائی تھی جو حضرت پیر صاحب کے دو خاص مصاحبوں (حافظ نور محمد صاحب [۸۷]

متوطن گڑھی امازئی اور گلزار خان ساکن بڈابیر علاقہ پشاور) کی چشم دید روایت پر مبنی تھی۔ علاوہ ازیں اس علاقہ کے بعض اور متدین اور معزز احباب مثلاً (محمد اسمٰعیل صاحب محلہ گلباد شاہ پشاور اور مولوی حمید اللہ صاحب ملاصوات) نے بھی اس روایت کی تصدیق کی۔ مولوی حمید اللہ صاحب نے تو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بزبان فارسی ایک خط میں حلفایہ بیان تحریر کیا اور حضرت پیر صاحب کے یہ اصل افغانی لفظ بھی لکھے جو ان کی زبان مبارک سے نکلے تھے یعنی "چہ مہدی پیدا شوے وے او وقت د ظہور ندے" [۸۸] یعنی مہدی موعودؑ پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

حواشی

۱- "منتخبات التاریخ لد مشق" جزو سوم صفحہ ۱۰۳۵ (از محمد ادیب آل تقی الدین الحصنی) مطبعۃ الحدیثہ دمشق ۱۹۳۴ء و معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۷۷ (مولفہ امام شہاب الدین ابو عبداللہ) طبع اول ۱۹۰۶ء و "تمدن عرب" اردو صفحہ ۱۶۵ (از فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان) مترجم شمس العلماء سید علی بلگرامی صاحب مطبوعہ اعظم سٹیم پریس حیدر آباد دکن۔ "اسلامی انسائیکلو پیڈیا" جلد اول صفحہ ۲۲۱ مرتبہ منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور۔

۲- "منتخبات التواریخ لد مشق" جلد سوم صفحہ ۱۰۳۵۔

۳- ملاحظہ ہو ترجمہ "بلاد فلسطین و شام" از جی۔ لی اسٹرینج صفحہ ۳۲۹ (شائع کردہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)۔

۴- "منتخبات التواریخ" جلد سوم صفحہ ۱۰۳۶۔

۵- حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۸ میں حضرت امام سیوطی کا یہ دعویٰ لکھا ہوا موجود ہے کہ "انی المجدد" (میں مجدد ہوں) مصر کے باشندے تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد چار سو کے قریب ہے جن میں تفسیر در منثور اور جلالین کا آخری حصہ بہت مشہور ہے۔ ۱۵۰۵ء میں وفات پائی (قاموس المشاہیر)

۶- حاشیہ ابن ماجہ مصری صفحہ ۲۶۵ (مطبوعہ ۱۳۱۳ھ)۔

۷- اشتہار ۱۸۔ مئی ۱۹۰۰ء (مشمولہ خطبہ الہامیہ)

۸- نزول عیسیٰ والی حدیث مکاشفات میں سے ہے اور مکاشفات ہمیشہ مجازات و استعارات پر مبنی ہوتے اور کئی رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا حضرت اقدس نے اس منارہ کی تحریک ہونے سے قبل اس حدیث کی بناء پر پیش گوئی فرمائی کہ حضور یا حضور کا کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرے گا (حمامتہ البشریٰ صفحہ ۷۳ مطبوعہ جنوری ۱۸۹۴ء) چنانچہ حضور کے جانشین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۹۲۴ء کے سفر یورپ کے دوران دمشق بھی ٹھہرے اور منارہ بیضاء کے مشرقی طرف قیام پذیر ہوئے۔ اس کے بعد جب آپ نے دوسری مرتبہ سفر یورپ اختیار فرمایا تو آپ بذریعہ طیارہ دمشق میں نزول فرما ہوئے اور حدیث نبوی ظاہری لحاظ سے بھی کمال صفائی سے پوری ہو گئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

۹- تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۳۳۔ ۴۹ (ضمیمہ خطبہ الہامیہ)۔

۱۰- الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۸

۱۱- منشی صاحب نے تو اپنے گھر کا تمام سامان فروخت کر کے تین سو روپیہ پیش کر دیا جس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ شادی خاں صاحب سیالکوٹی نے بھی وہی نمونہ دکھایا ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دکھایا تھا کہ سوائے خدا کے اپنے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ جب میاں شادی خاں نے یہ سنا تو گھر میں جو چارپائیاں تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ان کی رقم بھی حضرت کے حضور پیش کر دی۔ (الحکم ۲۶۔ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۸)۔ ایضاً "سیرت احمد" طبع اول صفحہ ۱۴۳ (مولفہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری)

۱۲- تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۵۳۔ ۶۴

۱۳- الحکم ۱۴۔ فروری ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۲ و ۲۸۔ فروری ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۲۔

۱۴- الحکم ۲۸۔ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۳

۱۵- الحکم ۱۴۔ فروری ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۱۔ ۱۲

۱۶- الحکم ۲۱/۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴ کالم اور "اصحاب احمد" جلد ششم صفحہ ۱۳۱ روایت حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب (مولفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان)

۱۷- الحکم ۲۸۔ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۳

۱۸- مستری فضل الدین صاحب معمار کا بیان ہے کہ اس اینٹ کی نچلی طرف کچھ لکھا ہوا تھا پھر لکھا ہوا حصہ حضور نے نیچے رکھ کر بنیاد

میں رکھنے کے لئے دے دیا اور ارشاد فرمایا اس اینٹ کو اسی طرح منار کی بنیاد میں رکھ دو اس کو الٹا نہ کرنا۔ چنانچہ یہ اینٹ اسی طرح لگا دی گئی۔ (اصحاب احمد جلد ششم صفحہ ۱۳۱)

۱۹۔ الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۔ ۵ و الحکم ۲۰۔ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۸ کالم ۳

۲۰۔ الحکم ۲۱/۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۱۔ ۲

۲۱۔ اخبار الحکم ۳۱۔ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل دار صاحب کے علاوہ ضلع کے مجسٹریٹ بھی اس سلسلہ میں قادیان آئے ہوئے تھے۔

۲۲۔ بدر ۲۲۔ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۸۔ ۱۳۹' الحکم ۳۱۔ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ و سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۵۲۔ ۱۵۳ (طبع ثانی) روایت حضرت حافظ روشن علی صاحب۔

۲۳۔ الحکم ۱۰۔ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۳ و الحکم ۱۷۔ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۸

۲۴۔ الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۱

۲۵۔ "سیرت احمد" (مرتبہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری) صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۱ء۔

۲۶۔ الحکم ۲۱/۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۱۔ ۲

۲۷۔ "مجدد اعظم" حصہ اول صفحہ ۶۹۱

۲۸۔ الحکم ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱ کالم ۱

۲۹۔ اشتہار مورخہ ۲۸۔ مئی ۱۹۰۰ء

۳۰۔ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں۔ "چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام میں ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان (میر درد۔ ناقل) کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔" (تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۶۵)

۳۱۔ الفضل ۲۹۔ نومبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۱' الفضل ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ کالم ۱

۳۲۔ الحکم ۲۱/۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۱۔ ۲ و "اصحاب احمد" جلد ششم صفحہ ۲۷' منارۃ المسیح کے علاوہ تعلیم الاسلام ہائی سکول' بورڈنگ ہائی سکول' مسجد نور' مسجد اقصیٰ کا سقف وغیرہ سلسلہ کی عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر بھی حضرت قاضی صاحب کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ (اصحاب احمد جلد ششم صفحہ ۲۷)

۳۳۔ الفضل ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۵ء' ۱۶' ۱۷۔ فروری ۱۹۲۳ء کو مینار پر گیس کے ہنڈے نصب ہوئے تھے جو نائیجیریا کے مخلص احمدیوں کی رقم سے خریدے گئے۔ (الفضل ۲۲۔ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۱ کالم ۱)

۳۴۔ الحکم ۲۱/۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴ کالم ۱' ۲

۳۵۔ احمدی جنتری قادیان ۱۹۳۷ء صفحہ ۳۸' ۳۹ مرتبہ مولوی محمد یامین صاحب (تاجر کتب قادیان)

۳۶۔ اس کی تفصیل خلافت ثانیہ کے واقعات میں آ رہی ہے۔

۳۷۔ لجۃ النور طبع اول صفحہ ۱

۳۸۔ لجۃ النور طبع اول صفحہ ۵۶

۳۹۔ لجۃ النور طبع اول صفحہ ۶۷

۴۰۔ الحکم ۲۴۔ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۲۔ ۳

۴۱۔ الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۷ کالم ۱۔ ۲

۴۲۔ الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۷ کالم ۱۔ ۲

۴۳۔ الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۷ کالم ۲

۴۴۔ الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۷ کالم ۳

۴۵۔ الحکم ۹۔ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰۔۱۱' الحکم ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۳

۴۶۔ اشتہار میں "سے" کا لفظ موجود نہیں جو سہو ہے۔ (مرتب)

۴۷۔ تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۶۵۔۷۰

۴۸۔ تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۷۰

۴۹۔ مفصل مکتوب کے لئے ملاحظہ ہو "واقعات صحیحہ" صفحہ ۲۵۔۳۶ (مولفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

۵۰۔ اس انجمن کے صدر حکیم فضل الٰہی صاحب۔ سیکرٹری منشی تاجدین صاحب اور جائنٹ سیکرٹری میاں معراج دین صاحب عمر تھے۔

۵۱۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۳۶۔۳۷

۵۲۔ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۱۸

۵۳۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۶۔۱۳۹

۵۴۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۵۔۱۳۷

۵۵۔ پیر صاحب کے بعض مریدوں نے ان کے اس مطالبہ بحث کے جواب میں حضرت اقدس کے اشتہار ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء کی یہ عبارت پیش کی "کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔" سوال یہ ہے کہ اس سیدھے سادھے مطالبہ کے لئے کسی مباحثہ کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے تحریری چیلنج دیا تھا اسی طرح ان کے لئے بھی اپنے کسی اشتہار میں یہ مطلوبہ حدیث شائع کر دینا کافی تھا مگر وہ بھی بے چارے معذور تھے احادیث کے ذخیرہ میں یہ حدیث نہ آج تک کسی کو مل سکی ہے نہ آئندہ قیامت تک مل سکتی ہے پھر بھلا وہ کہاں سے لاتے؟

۵۶۔ "عصائے موسیٰ" صفحہ ۴۱۸

۵۷۔ "خود لکھتے ہیں۔ خاکسار نے... مرزا کے دعویٰ بالمقابلہ تفسیر نویسی اور نشان نمائی کو اس کی قدیم لاف زنی سمجھ کر... اعراض اختیار کیا اور اپنی اور ذاتی ضرورتوں کے لئے شملہ پہنچا" (اشاعت السنہ جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۹)

۵۸۔ "عصائے موسیٰ" صفحہ ۴۱۸

۵۹۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۱۔۶۳ (مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

۶۰۔ مفصل خط کے لئے ملاحظہ ہو "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۵۔۴۶

۶۱۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۴' ۴۵' ۴۷

۶۲۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۱۹۔۲۰

۶۳۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۷

۶۴۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۷

۶۵۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۴۹

۶۶۔ اشاعت السنہ جلد ۱۹ نمبر ۵ صفحہ ۱۳۲ پر اس جلسہ کی کارروائی میں علماء کا یہ فیصلہ ان الفاظ میں درج ہے۔
"آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں۔ اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں کیوں کہ ان کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔"

۶۷۔ الحکم ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶۔۷

۶۸۔ حضرت اقدس کو تو یہ شرط لاہور کے ماحول کو دیکھ کر کافی وقت کے بعد مجبوراً عائد کرنا پڑی مگر پیر صاحب کے نمائندہ مولوی محمد غازی نے "شمس الہدایۃ" کے آخری صفحہ پر پہلے ہی یہ لکھ دیا تھا کہ "ہم مباحثہ کے واسطے بھی مرزا صاحب سے بشرط کافی انتظام کے ہر طرح سے تیار ہیں۔"

۶۹۔ اس شرط کے متعلق منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے لکھا۔ "سبحان اللہ! یہ خوب انصاف ہے کہ خود بدولت مرزا صاحب تو کسی

کی ایک شرط بھی ہرگز قبول نہ کریں اور آپ شرائط پر شرائط بڑھاتے جائیں اور وہ بھی ایسے ناممکن العمل کہ کبھی ہو نہ سکیں" (عصائے موسیٰ صفحہ ۴۲۰) ان الفاظ سے اس شرط کی اہمیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ دراصل حضرت اقدس کو اس موقع پر یہی سب سے بڑا شکوہ تھا کہ ایک دینی معاملہ اخلاق و تحمل کے جس ماحول کا مقتضی ہے وہ سرے سے مفقود ہے۔ اگر عملاً یہ بات نہیں تھی تو مطلوبہ ذمہ داری حاصل کرنے کو "ناممکن العمل" کیوں قرار دیا گیا۔ خصوصاً جب کہ یہ اصحاب پیر صاحب کے مرید یا ہم عقیدہ ہی تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ ملتا ہے۔ چنانچہ "سنن ابو داؤد" (کتاب الخراج والفئی والامارۃ باب خبر النضیر) میں لکھا ہے کہ بنو نضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آئیں ہم بھی اپنے احبار لے کر آئیں گے۔ اگر ہمارے احبار آپ کی تصدیق کریں تو ہمیں بھی کچھ عذر نہ ہو گا لیکن چونکہ وہ بغاوت کی تیاری کر چکے تھے حضور علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم ایک معاہدہ نہ لکھ دو تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

۷۰۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۷۔۱۴۱

۷۱۔ "واقعات صحیحہ" صفحہ ۶۱۔۶۲

۷۲۔ تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۹۶

۷۳۔ "اربعین" نمبر ۱ صفحہ ۱ و "اربعین" نمبر ۴ صفحہ ۱۴

۷۴۔ ان کی اشاعت کی تاریخیں یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۰ء، نمبر ۲۔ ۲۷۔ ستمبر ۱۹۰۰ء، نمبر ۳، ۴۔ ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۰ء، ضمیمہ نمبر ۳۔ ۴۔ ۱۵، ۲۹۔ دسمبر ۱۹۰۰ء

۷۵۔ اربعین نمبر ۱ صفحہ ۴۔۵

۷۶۔ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۸۔۲۹

۷۷۔ "اربعین" نمبر ۲ صفحہ ۲۹۔۳۰

۷۸۔ "اربعین" نمبر ۲ صفحہ ۳۲

۷۹۔ "اربعین" نمبر ۲ صفحہ ۴۰

۸۰۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔ ۴ صفحہ ۵ تا ۷

۸۱۔ قرآن مجید میں جو مکمل ضابطہ حیات ہے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین۔ (الحاقہ ع ۲) یعنی اگر ہمارا یہ رسول ﷺ کوئی جھوٹا الہام بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اسے یقیناً دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ خدا تعالیٰ کے اس واضح معیار اور آنحضرت ﷺ کے دعویٰ الہام کے بعد تیئس سالہ عمر کی روشنی میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ (۱۳۹۰/۱۳۲۲) نے مذہبی دنیا کو چیلنج دیا تھا: فان العقل یجزم بامتناع اجتماع هذه الامور فی غیر الانبیاء وان یجمع الله هذه الکمالات فی حق من یعلم انه یفتری علیه ثم یمهل ثلاثا و عشرین سنه۔ ("شرح عقائد نسفی" صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر و "نبراس" صفحہ ۴۴۴) یعنی عند العقل یہ بات ممتنع قرار پاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مفتری کو ۲۳ سال کی مہلت دے۔ عالم اسلام کے مشہور مناظر حضرت امام ابن قیمؒ (متوفی ۱۱۵۷) عیسائیوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی صداقت میں سب سے بڑی دلیل یہی پیش کیا کرتے تھے (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۰۰) ان متکلمین کے علاوہ علامہ فخر الدین رازیؒ (۱۱۵۰۔۱۲۱۰) امام ابو جعفر طبریؒ (متوفی ۸۳۵ء) حضرت علامہ خطیب بغدادیؒ (۱۰۰۶۔۱۰۷۰) علامہ حافظ ابو الفداء اسمٰعیل بن عمرو دمشقیؒ (متوفی ۱۳۷۲ء) علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۱۵۰۵ء) صاحب کشاف علامہ محمد بن عمرو زمخشریؒ (۱۰۷۴۔۱۱۴۲) اور دوسرے اکابر امت بھی یہی مسلک رکھتے تھے۔ ہندوستان میں جب پادری فنڈل نے "میزان الحق" میں رسول خدا ﷺ پر اعتراض کیا تو مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ (۱۸۱۷۔۱۸۹۱) اور مولوی سید آل حسن صاحب قنوجیؒ نے "ازالہ اوہام" اور "استفسار" میں اسی دلیل سے عدوان دین کا منہ بند کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ اگر مفتری ہوتے تو تیئس سالہ مہلت دعویٰ نبوت کے بعد کیوں کر پا سکتے تھے۔ حال کے علماء میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری (۱۸۶۸۔۱۹۴۸) نے بھی اسے تسلیم کرتے ہوئے صاف لکھا تھا۔ "نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔ واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی مدعی نبوت کو

سرسبزی نہیں دکھائی یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے... مسیلمہ کذاب اور عبید اللہ عنسی نے... دعویٰ نبوت کے کئے... لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے "دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا" (مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷ مطبوعہ مطبع چشمہ نور امرتسر ۱۳۱۴ھ) غرض کہ یہ امت محمدیہ کا ایک مسلمہ متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ جھوٹا مدعی الہام آیت لو تقول کے مطابق ۲۳ برس مہلت نہیں پاسکتا اور نہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

۸۲۔ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۸ (طبع اول)

۸۳۔ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۸ تا ۱۱

۸۴۔ انجام آتھم صفحہ ۲۶۰

۸۵۔ خفیف سے تصرف کے ساتھ "تحفہ گولڑویہ" سرورق صفحہ ۲ سے ماخوذ ہے۔

۸۶۔ دریائے سندھ کے کنارے تحصیل صوابی ضلع پشاور میں ایک گاؤں کوٹھ شریف نامی ہے یہ بزرگ اسی جگہ رہتے تھے اور پیر کوٹھے والے کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷۸ء میں وفات پائی۔ ان کے مرید ان کو تیرھویں صدی کے مجدد اور دوسرا مجدد الف ثانی" یقین کرتے ہیں۔ پیر صاحب کے سوانح حیات اور ملفوظات' مراقبات اور بعض الہامات "مخزن عرفانی" اور "نظم الدرر فی سلک السیر" کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ (موخر الذکر کتاب فارسی میں تھی جس کا اردو ترجمہ "در اسرار" کے نام سے جون ۱۹۸۵ء میں پشاور سے صاحبزادہ بک فاؤنڈیشن نے شائع کر دیا ہے)۔

۸۷۔ پیر کوٹھ شریف کے جانشین تھے۔ جنوری ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے بمقام نینی تال آپ کا مزار ہے۔

۸۸۔ "تحفہ گولڑویہ" "طبع اول" صفحہ ۳۴ تا ۳۶ (حاشیہ)۔

جماعت کا فرقہ احمدیہ سے موسوم ہونا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا فرقہ احمدیہ سے موسوم ہونا

سلسلہ حقہ کی بنیاد اگرچہ مارچ ۱۸۸۹ء میں پڑ چکی تھی مگر اب تک اس کا کوئی مستقل نام تجویز نہیں کیا گیا تھا اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سے امتیاز کے لئے بعض لوگ آپؑ کے ماننے والوں کو پنجاب میں "مرزائی" اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں "قادیانی" کے نام سے پکارتے تھے لیکن اب ۱۹۰۱ء میں سرکاری طور پر مردم شماری ہونے والی تھی جس میں یہ التزام کیا جانے والا تھا کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے امتیاز رکھتا ہے علیحدہ خانہ میں اس کا اندارج کیا جائے اور جس نام کو کسی فرقہ نے اپنے لئے تجویز کیا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں لکھا جائے۔ لہٰذا اس اہم مقصد کے پیش نظر حضرت اقدسؑ نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو "اشتہار واجب الاظہار" کے ذریعہ سے یہ اعلان فرمایا کہ

"ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد ﷺ۔ دوسرا احمد ﷺ۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ پیش گوئی مخفی تھی کہ آنحضرت ﷺ ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔" [1]

جماعت کو ذمہ داری کے احساس کے لئے نصیحت

"احمدی مذہب کے مسلمان" یا "مسلمان فرقہ احمدیہ" نام کے ساتھ جماعت پر جو اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں ان کی طرف توجہ دلانے کے لئے حضرت اقدسؑ نے اگلے ماہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں لکھا۔

"خدا نے تمہیں اس عیسیٰ احمد صفت کے لئے بطور اعضاء کے بنایا۔ سو اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھلاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکہ تمہاری طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو۔ سو چاہئے کہ دن رات خدا کی حمد و ثناء تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خدا کی کیوں کر حمد کر سکتے ہو جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کا پالنے والا نہ سمجھو۔ اور تم کیوں کر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک ایسا ہی اپنے تئیں بھی نہ بناؤ۔"

"پس تم کیوں کر سچے احمد یا حامد ٹھہر سکتے ہو جب تک کہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ حقیقت میں احمد بن جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ خدا کی اصل اخلاقی صفات چار ہی ہیں جو سورہ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ (۱) رب العالمین سب کا پالنے والا (۲) رحمان بغیر عوض کسی خدمت کے خود بخود رحمت کرنے والا (۳) رحیم کسی خدمت پر حق سے زیادہ انعام و اکرام کرنے والا اور خدمت قبول کرنے والا اور ضائع نہ کرنے والا (۴) اپنے بندوں کی عدالت کرنے والا۔ سو احمد وہ ہے جو ان چاروں صفتوں کو عملی طور پر اپنے اندر جمع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کا نام مظہر جمال ہے... اور یہی جمالی حالت ہے جو حقیقت احمدیہ کو لازم پڑی ہوئی ہے۔ محبوبیت جو اسم محمدؐ میں تھی صحابہ کے ذریعہ سے ظہور میں آئی [۲] اور جو لوگ ہتک کرنے والے اور گردن کش تھے محبوب الٰہی ہونے کے جلال نے ان کی سرکوبی کی۔ لیکن اسم احمد میں شان محبیت تھی یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی' یہ شان مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے ظہور میں آئی سو تم شان احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو لہٰذا اپنے ہر ایک بے جا جوش پر موت وارد کرو اور عاشقانہ فروتنی دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔" [۳]

دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت

۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور ۱۸۹۲ء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے علمائے ہند سے فتویٰ تکفیر لے کر شائع کیا جس میں حضور اور حضور کی جماعت کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہوئے فتاویٰ دیئے گئے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا' ان سے تعلق نکاح قائم کرنا اور ان کا جنازہ پڑھنا حرام

ہے۔ اس فتویٰ پر ہر جگہ جس سختی سے عمل کیا گیا اس کے لئے اس زمانہ کے ایک صاحب مولوی عبدالاحد نامی کا یہ بیان کافی ہے۔ لکھتے ہیں۔ "طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت خوار و ذلیل ہوئے جمعہ و جماعات سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے... معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔" [۴] "تمام لوگوں کے نزدیک مخذول و مطرود ہوئے۔ **ملعونین اینما ثقفوا اخذوا** کا مصداق بن گئے۔ معاملہ و برتاؤ تم سے روکا گیا۔ عورتیں چھینی گئیں۔ مردے خراب و بے جنازہ پھینکے گئے' مال و آبرو کا نقصان' روپوں کی آمدنی میں خلل آگیا... مردے کے کپڑے یہاں راولپنڈی سے قادیان بھیجے گئے... نہ مسجدوں میں جاسکو نہ مجلسوں میں۔" [۵]

اس نوع کے دلدوز حالات میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت دوسرے فرقہ کے ان ائمہ کے پیچھے جو تکفیربازی کے شغل میں ملوث نہیں ہوئے کئی سال تک نمازیں ادا کرتی رہی۔ جب یہ سلسلہ زیادہ ناگوار شکل اختیار کر گیا تو حضرت اقدس نے حدیث رسول ﷺ "**وامامکم منکم**" (بخاری) کی روشنی میں باہمی کشمکش ختم کرنے کے لئے یہ ہدایت فرمائی کہ آئندہ کسی مکفر و مکذب و متردد شخص کی اقتداء میں بالکل نماز نہ ادا کی جائے تا مسجدوں میں فتنے کا کوئی احتمال نہ رہے۔ یہ ہدایت ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ دی گئی تھی اور اس کا علم زیادہ تر انہی احباب تک محدود تھا جو اس وقت تک شدید مظالم کا نشانہ بن چکے تھے۔ اس ضمن میں کوئی تحریری ہدایت جماعت کے نام نہیں دی گئی تھی۔ [۶]

لیکن جب غیروں کی سختیاں انتہاء کو پہنچ گئیں اور مکفرین کی سینہ زوری اور خدا ناترسی کا منظر ہر شخص نے بچشم خود دیکھ لیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ۱۹۰۰ء کے آخر میں تحریری شکل میں بھی یہ ہدایت بذریعہ اشتہار جاری کر دی کہ

"یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم۔ یعنی جب مسیح نازل ہو گا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک

حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے کیوں کہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔" ۷

اس ارشاد کے کچھ عرصہ بعد حضور کے ایک مرید خان محمد عجب خاں صاحب تحصیل دار آف زیدہ نے حضور سے استفسار کیا کہ جو لوگ سلسلہ احمدیہ سے ناواقف ہیں ان کے پیچھے نماز ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ حضور نے جواب دیا۔

"ناواقف امام سے پوچھ لو اگر وہ مصدق ہو تو نماز اس کے پیچھے پڑھی جاوے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک جماعت الگ بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جاوے۔ جن لوگوں سے وہ جدا کرنا چاہتا ہے بار بار ان میں گھستا یہی تو اس کے منشاء کے مخالف ہے۔" ۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز سے متعلق اس ہدایت کے ساتھ ہی خبر دی کہ "صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کے لئے ہے تم ان میں اگر رلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔" ۹

چنانچہ سچ مچ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے اس فرمان کی تعمیل کرنے والے روز افزوں ترقی کرتے گئے اور کرتے جا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب علاقہ خوست کی احمدیت سے وابستگی

موضع سید گاہ علاقہ خوست (افغانستان) میں ایک باکمال بزرگ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رہتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ حضرت مخدوم شیخ ابو الحسن علی ہجویری گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ (۱۰۰۹۔ ۱۰۷۲) کی اولاد ۱۰ میں سے تھے اور ملک کے مشہور مذہبی پیشوا، مقتدر عالم اور صاحب کشف و الہام تھے ۱۱ چنانچہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اوائل ہی میں یہ خبر دی کہ پنجاب میں مسیح موعود پیدا ہو گیا ہے۔ ۱۲ آپ کے عقیدت مند افغانستان میں بڑی کثرت سے موجود تھے۔ دربار شاہی میں بھی آپ ممتاز منصب رکھتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ ملک کے چوٹی کے جاگیرداروں میں ان کا شمار

ہوتا تھا۔ سیاسی اثر و نفوذ کے لحاظ سے بھی ان کی شخصیت نمایاں تھی۔ چنانچہ جب امیر کابل عبدالرحمٰن (۱۸۴۴ء-۱۹۰۱ء) کے عہد میں ہندوستان اور افغانستان کی سرحدوں کی تعیین کے لئے کمیشن مقرر ہوا تو برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے سرمارٹیمر ڈیورنڈ اور نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں آف ٹوپی ضلع پشاور ممبر مقرر ہوئے اور افغانستان کی طرف سے سردار شرندل خاں گورنر سمت جنوبی اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ صاحب تجویز ہوئے۔ کمیشن نے ۲۹۔ جولائی ۱۸۹۴ء سے ۳۔ دسمبر ۱۸۹۴ء تک چھ ماہ میں اپنا حد بندی کا کام ختم کر لیا اور وہ تاریخی ڈیورنڈ لائن قائم ہوئی جو آج بھی پاکستان اور افغانستان کی حد فاصل ہے۔ کمیشن کے قیام سے دونوں ملکوں کی سرحدوں کا تعین تو لازماً ہونا ہی تھا۔ اس کا تحریک احمدیت کو بھی روحانی فائدہ ہوا کہ کمیشن کے ارکان پاراچنار کے مقام پر دن کو حد بندی کا کام کرتے اور رات کو مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوتا۔ حسن اتفاق سے کمیشن کے محرر پشاور کے سید چن بادشاہ صاحب نے ایک مرتبہ دوران گفتگو میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کا تذکرہ کیا جس سے حضرت سید عبداللطیفؓ صاحب بڑے متاثر ہوئے۔ سید چن بادشاہ صاحب نے آپ کی خواہش دیکھی تو حضرت اقدس کی ایک تصنیف "آئینہ کمالات اسلام" پیش کی جس کے مطالعہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت اقدس سے بے حد عقیدت و الفت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے حضور سے رابطہ قائم کرنے کے لئے اپنے بعض خاص شاگردوں مثلاً حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب، حضرت مولوی عبدالستار صاحب [۱۱۳] اور حضرت مولوی عبدالجلیل صاحب کو حضرت اقدس کی خدمت میں بار بار بھیجنا شروع کیا۔ آپ کے یہ مخلص شاگرد قادیان میں حضرت اقدس کی صحبت میں کچھ وقت گزارتے اور حضورؑ کی تازہ تالیفات لے کر حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس آتے۔ اس طرح حضور کے تازہ کوائف کا بھی علم انہیں ہوتا رہتا تھا۔

دسمبر ۱۹۰۰ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو اپنے چند شاگردوں کے ساتھ حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط دے کر بھجوایا۔ نیز حضور کے لئے کچھ خلعتیں بھی تحفہ کے طور پر بھجوائیں۔ [۱۱۴]

ڈیورنڈ لائن کے ریکارڈ میں
حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب کا ذکر

No. 247
Translation of letter dated 13th Zilhij (18th June 1894) from

Sardar Shirindil Governor of khost to J.S. Donald Esquire C.I.E Officer on special duty. kurram.

After Complements I have persued you, letter of the 17th June you wrote today Sahibzada Latif Jan and Dad Muhammad Khan, Hakim of the chakmannis, have stated that you have no power to do the demarcation beyond the Peiwar Kotal. But that from the Peiwar Kotal up to Kimatai Sar you are willing to demarcate the boundary along the water shed, and from Kimatai Sar you are willing to continue the boundary along the watershed of that spur which runs down in an eastern direction from Kimatai Sar and up to a spot between the Kharlachi post and the village of Lar Istia. That from this post which is between the post of Kharlachi and the village of Lar Istia you are willing to demarcate a line which will separate the lands of Kharlachi from those of pathan This will be demarcated in our persence on the spot. If you really agree to this line please let me know in clear language so that I may understand it

My friend sahibzada (Abdul Latif Jan) and Dad Mohammad Khan came and told me that under my instructions they had been to Mr. Danald's camp.

No. 393

No.551c.,dated28thJuly1894

From J.S. Donald, Esquire, C.I.E officer on special duty, Kurram to the commissioner and superintendent, Peshawar division.

On the morning of the 27th instant Sahibzada Latif Jan, and agent of the Sardar,s and his right- hand man in connection with demarcation operations, returned with my letter and said that the Sardar was puzzled at my having asked so many questions, that the disposition of his highness the Amir was "Barik" (delicate), and that his highness would be very much offended at the sight of so many questions and answers. The Sahibzada went on to say that the Sardar would be obliged if I could put my questions in a simple form, so that he may understand them. That though my questions may be clear enough in the English language, some of them had no meaning when rendered into Persian

After consultation with the Sahibzada, I drew up another set of three (questions here with submitted). The Sahibzada seemed to be pleased with these as he thought the Sardar would understand them better. As the purport of most of the 20 questions is contained in these three questions, I did not see much difference myself in the two sets of questions, but as the second set pleased the Sahibzada, I told him he might take away both sets and after comparing them carefully see if he could discover any great difference.

No. 526

No.641C,dated24thSeptember1894

From J.S. Donald Esquire C.I.R officer on special duty, Kurram to the commissinoner and Suprintendent, Peshawar division.

One of these letters was sent by me to the Sardar on the morning of the 21st instant, and it was brought back to me on the evening of the date by Sahibzada Lafif Jan, a trusted agent of the Sardar. Latif Jan came to me with Shirindil Khan,s copy of a map which professes to be a tracing of the map of Afganistan on a scale of 1" - 24 miles and asked me to point out to him where in the Sardar's map differed from my map which was supposed by me to be the Kabul agreement map.

ترجمہ

نمبر ۲۴۷

اس خط کا ترجمہ جو محترم سردار شرندیل خان صاحب گورنر آف خوست نے جناب جے۔ایس۔ ڈانلڈ صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ آفیسران سپیشل ڈیوٹی کرم کو مورخہ ۱۳۔ ذی الحج (۱۸۔ جون ۱۸۹۴ء) کو تحریر کیا۔

سلام و آداب کے بعد واضح ہو کہ میں نے آپ کا وہ خط پڑھ لیا ہے جس میں آپ نے لکھا ہے۔ کہ صاحبزادہ عبداللطیفؓ جان صاحب اور داد محمد خان صاحب حاکم چقمانی نے آپ کو بتایا ہے۔ کہ مجھے پائیوار کوٹل کے علاقے سے پرے کی جانب حد بندی کے اختیارات حاصل نہیں۔ لیکن پائیوار کوٹل سے کیماٹائی سر کے مقامات تک ذخیرہ آب کے ساتھ ساتھ سرحدی لائن کھینچے جانے سے مجھے اتفاق ہے۔ بالخصوص جب کہ یہ لائن خرلاچی پوسٹ اور رلار اشیاء کے دیہات کے مابین گزرے۔ اس طرح مجھے اس امر پر بھی اعتراض نہیں۔ اگر یہ خط خرلاچی دیہات کی زمینوں کو پٹھان گاؤں کی زمینوں سے الگ کردے۔ اور اس خط کی تعیین۔ ہم دونوں۔ موقع پر کریں۔

میرے دوست صاحبزادہ عبداللطیفؓ جان صاحب اور داد محمد خان صاحب میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ میری ہدایت کے مطابق ڈانلڈ صاحب کے پاس گئے ہیں۔

نمبر ۳۹۳

نمبر ۱۵۵ سی مورخہ ۲۸ جولائی ۱۸۹۴ء

جناب جے۔ ایس۔ ڈانلڈ آفیسر آن سپیشل دیوٹی کرم کی طرف سے جناب کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر پشاور ڈویژن کے نام!

۲۵ تاریخ کی صبح کو صاحبزادہ عبداللطیفؓ جان صاحب جو سردار شرندل کے نمائندے اور ان کے دست راست ہیں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ سردار صاحب اتنے بہت سے سوالات پر کچھ پریشان سے ہیں اور پھر جناب امیر صاحب والی کابل بھی نازک طبیعت کے مالک ہیں اور وہ سرحدی تعین کے بارے میں سوالات کی پیچیدگی اور ان کی ناروا تفصیل کو دیکھ کر الجھن محسوس کریں گے بالخصوص جب کہ ان سوالات کو انگریزی زبان سے الگ کر کے فارسی زبان کا جامہ پہنایا جائے چنانچہ میں نے صاحبزادہ صاحب کے مشورے کے بعد فقط تین سوالوں پر مشتمل ایک سوال نامہ تیار کیا جسے دیکھ کر صاحبزادہ بھی کچھ مطمئن ہوئے اور فرمایا۔ کہ اب یہ سوال نامہ بہتر صورت میں ہے۔ میں نے انہیں یہ سوال نامہ اور اس کے ساتھ ہی پہلا سوال نامہ (جس میں ۲۰۔ سوال تھے) دونوں ان کی

خدمت میں پیش کئے اور کہا۔ کہ وہ انہیں لے جائیں اور خود ملاحظہ فرماویں کہ آیا دونوں کے مضمون اور مفہوم میں کوئی فرق تو نہیں؟

نمبر ۵۲۶

نمبر ۱۶۴ سی مورخہ ۲۴۔ ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب جے۔ ایس ڈانلڈ۔ سی۔ آئی۔ آر۔ آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کرم بنام کمشنر صاحب (و سپرنٹنڈنٹ) پشاور ڈویژن

میں نے ایک خط مورخہ ۲۱ ستمبر کو جناب سردار شرندیل خان صاحب کے خدمت میں بھیجا تھا اور اس کا جواب مجھے صاحبزادہ عبداللطیفؓ جان صاحب کے ذریعے شام کے وقت موصول ہوا جو سردار صاحب موصوف کے قابل اعتماد ساتھی اور نمائندے ہیں۔ جناب صاحبزادہ صاحب میرے پاس ایک نقشہ لے کر آئے۔ جس کے متعلق یہ خیال ہے۔ کہ وہ افغانستان کے نقشے کی صحیح نقل ہے۔ (بحساب ۱ انچ فی۔ ۲۴ میل) اور مجھ سے انہوں نے دریافت کیا۔ کہ میں یہ نقشہ دیکھ کر انہیں بتاؤں کہ اس نقشے میں اور میرے نقشے میں کیا فرق ہے؟

(نوٹ:) مندرجہ بالا اقتباسات ڈیورنڈ لائن (۹۴۔ ۱۸۸۳ء) کے قدیم ریکارڈ سے ماخوذ ہیں جو پشاور میوزیم میں محفوظ ہے اور جس کی مصدقہ نقل شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ کے دفتر میں بھی ہے۔

مجلس "تشحیذ الاذہان" کی بنیاد

۱۹۰۰ء [۱۵] میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے ایک مجلس کی بنیاد رکھی جس کا نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "تشحیذ الاذہان" تجویز فرمایا۔ یہ دنیا میں احمدی نوجوانوں کی پہلی فعال مرکزی مجلس تھی۔ مجلس کے پریذیڈنٹ صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب منتخب ہوئے۔ [۱۶] اس مجلس کی غرض و غایت یہ تھی کہ نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرے۔ یہ انجمن اگرچہ ۱۹۰۰ء میں معرض وجود میں آئی مگر نمایاں رنگ میں اس کی سرگرمیاں ۱۹۰۶ء میں جماعت کے سامنے آئیں جب کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے ہاتھوں میں اس کا احیاء عمل میں آیا اور "تشحیذ الاذہان" ہی کے نام سے اس کا ترجمان بھی جاری ہو گیا۔ ۱۹۰۶ء میں مجلس تشحیذ الاذہان کے ابتدائی عہدیدار اور ممبر یہ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (پریذیڈنٹ) منشی عبدالرحیم صاحب مالیر کوٹلی (سیکرٹری)۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال (ممبر)۔ چوہدری عبدالسلام صاحب (محاسب انجمن) منشی برکت علی صاحب (نائب سیکرٹری) شیخ تیمور صاحب

(ممبر) سید طفیل حسین صاحب (ممبر) چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب (ممبر) محب الرحمٰن صاحب (ممبر) عبداللہ خاں صاحب کوئٹہ (ممبر) بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (ممبر)۔ [۱۷]

۱۹۰۰ء کے بعض صحابہ

اس سال جماعت میں شامل ہونے والے بعض ممتاز اصحاب کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ صاحب خوست کابل۔ (۲) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل [۱۸] (۳) خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہر۔ [۱۹] (۴) حضرت حافظ روشن علی صاحب [۲۰] (۵) عماد الملک مولوی سید مہدی حسین شاہ صاحب لکھنوی (۶) ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب [۲۱] (۷) مولوی ابوالحسنؓ صاحب بزدار [۲۲] (۸) چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹی [۲۳]

حواشی

۱- "اشتہار واجب الاظہار" مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۹۱
۲- (از مؤلف) موجودہ زمانہ کے مشہور فلسفی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے حضرت اقدس کے اسی نظریہ کو مستعار لیا ہے چنانچہ ان کا شعر ہے۔ ہو چکا گو قوم کی شان جلالی کا ظہور :۔ ہے ابھی باقی مگر شان جمالی کا ظہور۔
۳- اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۸-۲۰
۴- "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی" صفحہ ۲ مطبوعہ "چودھویں صدی" پریس راولپنڈی ۱۹۰۱ء
۵- "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی" صفحہ ۱۴ مطبوعہ "چودھویں صدی" پریس راولپنڈی ۱۹۰۱ء
۶- "ایام الصلح" اردو صفحہ ۱۳۳ (طبع اول)
۷- اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸ (حاشیہ) طبع اول
۸- البدر ۲۰- فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۴-۳۵ و الحکم فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۱
۹- الحکم ۱۰- اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳
۱۰- "شہید مرحوم کے چشم دید حالات" (از سید احمد نور کابلی) صفحہ ۵ (مطبوعہ قادیان) طبع اول
۱۱- تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "شہید مرحوم کے چشم دید حالات" حصہ اول و دوم۔
۱۲- "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳ رسالہ "دی مسلم ہیرلڈ" (THE MUSLIM HERALD) لنڈن بابت ماہ اپریل ۱۹۶۸ء (مضامین رشید احمد خان چودھری و بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لنڈن)
۱۳- آپ ابتداء ۱۸۹۷ء میں قادیان تشریف لائے۔ ۱۹۰۴ء سے آپ نے مستقل طور پر قادیان میں رہائش اختیار کرلی۔ حضرت مولوی صاحب نہایت منکسر المزاج اور صاحب کشف بزرگ تھے اور عمر بھر مہمان خانہ کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں نہایت صبرو شکر کے ساتھ فقیرانہ رنگ میں اقامت گزیں رہے۔ ۱۸- اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ساڑھے آٹھ بجے صبح رحلت فرمائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔
حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات پر فرمایا کہ آپ کو غصہ کے وقت اپنے نفس پر بہت قابو حاصل تھا بلکہ وہ اس خصوص میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔ نیز فرمایا کہ یہ ان کے روحانی تعلق کا ثبوت ہے کہ جب تک میں ڈلہوزی سے واپس نہیں آیا ان کی وفات نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنی ایک رؤیا کا ذکر فرمایا کہ ڈلہوزی میں میں نے دیکھا کہ قادیان میں ایک ایسے شخص کی وفات ہوئی ہے جس سے زمین و آسمان ہل گئے ہیں (الفضل ۲۰- اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲ کالم ۱)
۱۴- "عاقبتہ المکذبین" صفحہ ۲۹ تا ۳۱ (از قاضی محمد یوسف صاحب) طبع اول و "شہید مرحوم کے چشم دید حالات" صفحہ ۱-۶ (از احمد نور صاحب کابلی) حصہ اول۔
۱۵- الحکم دسمبر ۱۹۳۹ء جوبلی نمبر صفحہ ۶۴
۱۶- البدر ۱۹- دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۳ کالم ۱
۱۷- اخبار بدر ۱۳- دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶
۱۸- ولادت ۱۸۵۲ء وفات ۲۹- ستمبر ۱۹۳۸ء۔ مولانا کے والد بزرگوار مہتاب خاں (مظہر جمال) حضرت امام علی شاہ صاحب سجادہ نشین رتڑ چھتر کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا بسمل اپنی عمر کے ابتدائی دور میں شیعی خیالات کے قائل ہو گئے تھے اور اس مسلک میں عظیم مقام پیدا کر لیا تھا۔ "ارجح المطالب" آپ کے اسی زمانہ کی تصنیف ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانح میں سند تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کو "سر الخلافہ" کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ احمدیت میں شامل ہو گئے اور زندگی کے آخر دم تک سلسلہ کی علمی خدمات میں مصروف رہے۔

فارسی کے چوٹی کے قادر الکلام شاعر تھے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے... ان کو "فردوسی" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ اور حضرت مولانا نور الدین تو فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب فارسی کے اتنے بڑے عالم ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے کہ کاش مجھے بھی ایسا علم عربی زبان میں ہوتا۔ مولانا کے انتقال پر اختلاف مسلک کے باوجود ہندوستان کے علمی طبقہ میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ (مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۹۔۲۸۔ ۱۹۳۸ء)

۱۹۔ برصغیر ہند و پاکستان کے مشہور سیاسی لیڈر علی برادران کے بڑے بھائی ۱۸۶۹ء میں بمقام رام پور ضلع مراد آباد (یو۔پی) میں پیدا ہوئے اور ۲۶۔ فروری ۱۹۵۴ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور ربوہ میں صحابہ کے قطعہ خاص میں سپرد خاک ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں "ریاض الاخبار" (گورکھپور) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط الیگزینڈر رسل ویب سفیر امریکہ فلپائن کے نام شائع ہوا تھا جسے دیکھ کر حضرت خان صاحب کو پہلی مرتبہ حضرت اقدسؑ سے غیبی تعارف ہوا۔ ۱۹۰۰ء میں "ازالہ اوہام" کا مطالعہ کرتے ہی حضورؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ پہلی بار ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور حضورؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت آپ نائب تحصیلدار تھے۔ ۱۹۲۰ء میں مستقل طور پر قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جن خدام کو اپنے ساتھ یورپ لے گئے ان میں حضرت خان صاحب بھی تھے۔ پاکستان بننے سے قبل کراچی میں کسی کانگرسی لیڈر نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے دو چھوٹے بھائیوں نے تو وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد کی آپ نے ایسا کیوں نہ کیا۔ جواب دیا میں بڑا بھائی تھا اس لئے میں نے اپنے ذمہ بڑا کام لیا۔ اس نے پوچھا کون سا۔ فرمایا ساری دنیا شیطان کی غلامی میں پھنسی ہے اور ساری دنیا کو آزاد کرانا ہندوستان کی آزادی سے بڑا کام ہے اس لئے میں اس تحریک میں شامل ہوں اور اس کا سپاہی ہوں جس تحریک کا یہی مقصد ہے یعنی تحریک احمدیت ("روایات صحابہ" جلد ۶ صفحہ ۳۴ تا ۷۹۔ الفضل ۱۳۔ ۱۶۔ ۱۷۔ مارچ ۱۹۵۴ء)

۲۰۔ ولادت ۸۴۔ ۱۸۸۳ء۔ وفات ۲۳۔ جون ۱۹۲۹ء موضع رتمل (تحصیل پھالیہ ضلع گجرات) کے مشہور صوفی اور اہل اللہ حضرت نوشہ کی دسویں پشت میں تھے۔ بچپن میں حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی سے قرآن حفظ کیا۔ ۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آئے (الحکم ۱۰۔ نومبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۳) اور غالباً ۱۹۰۰ء میں حضرت مولانا نور الدین کی شاگردی اختیار کی۔ آپ کی صرف ایک آنکھ میں معمولی بینائی تھی اس لئے تمام دینی علوم محض سن کر تحصیل کئے اور بلا خرابی زبردست قوت حافظہ اور خداداد ذہانت سے نہ صرف موعود جماعت کے علماء کی صف اول میں شمار ہوئے بلکہ جماعت میں بڑے بڑے نامور علماء پیدا کرنے کا موجب بنے۔ تفسیر علم کلام، حدیث، تصوف اور ادب کے مثالی عالم تھے۔ بے شمار حوالے اور ہزاروں عربی شعر ازبر تھے۔ آواز نہایت دلکش اور درد بھری تھی۔ طبیعت میں مزاح اور گفتگو میں بڑی شگفتگی تھی۔ ہزاروں تقریریں کیں۔ سینکڑوں مباحثے کئے۔ بیسیوں مرتبہ قرآن مجید کا پورا درس دیا۔ شدید گرمیوں میں روزہ رکھ کر ایک پارے کا روزانہ درس دیتے اور وہ بھی اس طرح کہ پہلے ایک پارہ تلاوت فرماتے پھر بلا تامل ترجمہ کرتے پھر تفسیر بیان فرماتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کو قریباً ہر سفر میں بطور عالم ساتھ رکھتے۔ چنانچہ جب آپ نے پہلی مرتبہ سفر یورپ اختیار فرمایا تو حضرت حافظ صاحب موصوف کو بھی حضور کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور شام میں آپ کی تقریروں کی دھوم مچ گئی۔ نہایت وجیہہ اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے تمام اعضاء علیحدہ علیحدہ کر دئے گئے ہیں۔ خواب میں آپ کو بتایا گیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کے لئے گوشت تیار کرنا ہے۔ پھر دیکھا کہ اعضاء کچھ نقص کے ساتھ متصل کر دئے گئے۔ اس خواب کی تعبیر آپ نے خود ہی یہ فرمائی کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا کوئی ایسا کام سپرد ہو گا جس کی وجہ سے میرے اعضاء میں نمایاں ضعف و اختلال ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخر عمر میں آپ کو فالج کا حملہ ہوا تاہم اس سے بڑی حد تک آپ کو افاقہ ہو گیا اور کسی قدر چلنے پھرنے کے بھی قابل ہو گئے۔ مجلس مشاورت میں تشریف لائے اور تلاوت بھی کی مگر اچانک پیچش اور قے کے عوارض نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور آپ دار فانی سے دار البقاء کی طرف چل بسے آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ "میرے شاگرد ہمیشہ تبلیغ کرتے رہیں۔" حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو چھوڑ کر سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی وفات کے بعد کوئی حادثہ حضرت حافظ صاحب کی وفات کے حادثہ جیسا نہیں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر فرمایا۔

"حافظ صاحب مولوی عبدالکریم صاحب ثانی تھے اور اس بات کے مستحق تھے کہ ہر ایک احمدی انہیں نہایت ہی عزت و توقیر کی نظر سے دیکھے۔ انہوں نے اسلام کی بڑی بھاری خدمت سرانجام دی ہے اور جب تک یہ مقدس سلسلہ دنیا میں قائم ہے ان کا کام کبھی نہ بھولے گا۔ ان کی وفات ہمارے سلسلہ اور اسلام کے لئے ایک بڑا صدمہ ہے۔"
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۸۔ جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۱، ۲، ۷، ۸۔ و الفضل ۶۔ اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۷۔ ۸، رسالہ "جامعہ احمدیہ" (قادیان) سالنامہ دسمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۳، رسالہ "الفرقان" (ربوہ) دسمبر ۱۹۶۰ء)

۲۱۔ ولادت ۱۸۶۸ء۔ وفات ۱۹۔ فروری ۱۹۵۷ء۔ بہت دعاگو، شب بیدار اور صاحب کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ اگست ۱۹۰۰ء میں جب کہ آپ افریقہ میں ملازم تھے بذریعہ خط بیعت کی۔ فروری ۱۹۰۱ء میں قادیان آئے اور حضرت اقدس کی پہلی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اقدس کی زندگی میں آپ کو ایک سال تک مع اہل و عیال قادیان میں رہائش کی توفیق ملی اور بہت سے نشانات و معجزات کا مشاہدہ کیا۔ ۱۹۰۴ء میں مدرسہ احمدیہ کی شمالی طرف مکانات خریدے مگر الوصیت کی اشاعت پر ان کو وصیت میں دے دیا۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد غالباً ۱۹۲۸ء میں مستقل طور پر قادیان میں آگئے اور بقیہ عمر قادیان اور پھر ربوہ میں بسر کی (الفضل ۲۱۔ فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱، الفضل ۳۰۔ جولائی ۱۹۵۸ء صفحہ ۳، "روایات صحابہ" جلد ۵ صفحہ ۲۱ تا ۲۸)

۲۲۔ وفات ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں جہاں جہاں قدیم احمدیہ جماعتیں موجود ہیں (مثلاً بستی بزدار بستی رنداں، بستی مندرانی، کوٹ قیصرانی) وہ سب آپ کی تبلیغ سے قائم ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود کا جب دلی میں نکاح ہوا تو اس وقت مولوی صاحب وہاں بخاری شریف پڑھتے تھے اور اسی محلہ میں مقیم تھے جہاں حضرت میر ناصر نواب صاحب کا مکان تھا۔ ابتداء "ازالہ اوہام" اور "آئینہ کمالات اسلام" کا مطالعہ کیا جن سے سب ہی شکوک دور ہو گئے اور بذریعہ خط بیعت کر لی۔ دسمبر ۱۹۰۰ء میں پہلی مرتبہ قادیان گئے اور دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ قادیان سے واپسی کے بعد دریائے سندھ کے شرقی اور غربی علاقہ میں آپ کے خلاف زبردست مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی مگر آپ دیوانہ وار تبلیغ میں معروف رہے اور کئی روحوں کو احمدیت میں لانے کا موجب بنے۔ (الحکم ۱۴۔ فروری، ۲۸۔ فروری، ۷۔ مارچ ۱۹۳۹ء)

۲۳۔ ولادت ۱۸۶۵ء بیعت ۲۸۔ ستمبر ۱۹۰۰ء (الحکم ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۷) وفات ۲۔ نومبر ۱۹۱۶ء بڑے مخلص اور جری اور پرجوش مبلغ تھے۔ آپ نے صرف کثیر سے منارۃ المسیح کا کتبہ بنایا جو منارہ پر نصب ہے تصانیف۔ الہام الخصیم مع افتیار ابراہیم ۲۔ احمد رسول۔ ڈاکٹر محمد شاہنواز خاں صاحب (ریٹائرڈ میجر و میڈیکل مشنری سیرالیون) آپ ہی کے فرزند تھے (الفضل ۱۴/۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء ص ۲)

ماموریت کا بیسواں سال

رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کی تجویز
"انجمن اشاعت اسلام" کی بنیاد

(۱۹۰۱ء)

اب ہم بیسویں صدی میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس صدی کا آغاز رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" (مذاہب عالم پر تبصرہ) کی تجویز سے ہوا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتداء ہی سے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام کی طرف خاص توجہ اور دلچسپی تھی۔ ایک دفعہ آپ کے کوئی مرید ایک مناظرہ میں کامیابی کی خوش خبری لائے تو حضورؑ نے فرمایا کہ "میں نے تو یہ سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ گویا یورپ مسلمان ہو گیا۔" [1] حضورؑ کو اللہ تعالیٰ سے بشارتیں بھی مل چکی تھیں کہ آپ کی تحریریں یورپ میں بکثرت شائع ہوں گی اور ان سے متاثر ہو کر لاکھوں انگریز حلقہ بگوش اسلام ہوں گے۔ اور گو اس وقت تک حضور کے اشتہارات اور چند کتابیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ اور امریکہ میں پہنچ چکی تھیں [2] لیکن کام کی اہمیت و نوعیت کے باعث دعویٰ مسیحیت کے آغاز ہی سے حضور کا منشاء مبارک تھا [3] کہ مغربی ممالک تک اسلام کی آواز پہنچانے کے لئے ایک ماہوار انگریزی رسالہ کا اجراء عمل میں لایا جائے جس میں خاص طور پر ان مضامین کے تراجم شائع ہوں جو تائید اسلام میں حضور کے قلم سے نکلتے ہوں۔ چنانچہ اسی سال حضور انور نے اپنے بعض انگریزی دان خدام کے مشورہ سے ۱۵/ جنوری ۱۹۰۱ء [4] کو ایک انگریزی رسالہ کے اجراء کا اعلان فرمایا اور اس کی ادارت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر پشاور کے سپرد فرمائی۔ رسالہ کے نظم و نسق کے لئے حضور کے حکم سے ۳۱/ مارچ ۱۹۰۱ء اور یکم اپریل ۱۹۰۱ء کو جماعت کے دوستوں کے اہم اجلاس مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں منعقد ہوئے اور فیصلہ ہوا کہ رسالہ انگریزی اور حضرت اقدس کی کتب کے انگریزی تراجم کے لئے ایک مستقل ادارہ "انجمن اشاعت اسلام" کے

نام سے قائم کیا جائے۔ اس ادارہ کا ابتدائی سرمایہ دس ہزار قرار پایا جس کی فراہمی کے لئے اس ادارہ کے ایک ہزار حصے مقرر کئے گئے۔ ہر حصہ دس روپے کا تجویز ہوا۔ یہ تو "انجمن اشاعت اسلام" کے ابتدائی سرمایہ کے متعلق فیصلہ تھا۔ جہاں تک اس کے انتظامی معاملات کی سرانجام دہی کا تعلق ہے ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز تشکیل دیا گیا جس کے بیس ممبر تجویز ہوئے۔ [۵] انجمن کے سرپرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے۔ باقی عہدیدار یہ نامزد ہوئے۔

پریذیڈنٹ	حضرت مولوی نورالدین صاحب
وائس پریذیڈنٹ	مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
سیکرٹری	خواجہ کمال الدین صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری	مولوی محمد علی صاحب
فنانشل سیکرٹری	شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہاؤس لاہور
محاسب	میاں تاجدین صاحب لاہوری

رسالہ کا نام "بورڈ آف ڈائریکٹرز" نے "دی ریویو آف ریلیجنز" (THE REVIEW OF RELEGIONS) تجویز کیا اور اس کی اشاعت کا مرکز اور دفتر لاہور میں قرار پایا۔ [۶-۷]

انجمن کے قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا کام ایک سب کمیٹی [۸] نے کیا جس کی آخری منظوری دیتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک لطیف تقریر کی اور فرمایا کہ ممبروں کی رائے میں تاجرانہ اصول کا لحاظ رکھنا بھی موجودہ حالات کے ماتحت ضروریات سے ہے کیوں کہ بعض وقت چندوں کی بہتات موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔ انجمن کی بنیاد کے دو ہفتہ کے اندر اندر اس کے قریباً ۷۷۵ حصے فروخت ہو گئے جن میں سب سے زیادہ حصے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے تھے۔ [۹] آپ نے ۱۶۰ حصے خریدے تھے۔ آپ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب اور چوہدری محمد سلطان خان صاحب بیرسٹر جہلم نے۔ [۱۰] انجمن نے ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء کو یہ بھی فیصلہ کیا کہ اگر تین سو خریدار مہیا ہو جائیں تو "ریویو آف ریلیجنز" کا اردو ایڈیشن بھی شائع کیا جائے گا۔ [۱۱]

یہ جماعت احمدیہ میں قائم ہونے والے سب سے پہلے اشاعتی ادارے کی تفصیلات ہیں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگرانی میں قائم ہوا۔ ۱۹۰۶ء کے آغاز میں جب صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو دوسرے اداروں کے ساتھ یہ ادارہ بھی اس میں مدغم کر دیا گیا۔ [۱۲]

عربی تفسیر "اعجاز المسیح" کی تصنیف و اشاعت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے ہمنوا علماء کو بالمقابل تفسیر فاتحہ شائع کرنے کا جو چیلنج دے رکھا تھا اس کی میعاد حضور نے ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵/ فروری ۱۹۰۱ء تک مقرر فرمائی تھی اور لکھا تھا کہ "فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر چھاپ کر شائع نہ کرے۔ اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔" [۱۳] سو خدا کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضورؑ کے قلم سے ۲۳/ فروری ۱۹۰۱ء کو "اعجاز المسیح" کے نام سے فصیح و بلیغ عربی میں سورہ فاتحہ کی تفسیر چھپ کر شائع ہو گئی [۱۴] جو حضورؑ کا ایک عظیم الشان نشان اور بے مثال علمی معجزہ تھا۔

"ایک عزت کا خطاب"

حضور کو قبل از وقت بتایا گیا تھا کہ آپ کو ایک عزت کا خطاب عطا ہو گا اور اس کے ساتھ بڑا نشان دیا جائے گا۔ [۱۵] "اعجاز المسیح" سے اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت بھی پوری ہوئی اور آپ جناب الٰہی کے دربار سے ایک عزت کی کرسی پر بٹھائے گئے اور سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ایک قابل فخر عزت کا خطاب آپ کو عطا ہوا۔

تصنیف کی تکمیل میں روح القدس کی تائید

حضور نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں یہ تفسیر تصنیف فرمائی تھی کیوں کہ ۲۰/ جنوری ۱۹۰۱ء تک تو حضور اپنی دیگر دینی مصروفیات کے باعث صرف اردو میں مختصر مواد لکھ سکے تھے [۱۶] اور باوجودیکہ آپ پر ان دنوں مختلف امراض کے ایسے ایسے سخت حملے ہوئے کہ آپ خیال کرتے تھے کہ آخری دم ہے۔ [۱۷] اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح القدس سے ایسی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائی کہ آپ نے عربی زبان میں قلم برداشتہ لکھنا شروع کیا۔ غیب سے بے تکلف مضامین اور الفاظ صف بستہ ہو کر آتے جاتے تھے۔ [۱۸] ایک مرتبہ مولانا سید محمد احسن صاحب کو کتاب کے پروف دیکھتے ہوئے ایک جگہ پر یہ شبہ ہوا کہ جو لفظ حضور اقدسؑ نے استعمال فرمایا ہے اس کا صلہ آنا چاہئے۔ چونکہ کتاب کا مضمون خدا کی طرف سے آپ کے دل پر جاری ہوا تھا اس لئے جب حضور کے سامنے اس شبہ کا اظہار کیا گیا تو حضور نے فرمایا "جو کچھ میں نے لکھا ہے صحیح ہے آپ لغت کی کتاب دیکھ لیں۔" چنانچہ مولانا صاحب موصوف نے لغت کی بہت سے کتابوں کی ورق گردانی کے بعد معلوم کر لیا کہ جو کچھ حضور نے لکھا تھا وہ درست تھا۔ [۱۹]

"اعجاز المسیح" کے دوران تصنیف کا ایک واقعہ

اعجاز المسیح کے دوران تصنیف کا ایک واقعہ ہے کہ ۱۵/ فروری ۱۹۰۱ء کو تعلیم الاسلام سکول کے طلبہ کا کرکٹ میچ تھا۔ حضرت اقدسؑ کے ایک صاحبزادہ نے بچپن کی سادگی میں کہا کہ ابا آپ کیوں کرکٹ پر نہیں گئے۔ بچہ کا یہ معصومانہ سوال سن کر حضور پرنور نے جواب دیا۔ "لوگ تو کھیل کر واپس آجائیں گے مگر میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک باقی رہے گا۔" [۲۰]

اعجاز المسیح کے جواب سے علماء کا عاجز آنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اعجاز المسیح سے متعلق یہ الہام ہوا تھا کہ من قام للجواب و تنمر فسوف یری انہ تندم و تذمر۔ یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوا۔ وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوگا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگا۔ [۲۱] چنانچہ حضور نے یہ پیش گوئی "اعجاز المسیح" کے سرورق پر درج کرنے کے علاوہ اس کتاب میں بھی بڑی تحدی کے ساتھ یہ اعلان فرمادیا کہ اگر آپ کے مقابل دنیا بھر کے علماء، حکماء اور فقہاء اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو کر اس جیسی تفسیر لکھنا چاہیں تو وہ ہرگز نہیں لکھ سکیں گے۔ چنانچہ اس عظیم الشان پیش گوئی کے مطابق نہ پیر صاحب کو نہ ان کے علاوہ عرب و عجم کے کسی بڑے سے بڑے عالم و فاضل کو اس کتاب کا فصیح عربی میں جواب دینے کی جرات ہو سکی۔

مولوی محمد حسن صاحب فیضی کا ادعائے جواب اور اس کی سزا

مولوی محمد حسن فیضی ساکن موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم (مدرس مدرسہ نعمانیہ واقع شاہی مسجد لاہور) نے عوام میں شائع کیا کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا ہوں مگر سلطان القلم کے بیان فرمودہ حقائق و معارف کا وہ عربی میں کیا جواب دے سکتے تھے؟ انہوں نے اردو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے خلاف "اعجاز المسیح" اور مولانا امروہی کی کتاب "شمس بازغہ" کے حاشیہ پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا جس میں انہوں نے ضمناً اعجاز المسیح کی چند مفروضہ غلطیاں بھی تحریر کیں اور بعض تواردات کو سرقہ قرار دیتے ہوئے آسمانی نکات کا بھی مذاق اڑایا اور بالآخر بعض مقامات پر "لعنہ اللہ علی الکاذبین" تک لکھ ڈالا لیکن اس لعنت پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ خود موت کے پنجے میں آگئے۔ [۲۲] اس طرح انہوں نے اعجاز المسیح کے خلاف قلم اٹھا کر معاذ اللہ خدا کے جری پہلوان کی ذلت و شکست کا ارادہ کیا تو خود ہی چند دنوں کے اندر اندر اس جہاں سے ہزاروں حسرتوں کے ساتھ اٹھ گئے اور ان کی موت

مسیح پاک کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے ایک نشان چھوڑ گئی۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے "سیف چشتیائی" کی اشاعت

پیر مہر علی شاہ صاحب جو اعجاز المسیح کے اولین مخاطب تھے مہینوں خاموش رہے مگر محمد حسن صاحب کی وفات کے بعد جب کہ "اعجاز المسیح" کو شائع ہوئے ایک عرصہ ہو چکا تھا انہوں نے "اعجاز المسیح" کے جواب میں "سیف چشتیائی" کے نام سے اردو میں ایک کتاب شائع کی جو حضور علیہ السلام کو یکم جولائی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ڈاک پہنچی۔ حضور اس وقت "نزول المسیح" تصنیف فرما رہے تھے کتاب پہنچنے سے قبل ہی حضور کو خبر پہنچ چکی تھی کہ پیر صاحب "اعجاز المسیح" کے مقابل پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں مگر حضور کو یہ امید نہ تھی کہ وہ عربی تفسیر کا جواب اردو میں لکھیں گے لیکن آپ کا یہ خیال صحیح نہ نکلا حضور نے جب ان کی کتاب "سیف چشتیائی" دیکھی تو وہ اردو زبان میں تھی اور تفسیر کا نام و نشان اس میں نہ تھا۔ البتہ "اعجاز المسیح" کے چند فقروں پر چند صفحات میں نکتہ چینی ضرور کی گئی تھی اور آپ پر سرقہ کا الزام لگایا گیا تھا۔ "اعجاز المسیح" پر ایک عرصہ گزرنے کے بعد بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کا عربی تفسیر کے مقابلہ سے کھلم کھلا گریز کرنا ان کا اعتراف شکست تھا جس نے اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ "اعجاز المسیح" خدا کی طرف سے ایک نشان ہے۔ اس پہلو سے "سیف چشتیائی" کے مضمون کے جواب کی سرے سے ضرورت ہی نہ تھی مگر حضور نے "نزول المسیح" میں بڑی شرح و بسط سے لکھا کہ عرب کے مسلمہ شعراء اور ادباء میں ایک دوسروں کی عبارتیں یا اشعار ہو بہو یا کچھ تغیر کے ساتھ ان کے دیوان میں موجود ہیں تو کیا یہ سرقہ ہے یا پھر اسے توارد قرار دیا جائے گا کیوں کہ جنہوں نے ہزار ہا نمونے اپنی انشا پردازی کے دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی لیاقت علمی کا سکہ بٹھا دیا ان میں چند فقرات کے اندراج سے ان کا منصب داغدار کرنا انتہائی ظلم ہے۔ اسی طرح خود میں نے بیسیوں کتابیں فصیح بلیغ عربی میں لکھی ہیں کیا یہ تمام علمی لٹریچر "حریری" یا "ہمدانی" کے سرقہ سے تیار ہوا ہے۔ پھر ہزار ہا حقائق و معارف جو ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں وہ "حریری" اور "ہمدانی" میں کہاں ہیں؟ پس صرف چند فقرے ہزار فقروں میں سے پیش کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سرقہ ہے انصاف و دیانت کا خون کرنا ہے۔ [۱۶۳]

ایک اہم اطلاع

ابھی حضور علیہ السلام کا ارادہ اسی الزام کے بارے میں مزید لکھنے کا تھا کہ ۲۶/ جولائی ۱۹۰۲ء کو مولوی محمد حسن فیضی کے ایک دوست میاں شہاب الدین ساکن بھین کے خط کے ذریعہ سے آپ کو یہ خبر ملی کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی "سیف چشتیائی" دراصل مولوی محمد حسن صاحب فیضی کے مسودہ کی من و عن نقل اور مسروقہ مضمون ہے جسے "زبدة المحققین و

رئیس العارفین مولانا حضرت مہر علی شاہ صاحب" کی تصنیف قرار دے کر شائع کیا گیا ہے۔ یہ انکشاف ان پر اتفاقاً ہوا۔ وہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی تصنیف "سیف چشتیائی" بیٹھے دیکھ رہے تھے کہ ایک آدمی مولوی محمد حسن صاحب کے گھر کا پتہ پوچھتا ہوا ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس کچھ کتابیں بھی تھیں۔ استفسار پر اس آدمی نے بتایا کہ مولوی محمد حسن صاحب کی یہ کتابیں پیر صاحب نے منگوائی تھیں جواب واپس دینے آیا ہوں۔ شہاب دین نے وہ کتابیں دیکھیں تو ایک "اعجاز المسیح" اور دوسری "شمس بازغہ" تھی جن پر مولوی محمد حسن صاحب متوفی کے لکھے ہوئے نوٹ تھے۔ انہوں نے ان نوٹوں کا "سیف چشتیائی" سے مقابلہ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جو کچھ محمد حسن صاحب نے لکھا تھا وہ کسی تصرف کے بغیر اس کتاب میں موجود تھا [۱۷۴] جس پر انہوں نے جوش میں آکر براہ راست گولڑوی صاحب کو خط لکھا کہ آپ نے کیا لکھا جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر کے شائع کر دئے۔ [۱۷۵] جناب گولڑوی صاحب نے جو یہ راز کھلتا دیکھا تو انہوں نے محمد حسن صاحب کے والد کو خط لکھا کہ شہاب الدین کو وہ یہ کتابیں مت دکھائیں یہ ہمارا مخالف ہے۔ انہوں نے اپنے قلم سے بھین کے ایک مولوی محمد کرم الدین صاحب کو ایک کارڈ لکھا جس میں انہوں نے از خود اعتراف کر لیا کہ مولوی محمد حسن صاحب کے نوٹ لے کر انہوں نے "سیف چشتیائی" کی رونق بڑھائی ہے۔ [۱۷۶] مولوی کرم الدین صاحب اور میاں شہاب الدین صاحب نے نہ صرف یہ خط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ضروری تفصیل کے ساتھ ارسال کر دیا بلکہ انتہائی کوشش کر کے وہ دونوں کتابیں بھی بھجوا دیں جن پر مولوی محمد حسن صاحب کے لکھے ہوئے نوٹ درج تھے... جس پر مولوی کرم الدین صاحب' میاں شہاب الدین صاحب اور گولڑوی صاحب کے خطوط الحکم (۱۷/ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳-۶) میں پبلک کے سامنے شائع کر دئے گئے اور مولوی غازی صاحب اور ان جیسے خوش عقیدہ لوگوں کو علم ہوا کہ ان کے پیرو مرشد کس پایہ کے انسان ہیں! بہرحال پیر مہر علی شاہ صاحب اس واقعہ کے بعد مزید ۳۵ سال تک زندہ رہے اور ۱۱/ مئی ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے مگر وہ "اعجاز المسیح" کا جواب لکھنے کی توفیق نہ پا سکے۔ پیر صاحب کے سوانح نگار مولوی فیض احمد صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ "حضرت قبلہ عالم" (یعنی پیر صاحب) نے تفسیر لکھنے کا قصد تو کیا تھا مگر پھر دست کش ہو گئے اور یہ دلچسپ عذر پیش کیا کہ "میرے خیال تفسیر نویسی پر' میرے قلب پر معانی و مضامین کی اس قدر بارش شروع ہو گئی ہے جسے ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک عمر درکار ہو گی اور کوئی اور کام نہ ہو سکے گا" ("مہر منیر" صفحہ ۲۴۵۔ اشاعت ۱۹۷۳ء گولڑہ)

"اعجاز المسیح" کی بلاد عرب میں اشاعت

حضرت اقدس علیہ السلام نے اعجاز المسیح کے متعدد نسخے نہ صرف دلی کے نامی گرامی علماء کو بھجوائے بلکہ حرمین اور شام و مصر میں بھی اس کی اشاعت فرمائی۔ [۲۷] قاہرہ کے بعض اخبارات مثلاً "مناظر" اور "ہلال" نے اعتراف کرتے ہوئے اس پر شاندار ریویو لکھے اور اس کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کی۔ بلکہ اخبار "مناظر" کے ایڈیٹر نے تو یہاں تک لکھا کہ بے شبہ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت معجزے کی حد تک پہنچ گئی ہے اور علماء ہرگز اس کے مقابل پر تفسیر لکھنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ [۲۸]

جمع الصلوۃ کا نشان

پیغمبر عالم آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کی جو علامات بتائی تھیں ان میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ "تجمع له الصلوة" یعنی مسیح موعود کے لئے نمازیں جمع کی جائیں گی [۲۹] جس میں اس طرف اشارہ تھا کہ مصروفیت کا ایک زمانہ اس پر ایسا آئے گا کہ اس کے دینی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے نمازیں جمع کی جائیں گی۔ ضمناً اس سے یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ مسیح موعود نماز کے وقت پیش امام نہیں ہو گا بلکہ کوئی اور امامت کرائے گا سو اس پیش گوئی کے عین مطابق قریباً اکتوبر ۱۹۰۰ء سے فروری ۱۹۰۱ء تک کا دور ایسا آیا جب کہ "خطبہ الہامیہ" "تحفہ گولڑویہ" "تریاق القلوب" اور بعض دوسری کتب کی تکمیل اور "اعجاز المسیح" کی تصنیف کے سلسلہ میں چار پانچ ماہ تک حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مسجد مبارک میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرواتے رہے۔ [۳۰] یہ دور فی الحقیقت آپ کے لئے ایک زبردست علمی جنگ کا تھا اور ضعف دماغ اور دوسرے مہلک عوارض کے باوجود دل میں خدمت دین کا اس درجہ جوش پیدا ہوا کہ "اعجاز المسیح" لکھ چکے تو طبیعت نے چاہا کہ دوسری اہم دینی مہمات کی طرف توجہ کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کیا جائے مگر خالی بیٹھے رہنا آپ کو گوارا نہ ہوا۔ چنانچہ ۲۳/ فروری ۱۹۰۱ء کو خود ہی فرمایا۔

"تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا اور ہم چاہتے تھے کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔ مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے کہ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کو ہر وقت کوئی مکیاں مارتا رہے۔ ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے کبھی خدا ان پر کوئی محنت نازل کرتا ہے اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے ان پر محنت نازل ہو۔ نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے کسی

کام میں لگا رہے۔" [21]

مولوی محمد احسن صاحب کے اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی راوی ہیں کہ جمع صلوٰۃ کے سلسلہ پر جب دو ماہ کا عرصہ ہو چلا تو ایک دن مولانا محمد احسن صاحب امروہوی نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ بہت دن نمازیں جمع کرتے ہو گئے ہیں لوگ اعتراض کریں گے تو ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے جواب دیا کہ حضرت صاحب ہی سے پوچھیں۔ مولوی محمد انوار حسین خاں صاحب شاہ آبادی اس خط و کتابت میں قاصد تھے [22] ان سے حضرت منشی صاحب کو بھی اس سوال و جواب کا علم ہو گیا چنانچہ انہوں نے حضور کی خدمت میں اس امر کا تذکرہ کر دیا [23] (یہ دسمبر ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے) [24] اس وقت تو حضور نے کچھ نہ فرمایا لیکن مغرب کے بعد حضور نے اس پر خفگی کا اظہار فرمایا اور جمع صلوٰۃ کے نشان کے متعلق ایک پر جلال تقریر فرمائی جس میں حضور نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالنے کے بعد کہ گزشتہ پیش گوئیوں کے مطابق جمع صلوٰۃ کے علاوہ کئی اور اجتماعی رنگ کے نشانات روز روشن کی طرح پورے ہوئے۔ [25] حضور نے فرمایا کہ "میں وہی ہوں جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ ہاں میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کی معرفت بڑھانے کے لئے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کئے کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں... زمین نے اپنے نشانات الگ ظاہر کئے آسمان نے الگ... پھر اس قدر نشانات کے بعد اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ ہلاک ہوتا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک پر خدا نے ایسا فضل کیا ہے کہ ایک بھی تم میں سے ایسا نہیں جس نے اپنی آنکھوں سے کوئی نہ کوئی نشان نہیں دیکھا؟ ایک بھی نہیں۔ پھر ایسی بصیرت اور معرفت رکھنے والے نشانوں کے بعد مجھ پر حسن ظن ہی نہیں رہا بلکہ میری سچائی اور خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنے پر تم علیٰ وجہ البصیرت گواہ ہو اور تم پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ پھر وہ بڑا ہی بد قسمت اور نادان ہو گا جو اتنے نشانوں کے بعد اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر ابتلاء میں پڑے۔"

[26]

"تم بہت سے نشانات دیکھ چکے ہو۔ اور حروف تہجی کے طور پر اگر ایک نقشہ تیار کیا جاوے تو کوئی حرف باقی نہ رہے گا کہ اس میں کئی نشان نہ آویں۔ تریاق القلوب میں بہت سے نشان جمع کئے گئے ہیں اور تم نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے۔ اب وقت ہے کہ تمہارے ایمان مضبوط ہوں اور کوئی زلزلہ اور آندھی تمہیں ہلا نہ سکے۔ بعض تم میں سے ایسے بھی صادق ہیں کہ انہوں نے کسی نشان

کی اپنے لئے ضرورت نہیں سمجھی گو خدا نے اپنے فضل سے ان کو سینکڑوں نشان دکھا دیئے لیکن اگر ایک بھی نشان نہ ہوتا تب بھی وہ مجھے صادق یقین کرتے اور میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہیں ہوئے۔ انہوں نے سنتے ہی امنا کہہ دیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا۔ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ شام کی طرف گئے ہوئے تھے واپس آئے تو راستہ ہی میں آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی۔ وہیں انہوں نے تسلیم کر لیا۔"

حضرت اقدس کی اس پر معارف تقریر نے ایک نیا ایمان و عرفاں پیدا کر دیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب پر تو اس کا اتنا اثر ہوا کہ آپ عقیدت و ارادت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اٹھے اور عرض کیا کہ میں اس وقت حاضر ہوا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رسول کریم ﷺ کے حضور **رضیت باللہ ربا و بمحمد نبیا** کہہ کر اقرار کیا تھا۔ اب میں اس وقت صادق امام مسیح موعود اور مہدی معہود کے حضور وہی اقرار کرتا ہوں کہ مجھے کبھی ذرا بھی شک اور وہم حضور کے متعلق نہیں گزرا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے اسباب ایسے ہیں جن کا ہمیں علم نہیں اور میں نے ہمیشہ اس کو آداب نبوت کے خلاف سمجھا ہے کہ کبھی کوئی سوال اس قسم کا کروں۔ میں آپ کے حضور اقرار کرتا ہوں **رضینا باللہ ربا و بک مسیحا و مھدیا**۔

اس تقریر کے ساتھ ہی حضرت اقدس نے اپنی تقریر ختم کر دی۔ [۳۷] مولانا محمد احسن صاحب جنہوں نے دراصل یہ سوال اٹھایا تھا زار و قطار رو رہے تھے اور توبہ کر رہے تھے۔ [۳۸]

آداب رسالت اختیار کرنے کی پر حکمت تلقین

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم و عدل کے مقدس منصب پر فائز تھے اس لئے حضور نے اس تقریر میں اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اپنے خدام کو اس امر کی خاص طور پر تلقین فرمائی کہ وہ سوالات کے معاملہ میں آداب ملحوظ رکھیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔

"ہماری جماعت کے لئے تو یہ امر دور از ادب ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں پیش کریں یا ان کے وہم میں بھی ایسی باتیں آئیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں جو کرتا ہوں وہ خدا تعالیٰ کی تفہیم اور اشارہ سے کرتا ہوں۔ پھر کیوں اس کو مقدم نہیں کرتے... اگر اس قدر نشان دیکھتے ہوئے بھی کوئی اعتراض کرتا اور علیحدہ ہوتا ہو تو وہ بے شک نکل جاوے اور علیحدہ ہو جاوے اس کی خدا کو کیا پرواہ ہے وہ کہیں جگہ نہیں پا سکتا۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے **حکم عدل** ٹھہرایا ہے اور تم نے مان لیا ہے۔ پھر نشانہ اعتراض بنانا ضعف ایمان کا نشان ہے۔ **حکم** مان کر تمام زبانیں بند ہو جانی چاہئیں...

جب تک خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حکم کی بات کے سامنے اپنی زبانوں کو بند نہ کرو گے وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جو خدا چاہتا ہے اور جس غرض کے لئے اس نے مجھے بھیجا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرا یہ عمل اپنی تجویز اور خیال سے نہیں اللہ تعالیٰ کی تفہیم سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے لئے ہے... میں ایسے لوگوں کو صلاح دیتا ہوں کہ وہ کثرت سے استغفار کریں اور خدا سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ خدا ان کی جگہ اور قوم لاوے... تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حکم عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات یا توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حکم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ ﷺ کی پاک باتوں کی عزت و عظمت کرنے والے ٹھہرو۔ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کافی ہے وہ تسلی دیتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہو گا۔ وہ حکم عدل ہو گا۔ اگر اس پر تسلی نہیں ہوتی تو پھر کب ہو گی۔ یہ طریق ہرگز اچھا اور مبارک نہیں ہو سکتا کہ ایمان بھی ہو اور دل کے بعض گوشوں میں بدظنیاں بھی ہوں۔ میں اگر صادق نہیں ہوں تو پھر جاؤ اور صادق تلاش کرو۔" [illegible]

مخالف علماء کو صلح کی مخلصانہ پیشکش

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے لے کر اس وقت تک مخالف علماء جماعت احمدیہ کو مسلم معاشرہ سے بالجبر کاٹ پھینکنے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے تھے مگر حضرت اقدسؑ تو امن و سلامتی کے شاہزادے تھے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مسلسل دس سال تک اذیتیں برداشت کیں اور اف تک نہ کی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے معتقدین کو مظالم کا تختہ مشق بنتے دیکھا اور انہیں صبر و تحمل کی تعلیم دی گالیاں سنیں اور اس کے جواب میں دعاؤں اور تعلق باللہ کی ہدایت فرمائی لیکن اس نرمی اخلاق اور محبت و مروت کا علماء پر یہ الٹا اثر ہوا کہ وہ اور زیادہ تشدد پر اتر آئے۔ بالآخر حضرت اقدسؑ نے امت کی صفوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے ۵/ مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا جس میں علماء کو صلح کی یہ نہایت مخلصانہ پیشکش کی کہ " آئندہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونو فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ

شرط تہذیب و شائستگی ہے فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں" نیز لکھا کہ "میں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عمل درآمد ہوگا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلے گا۔"

اس اشتہار میں حضور نے علماء کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ "اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ تباہ ہو جائے گا اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کر سکتا اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا لیکن اس وقت کی مخالفت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی... آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرف آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے وہ پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں۔" [۶۶]

علماء کا مصالحت سے قطعی انکار

اس زمانہ کے علماء نے جو ہر حال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے درپے تھے صلح کے نام پر ہی سخت آگ بگولا ہو گئے اور مصالحت سے صاف انکار کرتے ہوئے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ ہم آپ سے تہذیب و شائستگی اور مدارات کا معاملہ کرنا جائز ہی نہیں سمجھتے آپ (معاذ اللہ) مرتد و کافر اور داعی الی الضلال ہیں اور آیت **یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماوھم جھنم وبئس المصیر** [۶۷] کے مصداق۔ لہٰذا آپ سے صلح ان شرائط سے ہو سکتی ہے اول یہ کہ آپ علماء سے معافی مانگیں دوسرے آپ اپنی تمام کتابوں کو علیٰ رؤس الاشہاد جمع کر کے جلا دیں اور اشتہار عام کے ذریعہ سے ان کتابوں سے بیزاری کا اظہار کریں اور آئندہ پختہ عزم کریں کہ زندگی بھر ان کے مذہب کی تائید و خدمت کروں گا اور جو کچھ حق میں چھپایا ہے اسے خوب بیان کروں گا۔ جب مرزا صاحب ایسا کریں گے تب جناب پیر (مہر علی شاہ ناقل) صاحب اور ہم سب اہل اسلام مرزا صاحب کو ازسرنو اسلام میں داخل ہونے کی مبارک باد دے کر مصالحت کا

عہد و پیماں موافق ان کی مرضی کے فوراً شائع کر دیں گے اور مشہور کر دیں گے کہ مرزا صاحب کفر و ارتداد سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ [۶۳]

اس حقارت آمیز رویہ کے پیچھے صرف یہ خیال کار فرما تھا کہ یہ جماعت اپنی تعداد میں نہایت درجہ قلیل ہے اور عنقریب مخالفتوں کی تاب نہ لا کر صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے محو ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے صاف لکھا۔ "اس فرقہ ابو جہلیہ و طائفہ احمقیہ کو اتباع مسیلمہ کذاب و اسود عنسی و امثالہا پر قیاس کرنا چاہئے نہ حنفی شافعی وغیرہا پر۔ اور عنقریب انشاء اللہ ان کی طرح خدا اس کو مضمحل و نیست و نابود کر دے گا۔" "ایسا مذہب خبیث' ناپاک' بے بنیاد' عقل اور نقل دونوں کے خلاف متناقض و متہات کبھی پھیل نہیں سکتا۔" [۶۴]

لیکن یہ محض ان کی خام خیالی تھی آخر ہوا وہی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا تھا کہ احمدیت کا بیج بویا جا چکا ہے اب یہ عظیم الشان درخت بننے والا ہے اور حق جوئی کے پرندے آرام کرنے والے ہیں۔ چنانچہ پوری صدی کی مخالفتوں اور فتنہ سامانیوں کے بعد اب احمدیت کا درخت نہایت سرعت سے شرق و غرب میں پھیل رہا ہے اور طیور ابراہیمی اس پر بسیرا کر رہے ہیں۔

طاعون کے بارے میں پھر انتباہ

یوں تو حضرت اقدسؑ خدا تعالیٰ سے علم پا کر تین سال سے طاعون کی خبر دے رہے تھے مگر اب ۱۹۰۱ء میں جب خدا کی پیش گوئی کے مطابق طاعون کا زور بہت بڑھ گیا اور وہ سیل رواں کی طرح ملک کے چاروں طرف داخل ہو گئی تو آپ نے ہندوستان کے باشندوں کو ۱۷/ مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے انتباہ فرمایا کہ "اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دور ہوتی ہے اگرچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ بہت کوشش کر رہی ہے اور مناسب تدبیروں سے یہ کوشش کر رہی ہے مگر صرف زمینی کوششیں کافی نہیں ایک پاک ہستی موجود ہے جس کا نام خدا ہے۔ یہ بلا اسی کے ارادہ سے ملک میں پھیلی ہے کوئی نہیں بیان کر سکتا کہ یہ کب تک رہے گی اور اپنی رخصت کے دنوں تک کیا کچھ انقلاب پیدا کرے گی اور کوئی کسی کی زندگی کا ذمہ دار نہیں۔ سو اپنے نفسوں اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل نرم ہو جائیں۔" [۶۵]

اس اردو اشتہار کے بعد ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۱ء کو حضور نے عربی زبان اور اردو ترجمہ کے ساتھ ایک اور اشتہار دیا جس میں ایک شفیق اور مہربان آسمانی طبیب کی حیثیت سے اہل ملک کو دوبارہ طاعون کے

روحانی علاج کی طرف سے توجہ دلائی۔ [66]

کابل میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی شہادت

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا قادیان کی طرف آخری سفر

جیسا کہ ۱۹۰۰ء کے حالات میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے سفیر مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو دو یا تین مرتبہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کا شرف نصیب ہوا۔ ہر مرتبہ کئی کئی ماہ تک حضور سے فیض پاتے اور حضور کی دعاوی اور تعلیمات پر ایک نیا ایمان لے کر لوٹتے تھے۔ آخری بار وہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے۔ [67] یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آفریدی، وزیری اور محسودی وغیرہ آزاد قبائل ڈیورنڈ لائن کو اپنی خودمختاری اور آزادی کے لئے خطرہ تصور کر کے سرحد پر انگریزوں کے خلاف بڑے جوش و خروش سے اٹھے ہوئے تھے۔ اس شورش کو علماء نے بھاری تقویت دی جنہوں نے جہاد کے نام پر انگریزوں کے قتل کا فتویٰ دے دیا خود امیر عبدالرحمٰن خاں کی خاص ہدایت پر ایک رسالہ "تقویم الدین درباره تحریک جہاد" کے نام سے سرحد پر شائع کیا گیا۔ [68] نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد قبائل میں شورش کی آگ پورے زور سے بھڑک اٹھی اور محض اختلاف مذہب کی بناء پر پشاور اور بنوں میں کئی انگریز موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ [69] جہاد ایسے مقدس مسئلہ کی اس غلط تعبیر نے اسلام اور مسلمان دونو کو بہت بدنام کیا اور انگریز اور دوسرے غیر مسلموں میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں گے اور جہاد کے بہانہ سے اپنے نفس کی خواہش پوری کریں گے۔ لہٰذا حضرت اقدس علیہ السلام نے مسئلہ جہاد کی اسلامی نکتہ نگاہ سے وضاحت بیان کرنے کے لئے بعض رسائل شائع کئے جیسا کہ پہلے ۱۹۰۰ء کے حالات میں ذکر آچکا ہے۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے جب قادیان میں حضور اقدس کے یہ رسائل پڑھے تو ان پر مسئلہ جہاد کی حقیقت بالکل آشکار ہو گئی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد پھر کابل گئے جہاں انہوں نے جب مسئلہ جہاد کے متعلق اپنا مسلک پیش کیا تو امیر عبدالرحمٰن خاں (۱۸۴۴۔ ۱۹۰۱) سے شکایت کی گئی جسے بعض شریر پنجابیوں نے جو اس کے ملازم تھے اور زیادہ ہوا دی اور ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں وہ قطعاً جہاد کا مخالف ہے۔ امیر عبدالرحمٰن خاں نے جو یہ سنا تو اس نے سخت برافروختہ ہو کر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی نظربندی کا حکم دے دیا اور بالآخر آپ گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند

کر کے نہایت بے دردی سے شہید کر دیئے گئے [۵۰] حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب احمدیت کے وہ پہلے بزرگ تھے جنہیں حق و صداقت کی راہ میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ حضرت مسیح موعود کو اس سے قبل الہام ہو چکا تھا کہ "شاتان تذبحان" کہ دو بکرے مارے جائیں گے۔ [۵۱] چنانچہ اس الہام کے مطابق سب سے پہلے حضرت مولوی صاحب موصوف شہید کئے گئے۔ یہ حادثہ وسط ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ [۵۲] قادیان میں اس کی خبر نومبر میں حضرت مولوی عبدالستار صاحب کے ذریعہ سے پہنچی جو اپنے تین رفقاء سمیت علاقہ خوست غزنی سے حضور کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ [۵۳] کہتے ہیں اس حادثہ شہادت پر افغانستان کی سرزمین میں کئی آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔ [۵۴]

امیر عبدالرحمٰن خاں پر فالج

سب سے بڑا نشان یہ تھا کہ امیر عبدالرحمٰن خاں صاحب پر اس ظلم کی پاداش میں ۱۰/ ستمبر ۱۹۰۱ء کو فالج گرا۔ ہندوستان اور افغانستان کے حاذق طبیبوں اور ماہر ڈاکٹروں نے بڑا علاج کیا مگر بیماری یہاں تک بڑھ گئی کہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گئے اور بالآخر ایک ماہ تک اس مرض میں مبتلا ہو کر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو چل بسے۔ [۵۵]

امام الزماں کی کتابوں کے امتحان کی تحریک

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ۹/ ستمبر ۱۹۰۱ء کو "مفید الاخیار" کے نام سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں حضور نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہماری جماعت میں کم از کم ایک سو اہل کمال و فضل پیدا ہونے چاہئیں جو سلسلہ کے علم کلام اور اس کے دلائل و نشانات سے اچھی طرح آگاہ ہوں اور غیر مسلموں کے زہریلے لٹریچر کے بداثرات سے ہر طالب حق کو نجات دے سکیں۔ اس غرض کے لئے حضور نے یہ اہم تحریک فرمائی کہ ہر سال قادیان میں دسمبر کی تعطیلات میں حضور کی کتابوں کا امتحان لیا جائے اور جو خدام اس امتحان میں کامیاب ہوں ان کو سلسلہ کی تبلیغی خدمات پر مامور اور دعوت حق کے لئے مناسب مقامات پر بھیجا جائے۔ [۵۶]

پہلے امتحان کے لئے جو کورس تجویز کیا گیا وہ مندرجہ ذیل کتب پر مشتمل تھا۔ "فتح اسلام" "توضیح مرام" "ازالہ اوہام" "انجام آتھم" "ایام الصلح" "سرمہ چشم آریہ" "حمامتہ البشریٰ" "خطبہ الہامیہ"۔ نیز فیصلہ ہوا کہ یہ امتحان ۲۷/ دسمبر ۱۹۰۱ء کو ختم ہو جائے گا۔ جو لوگ دور دراز مقامات سے شامل نہ ہو سکیں وہاں پرچے روانہ کر دیئے جائیں گے جو ایک مہتمم کی نگرانی میں بغرض جواب تقسیم ہوں گے۔ امتحان میں شریک ہونے والے امیدواروں کی فہرست کی تیاری کا کام ایڈیٹر الحکم جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے سپرد ہوا۔ [۵۷] مگر اتنی سعی و جدوجہد کے باوجود افسوس

حضرت اقدسؑ کی زندگی میں یہ تحریک عمل میں نہ لائی جا سکی۔ اور سات سال تک معرض التواء میں رہنے کے بعد حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے زمانہ خلافت کے پہلے سال ہی اس کی طرف توجہ فرمائی ۵۸ اور چونکہ جلسہ ۱۹۰۸ء میں اس کے لئے فرصت نہ نکل سکتی تھی اس لئے آپ نے اجازت دی کہ احباب معزز دوستوں کی نگرانی میں اپنے اپنے مقام پر ہی امتحان دے سکتے ہیں۔ ۵۹ اس کے بعد خلافت ثانیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے امتحان کا سلسلہ باقاعدہ رنگ میں شروع ہوا۔ ابتداء نظارت "تعلیم و تربیت" قادیان نے امتحان کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد جماعت کی بعض دوسری تربیتی تنظیموں نے بھی اس کی ترویج میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیا۔

حواشی

۱۔ "ذکر حبیب" صفحہ ۵۲۔ ۵۳ مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب
۲۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶ کالم اور ریویو ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۹۵
۳۔ فتح السلام صفحہ ۱۵ طبع اول
۴۔ "تبلیغ رسالت" جلد دہم صفحہ ۱۔ ۳
۵۔ ممبروں کے نام حضرت مولوی نور الدین صاحب' نواب محمد علی خاں صاحب' مولوی محمد علی صاحب' مولوی عبد الکریم صاحب' شیخ رحمت اللہ صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب' میاں تاجدین صاحب لاہوری' مرزا افضل بیگ صاحب قصور' ڈاکٹر رحمت علی صاحب' خلیفہ رشید الدین صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب' حکیم فضل الدین صاحب بھیروی' میر حامد شاہ صاحب' سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی' مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازی خاں' منشی محمد نواب خاں صاحب تحصیل دار' مرزا خدا بخش صاحب' شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی)
۶۔ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۸۔ ۹
۷۔ ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء کو بورڈ آف ڈائریکٹرز نے ایک اجلاس میں گزشتہ فیصلوں میں بعض ترامیم منظور کیں۔ مثلاً رسالہ کا مقام اشاعت لاہور کی بجائے قادیان قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ سب ہی عہدیدار مقامی تجویز ہوئے۔ یعنی (سیکرٹری) مولوی محمد علی صاحب (اسسٹنٹ سیکرٹری و محاسب) مفتی محمد صادق صاحب (فنانشل سیکرٹری) حضرت مولوی نور الدین صاحب (امین) نواب محمد علی خاں صاحب (الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳۔ ۱۴)
۸۔ سب کمیٹی (مولوی عبد الکریم صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب' مولوی محمد علی صاحب' شیخ رحمت اللہ صاحب' ڈاکٹر رحمت علی صاحب) پانچ ممبروں پر مشتمل تھی۔ (الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۸ کالم ۲)
۹۔ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ کالم ۱
۱۰۔ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ کالم ۱
۱۱۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴
۱۲۔ "بدر" ۱۶/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۵
۱۳۔ اشتہار ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء' مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۹۶
۱۴۔ الحکم ۳/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۲ کالم ۳ و ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ کالم ۱
۱۵۔ "اربعین" نمبر ۳ صفحہ ۳۷
۱۶۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ کالم ۱
۱۷۔ الحکم ۳/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۹ کالم ۱
۱۸۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲ کالم ۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نزول المسیح صفحہ ۵۶۔ ۵۷ میں عربی اور اردو تحریر کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے غیبی اعانت کا مفصل بیان فرمایا ہے جو قابل دید ہے۔
۱۹۔ الحکم ۲۸/ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۴ کالم ۲۔ ۳
۲۰۔ "سیرت مسیح موعود" صفحہ ۳۵۸ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی
۲۱۔ "اعجاز المسیح" سرورق "نزول المسیح" صفحہ ۱۹۳۔ ۱۹۴
۲۲۔ "نزول المسیح" صفحہ ۱۹۳۔ ۱۹۴
۲۳۔ "نزول المسیح" صفحہ ۵۲۔ ۶۲
۲۴۔ نزول المسیح صفحہ ۶۷

۲۵۔ نزول المسیح صفحہ ۴۷
۲۶۔ نزول المسیح صفحہ ۶۷۔۹۷ حاشیہ۔ پیر صاحب کے خط کا متن "محبی و مخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند و علیکم السلام و رحمہ اللہ۔ امابعد ایک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسی آدم معتبر فرستادہ خواہد شد۔ آپ کو واضح ہو کہ اس کتاب (سیف چشتیائی) میں تردید متعلق تفسیر فاتحہ (یعنی اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم و مغفور کی ہے باجازت ان کے مندرج ہے چنانچہ فیمابین تحریراً و نیز مشافہۃً جہلم میں قرار پاچکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضرور یہ لاہور میں ان کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرادیویں۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ مجھے لاہور میں ملے۔ آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ لہٰذا آپ سے ان کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت تبغیر ما کی گئی ہے۔ آئندہ شاید آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی ہوگی۔ والسلام۔" (منقول از نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۷۹)
پیر صاحب کا یہ ادعا کہ صرف اعجاز المسیح کی تردید کا حصہ فیضی صاحب کا لکھا ہوا ہے باقی میں نے تحریر کیا ہے کتاب کی اندرونی شہادت کے خلاف ہے کیوں کہ اس کے صفحہ ۸۵ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ "پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر ان کی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی۔" صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ لکھنے والے بہرحال خود پیر صاحب موصوف نہیں ہو سکتے۔
۲۷۔ الحکم ۲۸/ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۴۰ کالم ۳ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۲۶
۲۸۔ المنار جلد ۴ صفحہ ۵۴۵
۲۹۔ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۱۶، مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۹۰
۳۰۔ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۷، مرتبہ مولوی فضل محمد خاں صاحب چنگوی
۳۱۔ الحکم ۳/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲ کالم ۲
۳۲۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ۳۱۳ اصحاب کبار میں آپ کا نام ۵۲ پر درج فرمایا ہے (ضمیمہ انجام آتھم) ۲/۲۷ جولائی ۱۹۳۱ء کو ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔
۳۳۔ "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۱۳۱۔ ۱۳۲
۳۴۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱، ۲ میں ۳ دسمبر کی تاریخ تو صحیح درج ہوئی ہے مگر ۱۹۰۰ء کی بجائے سہواً ۱۹۰۱ء لکھا گیا ہے (مولف)
۳۵۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی روایت ہے کہ "عصر کے بعد جب حضور معمولاً مسجد میں چھت پر تشریف فرما تھے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ایسے اعتراض کیوں دل میں اٹھتے ہیں۔۔ الخ "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۔ ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے مغرب کے بعد اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ایک لمبی تقریر ارشاد فرمائی تھی جیسا کہ اوپر درج ہے۔
۳۶۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲ کالم ۲
۳۷۔ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ ۳
۳۸۔ "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۱۳۲
۳۹۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ ۳ و الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ ۲
۴۰۔ سوال و جواب کے اس واقعہ سے محترم جناب مؤلف کتاب "مجدد اعظم" نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ "ایسے واقعات سے صاف پتہ لگتا ہے کہ خود حضرت اقدس مرزا صاحب کے اقوال اور افعال کو ان کے مریدین مخلصین کس قدر نکتہ چینی کی نظر سے دیکھتے تھے اور اگر ان کا کوئی قول یا فعل کسی مرید کی سمجھ میں نہ آتا یا اپنی سمجھ کے مطابق اس میں قرآن و سنت سے ذرا بھی انحراف دیکھتا تو وہ اعتراض کرنے سے کبھی بھی نہ چوکتا اور جب تک تشفی نہ ہو جاتی وہ اپنے اس اعتراض سے باز نہ آتا۔" ("مجدد اعظم" جلد ۲ صفحہ ۷۶۴)
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح تصریح کے باوجود اس کے سوالات و اعتراضات کی یہ صورت بے ادبی اور گستاخی

ہے۔ حضور کے مخلص صحابہ کے متعلق یہ نظریہ قائم کرنا کہ عمر بھران کا یہ معمول رہا کہ معاذ اللہ وہ حکم وعدل کی زندگی کو ناقدانہ نظر سے دیکھتے اور اعتراض کرتے رہتے تھے۔ بہت بڑی جسارت ہے!!

۴۱۔ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴

۴۲۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کر اور ان پر سختی کر۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

۴۳۔ "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی" صفحہ ۷۔۸ و الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۹

۴۴۔ "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی" صفحہ ۹۔۱۲

۴۵۔ الحکم ۲۴/ مارچ ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۱ کالم ۲

۴۶۔ الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴۔۹

۴۷۔ "تذکرۃ الشہادتین" (از حضرت مسیح موعودؑ مشمولہ ریویو آف ریلیجنز اردو نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۴۳۔ "عاقبۃ المکذبین" (از قاضی محمد یوسف صاحب مردان) صفحہ ۳۱

۴۸۔ "AFGHANISTAN" (افغانستان) معنفہ مسٹر انگس؛ ہٹن مطبوعہ لنڈن ۱۹۰۶ء صفحہ ۴۱۵ (بحوالہ "عاقبۃ المکذبین") صفحہ ۲۹ از قاضی محمد یوسف صاحب

۴۹۔ عاقبۃ المکذبین صفحہ ۲۹

۵۰۔ تذکرۃ الشہادتین، اور عاقبۃ المکذبین صفحہ ۲۹

۵۱۔ "براہین احمدیہ" طبع اول صفحہ ۵۱۲ حاشیہ

۵۲۔ "عاقبۃ المکذبین" صفحہ ۳۲

۵۳۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵ کالم ۱۔۲

۵۴۔ "تذکرۃ الشہادتین" مشمولہ ریویو آف ریلیجنز اردو نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۴۴

۵۵۔ "تاریخ افاغنہ" حصہ اول صفحہ ۹۹ مولفہ شہاب الدین ثاقب مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور بحوالہ "عاقبۃ المکذبین"

۵۶۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم ۱۔۲

۵۷۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ کالم ۱

۵۸۔ الحکم ۱۸/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱ کالم ۱۔۲

۵۹۔ بدر ۷/ جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۱ کالم ۲

تعریف نبوت میں تبدیلی

کا

پہلا تحریری اعلان

مقام نبوت سے متعلق ایک زبردست علمی انکشاف اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" اور تعریف نبوت میں تبدیلی کا پہلا تحریری اعلان

۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ انکشاف ہوا کہ مقام نبوت صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے اور نئی شریعت کا لانا پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہ راست منصب نبوت و رسالت کا حصول نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے جیسا کہ عامتہ المسلمین کی عام مروج اصطلاح سے خیال کیا جاتا ہے۔ [۱] اس انکشاف سے آپ پر صاف کھل گیا کہ آپ کے الہامات میں آپ کو جو نبی قرار دیا گیا ہے وہ مجازاً یا استعارہ کے رنگ میں محض محدثیت نہیں بلکہ آپ اصلی اور صحیح معنوں کی رو سے آنحضرتؐ کی غلامی کے طفیل فی الواقع نبی اور رسول ہیں اور نفس نبوت کے لحاظ سے آپ میں اور دوسرے انبیاء میں کچھ فرق نہیں۔ فرق صرف حصول نبوت کے ذریعہ میں ہے نہ کہ نبوت میں۔ پہلے نبی براہ راست مقام نبوت پانے کی وجہ سے مستقل انبیاء کہلاتے ہیں اور آپ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور افاضہ روحانیہ کے واسطہ سے مقام نبوت تک پہنچے ہیں اور امتی نبی کہلاتے ہیں تا آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ اور فیضان کا کمال ثابت ہو۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کا افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے مقام نبوت تک پہنچایا اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے

امتی... تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت ﷺ کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" ۲

تبدیلی عقیدہ کا ذکر حضورؑ کے قلم سے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عظیم الشان تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے "حقیقتہ الوحی" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" ۳

ان الفاظ سے صاف کھل جاتا ہے کہ مسئلہ نبوت میں آپ نے اپنے عقیدہ میں ضرور کوئی تبدیلی فرمائی ہے اور وہ بھی "تریاق القلوب" اور ریویو جلد اول کے درمیانی زمانہ میں کیوں کہ حضور نے جس سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے اس کا تعلق اسی دور سے ہے۔ نیز ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پہلے اس بناء پر کہ مسیح نبی ہے اور آپ غیر نبی مسیح سے اپنے تئیں افضل نہیں سمجھتے تھے لیکن خدا تعالیٰ کی وحی میں صریح طور پر نبی کا خطاب آپ کو دیا گیا تو آپ نے اس پہلے عقیدہ میں تبدیلی کرلی اور اپنے تئیں صراحتاً صحیح معنوں میں نبی قرار دینے لگے۔ ۴

تعریف نبوت میں تبدیلی کے نتائج

تعریف نبوت میں تبدیلی سے پہلے حضور اسلامی اصطلاح کے لحاظ سے نبی و رسول کی یہ تعریف سمجھتے تھے کہ "وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔" ۵ لیکن تعریف نبوت میں تبدیلی کے انکشاف کے بعد حضور علیہ السلام نے اس تعریف میں یہ ترمیم فرمادی کہ نبی کے لئے غیر امتی ہونا ضروری نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور افاضہ روحانیہ سے آپ کا امتی بھی مقام نبوت پا سکتا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا۔ "یہ تمام بدقسمتی اس دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی

محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو۔" [۶]

اگرچہ "براہین احمدیہ" پنجم اور "حقیقتہ الوحی" (جن کے اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں) ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابیں ہیں مگر دراصل اس تبدیلی کی بنیاد ۱۹۰۱ء سے پڑی ہے اور اس کا پہلا تحریری اعلان "ایک غلطی کا ازالہ" میں ہوا (جیسا کہ ذکر آرہا ہے) چنانچہ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد حضور نے نبی کی ہمیشہ یوں تعریف بیان فرمائی کہ

۱۔ "میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔" [۷]

۲۔ "جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت یا کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔" [۸]

۳۔ "خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔" [۹]

تعریف نبوت میں تبدیلی کا یہ نتیجہ بھی ہوا کہ آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ آپ کا مقام محدثیت کے مقام سے بالا ہے۔ محدث کو نبوت جزوی طور پر حاصل ہوتی ہے اور آپ کو مقام نبوت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہے اس لئے حضور نے اپنے متعلق جزئی نبی یا ناقص نبی یا محض محدث کا اطلاق ہمیشہ کے لئے ترک فرما دیا۔

لیکن یاد رہے آپ کے دعویٰ کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی وہ شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی رہا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہیں وہ بکثرت آپ سے ہم کلام ہوتا ہے اور آپ پر کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار کرتا ہے اسی حقیقت کا نام پہلے جزوی نبوت اور محدثیت رکھتے تھے مگر بعد میں اسے نبوت کا مقام قرار دیا اور صاف اعلان فرمایا۔

"اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیوں کہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور یہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیوں کہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اس قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ بھی نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت

ﷺ کی پیش گوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔" [10]

اس واضح اعلان کے علاوہ اہل عالم کو یہاں تک تحدی فرمائی کہ

"خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔" [11]

تعریف نبوت میں تبدیلی کا پہلا تحریری اعلان

حضرت اقدسؑ نے تعریف نبوت کی تبدیلی کا سب سے پہلا تحریری اعلان

۵۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے ذریعہ سے فرمایا۔ [12] اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی تالیف کا فوری سبب یہ ہوا کہ نومبر ۱۹۰۱ء کے پہلے ہفتہ میں حضورؑ کے ایک مخلص خادم حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ [13] پر امرتسر میں بعض غیر از جماعت دوستوں نے اعتراض کیا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت شیخ صاحب نے اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا جو صحیح نہیں تھا۔ حضرت اقدسؑ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اشتہار لکھا کہ

"خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرات یہ ہے کہ "دنیا میں ایک نبی آیا۔"

"نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔"

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہیں۔ مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں

خدا سے خبر پاکر پیش گوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رد کردوں یا کیوں کر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں..... اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں میں کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔" [۱۱۴]

"ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیہ میں فیصلہ کن تصریحات

"ایک غلطی کا ازالہ" کے حاشیہ میں حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیش گوئیاں ہیں جن کی رو سے انبیاء علیہ السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیبیہ کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ مصفی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل امور بالکل واضح ہیں۔

۱- جس امر کا امت کو وعدہ ہے وہ نبوت اور پیش گوئیاں ہیں۔

۲- نبوتوں اور پیش گوئیوں کی وجہ سے پہلے انبیاء نبی کہلائے (حالانکہ سابق تعریف نبوت اس سے مختلف تھی)۔

۳- یہی نبوتیں اور پیش گوئیاں جن کی وجہ سے پہلے انبیاء نبی کہلائے امت محمدیہ کا وعدہ ہے۔

۴- آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔

۵- مصفی غیب سے حسب منطوق آیت **فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول** نبوت ورسالت کو چاہتا ہے۔

۶- مصفی غیب کا ملنا (جو نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے) براہ راست بند ہے۔

۷- اس لئے ماننا پڑا کہ اس موہبت کے لئے یعنی مصفی غیب کی موہبت کے لئے جو نبوت ورسالت کو چاہتا ہے صرف بروز' ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔

۸- بروز' ظلیت' فنافی الرسول مومن کی ترقی کا انتہائی مقام نہیں بلکہ انتہائی مقام کے حصول کا ذریعہ ہے

المختصر اس اقتباس کا یہ صاف نتیجہ ہے کہ نبوت پہلے براہ راست ملا کرتی تھی بند ہونے کے بعد اب وہی موہبت رسول کریم ﷺ کے واسطہ سے ملا کرے گی۔

پس نفس نبوت کے ملنے میں پہلے انبیاء اور امت محمدیہ میں ہونے والے نبی میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف حصول کے ذریعہ میں ہے۔ سابقہ تعریف نبوت میں نبی کے لئے جو شرائط مقرر تھیں وہ اس جگہ مذکور نہیں۔ صرف ایک امر جو نبوت کے لئے ذاتی ہے وہ مصفی غیب کا ملنا یا بالفاظ دیگر نبوتیں یا پیش گوئیاں ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلائے۔ یہی امر نبوت کے لئے ذاتی ہے باقی امور یعنی نئی شریعت کا لانا یا شریعت میں ترمیم و تنسیخ یا اس کا مستقل اور براہ راست ہونا یا بالواسطہ ہونا نبوت کے لئے ذاتی امور نہیں بلکہ عرضی حقائق ہیں جو کسی نبی میں پائے جاتے ہیں کسی میں نہیں۔

اشتہار کا اثر اپنوں پر

اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت کے بعد پوری جماعت کا رجحان اس طرف ہو گیا کہ حضور نفس نبوت کے لحاظ سے سچ مچ نبی ہیں اور ویسے ہی نبی ہیں جیسے پہلے انبیاء تھے گو ذریعہ حصول نبوت میں فرق ہے یعنی پہلے انبیاء کو براہ راست نبوت تفویض ہوئی تھی مگر حضور کو حضرت رسول کریم ﷺ کی غلامی میں یہ منصب ملا ہے۔ [۱۵] اور اسی لئے آپ کا منصب "امتی نبی" کا ہے محض نبی کا نہیں۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا حلفیہ بیان ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" شائع کیا ان دنوں میں مستقل طور پر قادیان چلا آیا تھا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک صاحب محمد شاہ ساکن تونسہ اس زمانہ میں مطبع میں ملازم تھے انہوں نے صبح کی نماز کے بعد مجھ سے اس اشتہار کا ذکر کیا... میں خود اسی وقت مطبع میں گیا اور ایک کاپی "ایک غلطی کا ازالہ" لے کر پڑھی۔ اس وقت سے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نبی یقین کرتا ہوں۔ [۱۶]

یہ اسی اشتہار کا اثر تھا کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب جو مسجد مبارک کے امام تھے اب اپنے خطبات و مضامین میں گزشتہ سال سے بھی زیادہ زور اور وضاحت سے حضرت اقدسؑ کی نبوت و رسالت پیش کرنے لگے اور آخر وقت تک حضور کی موجودگی میں سلسلہ احمدیہ کو منہاج نبوت پر قائم ہونے والا سلسلہ اور حضور کو نبی' رسول' مرسل' اور صادق مرسل کے نام سے یاد کرتے رہے۔ [۱۷]

اس ضمن میں حضرت مولوی صاحب کی تحریرات کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں بھی ایک خاص تبدیلی عقیدہ کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۸ء کو اپنے ایک خط میں جو "خلافت راشدہ" میں شائع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "ہمارے مجدد سلمہ اللہ تعالیٰ" کے الفاظ سے یاد کیا۔ لیکن جب انہوں نے اس کتاب کا مقدمہ ۱۲/ جون ۱۹۰۲ء کو لکھا تو اس میں حضور کو "حضرت نبی اللہ" سے موسوم کیا [۱۸] اور اس بارہ میں حضرت مولانا کا عقیدہ اتنا پختہ ہو گیا کہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے ایک مرتبہ آپ نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی "اے خدا کے مرسل تیری رسالت کی قسم کہ یہ معاملہ اس طرح ہے"۔ [۱۹] حضور کے دوسرے صحابہ کا آپ کے نبی ہونے کے متعلق جو ایمان تھا اس کی متعدد شہادتیں [۲۰] طبع شدہ موجود ہیں جن سے یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ تو حضور کے فیض صحبت کے نتیجہ میں اس اعلان سے پہلے ہی سمجھ چکے تھے کہ آپ سچ مچ نبی ہیں۔ تاہم اس اعلان کے بعد وہ حضور کی خدمت میں خط لکھتے ہوئے حضور کو برملا نبی اللہ کے القاب سے یاد کرنے لگے۔ [۲۱] یہ اظہار صرف خطوط اور زبانی گفتگوؤں تک محدود نہیں تھا بلکہ سلسلہ کے اہل قلم کی طرف سے اخبار الحکم اور بدر میں بکثرت ایسے مضامین شائع ہوئے جن میں آپ کو نبی کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس پر باقاعدہ قرآن و حدیث اور عقل سے دلائل لکھے گئے۔ خصوصاً رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے سابق ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب نے "ریویو آف ریلیجنز" میں آپ کے مقام نبوت و رسالت کا تذکرہ بڑی کثرت و صفائی سے کیا۔ [۲۲]

غرض کہ نبوت مسیح موعود کا مسئلہ حضرت اقدسؑ کی زندگی ہی میں جماعت احمدیہ کا مسلمہ متفقہ اور اجماعی عقیدہ بن گیا۔ [۲۳] چنانچہ حضرت اقدسؑ کی وفات پر حضور کے کارناموں کے متعلق

اخبارات سلسلہ میں جو مضامین شائع ہوئے ان میں حضرت اقدس کا یہ معجزہ بھی پیش کیا گیا کہ "ایک نبی آیا جب کہ تمام قوم کا متفق طور سے یہ عقیدہ تھا کہ اب کوئی نبی نہ ہوگا اور پھر اس نے چار لاکھ انسان کو اپنا متبع بنا لیا۔ کیا یہ خدا کا فضل نہیں۔ کیا ہمیں اس کلمتہ اللہ کی قوت قدسیہ و روحانیہ پر ایمان نہیں لانا چاہئے۔" [۲۴]

اشتہار کا اثر دوسروں پر

مخالف علماء آپ پر اپنی اصطلاح کے مطابق دعویٰ نبوت کا الزام دے رہے تھے حالانکہ ایسا دعویٰ حضورؑ نے سرے سے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔ چنانچہ حضورؑ نے ان کے الزام کا ذکر کرتے ہوئے اسی اشتہار کے آخر میں پوری وضاحت سے لکھا کہ "مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں" مزید برآں بعد میں بھی صاف لفظوں میں بتایا کہ "میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح۔" [۲۵]

اس تصریح و توضیح کے بعد آپ کے مخالف علماء کا اصولی طور پر فرض صرف یہ تھا کہ وہ آپ کی پیش فرمودہ تعریف نبوت کا عقل و نقل سے رد کر دکھاتے مگر انہوں نے اس سے قطعی گریز کیا اور اپنے نظریہ نبوت پر ہی قائم رہتے ہوئے بدستور یہ الزام قائم رکھا کہ (حضرت) مرزا صاحب نے اس اشتہار میں بھی دعویٰ نبوت و رسالت کیا ہے۔ چنانچہ سلسلہ کے مخالف منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کے ساتھی حافظ محمد یوسف صاحب امرتسر نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" پڑھتے ہی مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو لکھا کہ "کل میں نے اشتہار دیکھا جس میں مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کا کیا ہے۔" [۲۶] حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے اس کے جواب میں الحکم میں بڑا مفصل مضمون لکھا جس میں بتایا کہ آپ حضرات نہ دعویٰ کو سمجھے نہ انکار کو۔ کوئی ذرہ بھر عقل و دانش رکھنے والا انسان اس اشتہار میں جہاں انکار نبوت کے متعدد الفاظ موجود ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس فنافی الرسول نے اس نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے جس کا انکار اجماع امت کر رہا ہے۔ [۲۷]

انہی دنوں ایک اور شخص نے اعتراضات کئے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ آیت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے خلاف ہے اس کا جواب بھی انہی دنوں اخبار الحکم میں شائع کر دیا گیا کہ آیت و حدیث

میں نبوت تشریعی کا ختم مراد ہے نہ کہ غیر تشریعی کا۔ اور حضرت مرزا صاحب کو دوسرے تمام مجددین امت میں نبی اللہ کہنا اس لئے جائز ہے کہ آپ کے الہامات کے علاوہ حدیث اور قرآن میں مسیح موعود کے متعلق نبی اور رسول کے لفظ موجود ہیں۔ [۲۸]

بالآخر واضح رہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے جس قسم کی نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے وہ نہ اجماع امت کے خلاف ہے اور نہ اس سے آنحضرت ﷺ کی کسرشان ہوتی ہے بلکہ آپ کے دعویٰ سے آنحضرت ﷺ کی اس ارفع اور اعلیٰ اور بلند ترین شان کا اظہار ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خادموں اور غلاموں میں آپ کی پیروی اور آپ کے فیض کے واسطہ سے مقام نبوت مل سکتا ہے گویا آنحضرت ﷺ صرف نبی ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں اور مثال کے طور پر آپ محض روحانی بادشاہ ہی نہیں بلکہ روحانی شہنشاہ بھی ہیں جن کی ماتحتی اور غلامی میں روحانی بادشاہت کا مقام بھی حاصل کرنے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

فونوگراف کی ایجاد اور تبلیغ اسلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی عالمگیر اشاعت کا مقصد لے کر مبعوث ہوئے تھے اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ نشر و اشاعت کے کام میں مدد دینے والی اکثر و بیشتر اہم ایجادوں کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور حیات (۱۸۳۵ء۔ ۱۹۰۸ء) کے گرد چکر لگاتا ہے۔ [۲۹] ان میں سے ہر ایک ایجاد ایسی ہے جس کا وجود حضرت مسیح موعود کے بین الاقوامی مشن کو فروغ دینے کے لئے ازبس ضروری تھا۔ ان ایجادات میں سے ایک فونوگراف ہے جس کی ایجاد ۱۸۷۷ء میں اڈیسن نے کی [۳۰] مگر ہندوستان میں آئے ہوئے اسے چند سال ہوئے ہوں گے۔ حضور کے مخلص خادم اور جماعت کی ایک برگزیدہ ہستی حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے فونوگراف خریدا۔ حضرت اقدسؑ کو اکتوبر ۱۹۰۱ء [۳۱] میں اس کی اطلاع ہوئی۔ حضور جو دنیا میں اپنی آواز پہنچانے کی صبح و شام نئی نئی راہیں سوچتے تھے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "جب وفد نصیبین جائے تو ہم اپنی ایک تقریر جو عربی زبان میں ہو اور قریباً چار گھنٹہ کے برابر ہو اس میں بند کر دیں جس میں ہمارے دعاوی اور دلائل بیان کئے جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جہاں جہاں یہ لوگ جائیں گے وہاں اس تقریر کو اس کے ذریعہ سنائیں۔ اس سے عام تبلیغ ہو جائے گی اور گویا ہم ہی بولیں گے اور یوں مسیحؑ کے سیاح ہونے کے معنی پورے ہو جائیں گے۔ آج تک اس فونوگراف سے صرف کھیل کی طرح کام لیا گیا ہے مگر حقیقت میں خدا نے ہمارے لئے یہ ایجاد رکھی ہوئی تھی اور بہت بڑا کام اس سے نکلے گا۔" [۳۲]

یہ بھی تجویز ہوئی کہ حضورؑ کے خطاب سے قبل حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک تقریر اس موضوع پر ریکارڈ کی جائے کہ انیسویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے انسان کی تقریر آپ کو سنائی جاتی ہے جس نے خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام سے دنیا میں آیا ہے اور جس نے ارض ہند میں ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملالیا ہے اور جس کے ہاتھ پر ہزاروں تائیدی نشان ظاہر ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے جس کی ہر میدان میں نصرت کی وہ اپنی دعوت بلاد اسلامیہ میں کرتا ہے۔ سامعین خود اس کے منہ سے سن لیں کہ اس کا دعویٰ اور دلائل کیا ہیں؟ ۲۳ فونوگراف کا تجربہ کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ نے نواب محمد علی خاں صاحب کو لکھا کہ جب وہ قادیان آئیں فونوگراف ساتھ لیتے آویں۔ چنانچہ وہ وسط نومبر ۱۹۰۱ء میں حضور کی خدمت میں لائے اور ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو نماز عصر کے بعد اس کے ریکارڈ سنائے اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی دو سلنڈروں میں آواز ریکارڈ کی۔ ۲۴ قادیان میں فونوگراف کا چرچا ہوا تو دوسرے لوگوں میں بھی اس کے دیکھنے کی بڑی خواہش پیدا ہوئی۔ قادیان کے آریہ سماجی لالہ شرمپت رائے کو تو اس قدر اشتیاق ہوا کہ انہوں نے براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بھی درخواست کردی۔ یہ ۲۰/ نومبر ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ حضور نے نماز ظہر کے وقت حضرت نواب صاحب سے اس کا تذکرہ فرمایا تو نواب صاحب نے اس کی بخوشی اجازت دے دی۔ ان لوگوں کا فونوگراف دیکھنا تو محض تماشائی کے رنگ میں تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسے تبلیغ کا ایک بھاری ذریعہ بنالیا اور وہ یوں کہ حضورؑ نے چند منٹوں میں خاص اس تقریب کے لئے ایک لطیف اور تبلیغی نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ تھے۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک صاف سے کم تر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

حضرت اقدسؑ کی ہدایت کے تحت مولانا عبدالکریم صاحب نے یہ نظم اور اس کے علاوہ

عجب نوریست درجان محمدؐ

کے مصرعہ والی مشہور نظم اور قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں نیز حضور کی ایک فارسی نظم کے چند اشعار منشی نواب خاں صاحب ثاقب آف مالیر کوٹلہ نے پڑھے جو فونوگراف میں محفوظ کرلئے گئے۔ یہ تیاری مکمل ہو چکی تو ساڑھے چار بجے کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کے بالاخانہ کے صحن میں فونوگراف رکھ دیا گیا۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے تحریری اطلاع ملنے پر نہ صرف لالہ شرمپت رائے اور آریہ سماج کا سیکرٹری بلکہ دوسرے اور ہندو اور مسلمان کثیر تعداد میں پہنچ گئے۔ لالہ شرمپت رائے کو فونوگراف کے قریب بٹھایا گیا۔ فونوگراف نے سب سے پہلے مالیر کوٹلوی کے لب و لہجہ میں اشعار

سنائے پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی سریلی آواز سے حضرت اقدس کی تازہ اور قدیم نظم نشر ہوئی۔ حضرت اقدسؑ کی تازہ نظم دوبار سنائی گئی اور دونو مرتبہ جماعت کے بزرگوں کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے اور ان پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری رہی مگر لالہ شرمپت رائے اور دوسرے غیر مسلموں کا رنگ بالکل فق ہو جاتا تھا۔ بہرحال حضرت اقدسؑ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا اور یہ تجربہ تبلیغی نکتہ نگاہ سے نہایت درجہ کامیاب ثابت ہوا۔ آخر میں قرآن شریف مولانا عبدالکریم صاحب کی زبان سے سنایا گیا اور یہ جلسہ جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے دنیا میں پہلا جلسہ تھا برخواست ہوا۔

تجویز کی التواء

افسوس جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وفد نصیبین کے التواء کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تقریر کے ریکارڈ کی تجویز بھی رہ گئی اور جماعت کو قیامت تک کے لئے حضور کی آواز سے محروم ہونا پڑا۔ یہی نہیں جن دو بزرگوں کی آواز محفوظ کی گئی تھی وہ بھی محفوظ نہ رہ سکی اور سلنڈر بہت جلد بیکار ہو گئے۔

(حضرت صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد صاحب
(حضرت صاحبزادہ) مرزا شریف احمد صاحب اور
(حضرت) نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین

قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ختم قرآن شریف کی پرمسرت تقریب پر ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء [۲۵] کو آمین کی تقریب ہوئی جس میں حضورؑ نے بطور شکریہ ایک پر تکلف دعوت دی اور مساکین اور یتامیٰ کو کھانا کھلایا [۲۶] ایک دعائیہ نظم بھی حضور نے لکھی۔ اس موقع پر حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ آمین کوئی رسم ہے یا کیا ہے۔ حضور نے اس سوال پر مفصل تقریر کرتے ہوئے فرمایا "میں ہمیشہ فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہاء فضل اور انعام ہیں ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا کی

پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں (جیسا کہ ابھی کہا ہے) اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔ پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ میں نے اس کو شروع کیا۔ اور جب یہ مصرعہ لکھا۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا

اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہے۔" ۲۴

برطانوی سیاح مسٹر ڈکسن کی قادیان میں آمد

صبح کی سیر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا دستور مبارک تھا کہ اپنے خدام کے ساتھ صبح سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ دربار شام میں تو حضور اقدسؑ شام کو مسجد مبارک میں رونق افروز ہو کر اپنے مقدس کلمات سے نوازتے تھے اور صبح کی سیر کے دوران میں علم و معرفت کے پھول بکھیرتے۔ یہ بھی گویا ایک چلتا پھرتا دربار تھا جس میں یہ روحانی شہنشاہ تقریروں سے اپنے عشاق کی تشنگی بجھاتا اور ان کو ایک زندہ ایمان عطا فرماتا۔ ۱۷/ نومبر ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام حسب معمول سیر کے لئے گئے۔ راستہ میں حضرت میر ناصر نواب صاحب نے (ایک عزیز کے نام) اپنا ایک تبلیغی خط سنانا شروع کیا۔ خط کافی لمبا تھا جو حضور کے واپس گھر پہنچنے پر بھی ختم نہ ہوا تھا۔ لہذا حضور اقدس علیہ السلام حضرت مولوی نور الدین صاحب کے مطب میں بیٹھ گئے۔ حضرت میر صاحب کے عزیز نے اپنے خط میں ترکوں کی مذمت کی تھی۔ حضرت میر صاحب اس کا معقول جواب سنا رہے تھے کہ حضرت اقدسؑ نے اس پر فرمایا اگرچہ ہمارے نزدیک "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" ہی ہے اور ہمیں خواہ مخواہ ضروری نہیں کہ ترکوں کی تعریف کریں یا کسی اور کی۔ مگر سچی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوت حاصل ہوئی ہے.... دنیا میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہوئے ہیں۔ ایک ترک دوسرے سادات۔ ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حقدار ہوئے اور سادات کو فقر اور روحانی فیض کا مبداء قرار دیا گیا۔ چنانچہ صوفیوں نے

فقراور روحانی فیوض کا مبداء سادات ہی کو ٹھہرایا ہے۔ اور میں نے بھی اپنے کشف میں ایسا ہی پایا ہے۔"

حضور یہ ذکر فرما ہی رہے تھے کہ ایک یورپین السلام علیکم کہتے ہوئے مطب میں آپہنچے۔ حضرت اقدسؑ کے ایماء پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ترجمان مقرر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ڈی۔ ڈی ڈکسن نامی ایک فرنگی سیاح ہیں جو عرب۔ کربلا اور کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے یہاں صرف ایک دن کے قیام کا پروگرام لے کر آئے ہیں اور آئندہ مصر۔ الجیریا اور سوڈان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے ان سے باصرار کہا کہ جب آپ نظارہ عالم کے لئے گھر سے نکلے ہیں تو قادیان میں بھی ایک ہفتہ کے لئے ٹھہریئے مگر اصرار کے باوجود صرف ایک رات رہنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت اقدسؑ یہ ہدایت دے کر کہ شیخ مسیح اللہ خانساماں ان کے حسب منشاء کھانا تیار کریں اور ان کو گول کمرہ میں ٹھہرایا جائے اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور بعض دوسرے احباب انہیں مدرسہ تعلیم الاسلام دکھانے لے گئے۔ سکول کی لائبریری میں ناٹووچ روسی سیاح کی کتاب "مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات" دیکھ کر ڈکسن نے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی جسے پورا کر دیا گیا۔ کتاب لئے وہ گول کمرے میں آئے جہاں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب مناسب رنگ میں انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ مسیح کی قبر کشمیر' عربی ام الالسنہ اور جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں خصوصاً گفتگو ہوتی رہی۔ عصر کی نماز کے بعد انہوں نے حضرت اقدسؑ کے تین فوٹو لئے۔ دو فوٹو آپ کے خدام کے ساتھ اور ایک فوٹو صرف آپ کا الگ لیا۔ دوسرے دن صبح چونکہ ڈکسن صاحب نے بٹالہ کی طرف واپس جانا تھا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کی مشایعت کے لئے بٹالہ کی طرف ہی سیر کو نکلے اور نہر کے پل تک تشریف لے گئے اور انہیں الوداع کہا۔ دوران سیر حضورؑ نے ڈکسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ایک پرجوش تقریر فرمائی جس میں اپنے دعویٰ کی غرض و غایت بتائی کہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے وہ ایک لعل تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے وہ لعل تاباں مجھے دیا ہے۔ اور مجھے اس نے مامور کیا ہے کہ میں دنیا کو اس لعل تاباں کے حصول کی راہ بتادوں۔ اس راہ پر چل کر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً اس کو حاصل کرے گا۔ فلاسفر آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہئے۔ مگر میں اس سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں۔

مسٹر ڈکسن حضرت اقدسؑ کے دینی خیالات' آپ کے حسن سلوک اور مہمان نوازی سے بہت

متاثر ہوئے اور بالخصوص یہ دیکھ کر تو وہ دنگ ہی رہ گئے کہ کس طرح آپ کی شخصیت نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جس میں دنیاوی اعتبار سے کوئی کشش موجود نہیں مشرقی و مغربی علوم کے ماہر جمع کر دیئے ہیں ۔ [۳۸]

۱۹۰۱ء کے بعض ممتاز صحابہ

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب ۔ [۳۹] مرزا محمد شفیع صاحب ۔ [۴۰] خان صاحب منشی برکت علی صاحب شملوی ' [۴۱] حضرت ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر ۔ [۴۲] ڈاکٹر محمد طفیل صاحب بٹالوی ۔ [۴۳] مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی ۔ [۴۴] مولوی محمد دین صاحب ۔ [۴۵] مولوی فضل الدین صاحب وکیل ۔ [۴۶] سید وزارت حسین صاحب مونگھیری ۔ [۴۷] ڈاکٹر رحمت علی صاحب آف گجرات [۴۸]

حواشی

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حقیقتہ النبوۃ" از سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز صفحہ ۱۱۹۔ ۱۳۱ اور "قول بلیغ" از مولانا قاضی محمد نذیر صاحب صفحہ ۳۰ تا ۱۳۹
۲۔ "حقیقتہ الوحی" طبع اول صفحہ ۱۴۹۔ ۱۵۰ مطبوعہ ۱۵/ مئی ۱۹۰۷ء
۳۔ "حقیقتہ الوحی" طبع اول صفحہ ۱۴۹۔ ۱۵۰ مطبوعہ ۱۵۔ مئی ۱۹۰۷ء
۴۔ "حقیقتہ الوحی" طبع اول صفحہ ۱۴۹۔ ۱۵۰ مطبوعہ ۱۵۔ مئی ۱۹۰۷ء
۵۔ مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب مورخہ ۷/ اگست ۱۸۹۹ء مشمولہ الحکم ۱۷/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ و مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ ۱۰۳
۶۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸
۷۔ "تجلیات الہیہ"
۸۔ "الوصیت" صفحہ ۱۱ طبع اول
۹۔ "چشمہ معرفت" طبع اول صفحہ ۳۲۷
۱۰۔ "حقیقتہ الوحی" طبع اول صفحہ ۳۹۱
۱۱۔ "چشمہ معرفت" طبع اول صفحہ ۳۱۷
۱۲۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں اس خیال کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔ گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا چنانچہ انہوں نے ۱۷/ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو مرسل ثابت کیا اور لا نفرق بین احد منھم والی آیت حضورؑ پر چسپاں کی جسے حضور نے بھی پسند فرمایا (الحکم ۲۴/ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۶) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں پورا انکشاف ۱۹۰۱ء میں ہی ہوا ہے۔
۱۳۔ "حیات احمد" جلد پنجم صفحہ ۱۰۴ حالات ۲۔ ۱۹۰۱ء
۱۴۔ "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" مشمولہ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۵۔ ۷
۱۵۔ بیان حضرت منشی برکت علی خاں صاحب شملوی (اصحاب احمد جلد سوم صفحہ ۸) مزید ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو حلفیہ بیان میاں محمد سعید صاحب سعدی (رسالہ فرقان جنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۹) حلفیہ بیان قاضی حبیب اللہ صاحب مزنگ لاہور (رسالہ فرقان مئی ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۷) حلفیہ بیان حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب (رسالہ فرقان جون ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۴) حلفیہ بیان حضرت میر قاسم علی صاحب (رسالہ فرقان ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۶) حلفیہ بیان حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (رسالہ فرقان نومبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۴) حلفیہ بیان سردار کرم داد خان صاحب (رسالہ فرقان مئی و جون ۱۹۴۴ء صفحہ ۳۸)
۱۶۔ رسالہ "فرقان" ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۰
۱۷۔ ملاحظہ ہو الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲۔ ۱۴' الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳ کالم ۳' الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ ۸' الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱ کالم ۱۔ ۲' الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۲' الحکم ۱۰/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ کالم ۱' الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ کالم ۱' الحکم ۱۷/ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم ۱' الحکم ۳۱/ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۸ کالم ۱' الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۱
۱۸۔ "خلافت راشدہ" حصہ اول مقدمہ صفحہ ۱۷' ۱۱۱ (از مولوی عبدالکریم صاحب) طبع سوم مطبوعہ وزیر ہند پریس امرتسر۔ نومبر ۱۹۲۲ء
۱۹۔ بیان حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی روایات صحابہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۹
۲۰۔ ملاحظہ ہو رسالہ "الفرقان" قادیان ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۴ء
۲۱۔ بیان میاں محمد شریف صاحب ای۔ اے۔ سی (فرقان نمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۴) روایت حضرت سید مہدی حسین شاہ صاحب (روایات

صحابہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۱)

۲۲۔ بطور مثال ملاحظہ ہو رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو جلد ۳ نمبر ۳' جلد ۳ نمبر ۷' جلد ۳ نمبر ۱۱' جلد ۴ نمبر ۲' جلد ۴ نمبر ۳' جلد ۴ نمبر ۱۰' جلد ۴ نمبر ۱۲' جلد ۵ نمبر ۴' جلد ۵ نمبر ۶' جلد ۵ نمبر ۸' جلد ۶ نمبر ۳' جلد ۶ نمبر ۴' جلد ۶ نمبر ۷' جلد ۷ نمبر ۷

۲۳۔ چنانچہ اخبار بدر ۱۸/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۱ کالم ۳ پر لکھا ہے۔ "ہر ایک احمدی اس عقیدہ پر قائم ہے کہ مبارک و مطہر و مقدس وجود جسے لوگ مرزا قادیانی کہتے تھے خدا کا برگزیدہ نبی ہے۔"

شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے ۲۴/ اگست ۱۹۳۵ء کو اپنی ایک حلفیہ شہادت میں لکھا کہ "میں حضرت صاحب یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔ میرے اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا۔" (حلفیہ شہادت رسالہ "فرقان" مارچ ۱۹۴۶ء صفحہ ۲۸)

۲۴۔ اخبار بدر ۱۱/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶

۲۵۔ حقیقۃ الوحی طبع اول تتمہ صفحہ ۶۸

۲۶۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۹۔ ۱۴

۲۷۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۶۔ ۱۴

۲۸۔ الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱

۲۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ اقوام عالم" شائع کردہ مجلس ترقی ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب لاہور۔ "جدید معلومات سائنس" از آفتاب حسن ناشر انجمن ترقی اردو ہند دہلی۔ "موجدوں کی کہانیاں" "ایجادیں" "سائنس کے معجزے" مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

۳۰۔ "THE NEW CENTURY CYCLOPEDIA OF NAMES" EDITED BY CLARENCE L. BARNBART VOLUME 1 1954 P. 1399.

۳۱۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ کالم ۱

۳۲۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴ کالم ۱

۳۳۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ ۲

۳۴۔ "اصحاب احمد" جلد دوم صفحہ ۵۷۴ (ڈائری حجتہ اللہ حضرت نواب محمد علی خانؓ)

۳۵۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم ۳

۳۶۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم ۳

۳۷۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۲ کالم ۳' الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ کالم ۱

۳۸۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ ۳' الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ ۲' الحکم ۱۷/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ ۴' الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۔ ۳

۳۹۔ وفات ۲۳/ جون ۱۹۳۰ء عمر ۷۵ سال۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خسر اور جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب حال ناظر امور خارجہ کے والد ماجد ۱۹۲۰ء میں پنشن لینے کے بعد قادیان میں مستقل رہائش اختیار کرلی تھی۔ نہایت مخلص صحابی' صاحب کشف و الہام اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے (ان کے بعض ایمان افروز واقعات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۳/ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۔ ۴)

۴۰۔ ولادت اندازاً ۱۸۷۷ء وفات ۱۷/ جنوری ۱۹۴۵ء پہلی بار ۱۹۰۳ء میں قادیان آئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی۔ ۱۹۲۳ء میں مستقل طور پر قادیان ہجرت کرکے آگئے اور یہاں وفات تک پہلے آڈیٹر اور پھر محاسب کے عہدے پر فائز رہے۔ دہلی میں انتقال ہوا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن ہونے کی سعادت پائی (الفضل ۲۹۔ ۳۰/ مارچ ۱۹۴۵ء)

۴۱۔ ولادت ۱۸۷۲ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بے نفس فدائی۔ جن کی عمر سلسلہ احمدیہ کی مالی اور انتظامی خدمت میں گزری۔ تعمیر منارۃ المسیح کی تحریک میں آپ کو اور آپ کی اہلیہ صاحبہ دونوں کو شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ موصی بھی تھے اور تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج کے سپاہی بھی "بدر" اور "تشحیذ الاذہان" میں متعدد مضامین لکھنے کے علاوہ بعض رسائل بھی تالیف کئے مثلاً گوشت خوری۔ انتخاب خلافت۔ قدامت روح و مادہ و تناسخ۔ اصول قرآن فہمی۔ کیا اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلایا یا بذریعہ شمشیر۔ ۱۹۳۲ء میں ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ ۱۹۳۴ء میں حج کیا۔ ۷/ اگست ۱۹۵۸ء کو وفات پائی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اصحاب احمد" جلد سوم طبع دوم۔ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے)

۴۲۔ ان مجاہدین کی صف اول میں تھے جنہوں نے اندرون ملک کے علاوہ یورپ اور افریقہ میں تبلیغ اشاعت اسلام کی توفیق پائی۔ قادیان آنے سے قبل کپور تھلہ میں سکول ماسٹر تھے مگر بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقناطیسی محبت آپ کو کھینچ کر بالآخر دیار حبیب میں لے آئی اور آپ ستمبر ۱۹۰۶ء سے قادیان میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ابتداء آپ مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے استاد مقرر ہوئے اور کئی سال تک نہایت اخلاص و محنت سے یہ خدمت سرانجام دی۔ ۱۵/ جولائی ۱۹۱۹ء کو چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے انگلستان روانہ ہوئے۔ انگلستان میں کئی ماہ فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد آپ کو افریقہ بھجوایا گیا۔ ۲۱/ فروری ۱۹۲۱ء کو آپ نے ساحل افریقہ پر قدم رکھا اور سب سے پہلے سیرالیون اور مغربی افریقہ کے دوسرے علاقوں میں پہنچے آپ کو حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی اور ہزاروں افریقی حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ ایک سال تک نائیجیریا ٹھہرنے کے بعد آپ کو دوبارہ انگلستان بھجوادیا گیا جہاں سے آپ ۱۹۲۴ء کے آخر میں حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کی رفاقت میں بانیل و مرام واپس آگئے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد آپ نے پانچ سال تک دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بھوپال اور حیدر آباد میں خدمت سرانجام دیں۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد آپ گوجرانوالہ میں پناہ گزین ہو گئے اور اسی مقام پر ۱۷/ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

۴۳۔ ولادت ۱۸۸۳ء حضرت ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے اور انہی کی تلقین و تحریک سے داخل سلسلہ ہوئے۔ جس زمانہ میں قادیان تک ریل نہیں گئی تھی متعدد اکابر سلسلہ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی بعض اوقات آپ کے یہاں (بٹالہ میں) قیام فرماتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ میں برسوں تک نہایت محنت اور خلوص سے مدرسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خدمت خلق آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ قادیان کی لوکل کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان کے اندرون شہر کا قریباً سارا انتظام بطور ناظم جلسہ آپ کے سپرد ہوتا تھا۔ دیگر اہم قومی خدمات بھی بجالانے کا آپ کو موقعہ ملا۔ ۲۰/ اگست ۱۹۵۰ء کو بمقام لائلپور انتقال فرمایا اور ربوہ میں موصیوں کے قبرستان میں امانتاً سپرد خاک ہوئے۔ (الفضل ۲۶/ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۶۔۷)

۴۴۔ ولادت ۲۰/ مئی ۱۸۸۱ء احمدیت کی آواز آپ تک حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے پہنچائی اور اس کی صداقت کا انکشاف بذریعہ رؤیا ہوا۔ آپ موصی بھی تھے اور تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہد بھی۔ علاوہ ازیں آپ کو سلسلہ کی متعدد خدمات کی توفیق ملی۔ ۱۹۳۵ء میں پنشن لے کر قادیان آگئے اور آخر دم تک جماعتی کاموں کے لئے وقف رہے سلسلہ کا لٹریچر بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ اور تبلیغ کا خاص ذوق و شوق تھا۔ ۳/ مئی ۱۹۵۲ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ ربوہ کے مقبرہ خاص کے قطعہ صحابہ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری اور مولوی قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اصحاب احمد" جلد ہفتم صفحہ ۶۷۔۲۱۸)

۴۵۔ ولادت ۴/ دسمبر ۱۸۸۱ء وطن مالوف لاہور۔ شروع ۱۹۰۳ء میں مستقل ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک وقف زندگی پر جن بزرگوں نے لبیک کہی ان میں آپ بھی شامل ہیں مئی ۱۹۱۴ء سے جنوری ۱۹۲۱ء تک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ جنوری ۱۹۲۳ء سے دسمبر ۱۹۲۵ء تک امریکہ میں تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۰ء تک دوبارہ ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان کی خدمات بھی بجالائے۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک گرلز ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر رہے اور اب ناظر تعلیم کے عہدہ پر فائز ہیں۔ مولوی صاحب

موصوف ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور ان دنوں بیت المال ربوہ میں خدمت سلسلہ بجالا رہے ہیں۔

۴۶۔ ولادت ۱۸۸۷ء بیعت ۱۹۰۱ء ہجرت قادیان ۱۷۔۱۹۱۶ء مدرسہ احمدیہ میں سالہا سال تک عربی کے مدرس رہے۔ ۱۹۱۹ء میں جب صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا قیام عمل میں آیا تو آپ ناظم قضاء مقرر ہوئے۔ سلسلہ کے مشیر قانونی کی حیثیت سے عرصہ تک کام کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کی مشہور تصنیفات یہ ہیں۔ جماعت مبائعین کے عقائد صحیحہ۔ نعم الوکیل۔ التشریح الصحیح۔ جواب کلمہ فضل رحمانی۔ بہائی مذہب کی حقیقت۔ ۲۹۔ ہجرت / مئی ۷ ۱۳۴ ہش ۱۹۶۸ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

۴۷۔ ولادت ۱۸۸۲ء بیعت کے بعد ۱۹۰۳ء میں چند دن تک مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک کلاس میں تعلیم دی جس کی بدولت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی کلاس کے معلم ہونے کا فخر بھی حاصل ہوا۔ بعدہ کئی ماہ تک ریویو آف ریلیجنز کے تنہاء انچارج کلرک رہے۔ پٹنہ ہائی کورٹ اور مدراس ہائی کورٹ میں جب علی الترتیب احمدیہ مسجد مونگھیر اور احمدی کے فسخ نکاح کے مقدمات دائر تھے اور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے کامیاب وکالت کی تو آپ نے ضروری مواد کی فراہمی میں بڑا کام کیا۔ ان ہر دو مقدمات میں جماعت احمدیہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۹۲۴ء میں علاقہ ملکانہ میں تین ماہ تک تبلیغی جہاد کیا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۴۶ء تک آپ مونگھیر کے راجہ صاحبان کی ملازمت میں رہے۔ مگر جہاں گئے اسلام و احمدیت کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں سے ہیں۔ حضرت مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری کی وفات کے بعد سال ہا سال تک امیر جماعت احمدیہ بہار رہے مگر اب کئی سال سے بوجہ پیرانہ سالی سبکدوش ہو گئے ہیں (الحکم ۱۷/ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۸ پر آپ کی بیعت درج ہے)۔ وفات یکم مئی ۱۹۷۵ء۔

۴۸۔ الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۴

رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کا اجراء

اور

مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام

ماموریت کا اکیسواں سال

"ریویو آف ریلیجنز" (اردو اور انگریزی) کا اجراء

(۱۹۰۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (۱۹۰۱ء) میں جس رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کی تجویز فرمائی تھی وہ مولوی محمد علی صاحب کی ادارت میں "انگریزی" اور "اردو" ہر دو زبان میں جنوری ۱۹۰۲ء سے جاری ہو گیا۔ انگریزی رسالہ تو ابتداء سے کچھ عرصہ تک لاہور میں ہی شائع ہوتا رہا مگر اردو ایڈیشن کا پہلا پرچہ لاہور کے "مطبع فیض عام لاہور" میں چھپا۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے "انوار احمدیہ پریس قادیان" میں طبع ہونے لگا۔

"ریویو" کا اندرون ملک اور مغربی ممالک پر اثر

شروع شروع میں رسالہ کے اکثر اردو مضامین حضور ہی کے لکھے ہوتے تھے اور بعض مضامین کے متعلق نوٹ لکھا کر راہنمائی فرماتے تھے۔ [۱] اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی روحانی توجہ کی بدولت رسالہ کو اندرون ملک میں ہی نہیں مغربی ممالک میں بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اندرون ملک میں پہلے ہی سال اس سے متاثر ہو کر کئی سعید روحوں نے حق قبول کیا بلکہ مدراس کے ایک ہندو دوست رسالہ کا اپنی زبان میں ترجمہ سن کر حضرت اقدس کی زیارت کے شوق میں قادیان بھی پہنچے۔ [۲] علاوہ ازیں ملک کے اسلامی اخبارات نے اس پر تبصرے لکھے چنانچہ رسالہ "البیان" (لکھنؤ) نے لکھا

"ریویو آف ریلیجنز ہی ایک ایسا پرچہ ہے جس کو خالص اسلامی پرچہ کہنا صحیح ہے۔ ہم نے اس کے کئی نمبر دیکھے اور ہم کو اس امر کے ظاہر کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ عربی میں "المنار" اور اردو میں "ریویو آف ریلیجنز" سے بہتر پرچے کسی زبان میں شائع نہیں ہوتے مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے کہ

ہندوستان میں ایک ایسا رسالہ نکل رہا ہے جس کے زوردار مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔" [۳]

پھر لکھا کہ:۔ "ہندوستان کا بہترین اسلامی میگزین ہے"۔ [۴]

رسائل کے علاوہ عوام نے بھی اس رسالہ کا بڑا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ مسٹر میکبلین (پالم پور) نے لکھا۔

"مجھے اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے تیرہ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔.... مگر اب تک میں نے ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی جس میں اسلام کی حمایت اس قدر زور کے ساتھ کی گئی ہو جیسا کہ آپ کے شاندار پرچے میں۔" [۵]

اخبار "ملت" لاہور نے لکھا:۔

"اب تک جتنے اعلیٰ اور بے نظیر مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ مرزا صاحب کے اصول مناظرہ کے مطابق یوروپین لوگوں کی نظروں سے گزرے ہیں انہوں نے یورپ کی مذہبی دنیا میں ہلچل مچا دی ہے اور پادریوں کے گروہ ماتم زدہ نظر آرہے ہیں۔ ان مضامین نے کثیر التعداد یوروپین لوگوں کو اسلام کے روحانی چشمہ سے سیراب کر دیا ہے اور ابھی اس کا فیض جاری ہے۔" [۶]

مغربی ملکوں میں جن تک اسلام کی آواز پہنچانے کے لئے یہ رسالہ جاری ہوا تھا تین رنگ میں اس کا اثر ظاہر ہوا پہلا اثر یہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ کے نو مسلم انگریزوں میں اسلام کے لئے نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا کیا۔ اور قبل ازیں جو اپنے تئیں تنہا سمجھے بیٹھے تھے اب دلائل و براہین کی تازہ کمک پہنچنے پر ان کے حوصلے یکایک بلند ہو گئے اور انہوں نے اشاعت اسلام کی مہم تیز سے تیز تر کر دی۔ اس حقیقت کا اندازہ لگانے کے لئے ذیل میں چند نو مسلموں کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ اخبار "کریسنٹ" (لورپول) انگلستان کے مشہور اسلامی پرچہ نے اس رسالہ پر ریویو کرتے ہوئے ۱۳/ ستمبر ۱۹۰۳ء کے ایشوع میں لکھا۔ "ریویو آف ریلیجنز" کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں ان کی تردید میں ایک نہایت ہی فاضلانہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے جس سے عمدہ مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔" (ترجمہ)

۲۔ امریکہ کے پہلے نو مسلم محمد الگزنڈر رسل وب (امریکہ) نے لکھا:۔

"میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لئے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی اور یہ بھی یقین کرتا ہوں کہ آخر کار یہی رسالہ ان روکوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہو گا جو جہالت سے سچائی کی راہ پر ڈالی گئی ہیں۔" (ترجمہ)

۴۔ شیخ عبداللہ کوئیلم (لورپول) نے لکھا:۔

"میں ریویو آف ریلیجنز کو پڑھ کر بہت ہی خوش ہوتا ہوں اور اس مقدس مذہب کی تائید میں اسے ایک نہایت ہی قیمتی تحریر سمجھتا ہوں۔"[7] (ترجمہ)

دوسرا اثر مغربی ملکوں پر یہ ہوا کہ وہاں چوٹی کے غیر مسلم مفکروں اور ادیبوں تک اسلام کا پیغام پہنچا۔ ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا اور وہ اسلامی نظریات کے قریب آگئے اور انہیں اسلام کی صحیح تصویر سمجھنے میں کافی مدد ملی۔ مغرب میں اسلام کے لئے جو ایک شاندار فضا بدلی ہے اس میں اس رسالے کا بھی نمایاں حصہ ہے۔ چنانچہ مسٹر اے۔ آر۔ وب نے امریکہ سے لکھا:۔

"اس رسالہ کے مضامین روحانی صداقتوں کی نہایت پر حکمت اور روشن تفسیر ہیں۔"

کونٹ ٹالسٹائے نے روس سے لکھا:۔

"اس رسالہ کے خیالات بڑے وزنی اور سچے ہیں۔"

پروفیسر ہالٹسما ایڈیٹر "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" نے لکھا

"یہ رسالہ ازحد دلچسپ ہے۔"

"ریویو آف ریویوز" لندن نے لکھا:۔

"یورپ اور امریکہ کے وہ لوگ جو محمد (ﷺ) کے مذہب میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ یہ رسالہ ضرور منگائیں"۔[8]

"ریویو آف ریلیجنز" کا تیسرا اثر یہ ہوا کہ اس نے عیسائیت کے علمبرداروں میں ایک غیر معمولی جنبش پیدا کر دی۔ چنانچہ انگلستان کے اخبار "چرچ فیملی (CHURCH FAMILY)" نے لکھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہ دیا جائے وہ عیسویت کے خلاف ایسا حربہ لٹریچر کی شکل میں پیدا کر دیں گے کہ بائبل کا صفایا ہو جائے گا۔[100]

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے "ریویو آف ریلیجنز" کے بارے میں پیغام

رسالہ کے بین الاقوامی اثر و نفوذ اور شہرت و اہمیت کے پیش نظر حضرت اقدس نے اگلے سال کے وسط میں جماعت کے نام ایک پیغام دیا کہ

"اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جسکو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے جس کا شیوع یعنی

شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی مفید ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہو گیا ہے بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لئے مستقل سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہو گا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جواں مردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔"

"جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میرے منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہو گا.. پھر بعد اس کے وہ وقت آجائے گا کہ اگر ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے ایک پیسہ کے برابر نہیں ہو گا۔ یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کی صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا کہ واقعی اور حقیقی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔"

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔ "اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارے میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد بہت کم ہے۔ سوائے جماعت کے سچے مخلصو! خداوند تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تعالیٰ آپ تمہارے دلوں میں القاء کرے کہ یہی وہ وقت ہمت کا ہے۔" [11]

مخلصین کا لبیک

حضرت اقدسؑ کی اس تحریک پر جماعت کے بعض مخلصین نے اگرچہ اصل مسودہ ہی کو دیکھ کر تعمیل حکم میں بڑی سرگرمی دکھلائی [12] لیکن افسوس کہ حضرت اقدس کا یہ منشاء کہ اس کا حلقہ اشاعت دس ہزار تک پہنچ جانا چاہئے ابھی تک پورا نہیں ہو سکا۔ جماعت کی تعداد اب پہلے سے بہت بڑھ چکی ہے اس لئے جماعت کا فرض ہے کہ وہ حضورؑ کی اس خواہش کو پورا کرے۔ (الحمد للہ کہ خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں یہ منشاء مبارک پورا ہوتا صاف دکھائی دے رہا ہے)۔

"دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء" کی تصنیف و اشاعت

اس سال سے طاعون کا زور ملک میں بڑھتا جارہا تھا بلکہ خود قادیان کے باہر ماحول میں اس کی بکثرت واردات شروع ہو چکی تھیں چنانچہ حضور نے ۳/ اپریل ۱۹۰۲ء کو ایک خط میں اسی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کو لکھا "اسوقت قادیان کے چاروں طرف طاعون ہے۔ قریباً دو کوس کے فاصلہ پر اور قادیان اس وقت ایک ایسی کشتی کی طرح ہے جس کے اردگرد سخت طوفان ہو اور وہ دریا میں چل رہی ہے۔ ہر یک ہفتہ میں شاید بیس ہزار کے قریب آدمی مرجاتا ہے۔"

۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل ملک کو طاعون سے بچانے کے لئے اپریل ۱۹۰۲ء میں "دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء" کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں حضور نے اپنے الہامات کی روشنی میں طاعون کا روحانی پس منظر بیان کرتے ہوئے خبر دی کہ طاعون آپ کی مخالفت کے باعث نمودار ہوئی ہے جو اس حالت میں فرو ہوگی جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا اور بد زبانی سے باز آجائیں گے نیز یہ کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔

مذہبی لیڈروں کو چیلنج

اس رسالہ میں حضرت اقدسؑ نے "الدار" کی خصوصی اور قادیان کی عمومی حفاظت کا ذکر کرکے ہندوستان کے تمام مذہبی لیڈروں کو مخاطب کرکے لکھا کہ "خدا نے سبقت کرکے اپنی طرف سے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کردیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہیے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کردیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی۔ کیونکہ بڑا بشپ برٹس انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اس طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہیے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کردیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کرکے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ

عبدالجبار اور عبدالخالق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دلی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دلی کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔" [۱۴]

اس کے ساتھ ہی حضور نے نہایت پر شوکت الفاظ میں یہ اعلان بھی فرمایا "ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کے کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔" [۱۵]

حضورؑ کے اس چیلنج پر آپ کے مخالفین میں سے خواہ وہ کسی فرقہ یا طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں کسی کو بھی یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ یہ تجویز قبول کر کے اس قسم کا اعلان کرتا۔

السید محمد رشید رضا کو عربی میں مقابلہ کا چیلنج اور "الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" کی تصنیف و اشاعت

مفتی محمد عبدہ "شیخ الاسلام" کے ایک نامور شاگرد السید محمد رشید رضا [۱۶] (۱۸۶۸ء-۱۹۳۵ء) تھے جن کی ادارت میں مصر کا مشہور رسالہ "المنار" شائع ہوتا تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصر میں جہاں اور علماء اور صحافیوں کو "اعجاز المسیح" کے چند نسخے ارسال کئے وہاں السید محمد رشید رضا کو بھی ایک نسخہ بھجوایا تھا۔ قاہرہ کے اخبار "مناظر" اور "ہلال" نے تو اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت تعریف کی اور اسے ایک اعجازی تصنیف قرار دیا۔ [۱۷] مگر السید محمد رشید رضا صرف اس وجہ سے کہ اس میں حضورؑ نے "جہاد" کا صحیح نظریہ مسلمانوں کے سامنے رکھا تھا۔ [۱۸] سخت کلامی پر اتر آئے اور لکھا کہ اس میں باطنیہ اور متصوفہ کا مسلک اختیار کیا گیا ہے اور کتاب میں تفسیر کا نام و نشان نہیں۔ نیز لکھا کہ اگر یہ شخص مسیح ہونے کا دعویٰ نہ کرتا اور سورہ فاتحہ کے الفاظ میں تحریف نہ کرتا تو یہ تفسیر مسلمانوں میں بڑی مقبول ہوتی۔ یہ شخص علم و فصاحت میں بہت سے مشائخ سے بڑھا ہوا ہے صرف مریدوں کی کثرت نے اسے دھوکہ میں ڈال دیا ہے حالانکہ اس کے کلام سے عجمیت ٹپکتی ہے اور بہت سی باتیں عربی محاورات کے بھی خلاف ہیں۔ [۱۹] ستر دن کی میعاد میں جواب لکھنے کا جو چیلنج حضور نے اس میں دیا تھا اس کے بارے میں انہوں نے یہ تعلّی کی کہ "ان کثیرا من اھل العلم یستطیعون ان یکتبوا خیرا منہ فی سبعۃ ایام" [۲۰] یعنی بہت سے علماء اس سے بہتر رسالہ سات دن میں لکھ سکتے

ہیں۔ "المنار" کا یہ پرچہ آپ کے مخالف علماء کو ہاتھ آگیا اور انہوں نے اپنی طرف سے مزید حاشیہ آرائی کر کے اسے راولپنڈی کے اخبار "چودھویں صدی" میں شائع کرا دیا جس پر حضور علیہ السلام نے علماء پر واضح کرنے کے لئے کہ جس شخص پر ان کو ناز ہے اس کو علم و ادب میں کہاں تک دخل ہے۔ "اَلْہُدٰی وَ التَّبْصَرَۃُ لِمَنْ یَرٰی" کے نام سے فصیح و بلیغ عربی میں ایک تصنیف فرمائی جو ۱۲/ جون ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی۔

"اَلْہُدٰی وَ التَّبْصَرَۃُ لِمَنْ یَرٰی" میں حضور نے اسلام کے اندرونی اور بیرونی فتنوں کا مفصل نقشہ کھینچتے ہوئے ان کا حقیقی علاج تجویز فرمایا اور صاحب "المنار" کو مخاطب کر کے لکھا۔ "وُفِقْتُ لِتَالِیْفِ ذَالِکَ الْکِتَابِ فَسَاُرْسِلُہٗ بَعْدَ الطَّبْعِ وَ تَکْمِیْلِ الْاَبْوَابِ فَاِنْ اَتٰی بِالْجَوَابِ الْحَسَنِ وَ اَحْسَنَ الرَّدِّ عَلَیْہِ فَاُحْرِقُ کُتُبِیْ وَ اُقَبِّلُ قَدَمَیْہِ وَ اَعْلَقُ بِذَیْلِہٖ وَ اَکِیْلُ النَّاسَ بِکَیْلِہٖ۔" یعنی میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی اور اس نے میری دعا قبول فرمائی اور اس کی جناب سے مجھے یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا ہوئی پس میں اس کے ابواب کی تکمیل اور طبع کے بعد شیخ رشید رضا کے پاس بھیجوں گا۔ اگر انہوں نے اچھا جواب دیا اور عمدگی سے اس کا رد لکھ دیا تو میں اپنی تمام کتابیں جلا دوں گا ان کے پاؤں کو بوسہ دوں گا ان کے دامن سے وابستہ ہو جاؤں گا اور باقی لوگوں کو بھی اس کے پیمانے سے ماپوں گا۔ [۲۱]

ساتھ ہی یہ پیشگوئی فرمائی کہ اَمْ لَہٗ فِی الْبَرَاعَۃِ یَدٌ طُوْلٰی سَیُھْزَمُ فَلَا یُرٰی نَبَاٌ مِنَ اللّٰہِ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی۔" یعنی کیا انہیں فصاحت و بلاغت میں بڑا کمال حاصل ہے عنقریب میدان مقابلہ سے ہٹ جائیں گے۔ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جو نہاں در نہاں امور سے آگاہ ہے۔ [۲۲]

جب کتاب شائع ہوئی تو حضورؑ نے اس کا ایک نسخہ رشید رضا صاحب کو بھی ہدیتہً بھجوایا۔ [۲۳] انہوں نے "اعجاز المسیح" کے متعلق تو لکھ دیا تھا کہ سات دن میں اس کا جواب لکھا جا سکتا ہے مگر اب جو "الہدیٰ" میں براہ راست ان کو مخاطب کیا گیا اور کسی مدت کی تعیین کئے بغیر اس کا جواب طلب کیا گیا تھا تو ان پر بالکل سکوت طاری ہو گیا۔ وہ اس کے بعد تینتیس برس تک زندہ رہے۔ اس دوران میں انہوں نے متعدد تصانیف بھی کیں اور اپنا رسالہ بھی جاری رکھا۔ جماعت احمدیہ کے بعض مبلغین نے ان کو ان کی وفات سے پانچ برس پہلے بھی یاد دہانی کرائی کہ وہ "الہدیٰ" کے مقابلہ میں کتاب لکھ کر اس پیشگوئی کو باطل ثابت کر دکھائیں مگر اس کے باوجود وہ آخر دم تک جواب نہ شائع کر سکے۔ [۲۴]

"نزول المسیح" کی تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ آپ ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائیں جس میں آپ کے علم کلام اور لٹریچر کا جامع خلاصہ آجائے۔ [۲۵] اس غرض کے لئے حضورؑ نے "نزول المسیح" جیسی معرکتہ الاراء تصنیف شروع فرمائی جسمیں علاوہ متعدد لطیف نکات و معارف کے الہام رحمانی کی گیارہ فیصلہ کن نشانیاں تحریر فرمانے کے بعد اپنے الہامات میں سے بطور نمونہ ۱۲۳ پیشگوئیوں کا مفصل ذکر کیا جو پوری ہوئیں اور جن کے گواہ سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ اسی کتاب میں حضورؑ نے پہلی دفعہ مولوی کرم دین صاحب ساکن بھیں کی خط و کتابت درج فرمائی جس سے یہ انکشاف ہوتا تھا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب فیضی کے مضمون کا سرقہ کیا ہے۔ یہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ اس کا ایک نسخہ کسی ذریعہ سے مولوی کرم دین صاحب کو پہنچ گیا جس پر انہوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ اس کتاب میں جو میرے خطوط درج ہیں وہ جعلی ہیں [۲۶] بعض دوسری تصنیفات و مصروفیات کے باعث "نزول المسیح" کی تصنیف مکمل نہ ہو سکی اور یہ کتاب حضور کی وفات کے بعد اگست ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی۔

جماعتی چندوں کے لئے ایک نظام کی بنیاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب سے زیادہ اس فکر میں رہتے تھے کہ حق کے طالبوں کا ایک گروہ ہمیشہ آپ کے پاس رہے اور دور و نزدیک سے لوگ آکر رہیں اور اپنے شبہات کا ازالہ کریں اور خدا کی راہ آپ سے سیکھیں۔ نیز جو کچھ آپ کتاب یا اشتہار کی شکل میں لکھیں وہ شائع ہو۔ اگرچہ یہ سلسلہ اب تک باقاعدگی سے جاری تھا۔ اور اس کے لئے جماعت کے مخلصین [۲۷] اپنی مرضی سے حسب توفیق بوجھ اٹھاتے آرہے تھے لیکن اب چونکہ تنہاء لنگر خانے کا خرچ آٹھ سو ماہوار تک پہنچ چکا تھا اور مدرسہ تعلیم الاسلام اور میگزین (ریویو آف ریلیجنز) کے اجراء سے جماعت پر مزید ذمہ داریاں عائد ہو چکی تھیں اس لئے وقت آگیا تھا کہ جماعتی چندوں کی فراہمی کے لئے ایک نظام قائم کیا جائے۔ لہذا حضرت اقدس نے ۵/ مارچ ۱۹۰۲ء کو بذریعہ اشتہار ہدایت فرمائی کہ ہر ایک احمدی لنگر خانہ اور مدرسہ کی ضروریات کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق ماہوار چندہ اپنے پر مقرر کر کے مولوی عبدالکریم صاحب کو اطلاع دے۔ ان لازمی چندوں کے علاوہ زکوۃ اور صدقات کی رقوم کے متعلق بھی آپ نے

ارشاد فرمایا کہ وہ ہر ماہ یہاں آنی چاہئیں۔ اس اشتہار میں (جسے جماعت احمدیہ کے مالی نظام کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت حاصل ہے) حضورؑ نے اس نئے نظام کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ

"ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری چندہ مقرر کردے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ بعد تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کردیا جائے گا۔" [۲۸]

اس اشتہار کے نتیجہ میں لنگر خانہ اور میگزین کے لئے ذرا باقاعدگی سے چندہ فراہم ہونا شروع ہو گیا اور کئی دوستوں نے سرگرمی دکھلائی خصوصاً صوبہ پنجاب [۲۹] کی احمدی جماعتوں نے ایسا نمایاں حصہ لیا کہ حضورؑ نے بھی بہت تعریف فرمائی۔

حواشی

۱۔ "سلسلہ احمدیہ" صفحہ ۱۱۸ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ "حیات احمد" جلد پنجم صفحہ ۳۹ (حالات ۲۔۱۹۰۱ء) حضور کے ان مضامین کے علاوہ وہ جو پہلی دفعہ اس رسالہ میں شائع ہوئے۔ آپ کی متعدد تصانیف کے متن یا تراجم بھی اس میں چھپے مثلاً اسلامی اصول کی فلاسفی۔ کشتی نوح۔ لیکچر لاہور۔ نسیم دعوت۔ تذکرۃ الشہادتین۔ الوصیت

۲۔ "البدر" ۲۱/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۹

۳۔ رسالہ "البیان" جلد ۴ نمبر ۵ صفحہ ۲۲ (بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو دسمبر ۱۹۰۵ء ٹائٹل صفحہ ۲)

۴۔ رسالہ "البیان" جلد ۵ صفحہ ۲۶۰

۵۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" (اردو) دسمبر ۱۹۰۵ء سرورق

۶۔ بحوالہ الحکم ۷/ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۴

۷۔ "ریویو آف ریلیجنز" (اردو) سرورق ۱۹۰۵ء

۸۔ بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۱۹

۹۔ بحوالہ "حیات احمد" جلد پنجم (حالات ۲۔۱۹۰۱ء)

۱۰۔ مولوی محمد علی صاحب ۱۹۱۳ء تک رسالہ کے اردو اور انگریزی ایڈیشنوں کے ایڈیٹر رہے۔ ان کے بعد ۱۹۴۷ء تک "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی کی ادارت کے فرائض مندرجہ ذیل حضرات نے سرانجام دیئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ مولوی محمد دین صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز۔ چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ تقسیم ہند کے بعد اس رسالہ کا دوبارہ احیاء ربوہ میں دسمبر ۱۹۵۱ء میں ہوا اور اس کے ایڈیٹر صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی مقرر ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد چوہدری مظفر الدین صاحب اس کے مدیر ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں مکرم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اس کے مینجنگ ایڈیٹر بنے۔ جولائی ۱۹۶۲ء سے جناب سید صاحب موصوف اور جناب صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ادارت کے فرائض بجالا رہے ہیں۔ (خلافت رابعہ کے عہد مبارک میں اب یہ رسالہ لنڈن سے چھپ رہا ہے)

"ریویو آف ریلیجنز" اردو میں ۱۹۴۷ء تک جن اصحاب نے وقتاً فوقتاً یہ فریضہ ادا کیا ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب۔ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ نذیر احمد صاحب افریقی۔ نور الدین صاحب بی۔ اے۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔ مولوی علی محمد صاحب اجمیری۔ ملک محمد عبداللہ صاحب۔ ملک غلام فرید صاحب۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز۔ چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر۔ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ریویو اردو بند ہو چکا ہے اور ابھی تک اس کا اجراء نہیں ہوا۔

۱۱۔ الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۹۔۲۰

۱۲۔ الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۹۔۲۰

۱۳۔ مکتوبات احمدیہ جلد حصہ اول صفحہ ۳۲

۱۴۔ "دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء" (طبع اول) صفحہ ۱۰۔۱۱

۱۵۔ "دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء" (طبع اول) صفحہ ۱۸

۱۶۔ السید محمد رشید رضا کی وفات پر علمائے ہند نے لکھا تھا۔ "علامہ ابن تیمیہ کے بعد آج تک کسی مسلمان عالم نے مرحوم کے برابر دین کی خدمت نہیں کی۔

"علامہ رشید رضا علم کے بحر زخار تھے۔ تفسیر حدیث اور فقہ کے امام تھے اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرماتے تھے وہ قول فیصل کا حکم رکھتا تھا۔ آپ تمام دنیائے اسلام کے محترم تھے یہاں تک کہ سلطان ابن سعود آپ کو امام اور پیشوا کہہ کر

خطاب کرتے تھے"۔(رسالہ "ایمان پٹی" ۳۰/ستمبر ۱۹۳۵ء بحوالہ "الفضل" ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۴)

۱۷۔ بحوالہ "تبلیغ رسالت" جلد دہم صفحہ ۲۷

۱۸۔ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۲۷

۱۹۔ رسالہ "المنار" جلد ۴ صفحہ ۴۶۵، ۵۴۵

۲۰۔ رسالہ "المنار" جلد ۴ صفحہ ۴۶۶

۲۱۔ ترجمہ "الھدیٰ والتبصرہ لمن یریٰ" (طبع اول) صفحہ ۱۹۔۲۰

۲۲۔ ترجمہ "الھدیٰ والتبصرہ لمن یریٰ" (طبع اول) صفحہ ۱۹۔۲۰

۲۳۔ رسالہ "المنار" جلد ۵ صفحہ ۳۱۷

۲۴۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الفضل" ۲۹/اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

۲۵۔ نمونہ پرچہ "القادیان" صفحہ ۶

۲۶۔ اس مقدمہ کی تفصیل آگے آتی ہے

۲۷۔ مثلاً حضرت مولوی نور الدین صاحب۔ مولوی عبد الکریم صاحب۔ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ بیگم فضل دین صاحب۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی۔ ڈاکٹر رحمت علی خاں صاحب ممباسہ۔ شیخ حامد علی صاحب۔ میاں عبد العزیز صاحب پٹواری۔ میاں جمال الدین صاحب۔ میاں خیر الدین صاحب میاں امام الدین صاحب۔ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب۔ منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ۔ منشی عبد اللہ صاحب سنوری۔ سید فضل شاہ صاحب۔ سید ناصر شاہ صاحب اوورسیئر۔ میاں محمد علی صاحب لاہور۔ شیخ غلام نبی صاحب راولپنڈی۔ سید امیر علی شاہ صاحب۔ بابو تاج الدین صاحب لاہور۔ منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینیر بمبئی۔ مولوی غلام امام صاحب برہما آسام۔ مولوی محمد احسن صاحب۔ سید حامد شاہ صاحب۔ خلیفہ نور الدین صاحب۔ پیر منظور محمد صاحب۔

۲۸۔ "تبلیغ رسالت" جلد ۱۰ صفحہ ۴۹۔۵۰

۲۹۔ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۵۹۔۶۰ (متحدہ پنجاب مراد ہے)

کشتی نوحؑ کی تصنیف و اشاعت

"الدار" کی غیر معمولی حفاظت

اور

جماعت احمدیہ کی حیرت انگیز ترقی

''کشتی نوح'' کی تصنیف واشاعت ''الدار'' کی غیر معمولی حفاظت اور جماعت کی حیرت انگیز ترقی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ''کشتی نوح'' تقویۃ الایمان'' کے نام سے حقائق و معارف پر مشتمل ایک لطیف کتاب شائع فرمائی جس میں حضور نے گورنمنٹ کی طرف سے طاعون کے ٹیکہ کے انتظامات کو سراہا مگر ساتھ ہی لکھا ''اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہو گا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔'' [۱]

نیز لکھا:۔ ''انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلتہً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔'' [۲]

''الدار'' کی توسیع

کشتی نوح میں ہی حضور نے اپنے خدام سے یہ تحریک فرمائی کہ ہمارا گھر جس کے لئے خدا نے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی اور مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لئے اس کی توسیع کے لئے چندہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ صحابہ نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ مکان کی وسعت صرف اس کے غربی جانب ہو سکتی تھی اور یہ جگہ مرزا غلام حیدر متوفی کی حویلی تھی اور مرزا امام الدین صاحب کے قبضہ میں تھی۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراؔب کی کوشش سے مرزا امام الدین صاحب اس بات پر راضی ہو گئے کہ حویلی میں سے حضور کا حصہ بھی دے دیں نیز بقیہ حصہ قیمت پر حضورؑ کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ اس حویلی کا ملحق مکان ڈپٹی شنکر داس کے قبضہ میں تھا جو شیخ صاحب نے خود خرید لیا اور اس کا تیسرا حصہ

حضرت مسیح موعودؑ کے نام ہبہ کردیا۔ اس طرح "الدار" کی توسیع عمل میں آئی۔ ۳

"الدار" کی غیر معمولی حفاظت

حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کے حکم سے جو پیشگوئی فرمائی وہ بعد کو لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔ حضور کے "الدار" (جہاں طاعون کے ایام میں آپ کے مخلصین کثیر تعداد میں رہائش پذیر تھے) کی دیواروں سے ملحق مکانوں تک طاعون پہنچی اور ہمسایہ کے ہندو طاعون کا شکار ہوئے۔ ۴ مگر "الدار" میں چوہا تک طاعون سے نہیں مرا۔ اسی طرح جیسا کہ حضورؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی جماعت سے بھی خارق عادت سلوک ہوا جس کے نتیجہ میں جماعت کی ان دنوں اتنی غیر معمولی ترقی ہوئی کہ اس کی تعداد ہزاروں سے نکل کر ۱۹۰۲ء میں ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۳ء میں اس کثرت سے لوگ آپ کے مبائعین میں شامل ہوئے کہ اخبار "الحکم" کو مجبوراً نئے مبائعین کی فہرست کا کالم ہی بند کر دینا پڑا۔ ۵ ۱۹۰۴ء میں یہ تعداد دو لاکھ تک ۶ اور ۱۹۰۶ء میں چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۷ حضور طاعون کے زمانہ میں بیعت کرنے والوں کو ازراہ ظرافت "طاعونی احمدی" کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ۸

جماعت کے لئے مقدس تعلیم

"کشتی نوح" کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضورؑ نے اپنی مقدس تعلیم لکھی ہے جو نہ صرف طاعون بلکہ دنیا کی آفات و مصائب کے طوفانوں میں کشتی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ تعلیم جب اہل عرب کے سامنے عربی زبان میں رکھی گئی تو بعض نے اسے زبانی حفظ کیا تھا۔ بطور نمونہ چند الفاظ درج کرتا ہوں حضور فرماتے ہیں:۔

"سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوۃ کے لائق ہے وہ زکوۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا ہے جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار ہو! ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت

آسمان پر دے گا۔۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہو۔"

حضرت مسیح ناصری کے پہاڑی وعظ کو عیسائی دنیا ایک شاہکار سمجھتی ہے مگر پہاڑی وعظ کو حضرت مسیح محمدی کی کشتی نوح میں بیان فرمودہ تعلیم سے کچھ نسبت نہیں۔

"کشتی نوح" پر اخبارات کی تنقید اور حضور کا ایمان افروز جواب

طاعون پر ابتدائی اشتہار کی طرح "کشتی نوح" پر بھی ("سول ملٹری گزٹ" کے سوا) متعصب ملکی اخبارات نے مخالفانہ رنگ میں تقریظات لکھی تھیں اور بڑی مخالفت کی کہ گویا حضورؑ نے گورنمنٹ کی راہ میں روڑے اٹکا دیئے ہیں۔ [9] مصری اخبار "اللواء" نے لکھا کہ یہ لوگ قرآن مجید نہیں سمجھتے اور ترک اسباب کرتے ہیں حالانکہ حدیث میں ہے ما من داء الا له دواء کہ ہر بیماری کے لئے دوا موجود ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اس اعتراض کے جواب میں مفصل تقریر فرمائی کہ اسباب پرستی بھی آجکل ایک خطرناک شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہے حالانکہ مومن کا جس قدر ایمان اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے اسی قدر وہ اسباب کی نفی اپنے ایمان میں کرتا اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ اور توکل رہتا ہے۔ اس درجہ پر بعض امور اس قسم کے بھی پیش آتے ہیں کہ فی الحقیقت بلا توسط اسباب ظاہری اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو مدد دیتا ہے اور شفا دیتا ہے۔ میں نے اپنی ذات پر ان امور کو مشاہدہ کیا ہے۔ بعض امراض میں بدوں کسی دوا کے استعمال کے مجھے شفا دی ہے۔ اسباب پرست خواہ کچھ ہی کہے مگر میں ایسے نشانوں کو بے قدری کی نگاہ سے دیکھوں یا انہیں ضائع کردوں تو یہ معصیت ہوگی۔ اسی طرح یہ طاعون سے محفوظ رہنے کا نشان جو مجھے دیا گیا ہے میں اس کا کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ٹیکہ کے بغیر مجھے بچایا گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر مرض کی دوا اس نے پیدا کی ہے مگر یہ تو نہیں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی مرض کو دوا کے بغیر شفاء نہیں دیتا۔ [10]

طاعون سے حفاظت کے دو نہایت اہم واقعات

مئی ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو شدید بخار ہوا۔ [11] جس پر انہیں طاعون کا شبہ ہو گیا۔ حضور کو خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام اور یہ سب کاروبار عبث ہے۔ پھر حضورؑ نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھا تو بخار کا نام ونشان نہ تھا۔ حضورؑ نے خود یہ واقعہ بایں الفاظ میں بیان

فرمایا ہے:۔

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا اور ان کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے انی احافظ کل من فی الدار۔ تب میں ان کی عیادت کے لئے گیا اور ان کو پریشان اور گھبراہٹ میں پا کر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔ یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرت الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔" [۱۷]

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ ۱۹۰۶ء میں ہوا جس کی تفصیل حضور ہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

"میں نے کئی دفعہ ایسی منذر خوابیں دیکھیں جن میں صریح طور پر یہ بتلایا گیا تھا کہ میر ناصر نواب جو میرے خسر ہیں ان کے عیال کے متعلق کوئی مصیبت آنے والی ہے.. میں دعا میں لگ گیا ہوں اور وہ اتفاقاً مع اپنے بیٹے اسحاق اور اپنے گھر کے لوگوں کے لاہور جانے کو تھے میں نے ان کو یہ خوابیں سنا دیں اور لاہور جانے سے روک دیا اور انہوں نے کہا کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ چڑھ گیا اور سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی اور دونوں طرف بن ران میں گلٹیاں نکل آئیں اور یقین ہو گیا کہ طاعون ہے۔ کیونکہ اس ضلع کے بعض مواضع میں طاعون پھوٹ پڑی ہے۔ تب معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا خوابوں کی تعبیر یہی تھی اور دل میں سخت غم پیدا ہوا۔ اور میں نے میر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہہ دیا کہ میں تو دعا کرتا ہوں اور آپ بہت توبہ و استغفار کریں۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے دشمن کو اپنے گھر میں بلایا ہے اور یہ کسی لغزش کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگرچہ میں جانتا تھا کہ موت فوت قدیم سے ایک قانون قدرت ہے لیکن یہ خیال آیا کہ اگر خدانخواستہ ہمارے گھر میں کوئی طاعون سے مر گیا تو ہماری تکذیب میں شور قیامت برپا ہو جائے گا اور پھر گو میں ہزار نشان بھی پیش کروں تب بھی اس اعتراض کے مقابل پر کچھ بھی ان کا اثر نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں صدہا مرتبہ لکھ چکا ہوں اور شائع کر چکا ہوں اور ہزارہا لوگوں میں بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے گھر کے تمام لوگ طاعون کی موت سے بچے رہیں گے۔ غرض اس وقت جو کچھ میرے دل کی حالت تھی میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں فی الفور دعا میں مشغول ہو گیا اور بعد دعا کے عجیب نظارہ قدرت دیکھا کہ دو تین گھنٹہ میں خارق عادت کے طور پر اسحاق کا تپ اتر گیا

اور گلٹیوں کا نام و نشان بھی نہ رہا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ پھرنا۔ چلنا۔ کھیلنا۔ دوڑنا شروع کر دیا۔ گویا کبھی کوئی بیماری نہیں ہوئی تھی۔ یہی ہے احیائے موتی۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ کے احیائے موتی میں اس سے ایک ذرہ کچھ زیادہ نہ تھا۔" [۱۳]

"تحفتہ الندوۃ" کی تصنیف و اشاعت

دار العلوم دیو بند اور علی گڑھ تحریک کے متوازی ایک وسطی طریق اختیار کرنے کے لئے ۱۸۹۴ء سے ایک تنظیم لکھنؤ میں "ندوۃ العلماء" کے نام سے کام کر رہی تھی۔ اس تحریک کے مقاصد میں نصاب تعلیم کی اصلاح' اسلامی دار العلوم اور دار الافتاء کا قیام خاص طور پر شامل تھا۔ مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری اس کے ناظم اول تھے۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی مؤلف تفسیر حقانی نے اس کے قواعد و ضوابط مرتب کئے اور مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں مثلاً سرسید' نواب محسن الملک' نواب وقار الملک نے اس کا خیر مقدم کیا [۱۴] اپریل ۱۸۹۴ء میں بمقام کانپور اس کا سب سے پہلا جلسہ ہوا۔ اس کے بعد لکھنؤ بریلی' اور میرٹھ میں بھی جلسے ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء کا کلکتہ میں اجلاس ہوا تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی۔ حضور تو اپنی دیگر دینی مصروفیات کے باعث شامل نہ ہو سکے البتہ حضور کی طرف سے مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک مفصل تبلیغی خط ندوہ کے نام لکھا جس میں امام الزمان کی آواز پر لبیک کہنے کی تحریک کی مگر اہل ندوہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ [۱۵] اگلے سال ۹/۱۰/۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اس کا اجلاس امرتسر میں ہونا قرار پایا۔ [۱۶] حافظ محمد یوسف صاحب پنشنر نے جو لو تقول کی آیت کے متعلق آپ سے الجھ رہے تھے ایک ہفتہ قبل ۲/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے نام اشتہار دیا کہ میرے اس مسلک کے ثبوت میں کہ مفتری و کاذب ملہم بھی آنحضرت ﷺ کی طرح دعویٰ الہام کے بعد تئیس برس تک عمر پا سکتا ہے۔ ان کے دوست ابو اسحاق محمد دین نے "قطع الوتین" نامی رسالہ لکھا ہے جس میں ایسے مدعیان کاذب کے نام مع مدت دعویٰ تاریخی کتابوں کے حوالے سے درج ہے۔ مرزا صاحب بھی جلسہ میں شامل ہوں اور لکھ دیں کہ رسالہ "قطع الوتین" میں بیان شدہ مثالوں کو اگر ندوۃ کے منتخب علماء تاریخی لحاظ سے صحیح تسلیم کر لیں تو مرزا صاحب عین جلسہ پر ہی توبہ کا اعلان کر دیں گے۔ [۱۷] اشتہار سے چونکہ آنحضرت ﷺ کی سچائی پر حرف آتا تھا اور آنحضرت کی سخت توہین ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت اقدسؑ نے ۶/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک مختصر سا رسالہ "تحفتہ الندوۃ" کے نام سے شائع فرمایا جس میں حضور نے نہایت لطیف

پیرایہ میں حافظ محمد یوسف صاحب کے غلط مسلک کی تردید کر کے خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتوں سے اپنی صداقت کے متعدد ثبوت پیش فرمائے نیز لکھا کہ "ندوۃ العلماء" کو دینی مسئلہ میں حکم قرار نہیں دے سکتا۔ لہٰذا امرتسر جانے کی ضرورت نہیں۔ہاں "ندوۃ العلماء" حافظ صاحب سے ایسے مدعیان نبوت کا حلفاً ثبوت مانگے جن کی وحی کاذب کا قرآن شریف کی طرح سے تئیس برس تک برابر سلسلہ جاری رہا اور ان سے ثبوت مانگے کہ کہاں انہوں نے قسم کے ساتھ بیان کیا کہ ہم درحقیقت نبی ہیں اور ہماری وحی قرآن کی طرح قطعی یقینی ہے اور یہ بھی ثبوت مانگے کہ کیا وہ لوگ اس زمانے کے مولویوں کے فتوے سے کافر ٹھہرائے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ٹھہرائے گئے تو اس کی کیا وجہ۔ کیا ایسے مولوی فاسق فاجر تھے یا نہیں جنہوں نے دین میں ایسی لاپروائی ظاہر کی۔ اور یہ بھی ثبوت مانگے کہ ایسے لوگ کن قبروں میں دفن کئے گئے؟ کیا مسلمانوں کی قبر میں یا علیحدہ۔ اور اسلامی سلطنت میں قتل ہوئے یا امن سے عمر گزاری؟ حافظ صاحب سے تو یہ ثبوت طلب کیا جائے۔ دوسری طرف پھر میرے معجزات اور دیگر دلائل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے طلب ثبوت کے لئے بعض منتخب علماء ندوہ کے قادیان میں آئیں اور مجھ سے معجزات اور دلائل یعنی نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے ثبوت لیں۔ پھر اگر سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق میں نے پورا ثبوت نہ دیا تو میں راضی ہوں کہ میری کتابیں جلائی جائیں"۔ [۱۸]

"ندوۃ العلماء" کے جلسہ میں شمولیت کے لئے وفد

حضرت اقدسؑ نے تحفۃ الندوہ کے ذریعہ تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا مگر اتمام حجت کے لئے حضور نے ۹/ اکتوبر کو جلسہ میں شمولیت کے لئے قادیان سے ایک وفد بھی بھیجا جس میں مندرجہ ذیل احباب شامل تھے مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی (امیر وفد) مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب ہزاروی۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب کشمیری۔ شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر اخبار الحکم۔ [۱۹] امرتسر پہنچ کر وفد کو یہ علم ہوا کہ حافظ صاحب نے ندوہ والوں سے مشورہ کے بغیر از خود اشتہار وغیرہ دے دیا ہے اور ندوہ کے سیکرٹری سے اس بارہ میں قطعاً کوئی اجازت یا مشورہ تک حاصل نہیں کیا گیا۔ [۲۰] لہٰذا وفد نے جلسہ کے تینوں دن انفرادی رنگ میں سلسلہ حقہ کا پیغام پہنچایا' اور "تحفۃ الندوہ" اور "دعوۃ الندوہ" [۲۱] تقسیم کر کے اس کی خوب اشاعت کی۔

اخبار "البدر" کا اجراء

اس وقت تک مرکز سے صرف ایک اخبار "الحکم" شائع ہوتا تھا لیکن اس سال بابو محمد افضل صاحب آف مشرقی افریقہ اور ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر کی کوشش سے ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے دوسرا ہفت روزہ "البدر" کے نام سے جاری ہو گیا جس کا پہلا نمونہ کا پرچہ "القادیان" کے نام سے چھپا مگر اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس کا نام "البدر" تجویز فرمایا [۲۲] اور اس کے اجراء کی اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ہماری طرف سے اجازت ہے خواہ آپ ایک سو پرچہ جاری کریں شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہی برکت دیدے۔" [۲۳]

"البدر" کے مالک و مدیر محمد افضل صاحب [۲۴] اور منیجر منشی فیض عالم صاحب صابر تھے [۲۵]۔ محمد افضل صاحب موصوف نہایت اخلاص سے ادارت کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے کہ ۲۱/ مارچ ۱۹۰۵ء کو اچانک انتقال کر گئے جس پر اخبار میاں معراج الدین صاحب عمر نے خرید لیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مفتی محمد صادق صاحب کو جو ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اخبار "البدر" کا ایڈیٹر مقرر فرما دیا اور ۳۰/ مارچ ۱۹۰۵ء کو ایک خاص اعلان کے ذریعہ سے جماعت کو اطلاع دی کہ "میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آگیا ہے یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر یک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائم مقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔

میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کو ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین"۔ [۲۶]

حضرت اقدس کی یہ فراست حرف بحرف صحیح نکلی اور حضرت مفتی صاحب رضی اللہ عنہ کے زمام ادارت سنبھالتے ہی سچ مچ اخبار کی قسمت جاگ اٹھی اور اس کا نام اور دو پرچوں کے بعد تفاول کے طور پر "بدر" رکھا گیا۔ بدر دسمبر ۱۹۱۳ء تک باقاعدگی سے نکلتا رہا اور پھر بند ہو گیا۔ قریباً چالیس برس کے وقفہ کے بعد ۷/ مارچ ۱۹۵۲ء [۲۷] کو درویشان قادیان کی ہمت سے دوبارہ اس کا احیاء عمل میں آیا۔ موجودہ دور جدید میں اس کے پہلے ایڈیٹر مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مقرر ہوئے۔ اب یہ

اخبار قادیان سے مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔(تاریخ وفات مولانا محمد حفیظ صاحب ۵۔نومبر ۱۹۸۷ء)

اخبار "البدر" و "بدر" کی شاندار خدمات

اخبار "الحکم کی طرح اخبار "البدر" اور "بدر" نے بھی مسیح پاک علیہ السلام کے تازہ الہامات و ملفوظات' اکابر سلسلہ کے مضامین اور مرکزی خبروں کے بروقت جماعت تک پہنچانے میں شاندار خدمات سرانجام دی ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلسلہ کا ایک بازو الحکم کو اور دوسرا اسے قرار دیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے "یہ اخبار "الحکم وبدر ہمارے دو بازو ہیں۔ الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے ہیں اور گواہ بنتے ہیں"۔ [۲۸] خلافت اولیٰ کے زمانہ میں اس اخبار کو یہ بھاری خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا درس قرآن اور درس بخاری اور آپ کی ڈائری بھی "کلام امیر" کے نام سے الگ الگ ضمیمہ کی شکل میں شائع ہوتی تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نکاح

حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی مقدس اولاد کی بارے میں مدت سے یہ الٰہی بشارت مل چکی تھی کہ آپ کی نسل بہت ہوگی اور کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ [۲۹] نیز الہاماً آپ کو بتایا جا چکا تھا کہ "تری نسلا بعیدا۔" [۳۰] (یعنی آپ دور کی نسل بھی دیکھیں گے) لہٰذا حضور چاہتے تھے کہ یہ خدائی وعدہ جلد سے جلد ظہور میں آجائے اور آپ اپنی آنکھوں سے اسے پورا ہوتا دیکھ لیں اور اسی لئے حضور اپنے صاحبزادگان کے رشتے بھی جلد سے جلد کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ حضور نے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نکاح کی تحریک کے لئے اپنے نہایت مخلص مرید مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور کے نام ۲۴/اپریل ۱۹۰۲ء کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ "میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد اپنے درمیانی لڑکے کے لئے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت' مزاج اور ہر ایک بات میں اس کے آثار اچھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لئے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور میں قریب ایام میں اس بارے میں استخارہ بھی کروں گا اور بصورت رضامندی یہ ضروری ہوگا کہ ہمارے خاندان کے طریق کے موافق آپ لڑکی کو ضروریات علم دین سے مطلع فرمادیں اور اس قدر علم ہو کہ قرآن شریف باترجمہ پڑھ لے۔ نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حج کے مسائل سے باخبر ہو اور نیز باسانی خط لکھ سکے اور پڑھ سکے اور لڑکی کے نام سے مطلع فرمادیں اور اس خط کے جواب سے اطلاع بخشیں۔ زیادہ

خیریت ہے۔" [۲۱]

نکاح مولوی غلام حسن خان صاحب نے کمال خلوص سے اس تعلق پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۱۲۔ ستمبر ۱۹۰۲ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نکاح کی تقریب عمل میں آئی۔ احباب نماز عصر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کمرہ کے سامنے والے صحن میں جو مسجد مبارک سے ملحق تھا۔ جمع ہوئے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے آپ کا نکاح مولوی غلام حسن خان صاحب کی دختر نیک اختر سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا اور ایجاب و قبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں اور حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ اسی روز شام کو اخبار "الحکم" کا ایک غیر معمولی پرچہ اس مبارک تقریب کی خوشی میں شائع کیا گیا۔ [۲۲]

شادی حضرت صاحبزادہ صاحب کی شادی مئی ۱۹۰۶ء کے دوسرے ہفتے میں ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے واجب الاحترام نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب اور برادر بزرگ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے ۱۰/ مئی ۱۹۰۶ء کی صبح کو پشاور روانہ ہوئے اور ۱۶/ مئی ۱۹۰۶ء کو بعد دوپہر واپس قادیان پہنچے۔ [۲۳]

آپ کی اولاد صاحبزادی سرور سلطان صاحبہ کے بطن سے آپ کے ہاں گیارہ بچے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ سیدہ امتہ السلام بیگم صاحبہ (ولادت ۷ / اگست ۱۹۰۷ء)۔ صاحبزادہ اول مرزا حمید احمد صاحب (متوفی ۱۹۱۰ء)۔ صاحبزاہ مرزا مظفر احمد صاحب (ولادت ۲۸ / فروری ۱۹۱۳ء)۔ صاحبزاہ مرزا حمید احمد صاحب (ولادت ۱۵ / جنوری ۱۹۱۵ء)۔ سیدہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ (ولادت ۱۶ / اگست ۱۹۱۶ء)۔ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب (ولادت اگست ۱۹۱۸ء)۔ صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب اول (متوفی ۱۹۲۱ء)۔ صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب ثانی (ولادت اگست ۱۹۲۲ء)۔ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب (ولادت ۱۸ / جولائی ۱۹۲۴ء) سیدہ امتہ المجید بیگم صاحبہ (۱۵ / جنوری ۱۹۲۶ء)۔ سیدہ امتہ اللطیف بیگم صاحبہ (۵ / نومبر ۱۹۳۵)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نکاح

ستمبر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نکاح ہوا تھا۔ اگلے ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریب نکاح عمل میں آئی۔

حضورؑ کے ایک مخلص عقیدت مند حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے جن کی بڑی صاحبزادی رشیدہ تھیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر صاحب کو انہی کے متعلق رشتہ کی تحریک

فرمائی۔ پھر کچھ مدت بعد لکھا کہ "اس رشتہ پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو ابھی الہامی طور پر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارے میں مجھے خواہش ہے تا کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو مگر محمود کی رضامندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جناب الٰہی کی رضامندی کے موافق انشاء اللہ ہو گا۔ لہٰذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کی یہ مرضی ہو اور اس میں کوئی مخالفت نہ ہو جائے جس کے مقابل پر سب ارادے کالعدم ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں اور اس شرط سے آپ تیار اور مستعد رہیں کہ جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لئے لکھا جائے۔ چند ہفتہ تک استخارہ کریں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی سے کیا جاتا ہے وہ بحالیکہ مبارک ہوتا ہے۔ دوسرے میرا ارادہ ہے کہ اس نکاح میں انبیاء کی سنت کی طرح سب کام ہو۔ بدعت اور بیہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں بلکہ ایسے سیدھے سادھے طریق پر ہو جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے۔ نکاح ہو جاوے تا موجب برکات ہو۔" [۲۴]

رڑکی میں نکاح

حضرت ڈاکٹر صاحب کے غیر احمدی خاندان میں اس پر مخالفت ہوئی مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے بلا تامل اپنے آقا کے ارشاد پر سر تسلیم خم کر دیا جس پر اکتوبر ۱۹۰۲ء کا پہلا ہفتہ نکاح کے لئے مقرر ہوا اور قرار پایا کہ نکاح رڑکی میں ہو۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۲ / اکتوبر ۱۹۰۲ء کو قادیان سے علی الصبح حضرت مولوی نور الدین صاحب۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ مفتی محمد صادق صاحب اور ڈاکٹر نور محمد صاحب کے ہمراہ رڑکی کے لئے روانہ ہوئے اور اسی روز عشاء کے وقت رڑکی پہنچے۔ اسٹیشن پر حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا۔ [۲۵] ڈاکٹر صاحب کے بھائی اس رشتہ میں ان کے مخالف تھے اور اسی لئے وہ شامل بھی نہ ہوئے تھے مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کی چنداں پروانہ کی اور یہی کہا کہ بہرحال مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہونی چاہیے۔ [۲۶]

۵ / اکتوبر ۱۹۰۲ء کو بعد نماز عصر یہ قافلہ رڑکی سے بخیریت قادیان پہنچا۔ اسی روز نماز مغرب کے بعد حضرت مسیح موعود حسب معمول شہ نشین پر رونق افروز ہوئے تو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے مبارکباد دی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کی بہت تعریف کی جس پر حضور نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے۔ ان میں اہلیت اور زیرکی بہت

ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے ان میں نور فراست بھی ہے۔ [۲۷]

رخصتانہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا نکاح تو اسی سال ہوا مگر رخصتانہ کی تقریب اگلے سال ۱۹۰۳ میں اکتوبر کے دوسرے ہفتہ آگرہ میں عمل میں آئی جہاں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔ [۲۸] حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کی شام کو اپنے اہل بیت کے ساتھ قادیان پہنچے۔ [۲۹] بارات میں آپ کے ساتھ ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی تھے۔ [۳۰] اگلے دن حضورؑ کے گھر سے دلہن کی خوشی میں بتاشے تقسیم ہوئے۔ [۳۱-۳۲]

آپ کے بطن سے یہ اولاد ہوئی۔

اولاد

صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب (متوفی) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (ولادت ۱۶/ نومبر ۱۹۰۹ء) صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزاہ مرزا مبارک احمد صاحب (ولادت ۹/ مئی ۱۹۱۴ء)۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب (ولادت یکم فروری ۱۹۱۸ء)۔ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ (متوفیہ)۔ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ۔ صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب (متوفی)۔ صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب ثانی (ولادت ۱۹۲۶ء)۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب (ولادت ۳/ اکتوبر ۱۹۲۷ء) صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب (ولادت ۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۰ء) صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب (ولادت ۲۸/ جولائی ۱۹۳۵)

دوسرے نکاح

اس پہلی شادی کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے بعد جو خواتین مبارکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے عقد میں آئیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

حرم دوم۔ سیدہ امتہ الحی بیگم صاحبہ [۳۳] دختر نیک حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفتہ المسیح اولؓ۔ (نکاح ۳۱/ مئی ۱۹۱۴ء)۔ اولاد۔ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ (ولادت ۱۹۱۶ء) صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ (ولادت ۶/ نومبر ۱۹۱۸ء)۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب (ولادت ۱۱/ نومبر ۱۹۲۴ء)

حرم ثالث۔ سیدہ مریم بیگم صاحبہ (ام طاہر) دختر نیک اختر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ۔ (نکاح ۷/ فروری ۱۹۲۱ء) [۳۴]۔ اولاد۔ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (متوفی)۔ صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ (ولادت ۲۶/ مارچ ۱۹۲۶ء)۔ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ (ولادت ۱۳/ مئی ۱۹۲۷ء)۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ (۱۸/ دسمبر ۱۹۲۸ء)۔ صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب

(متوفی)۔ صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ (ولادت ۳۰/ جولائی ۱۹۳۷ء)

حرم رابع حضرت سارہ بیگم صاحبہ دختر نیک اختر حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری (نکاح ۱۲/ اپریل ۱۹۲۵ء) [۴۵] اولاد:۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (ولادت ۵/ مارچ ۱۹۲۷ء)۔ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ (ولادت ۱۳- اپریل ۱۹۲۹ء)۔ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (ولادت ۲۴- مارچ ۱۹۳۲ء)

حرم خامس حضرت عزیزہ خاتون صاحبہ (ام وسیم) دختر نیک اختر سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدہ۔ (نکاح یکم فروری ۱۹۲۶ء) [۴۶] ۔ اولاد:۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ولادت یکم اگست ۱۹۲۷ء) صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب (ولادت ۲۴/ ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء)

حرم سادس حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (ام متین) دختر نیک اختر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ۔ (نکاح ۳۰/ ستمبر ۱۹۳۵ء) [۴۷] اولاد:۔ صاحبزادی امتہ المتین صاحبہ (ولادت ۲۱/ دسمبر ۱۹۳۶ء)۔

حرم سابع سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ دختر نیک اختر جناب سید عزیز اللہ شاہ صاحب۔ (نکاح ۲۴/ جولائی ۱۹۴۴ء) [۴۸]

مباحثہ مد

مد ضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے جہاں ایک بزرگ میاں محمد یعقوب صاحب رہتے تھے۔ [۴۹] میاں صاحب موصوف جب داخل احمدیت ہوئے تو مد والوں نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ یہاں تک کہ سوشل بائیکاٹ کی نوبت آ پہنچی جس پر میاں محمد یعقوب صاحب نے اپنے بھائی محمد یوسف صاحب اپیل نویس بکٹ گنج مردان کو اطلاع دی۔ [۵۰] وہ مد پہنچے اور مخالفین کو مناسب طریق پر سمجھایا۔ چنانچہ فریقین کی رضامندی سے فیصلہ ہوا کہ مسائل متنازعہ کے تصفیہ کے لئے علماء کا مناظرہ ہو۔ [۵۱] میاں صاحب کے ایک رشتہ دار نے اس سلسلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو لانے کا بھی ذمہ اٹھایا۔ جب مناظرہ کی بات پختہ ہو گئی تو میاں محمد یوسف صاحب قادیان گئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں اصل واقعات پیش کئے اور علماء بھجوانے کے لئے عرض کیا۔ یہ ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی بات ہے۔ حضرت اقدسؑ نے تو اول تو فرمایا کہ ایسے مباحثات سے فائدہ نہیں ہوتا مگر منشی صاحب کا اصرار [۵۲] دیکھا تو حضور نے مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کو مد پہنچنے کا ارشاد فرمایا کہ وہاں احمدیت کی تبلیغ کریں اور اگر ضرورت پڑے تو مہذبانہ طریق سے مباحثہ کریں۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے ساتھ مولوی

عبداللہ صاحب کشمیری کو بھی روانہ ہونے کا حکم ملا۔ چنانچہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری یکہ پر قادیان سے امرتسر آئے اور وہاں سے اجنالہ کے رستہ سے مد پہنچے۔ [۵۳] فیصلہ کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب بھی آگئے اور آتے ہی گاؤں کی فضا یکسر مکدر کر دی اور عوام میں زبردست اشتعال پیدا کر ڈالا اور تعلی کی کہ میں بہادر اور فتحیاب ہوں۔ میرے یہاں پہنچنے کا راز افشانہ ہو جائے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ مرزائی مناظر دہشت زدہ ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اسی ماحول میں مباحثہ کے لئے منادی کرائی گئی اور لوگ جلد جلد اس کے مضافات سے آٹھ بجے کے قریب گاؤں کے غربی حصہ میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے۔ [۵۴] مد کی آبادی ان دنوں دو اڑھائی سو کے قریب تھی اور گرد سے شامل ہونے والے غیر احمدیوں کی تعداد چھ سات سو تک پہنچ گئی مگر احمدی صرف تین چار تھے۔ مباحثہ کی شرائط کا مرحلہ پیش آیا تو فریقین میں متنازعہ مسائل کے متعلق تحریری مباحثہ کا ہونا طے پا گیا اور صدر مجلس احمد علی صاحب نام ایک دوست مقرر ہوئے جو مد کے قریب پیلو وال کے باشندہ تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ابتداء ہی میں اس بات پر اڑ گئے کہ پرچہ کے لئے صرف بیس بیس منٹ کی باری مقرر ہو مگر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے زور دیا کہ زیر بحث مضامین بڑی اہمیت کے حامل اور تفصیل طلب ہیں لہٰذا پرچہ کے لئے کم سے کم وقت ایک ایک گھنٹہ ہونا چاہیے۔ [۵۵] حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے منشی محمد یوسف صاحب کو بھی اس طرف توجہ دلائی لیکن عوام کے تیور بدلے ہوئے تھے تنہاء منشی صاحب کیا کر سکتے تھے؟ اس بحث و تکرار میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ہنگامہ آرائی سے مجمع بے قابو ہو رہا تھا۔ احمدیوں نے اس نازک موقعہ پر مدد و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کی اور بامر مجبوری بیس منٹ کے وقت پر راضی ہو گئے۔ مباحثہ شروع ہوا۔ ہر فریق بیس منٹ تک لکھتا اور سنا دیتا۔ پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب لکھتے تھے۔ مباحثہ کا اولین اور معرکۃ الآراء مسئلہ وفات مسیح تھا مباحثہ دو دن (۲۹۔۳۰ اکتوبر) جاری رہا۔ [۵۶]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبل ازیں ایک موقعہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب کی کسی تحریر کے جواب میں فرمایا تھا کہ وفات مسیح کے لئے فلما توفیتنی والی آیت ہی کافی ہے۔ یہ عظیم نکتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب موصوف کو عین موقعہ پر سمجھا دیا اور پھر آپ کی روح القدس سے ایسی تائید ہوئی اور آپ نے اسے اس طرح مدلل اور مسکت انداز میں پیش کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور صدر مباحثہ کو اٹھ کر صاف اعلان کرنا پڑا کہ مولوی سرور شاہ صاحب نے جو بیان کیا ہے اسے سن کر اب میں کفر سمجھتا ہوں کہ مسیح کو زندہ سمجھوں۔ [۵۷] اس طرح ابتداء میں

ہی حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا اور صداقت کی فتح ہوئی۔

آخری مضمون صداقت مسیح موعودؑ کے بارے میں تھا۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے قرآن شریف سے معیار صداقت پیش کر کے حضرت مسیح موعود کی سچائی واضح فرمائی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب جو "حیات مسیح" کے مسئلہ میں کھلی شکست و ہزیمت اٹھا چکے تھے اس مرتبہ بھی اصل مسئلہ سے گریز اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ دوران مباحثہ میں انہوں نے قرآنی آیات کے جواب میں جو بات کہی وہ ان کی "عالمانہ" حیثیت کو واضح کرنے کے لئے کافی تھی۔ انہوں نے بحث کے دوران کہا کہ ہمارے پاس احادیث موجود ہیں اس کے مقابل قرآن تو بیکار شے ہے۔ [۵۸] یہی نہیں قرآنی دلائل سے عاجز ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سخت دشنام طرازی اور دروغ گوئی پر اتر آئے اور قسمیں کھا کھا کر اور خلاف واقعہ اعتراضات کر کر کے لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے اس موقعہ پر علمی دلائل پیش کئے۔ سامعین عموماً دیہاتی لوگ تھے اس لئے وہ باریک علمی بحث تو پوری طرح سمجھ نہ سکتے تھے ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب کی گالیوں اور پھبتیوں سے انہوں نے خوب لطف اٹھایا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے سوانح نگار مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی نے اپنی کتاب "سیرت ثنائی" میں جہاں مولوی ثناء اللہ صاحب کے دوسرے مناظروں کا ذکر کیا ہے وہاں مباحثہ مد کا نام تک نہیں لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں علمی لحاظ سے ضیغم اسلام حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے مقابل حقیقتاً سخت زک اٹھانا پڑی تھی۔

مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی واپسی اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو قیمتی نصائح

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مباحثہ میں کامیاب و کامراں ہو کر یکم نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان میں حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مناظرہ کی تفصیل عرض کی۔ [۵۹] اور حضور کی مجالس میں کئی دنوں تک اس کا چرچا رہا۔ حضور کو مباحثہ کی کارروائی سنائی گئی تو حضور نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پرچہ لکھنے کے لئے بیس بیس منٹ وقت مقرر کیا گیا۔ اور اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ایسے موقعہ پر جب مخالف بہت سے اعتراضات رکھ دے تو معترض کا سب سے اہم اعتراض لے لیں اور اس کا فیصلہ کر کے آگے بڑھیں۔ اصولاً گفتگو کرنے سے پہلے کچھ ضوابط مقرر کر لئے جائیں اور مخالف سے دریافت کر لیا جائے کہ وہ منہاج نبوت کو مانتا ہے یا نہیں۔ پھر عوام الناس کے سامنے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں رکھنی چاہییں۔ بلاغت کا کمال یہ بھی ہے کہ ایک بات دوسرے کے دل تک پہنچائی جائے۔ اور یہ امر ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیے کہ فریق مخالف اپنی چالاکی سے سامعین کو دھوکہ نہ دے جائے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ

سامعین کے باطل عقائد کے موافق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں سناتے ہیں کہ جن سے لوگ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس صورت میں خواہ ان کے سامنے کیسی ہی مدلل بات پیش کی جائے وہ ایک بھی نہیں سنتے۔ [۶۰]

مباحثہ کے پرچے مباحثہ مد کے پرچے شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے لے لئے تھے تا ان کو شائع کریں لیکن افسوس ہے کہ وہ گم ہو گئے [۶۱] اور یہ قیمتی مواد شائع نہ ہو سکا۔

مد پر طاعون کا حملہ مد کے رہنے والوں نے چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو خود بلوا کر گالیاں دلوائیں اور ان کو شرارت سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اس لئے پانچ چھ ماہ بعد یہاں طاعون کا سخت حملہ ہوا اور دو اڑھائی سو کی آبادی میں سے مئی ۱۹۰۳ء تک ایک سو تیس افراد اس کا شکار ہو کر لقمہ اجل ہو گئے۔ ۱۹۱۰ء میں دوبارہ مد میں طاعون کا زور ہوا اور گاؤں کی عورتوں نے ملانوں کو سخت سست کہا کہ انہوں نے مولوی ثناء اللہ وغیرہ کو بلوا کر مرزا صاحب کے حق میں سخت گوئی کی اور وبا پھیلی۔ [۶۲] طاعون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا دوہرا نشان تھی کیونکہ حضور نے قبل از وقت پیشگوئی فرمائی تھی۔

اری ارض مد قد اربد تبارھا
و غادرھم ربی کغصن تجذر [۶۳]

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ مد کی تباہی کا وقت آگیا ہے اور میرے رب نے ان کو کٹی ہوئی ٹہنی کی طرح کر دیا ہے۔

انعامی کتاب

"اعجاز احمدی" کی تصنیف و اشاعت

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مد کے مباحثہ میں یہ بھی کہا تھا کہ کتاب "اعجاز المسیح" معجزہ نہیں اور میں اس طرح کی کتاب بناؤں گا۔ [۶۴] سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو خیال آیا کہ اگر "اعجاز المسیح" کی نظیر طلب کرنے پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے علماء صاحبان یہ حجت پیش کر

دیں کہ یہ کتاب دو برس میں لکھی گئی ہے اور ہمیں بھی دو برس مہلت ملنی چاہیے تو یہ امر عوام کی نظر میں مشتبہ ہو جائے گا۔ حضورؑ کئی روز تک اسی فکر میں تھے کہ ۷/ نومبر ۱۹۰۲ کی شام کو آپ کے دل میں ڈالا گیا کہ ایک اعجازی رنگ کا عربی قصیدہ مد کے مباحثہ کے متعلق لکھیں کیونکہ بہر حال مباحثہ مد کا زمانہ تو یقینی اور قطعی ہے۔ ۶۵ مگر حضور کو دوسرے روز ۷/ نومبر ۱۹۰۲ء کو بٹالہ میں ایک گواہی کے لئے تشریف لے جانا پڑا اور قادیان سے بٹالہ تک آپ نے رتھ میں ہی بیٹھے ہوئے عربی قصیدہ کے چند اشعار رقم فرمائے۔ پھر ۸/ نومبر ۱۹۰۲ء سے باقاعدہ اسے لکھنا شروع کر دیا بالآخر یہ عربی قصیدہ مع ایک اردو مضمون کے (جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے تھے اور حضورؑ کی کتابوں کا ایک جامع خلاصہ تھا) ۱۲/ نومبر کو پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ قصیدہ میں حضورؑ نے مناظرہ مد کے واقعات کا بڑے جامع رنگ میں نقشہ کھینچا اور اپنی سچائی کے ثبوت میں بھاری دلائل دیے اور بتایا کہ لوگ بہشت اور اس کے انعام و لذات کے طلب گار ہیں مگر میری خواہش جس پر میری خوشی موقوف ہے فقط یہ ہے کہ کسی طرح صلیب ٹوٹ جائے یہی میرا فردوس اور یہی میری جنت ہے۔ اس قصیدہ میں حضور نے مولوی سرور شاہ صاحب کو شیر قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

فکان ثناء اللہ مقبول قومہ
ومنا تصدی للتخاصم سرور
کان مقام البحث کان کاجمۃ
بہ الذئب یعوی والغضنفر یزءر

یعنی بحث کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب جو اپنی قوم میں مقبول سمجھے جاتے تھے پیش ہوئے اور ہماری طرف سے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بطور مناظرہ پیش ہوئے۔ گویا بحث کا مقام ایک ایسے جنگل کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیڑیا چیختا تھا اور دوسری طرف شیر دھاڑ رہا تھا۔

اعجاز احمدی کی اشاعت

حضرت اقدسؑ کا یہ مضمون اور قصیدہ "اعجاز احمدی" کے نام سے ۱۵/ نومبر ۱۹۰۲ء کو ساڑھے تین ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ اگلے ہی روز مولوی محمد سرور شاہ صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب اس کے نسخے لے کر مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفین میں تقسیم کرنے کے لئے امرتسر گئے۔ ۶۶ اس رسالہ میں چونکہ پیر مہر علی شاہ صاحب، مولوی اصغر علی صاحب اور مولوی علی حائری صاحب شیعہ بھی مخاطب تھے اس لئے اسی تاریخ کو انہیں بھی یہ رسالہ بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا گیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا دس ہزار روپے کا چیلنج

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے مددگاروں کو "اعجاز احمدی" میں دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے اعلان فرمایا تھا کہ "اگر وہ اسی میعاد میں یعنی پانچ دن میں ایسا قصیدہ معہ اسی قدر اردو مضمون کے جواب کے جو وہ بھی ایک نشان ہے بنا کر شائع کر دیں تو میں بلا توقف دس ہزار روپیہ ان کو دے دوں گا چھپوانے کے لئے ایک ہفتہ کی ان کو مہلت دیتا ہوں یہ کل بارہ دن ہیں اور دو دن ڈاک کے بھی ان کا حق ہے۔"

"دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں۔ اگر میں صادق ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں صادق ہوں تو کبھی ممکن نہیں ہو گا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے تمام مولوی پانچ دن میں ایسا قصیدہ بنا سکیں اور اردو مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔"

اس انعامی چیلنج کے علاوہ حضورؑ نے دس ہزار روپیہ کا ایک الگ انعامی اشتہار بھی دیا جس میں اصل میعاد سے چھ دن کی مزید توسیع کا یہ اعلان فرمایا کہ "اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائے گی انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں۔" [۶۷]

مخالف علماء کے قلم ٹوٹ گئے

خدائی تائید و نصرت سے لکھے ہوئے اعجازی مضمون اور قصیدے کا ارضی علماء بھلا کیا جواب دیتے یا دے سکتے تھے۔ پوری مقررہ میعاد گزر گئی مگر وہ "اعجاز المسیح" اور "الہدیٰ" کی طرح "اعجاز احمدی" کا جواب شائع کرنے میں بھی سراسر ناکام رہے اور جیسا کہ سلطان القلم نے قبل از وقت پیشگوئی فرمائی تھی خدا تعالیٰ نے سچ مچ ان کے دل غبی کر دیئے اور ان کے قلم توڑ دیئے۔ ایک شخص قاضی ظفرالدین احمد صاحب پروفیسر اورئینٹل کالج نے اس کے جواب میں عربی نظم لکھنا شروع کی مگر ابھی چند شعر لکھے تھے کہ ملک الموت نے ان کو آلیا۔ ان کی وفات کے چار سال بعد ان کا ایک بیٹا فیض اللہ خاں ایک احمدی منشی مہتاب علی صاحب جالندھری سے مباہلہ کر کے ۱۳/اپریل ۱۹۰۷ء کو ہلاک ہو گیا۔ [۶۸]

میرٹھ کے ایک اخبار "شحنہ ہند" نے اعجاز احمدی کا انعامی اعلان پڑھ کر یہ تعلّی کی کہ آئندہ شروع سال ۱۹۰۳ء (یعنی میعاد کے بعد) اس کتاب کا اعجازی جواب شائع کیا جائے گا۔ اور اس غرض کے لئے اس نے مسلمانوں سے تین ہزار روپے چندہ کی بھی اپیل کی [۶۹] مگر یہ اعلان بھی محض ایک اخباری

اعلان ثابت ہوا اور اس کا جواب بن نہ پڑا۔

سفر بٹالہ

حکیم فضل الدین صاحب مہتمم مطبع ضیاء الاسلام نے قادیان کے شمالی جانب نیلام شدہ فصیل کا ایک ٹکڑا خرید کیا تھا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام اس کا بیع نامہ لکھا تھا۔ قادیان کے کسی شخص نے اس زمین کے متعلق دعویٰ دائر کر دیا کہ اس میں کچھ حصہ اس کی ملکیت کا بھی شامل ہے۔ یہ مقدمہ قریباً ڈیڑھ سال سے چل رہا تھا۔ آخر مدعی نے حضرت اقدس کو شہادت کے لئے طلب کرایا۔ چنانچہ ۷ / نومبر ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدسؑ نے سفر بٹالہ اختیار فرمایا۔ حضرت اقدسؑ سات بجے صبح بالاخانہ سے تشریف لائے۔ آگے نواب محمد علی خاں صاحب کی رتھ تیار تھی اور احباب جماعت اور طلباء مدرسہ ارد گرد جمع تھے۔ حضور کے چاروں صاحبزادے تو رتھ میں بیٹھ گئے اور حضور اپنے خدام کے ساتھ پاپیادہ قصبہ سے باہر تک تشریف لے گئے اور سب سے مصافحہ کرکے رتھ میں سوار ہوئے۔ اس سفر میں حضرت میر ناصر نواب صاحب، مولوی محمد علی صاحب مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر، مفتی محمد صادق صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم، ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور ماسٹر محمد نصیب صاحب اور مدرسہ کے چند طلباء حضور کے ہمراہ تھے۔

حضور ۹ بجے کے قریب بٹالہ میں عدالت کے متصل ایک باغ میں پہنچے۔ کچہری کے عملہ کے علاوہ دوسرے زائرین کا ایک ہجوم ہو گیا۔ حضرت اقدسؑ حلقہ احباب میں فرش پر تشریف فرما ہوئے۔ کھانا دستر خوان پر چنا گیا۔ کھانے کے دوران میں ہی حضور سے بعض خدام نے ملاقات کی اور حضور اپنے قیمتی اور پر معارف کلام سے نوازتے رہے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو اور لوگ بھی حضور کی خدمت میں ملاقات کے لئے آئے۔ بٹالہ آنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا۔ ہمارا یہاں آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے۔ ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس میں خدا کی حکمت ہوتی ہے۔ زمین پر کچھ نہیں ہوتا جب تک آسمان پر تحریک مقدر نہ ہو۔

اسی اثناء میں شیخ علی احمد صاحب پلیڈر گورداسپور آگئے۔ انہوں نے حضور سے اپنے مقاصد کے لئے درخواست دعا کی۔ ایک مولوی صاحب نے بھی جو عیسائیوں سے مباحثات کے بڑے مشتاق تھے حضور سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت اقدسؑ نے انہیں فرمایا کہ اب آپ لوگوں کے وہ پرانے ہتھیار کام نہیں دیتے وہ کند ہو گئے ہیں اور خاطر خواہ کام نہیں دیتے بلکہ ان سے الٹا اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ ۲۹ لاکھ کے قریب مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ ان کا وہی حال ہے جس طرح کوئی کہے کہ فلاں شخص مرا تو

نہیں مگر ہاں نبض بھی نہیں۔ سانس بھی نہیں لیتا۔ پیٹ بھی پھول گیا ہے۔ حرکت بھی نہیں کرتا۔ غرض ساری علامات مردوں کی ہیں مگر مرا نہیں۔ یہی ان لوگوں کا حال ہے کہ مسیح کو خدا نہیں کہتے مگر ساری خدائی کی صفات کو اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ مولوی صاحب آخر سن سن کر چپکے سے اٹھ کر چل دیئے۔

چونکہ عدالت کی پیشی میں دیر تھی۔ اس لئے نماز ظہر و عصر قصر کر کے جمع کی گئی۔ نماز میں کوئی دو سو کے قریب آدمی شریک ہوئے خلقت کا ایک اژدھام ہو گیا۔ اس موقعہ پر اٹھوال' سیکھواں' دھرم کوٹ اور امرتسر کی جماعت کے دوست بھی بکثرت آئے ہوئے تھے۔ بہت سے دوستوں نے اس وقت مجمع میں دوبارہ بیعت کی۔

آخر دو بجے کے بعد آپ بطور گواہ پیش ہوئے۔ خلقت کا ہجوم اس قدر تھا کہ برآمدوں اور کمرہ عدالت میں جگہ نہ تھی۔ عدالت میں بمشکل کمرہ خالی کرایا اور بند کمرے میں آپؑ کی شہادت ہوئی۔ منشی نصیرالدین صاحب منصف عدالت نے نہایت احترام سے حضرت اقدسؑ کے لئے کرسی بچھائی اور آپ کو اس وقت تک کرسی پر بیٹھے رہنے کے لئے کہا جب تک کہ وہ عدالت کے کمرہ کو خالی نہ کرا چکے۔ کمرہ میں گواہی کے وقت آپ کے خدام میں سے شیخ یعقوب علی صاحب تراب' مفتی محمد صادق صاحب' مولوی محمد علی صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب نو مسلم موجود تھے۔ شہادت ختم ہوئی تو حضورؑ باہر تشریف لائے اور ایک جم غفیر کے حلقہ میں فرودگاہ پر پہنچے۔ پھر بٹالہ سے روانہ ہوئے اور کوئی ساڑھے چھ بجے شام کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ [۲۰]

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا مباحثہ اور حضرت مسیح موعودؑ حکم ربانی کا ریویو

فرقہ اہل حدیث' حدیث کے بارے میں یہ غالیانہ عقیدہ رکھے ہوئے تھا کہ حدیث قرآن پر مقدم ہے۔ [۲۱] اس افراط کی راہ کا ردعمل بیسویں صدی عیسوی کے آغاز ہی میں خود اہل حدیث کے اندر یہ پیدا ہوا کہ ان میں سے ایک طبقہ نے سرے سے حجت حدیث ہی سے انکار کر دیا اور اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا۔ اس گروہ کے بانی مولوی غلام نبی صاحب عرف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی تھے۔ [۲۲] مولوی عبداللہ صاحب نے اپنے خیالات کی ترویج و اشاعت کے لئے سب سے قبل "البیان الصریح لاثبات کراہۃ التراویح" تالیف کیا۔ پھر تفسیر القرآن کی ایک جلد شائع کی جس میں سلف

صالحین کے خلاف بہت سے مسائل اختراع کئے اور لکھا کہ قرآن میں سب احکام شرعیہ مفصل و مشرح موجود ہیں لہٰذا احادیث کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ کا منصب صرف اتنا ہے کہ وہ پیغام رساں ہیں انہیں تبلیغ قرآن کے علاوہ حدیث سے کوئی تشریح یا تفصیل بیان کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ان عقائد کی شہرت ہوئی تو کئی ایک اہل حدیث بھی اس سے متاثر ہوئے۔ یہ دیکھ کر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی سے ایک تحریری مباحثہ کیا۔ 47 جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ۲۷/ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک محاکمہ لکھا۔

حضرت اقدسؑ کا محاکمہ

اس محاکمہ میں حضورؑ نے تحریر فرمایا۔

"مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں (۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (۲) دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں۔ یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث ایک الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت ﷺ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل۔

..(۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت ﷺ سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے.... اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی کی گئیں اور اسلام میں بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقے کو احادیث صحیحہ سے بہت

فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانے کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جاوے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جاوے بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے۔ اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو۔ اس کو بسر و چشم قبول کیا جاوے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بد قسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔ ۷۴، ۷۵

حواشی

۱۔ کشتی نوح صفحہ ۱'۲
۲۔ کشتی نوح صفحہ ۲'۳
۳۔ حیات احمد جلد پنجم صفحہ ۱۳۹'۱۴۰
۴۔ مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۱۶
۵۔ الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰ کالم ۲
۶۔ تقریروں کا مجموعہ نمبر ۲۷
۷۔ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۵
۸۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۲۲
۹۔ البدر جلد نمبر ۱ نمبر ۳ صفحہ ۲۲ کالم ۳
۱۰۔ الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۱'۲
۱۱۔ البدر ۸'۱۶ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم ۲
۱۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ (طبع اول) و الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۴
۱۳۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۷ تا ۳۲۹
۱۴۔ موج کوثر صفحہ ۱۸۷۔۱۹۳ مولفہ شیخ محمد اکرام صاحب ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔ طبع پانزدہم ۱۹۸۸ء یاد ایام صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۸ از محمد عبدالرزاق صاحب کانپوری شائع کردہ عبدالحق اکیڈمی حیدر آباد دکن دسمبر ۱۹۴۶ء
۱۵۔ مفصل خط کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ و الحکم ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۱۔ ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۱۱۔۳۳۸
۱۶۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۳
۱۷۔ تحفۃ الندوۃ
۱۸۔ تحفۃ الندوہ طبع دوم صفحہ ۷۔۸
۱۹۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ و الحکم ۲۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۲۔ شیخ یعقوب علی صاحب تراب اخبار نویس کی حیثیت سے شامل وفد کئے گئے تھے چنانچہ انہوں نے بعد میں جلسہ ندوہ کی کارروائی پر مبسوط تبصرہ بھی شائع کیا (ملاحظہ ہو الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۲ء)
۲۰۔ الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳
۲۱۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا منظوم عربی رسالہ
۲۲۔ البدر ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱ کالم ۲
۲۳۔ القادیان صفحہ ۱۰
۲۴۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۲۷
۲۵۔ ولادت ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء۔ سن زیارت و بیعت ۱۹۰۰ء۔ قادیان کی ہجرت کا سال قریباً ۱۸۹۹ء۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے برادر نسبتی تھے۔ آپ ہی نے منشی محمد افضل صاحب آف افریقہ سے مل کر اخبار البدر جاری کیا۔ البدر کا ڈکلریشن آپ کے نام تھا اور ادارت کے سوا باقی تمام فرائض آپ کے ذمہ ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائری بھی آپ لکھتے تھے۔ ابتداً لنگرخانہ کے مہتمم بھی رہے۔ ۱۴/ جنوری ۱۹۵۵ء کو انتقال فرمایا اور ربوہ میں صحابہ کے قطعہ خاص میں دفن ہوئے (حالات کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔۸۔ الفضل ۴/ اکتوبر ۱۹۵۵ء۔ روایات صحابہ (غیر مطبوعہ)

جلد ہشتم صفحہ ۱۴۹-۱۶۷

۲۶۔ البدر ۶/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱

۲۷۔ نمونے کا پرچہ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۱ء کو شائع ہوا تھا۔ اولین پرنٹر و پبلشر حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی تھے اور مطبع راما آرٹ پریس امرتسر

۲۸۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۹۳

۲۹۔ اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ ذیل اشعار میں اسی بشارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد

کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

۳۰۔ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۴

۳۱۔ بحوالہ الفضل ۷ ۲ جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۳

۳۲۔ الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹، ۱۰

۳۳۔ الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲

۳۴۔ مکتوب مورخہ ۱۰/ مارچ ۱۹۰۱ء (اصل خط خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم دارالیمن ربوہ کی اولاد کے پاس محفوظ ہے)

۳۵۔ آپ کا پہلا نام رشیدہ تھا مگر حضرت ام المومنینؓ نے آپ کو محمودہ بیگم کا نام دیا اور اسی نام سے آپ آخر عمر تک موسوم رہیں الفضل ۷/ اگست ۱۹۵۸ء

۳۶۔ الحکم ۱۷/ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۸، ۹

۳۷۔ الحکم ۱۷/ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۸، ۹

۳۸۔ جناب مؤلف صاحب "مجدد اعظم" نے لکھا ہے کہ نکاح کے ساتھ شادی بھی ہوئی یہ صحیح نہیں۔ شادی اگلے سال ہوئی تھی۔

۳۹۔ ضمیمہ الحکم ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳ و البدر ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۱۴

۴۰۔ اصحاب احمد جلد ۶ صفحہ ۱۳۰

۴۱۔ الفضل ۴/ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۳ (حضرت سیدہ محمودہ کی سیرت و شمائل کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۷/ اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ الفضل ۱۲/ اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ الفضل ۱۳/ اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ الفضل ۱۶/ اگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ ۴

۴۲۔ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کو جو ام ناصر کہلائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی بہو تھیں بچپن چھپن سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی رفاقت اختیار کرنے کی سعادت ملی اور ۳۱/ جولائی ۱۹۵۸ء کو انہوں نے مری میں انتقال فرمایا اور ربوہ میں دفن ہوئیں۔ حضرت سیدہ نہایت درجہ خدا رسیدہ غریب پرور اور ہمدرد خلائق خاتون تھیں۔ نیکیوں اور قربانیوں میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے جو خرچ ملتا تھا اس کا اکثر حصہ چندے میں دے دیتی تھیں اور اولین موصیوں میں سے تھیں۔ آپ کی قربانی اور ایثار کی بہترین اور روشن یادگار اخبار "الفضل" کا اجراء ہے جس کے لئے آپ نے اپنے دو زیور اپنے مقدس خاوند کو پیش کر دیئے اور اس سرمایہ سے اخبار جاری ہوا۔

۴۳۔ الفضل یکم جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۱ (تاریخ ولادت یکم اگست ۱۹۰۱ء۔ تاریخ وفات ۱۰ دسمبر ۱۹۲۴ء)

۴۴۔ الفضل ۱۰/ فروری ۱۹۲۱ء صفحہ ۱

۴۵۔ الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۔ تاریخ وفات ۱۳ مئی ۱۹۳۳ء

۴۶۔ الفضل ۹، ۵ فروری ۱۹۲۶ء صفحہ ۱

۴۷۔ الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱

۴۸۔ الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۱

۴۹- میاں احمد بخش صاحب نائب تحصیلدار مردان متوطن مد تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کے تین بیٹے تھے۔ میاں محمد یوسف صاحب۔ میاں محمد یعقوب صاحب۔ میاں محمد احسن صاحب۔ سب سے پہلے میاں محمد احسن صاحب احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔ میاں محمد یعقوب نے ان کے بعد بیعت کی (بدر ۷۔۱۵/ اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۱)

میاں محمد یوسف صاحب ۱۹۰۱ء میں داخل سلسلہ ہوئے اور ۶/ مئی ۱۹۶۱ء کو مردان میں وفات پائی آپ کے ذریعہ کئی افراد نے حق قبول کیا۔ خود آپ کو احمدیت میں لانے کا موجب بابو شاہ دین صاحب اسٹیشن ماسٹر (ساکن ساہووال تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ (متوفی ۱۶/ مئی ۱۹۰۸ء) تھے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک امیر جماعت احمدیہ مردان رہے۔ میاں محمد یعقوب صاحب کی وفات حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہوئی (یہ حالات قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ پشاور ڈویژن کی ایک تحریر سے ماخوذ ہیں)

۵۰- دیکھیں حاشیہ نمبر ۴۹
۵۱- الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶
۵۲- اعجاز احمدی صفحہ ۱
۵۳- اصحاب احمد جلد پنجم صفحہ ۷۸
۵۴- اعجاز احمدی صفحہ ۳۹، ۴۱
۵۵- اعجاز احمدی و اصحاب احمد جلد پنجم صفحہ ۷۹
۵۶- اعجاز احمدی صفحہ ۳۶
۵۷- اصحاب احمد جلد پنجم ۸۱
۵۸- اعجاز احمدی صفحہ ۵۵
۵۹- البدر ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۹ کالم ۲
۶۰- اعجاز احمدی۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۔ البدر ۱۴/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۹۔ ۲۰۔ اصحاب احمد جلد ۵ صفحہ ۷۶۔ ۱۰۰
۶۱- اصحاب احمد جلد ۵ صفحہ ۸۲
۶۲- الحکم ۷ امئی ۱۹۰۲ء کالم نمبر ۲۔ بدر ۳/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱
۶۳- اعجازی احمدی صفحہ ۴۵ مطبوعہ ۱۵/ نومبر ۱۹۰۲ء
۶۴- اعجازی احمدی صفحہ ۴۳
۶۵- اعجاز احمدی صفحہ ۳۵، ۳۶ و صفحہ ۸۹
۶۶- الحکم ۱۷/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۳
۶۷- اعجاز احمدی صفحہ ۳۶۔ ۳۷ و صفحہ ۹۰
۶۸- تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵۔ ۱۶۶
۶۹- البدر ۱۲/ دسمبر ۱۹۰۲ء
۷۰- الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴۔ ۱۶۔ البدر ۱۴/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۳۔ البدر ۲۱/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۶۔ ۲۷
۷۱- رسالہ "اشاعۃ السنہ" جلد ۱۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۹۶ حاشیہ
۷۲- مولوی عبداللہ صاحب کے ان خیالات کی اشاعت کے لئے ۱۹۲۴ء میں خواجہ احمد دین صاحب امرتسری نے "امت مسلمہ" نامی رسالہ جاری کیا۔ ۱۹۲۸ء میں اس کی ترقی یافتہ شکل کا آغاز رسالہ "طلوع اسلام" سے ہوا جس کے ذریعہ سے حافظ محب الحق صاحب بہاری کے شاگرد حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری اور مسٹر غلام احمد صاحب پرویز نے انکار حدیث کی تحریک کو فروغ دینے کے لئے ایک نیا انداز فکر اختیار کیا۔ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے نظریات سے اس انداز کو بڑی تقویت ملی۔ حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری بھی ابتداً اہل حدیث تھے مگر عمر کے آخر میں حدیثوں کو محض تاریخ دین کی حیثیت دینے لگے تھے۔
۷۳- مباحثہ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "اشاعت السنۃ" جلد ۱۹ نمبر ۵ صفحہ ۱۴۱۔ ۲۳۱

۷۴۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ تا ۹

۷۵۔ حضرت اقدسؑ کا قرآن سنت اور حدیث کے متعلق یہ نظریہ بھی ایسا ہے جو بالآخر دوسرے مسلمان علماء کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کہتے ہیں۔ "ملت اسلامی کی عمارت دراصل اسی ترتیب پر قائم ہوئی تھی کہ پہلے قرآن اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت"۔ نیز لکھا۔ "عام لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ حدیث اور سنت کے فرق سے ناواقفیت ہے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جسے حضور نے خود اختیار فرمایا اور امت میں اسے جاری کیا۔ اس کے برعکس حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کیا کیا اور کس چیز کو کرنے کا حکم دیا۔ اس لحاظ سے حضورؐ کی پوری زندگی کا طور طریقہ سنت ہے" (ملاحظہ ہو "تنقیحات" صفحہ ۱۱۹ طبع پنجم (مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام پٹھانکوٹ۔ اخبار "تسنیم" (لاہور) ۱۷/ مئی ۱۹۵۵ صفحہ ۱ کالم ۲۔ ۳

ڈوئی اور پگٹ کو دعوت مقابلہ

امریکہ اور یورپ کیلئے عظیم الشان نشان

اور

اسلام کی فتح عظیم

امریکہ کے لئے نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کو دعوت مباہلہ

ڈوئی کے ابتدائی حالات اور دعویٰ پیغمبری سکاٹ لینڈ کا ایک شخص جان الیگزینڈر ڈوئی (۱۸۴۷ء۔ ۱۹۰۷ء) تھا جو بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ آسٹریلیا چلا گیا جہاں ۱۸۷۲ء کے قریب وہ ایک کامیاب مقرر اور پادری کی حیثیت سے پبلک کے سامنے آیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے یہ اعلان کیا کہ یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے بیماروں کو شفا دینے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ طاقت اس زمانہ میں اسے بھی عطا کی گئی ہے۔ ۱۸۸۸ء میں وہ امریکہ کی نئی دنیا میں اپنے خیالات پھیلانے کے لئے سان فرانسسکو آگیا۔ سان فرانسسکو کے قرب و جوار اور دوسری مغربی ریاستوں میں کامیاب جلسے کرنے کے بعد اس نے ۱۸۹۳ء میں شکاگو میں اپنی خاص سرگرمیاں شروع کر دیں ایک مکان کرایہ پر لیا جس کا نام "زائن روم" رکھا۔ ایک اور بلڈنگ میں "زائن پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس" کھولا۔ اور ایک اخبار "لیوز آف ہیلنگ" کے نام سے جاری کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے طول و عرض میں اسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اس کے ماننے والوں میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ ڈوئی نے یہ کامیابی دیکھ کر ۲۲/ فروری ۱۸۹۶ء کو ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام "کرسچن کیتھولک چرچ" رکھا۔ ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء میں اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اس فرقہ کو "کرسچن کیتھولک اپاسٹلک چرچ" کا نام دے دیا۔ [1]

اپنی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لئے اس نے ایک صیحون نامی شہر کی بنیاد رکھی اور ظاہر کیا کہ مسیح اسی شہر میں نازل ہو گا۔ اس طریق سے اس کے مریدوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور مالی آمد میں یہاں تک اضافہ ہوا کہ سال کے شروع میں اسے دس لاکھ ڈالر یعنی تیس لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ اپنے مریدوں سے نئے سال کے تحفہ کے طور پر ملنے لگا اور وہ ملک میں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ انہی ترقیات کو دیکھ کر اس نے اپنے اخبار "لیوز آف ہیلنگ" میں لکھا۔ "اگر یہ ترقی اس طرح جاری رہی

تو ہم بیس سال کے عرصے میں ساری دنیا کو فتح کرلیں گے۔" [۲]

ڈوئی کی اسلام دشمنی

ڈوئی شروع ہی سے اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ وہ آنحضرت ﷺ کو (معاذ اللہ) کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے حضورؐ کو یاد کرتا تھا۔ اس کے اندرونی بغض اور بدباطنی کا اندازہ لگانے کے لئے فقط یہ امر ہی کافی ہے کہ اس نے اپنے اخبار "لیوز آف ہیلنگ" ۲۵/ اگست ۱۹۰۰ء میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ پیش گوئی کہ "میں امریکہ اور یورپ کی عیسائی اقوام کو خبردار کرتا ہوں کہ اسلام مردہ نہیں ہے اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اسلام کو ضرور نابود ہونا چاہئے محمڈن ازم کو ضرور تباہ ہونا چاہئے مگر اسلام کی بربادی نہ تو مضمحل لاطینی عیسویت کے ذریعہ ہو سکے گی نہ ہی بے طاقت یونانی عیسویت کے ذریعہ سے۔" [۳]

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ڈوئی کو مباہلہ کا چیلنج

جب ڈوئی اپنی شوخیوں اور بے باکیوں میں یہاں تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آنحضرت ﷺ کی غیرت کا ایک زبردست جوش پیدا کیا۔ چنانچہ حضورؑ نے ستمبر ۱۹۰۲ء کو ایک مفصل اشتہار لکھا جس میں حضورؑ نے تثلیث پرستی پر تنقید کرنے اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

"حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اس کو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کی طرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں... اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریمؑ کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں۔"

"سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سنادیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیوں کہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب

اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔ اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے۔ ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔"

"اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کر دی۔ اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین" [۴]

حضرت اقدسؑ نے یہ اشتہار براہ راست ڈوئی کو بھجوا دیا لیکن ڈوئی نے اس طریق فیصلہ کی طرف بھی ذرا توجہ نہ کی بلکہ حضور کو براہ راست اس کا جواب تک نہ دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسلام کے خلاف پہلے سے زیادہ بد زبانی شروع کر دی۔ چنانچہ اپنے ستمبر ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں لکھا کہ۔

"میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹا دیا جائے۔" [۵]

اخبارات میں چیلنج کی وسیع اشاعت

حضرت اقدسؑ نے ڈوئی کی اولاً بے التفاتی اور ثانیاً یہ شوخی دیکھی تو کئی ماہ کے انتظار کے بعد اپنا مضمون مباہلہ امریکہ کے ان مشہور روزناموں کو بھیج دیا جو بڑی کثرت سے دنیا میں شائع ہوتے تھے۔ ان اخبارات کے ایڈیٹر گو عیسائی اور اسلام کے مخالف تھے مگر انہوں نے نہایت شد و مد سے حضورؑ کے مضمون کی اتنی کثرت سے اشاعت کی کہ امریکہ اور یورپ میں اس کی دھوم مچ گئی۔ [۴۶] ان میں سے

بعض اخبارات نے حضرت اقدسؑ کا فوٹو شائع کیا۔ بعض نے قبر مسیح کی تصویر بھی چھاپی۔ [۸] اخبار "ارگوناٹ سان فرانسسکو" نے حضرت اقدسؑ کے پیش فرمودہ طریق فیصلہ کو معقول اور منصفانہ تجویز قرار دیا۔ [۹] اخبار "برلنگٹن فری پریس" نے لکھا۔

"مسیح موعود نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا ہتھیار تجویز کر دیا ہے کہ اگر ڈوئی اس تجویز کو نہ مانے تو دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہو گا کہ وہ اپنے معاملہ کو اس بڑے مقتدر حاکم کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا جس کی طرف سے وہ ہونے کا مدعی ہے۔"

شکاگو کے ایک اخبار نے یہ تبصرہ کیا کہ "ڈوئی نے چیلنج کو منظور نہیں کیا اور نہ اب تک انکار ہی کیا ہے۔ غالباً پہاڑ کی خوش گوار ہوا میں وہ جواب تجویز کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ بحیثیت فریق ثانی وہ شرائط میں کچھ تبدیلی چاہے۔ اس صورت میں اس کی درخواست یہ ہو گی کہ بجائے دعا کے گالیوں میں مقابلہ کیا جاوے اور جو دوسرے کو زیادہ گالیاں دے سکے وہی فتح یاب سمجھا جائے۔" [۱۰]

ڈوئی کی خاموشی

حضورؑ کے اشتہار کو ایک سال گزر گیا اور امریکہ کے اخباروں نے اس کی بکثرت اشاعت کر کے ڈوئی کو شرم دلائی مگر ڈوئی نے اب بھی ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالا اور نہ اس چیلنج کو قبول کیا نہ انکار۔ البتہ اس نے مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام کے نام ایک پرائیویٹ خط میں لکھا "خواہ کوئی شخص مجھے الیاس مانے یا نہ مانے میرے سلسلہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ میری نبوت کو ماننا میرے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے ضروری نہیں۔" [۱۱]

بعض امریکی اخباروں نے لکھا کہ ڈاکٹر ڈوئی کے مریدوں سے جب اس خاموشی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ڈوئی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ کسی پنجابی سے مقابلہ کرے۔ [۱۲]

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا اشتہار اور ڈوئی کے عبرت ناک انجام کی پیشگوئی

حضورؑ نے جب دیکھا کہ ڈوئی ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی نہ کھلے طور پر میدان مقابلہ میں آتا ہے نہ اپنی بد زبانی سے باز آتا ہے تو حضورؑ نے ۲۳/ اگست ۱۹۰۳ء کو ایک اور انگریزی اشتہار جو چھ صفحے کا تھا لاہور سے شائع فرمایا۔ [۱۳] اس اشتہار میں مترجم کا نوٹ بھی درج تھا اور نیچے حضورؑ کے دستخط تھے۔ [۱۴] اور اشتہار کا عنوان تھا۔ "پگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیش گوئیاں۔" [۱۵] حضورؑ نے اس اشتہار میں صاف صاف تحریر فرمایا کہ۔

"مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہو گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔"

"اب تک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا ہے اس لئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳/اگست ۱۹۰۳ء ہے اس کو پورے سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آگیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جس کو میں شائع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہو گا۔ میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور وہ جیسا کہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے جو میری نسبت گویا ایک بچہ ہے۔ لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پروا نہیں کی کیوں کہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہو گا بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک اور احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو آج میں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اس کا بھی شکست کی صورت سمجھی جائے گی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہئے کہ یہ تمام دعویٰ اس کا الیاس بننے کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا۔ اور اگرچہ وہ اس طرح موت سے بھاگنا چاہے گا لیکن درحقیقت ایسے بھاری مقابلہ سے گریز کرنا بھی ایک موت ہے۔ پس یقین سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے کیوں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ضرور ایک صورت اس کو پکڑے گی۔" ۱۶

اخبارات میں چرچا

حضورؑ کے اس اشتہار کا بھی امریکہ کے اخباروں میں عام چرچا ہوا مثلاً اخبار "گلاسگو ہیرلڈ" نے ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں لکھا "مرزا غلام احمد صاحب اپنی پیش گوئی مورخہ ۲۳/اگست ۱۹۰۳ء میں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنی دعوت مقابلہ کے جواب کا سات ماہ آئندہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے اس مقابلہ کو منظور کر لیا اور اس کی شرائط کو پورا کیا تو تمام دنیا اس مقابلہ کا انجام دیکھ لے گی۔ میری عمر ستر سال کے قریب ہے حالانکہ ڈاکٹر ڈوئی صرف پچپن سال کی عمر کا ہے لیکن چونکہ اس امر کا انفصال عمر پر نہیں ہے اس واسطے میں ان عمر کے سالوں کی تفاوت کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر اب بھی ڈوئی مقابلہ سے انکار کرے گا تو امریکہ کے پیغمبر کے دعاوی جھوٹ اور افترا ثابت ہو جائیں گے۔

۱۸،۱۷

ڈوئی کا اشارتاً میدان مقابلہ میں آنا

حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کے جواب میں ڈوئی اشاروں اشاروں سے میدان مقابلہ میں آگیا۔ اور وہ اس طرح کہ اس نے ۲۶/دسمبر ۱۹۰۳ء کو اپنے اخبار میں لکھا کہ "لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں

کہ کیوں تم فلاں فلاں بات کا جواب نہیں دیتے۔ جواب! کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان کیڑوں مکوڑوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ایک دم ان کو کچل سکتا ہوں۔ مگر میں ان کو موقع دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جائیں اور کچھ دن اور زندہ رہ لیں۔" [۱۹] ۱۲/ دسمبر ۱۹۰۳ کو لکھا "اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا پیغمبر نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔" [۲۰] اس کے معابعد اس نے ۲۷/ دسمبر ۱۹۰۳ء کے اخبار میں نہایت بدزبانی سے حضورؑ کے لئے "بیوقوف محمدی مسیح" کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے لکھا۔

"ہندوستان میں ایک بے وقوف شخص ہے جو محمدی مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ مجھے بار بار کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں مدفون ہیں جہاں ان کا مقبرہ دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ اس نے خود وہ (مقبرہ) دیکھا ہے مگر بے چارہ دیوانہ اور جاہل شخص پھر بھی یہ بہتان لگاتا ہے کہ حضرت مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ خداوند مسیح بیت عنیاہ کے مقام پر آسمان پر اٹھایا گیا جہاں وہ اپنے سماوی جسم میں موجود ہے۔" [۲۱]

پھر ۲۳/ جنوری ۱۹۰۴ء کو مسلمانوں کی تباہی کی پیش گوئی دوہراتے ہوئے لکھا۔ "سینکڑوں ملین مسلمان جو اس وقت ایک جھوٹے نبی کے قبضہ میں ہیں انہیں یا تو خدائی آواز سنی پڑے گی یا وہ تباہ ہو جائیں گے۔" [۲۲]

ڈوئی کی اخلاقی موت

یوں کھلم کھلا مقابلہ میں آنے کے بعد ڈوئی کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا اب اس کی تفصیل سنئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ڈوئی کے خدائی قہر کی زد میں آنے کی اولین صورت خود اس کے ہاتھوں یہ پیدا ہوئی کہ اس کی پیدائش ناجائز نکلی اور وہ ولدالحرام ثابت ہوا۔ یہ حقیقت اخبار "نیویارک ورلڈ" کے ذریعہ سے منکشف ہوئی جس نے ڈوئی کے سات خطوط شائع کئے جو اس نے اپنے باپ "جان مرے ڈوئی" کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارہ میں لکھے تھے۔ جب ملک میں اس امر کا چرچا عام ہونے لگا تو خود "ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی" نے ۲۵/ ستمبر ۱۹۰۴ء کو اعلان کیا کہ وہ چونکہ ڈوئی کا بیٹا نہیں اس لئے "ڈوئی" کا لفظ اس کے نام کے ساتھ ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ [۲۳]

فالج کا حملہ

اس اخلاقی موت کے ایک سال کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ ابھی اس کے اثرات چل رہے تھے کہ ۱۹/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اس پر دوبارہ فالج گرا اور وہ اس سخت بیماری سے لاچار ہو کر میموں سے ایک جزیرہ کی طرف چلا گیا۔

مریدوں کی کھلم کھلا بغاوت

جوں ہی ڈوئی نے صیحون سے باہر قدم رکھا اس کے مریدوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت ناپاک اور سیاہ کار انسان ہے۔ وہ مریدوں کو شراب بلکہ تمباکو نوشی سے بھی روکتا تھا مگر خود گھر جا کر مزے سے شراب پیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تعلقات بعض کنواری لڑکیوں سے تھے۔ قریباً پچاسی لاکھ روپے کی اس کی خیانت بھی ثابت ہوئی کیوں کہ یہ روپیہ صیحون کے حساب میں سے کم تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس نے صرف بطور تحائف صیحون کی خوبصورت عورتوں کو دے دیا تھا۔ ان الزامات سے ڈوئی اپنی بریت ثابت نہ کر سکا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل ۱۹۰۶ء کو اس کی کیبنٹ کے نمائندوں کی طرف سے ڈوئی کو تار دیا گیا کہ ہم تمہاری بجائے والوا کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں اور تمہاری منافقت' جھوٹ' غلط بیانیوں' فضول خرچیوں' مبالغہ آمیزیوں اور ظلم و استبداد کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔ اس تار میں اسے متنبہ کیا گیا کہ اگر اس نے نئے انتظام میں کوئی مداخلت کی تو اس کے تمام اندرونی رازوں کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

موت

اس نے یہ کوشش کی کہ عدالتوں کے ذریعہ صیحون پر اور روپے پر قبضہ حاصل کر لے مگر اس میں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ وہ صیحون کے شہر میں جہاں ہزاروں آدمی اس کے ادنیٰ اشارے پر چلتے تھے واپس آیا تو ایک بھی آدمی اس کے استقبال کے لئے موجود نہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے مریدوں کے سامنے اپیل کر کے ان کو پھر اپنا مطیع کر لے مگر چاروں طرف سے اس کے لئے مایوسی ہی مایوسی تھی۔ جسمانی طور پر اس کی حالت ایسی خراب ہو گئی کہ وہ خود اٹھ کر ایک قدم بھی نہ چل سکتا تھا بلکہ اس کے حبشی ملازم اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیوانہ ہو گیا اور بالآخر ۹/ مارچ ۱۹۰۷ء کی صبح کو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا [۲۴] اور خدا کے مقدس مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ "کہ وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا" عبرت ناک رنگ میں پورے ہو گئے۔ [۲۵]

امریکہ اور یورپ کے پریس کا تبصرہ ڈوئی کی ہلاکت پر

ڈوئی کی ہلاکت کا نشان دنیا کی تاریخ میں ایک غیر معمولی نوعیت کا نشان تھا جس نے مغرب کی مادیت پرست دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور امریکہ اور یورپ کے بعض اخبارات کو تسلیم کرنا پڑا کہ محمدی مسیح کی پیش گوئی ایسی شان سے پوری ہوئی ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

۱۔ چنانچہ "شکاگو ٹریبون" (۱۰۔ مارچ ۱۹۰۷ء) نے لکھا۔

"ڈوئی کل صبح ۷ بج کر ۴۰ منٹ پر شیلوہاؤس میں مرگیا۔ اس وقت اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔"

"ڈوئی کے مرنے کے چند گھنٹے بعد ہی اس کے آراستہ و پیراستہ اقامت گاہ اور اس کے سارے سامان پر سرکاری ریسیور مسٹر جان ہارٹلے نے صیحوں کے قرض خواہوں کے نام پر قبضہ کرلیا۔ جب ڈوئی کی نعش صندوق میں پڑی ہوئی تھی اس وقت سرکاری کسٹوڈین مکان کے احاطہ میں جائداد کی نگرانی کرتا رہا۔

یہ خود مصنوعی پیغمبر کسی اعزاز کے بغیر بالکل کس مپرسی کے عالم میں مرگیا۔ اس وقت اس کے پاس نصف درجن سے بھی کم وفادار پیرو موجود تھے جن میں با تنخواہ ملازمین من جملہ ایک حبشی کے شامل تھے۔ اس کے بستر موت پر کوئی قریبی عزیز نہ آیا۔ اس کی بیوی لڑکا جمل مشی گن کے دوسری طرف والے مکان بین مکدوہی میں اس عرصہ میں مقیم رہے۔

وہ آدمی جس نے دوسروں کو شفا دینے کا پیشہ اختیار کیا وہ خود کو شفا نہ دے سکا۔ اس کی غیر مطیع سپرٹ کو اس بیماری کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا جو اس کو قریباً دو سال سے دبوچے ہوئے تھی۔ اس کا شفا دینے کا ایمان اس کے فالج' ڈراپسی اور دوسری پیچیدہ امراض کے سامنے بالکل بے طاقت ثابت ہوا۔" (ترجمہ) [۲۶]

۲۔ رسالہ "انڈی پینڈنٹ" (۱۴/ مارچ ۱۹۰۷ء) نے لکھا۔

"ڈوئی اپنی مذہبی اور مالی طاقت میں آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے کمال تک پہنچا مگر پھر یک لخت نیچے آگرا۔ اس حال میں اس کی بیوی' اس کا لڑکا' اس کا چرچ سب اس کو چھوڑ چکے تھے۔ اس نے اپنے مزعومہ پیغمبری مرتبہ کے لئے رنگا رنگ کا ایسا لباس بنایا ہوا تھا جو یوسف یا ہارون نے کبھی نہ پہنا ہوگا.... شہر صیحوں کے لئے اور اپنی ذاتی شان و شوکت کے لئے اس نے ان اموال کو جو اس کی تحویل میں دئے گئے ناجائز طور پر استعمال کیا۔ ایسے آدمی سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے ناجائز کام کرنا بھی مناسب ہے کیوں کہ ان کو یہ زعم ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ اخلاق دنیا کے مسلمہ نظریات سے بہت بلند ہے۔" [۲۷]

۳۔ امریکن اخبار "ٹروتھ سیکر" (۱۵/ جون ۱۹۰۷ء) نے "مرسلین کی جنگ" کے عنوان سے اداریہ لکھا۔

"ڈوئی (حضرت) محمد (ﷺ) کو مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔ اس نے نہ صرف یہ پیش گوئی کی

کہ اسلام مسیحوں کے ذریعہ سے تباہ کر دیا جائے گا بلکہ وہ ہر روز یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ ہلال (اسلامی نشان) جلد از جلد نابود ہو جائے۔ جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تو اس نے اس ایلیاء ثانی کو للکارا کہ وہ مقابلہ کو نکلے اور دعا کریں کہ "جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔" قادیانی صاحب نے پیش گوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا۔ اور اگر اس نے چیلنج کو قبول نہ کیا تو تب اس کا اختتام صرف کچھ توقف اختیار کر جائے گا۔ موت اس کو پھر بھی جلد پالے گی اور اس کے صیحوں پر بھی تباہی آجائے گی۔ یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ صیحوں تباہ ہو جائے اور ڈوئی (حضرت) احمد (علیہ السلام) کی زندگی میں مرجائے۔ "مسیح موعود" کے لئے یہ ایک خطرے کا قدم تھا کہ وہ لمبی زندگی کے امتحان میں اس "ایلیا ثانی" کو بلائیں۔ کیوں کہ چیلنج کرنے والا ہر دو میں سے کم و بیش پندرہ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ ایک ایسے ملک میں جو پلیگ اور مذہبی دیوانوں کا گھر ہو۔ حالات اس کے مخالف تھے مگر آخر کار وہ جیت گیا۔"

۴۔ "بوسٹن ہیرلڈ" نے اپنے سنڈے ایڈیشن (مورخہ ۲۳ / جون ۱۹۰۷ء) کے ایک پورے صفحے میں اس پیش گوئی کی تفصیلات درج کیں اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورے قد کا بڑا فوٹو بھی شائع کیا اور مندرجہ ذیل دوہرے عنوان کے ساتھ اپنے مضمون کو شروع کیا۔ "مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان انسان ہے۔" "آپ نے پہلے ڈوئی کی حسرت ناک موت کی پیش گوئی کی اور اب طاعون طوفان اور زلازل کی خبر دیتے ہیں۔" "۲۳ / اگست ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے الیگزینڈر ڈوئی موسوم بہ ایلیا سوم کی موت کی پیش گوئی کی جو اس مارچ میں پوری ہو گئی۔" نیز لکھا۔

"یہ ہندوستانی صاحب مشرقی دنیا میں کئی برس سے مشہور ہیں۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ہی مسیح صادق ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی تائید سے [illegible] ہے۔ امریکہ میں آپ کا تعارف ۱۹۰۳ء میں ہوا جب کہ آپ نے ڈوئی سے مقابلہ کیا.... آپ نے نہ صرف ڈوئی کی موت کی پیش گوئی کی تھی بلکہ یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زندگی میں مرے گا اور بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مرے گا۔" "اس وقت ڈوئی ۵۹ سال کا تھا اور یہ نبی ۷۵ سال کا۔"

"ڈوئی ایسی حالت میں مر گیا کہ اس کے دوست اس کو چھوڑ چکے تھے اور اس کی جائداد تباہ ہو

چکی تھی۔ اس کو فالج اور دیوانگی کا حملہ ہوا اور وہ ایسی حالت میں ایک دردناک موت مرا کہ اس کا میعون اندرونی تفرقات سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔" ۲۸

اس عظیم الشان نشان کی منادی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اسلام کی فتح کے

ڈوئی کی ہلاکت کی اطلاع ملتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷/ اپریل ۱۹۰۷ء کو "فتح عظیم" کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار شائع فرمایا جس میں آپ نے ڈوئی سے مباہلہ کے بعد کے حالات اور اس کی موت کا مفصل ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"یہ شخص میرے مضمون مباہلہ کے بعد جو یورپ اور امریکہ اور اس ملک میں شائع ہو چکا تھا بلکہ تمام دنیا میں شائع ہو گیا تھا شوخی میں روز بروز بڑھتا گیا اور اس طرف مجھے یہ انتظار تھی کہ جو کچھ میں نے اپنی نسبت خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہا ہے ضرور خدا تعالیٰ سچا فیصلہ کرے گا اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ کاذب اور صادق میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔ اور میں ہمیشہ اس بارہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا۔ چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہو گا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا۔ اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ سے مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے "قادیان کے آریہ اور ہم۔" اس کے ٹائٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔

تازہ نشان کی پیش گوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ یہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا۔ چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیوں کہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے۔

المشتہر میرزا غلام احمد مسیح موعود

مشتہرہ ۲۰/ فروری ۱۹۰۷ء

اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ اور یورپ اور

ہندوستان کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو سکتا ہے وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے کیوں کہ اور نشان جو میری پیش گوئیوں سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو پنجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے اور امریکہ اور یورپ کے کسی شخص کو ان کے ظہور کی خبر نہ تھی۔ لیکن یہ نشان پنجاب سے بصورت پیش گوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا.... اب ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوگا۔ چونکہ میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا کیوں کہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اس کو ہلاک کیا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کی موت سے پیش گوئی قتل خنزیر والی بڑی صفائی سے پوری ہو گئی۔ کیوں کہ ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہو سکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی۔ اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہو گئے تھے جو بڑے مالدار تھے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا وجود اس کے مقابل میں کچھ چیز نہ تھا نہ اس کی طرح شہرت ان کی تھی۔ نہ اس کی طرح کروڑہا روپیہ کے وہ مالک تھے۔ پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ اگر میں اس مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا۔ اور اس کی ہلاکت کی پیش گوئی نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیقت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا۔ لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے شائع کرا دیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو جائے گا۔ میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذاب ہے۔ اور بار بار لکھا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس سے زیادہ کھلا کھلا معجزہ جو نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی کو سچا کرتا ہے اور کیا ہوگا۔ اب وہی اس سے انکار کرے گا جو سچائی کا دشمن ہوگا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

المشتہر

میرزا غلام احمد مسیح موعود از مقام قادیان

ضلع گورداسپور پنجاب ۱۷/ اپریل ۱۹۰۷ء [۲۵]

حواشی

۱۔ "انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا" زیر لفظ "ڈوئی" "امریکہ کے ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرت ناک انجام (مؤلفہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر ایم۔اے۔ سابق مبلغ امریکہ) شائع کردہ الشرکتہ الاسلامیہ لیمٹڈ ربوہ صفحہ ۱۴۔۲۳
۲۔ بحوالہ "عبرت ناک انجام" ۴۳۔۴۴
۳۔ بحوالہ "عبرت ناک انجام" صفحہ ۷
۴۔ ریویو آف ریلیجنز اردو ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۴۲۔۳۴۵۔ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۴۲۔۳۴۵
۵۔ بحوالہ "حقیقتہ الوحی" تتمہ صفحہ ۷۳
۶۔ بحوالہ "حقیقتہ الوحی" تتمہ صفحہ ۷۲
۷۔ ان امریکی اخبارات میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ "شکاگو انٹر پریٹر" (۲۸/ جون ۱۹۰۳ء) "ٹیلی گراف" (۵/ جولائی ۱۹۰۳ء) "ارگونات سان فرانسسکو" (یکم دسمبر ۱۹۰۲ء) "لٹریری ڈائجسٹ" نیویارک (۲۰/ جون ۱۹۰۳ء) "نیویارک میل اینڈ میل ایکسپریس" (۲۸/ جون ۱۹۰۳ء) "ہیرلڈ روچسٹر" (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "ریکارڈ بوسٹن" (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "ایڈور ٹائزر" بوسٹن (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "پایلاٹ" بوسٹن (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "پاتھ فائنڈر" واشنگٹن (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "انٹراوشن" شکاگو (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "وو سٹر سپائی" (۲۸/ جون ۱۹۰۳ء) "ڈیموکریٹ کرانیکل" روچسٹر (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "برلنگٹن فری پریس" (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "شکاگو انٹراوشن" (۲۸/ جون ۱۹۰۳ء) "البنی پریس" (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "جیکسنول ٹائمز" (۲۸/ جون ۱۹۰۳ء) "بالٹی مور امریکن" (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "بفلو ٹائمز" (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "نیویارک میل" (۲۵/ جون ۱۹۰۳ء) "بوسٹن ریکارڈ" (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "ڈیزرٹ انگلش نیوز" (۲۷/ جون ۱۹۰۳ء) "ہیلینا ریکارڈ" (یکم جولائی ۱۹۰۳ء) "گروم شائر گزٹ" (۱۷/ جولائی ۱۹۰۳ء) "نوینٹن کرانیکل" (۱۷/ جولائی ۱۹۰۳ء) "ہیوسٹن کرانیکل" (۳/ جولائی ۱۹۰۳ء) "مسوٹا نیوز" (۲۹/ جون ۱۹۰۳ء) "رچمنڈ نیوز" (یکم جولائی ۱۹۰۳ء)۔
یہ اخبارات صرف وہ تھے جو ان دنوں حضور تک بھی پہنچ گئے اور تتمہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۷۰۔۷۲ میں حضور نے ان کا خلاصہ مضمون بھی درج فرما دیا۔
۸۔ "ریویو آف ریلیجنز" اردو۔ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۴۳
۹۔ تتمہ "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۷۱
۱۰۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۳ء (ستمبر) صفحہ ۳۴۲۔۳۴۶
۱۱۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۳ء (ستمبر) صفحہ ۳۴۱۔۳۴۷
۱۲۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۳ء (ستمبر) صفحہ ۳۴۷
۱۳۔ حقیقتہ الوحی تتمہ صفحہ ۷۱ (حاشیہ) و ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۷۴
۱۴۔ حقیقتہ الوحی تتمہ صفحہ ۷۱ حاشیہ و ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۷۴
۱۵۔ پگٹ لنڈن کا ایک عیسائی پادری جس نے ڈوئی کی طرح جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ پگٹ کا ذکر ڈوئی کے واقعہ کے معاً بعد آرہا ہے۔
۱۶۔ "ریویو آف ریلیجنز" اردو اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴۳۔۱۴۴
۱۷۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو (۱۹۰۳ء) صفحہ ۷۷۴۔۷۷۹
۱۸۔ بعض اور اخبارات جن میں اس اشتہار کا ذکر کیا گیا "نیویارک کمرشل ایڈور ٹائزر" (۲۶/ اکتوبر ۱۹۰۴ء) "دی مارننگ ٹیلی گراف" نیویارک (۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۳ء)
۱۹۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۴۵۔۱۴۶
۲۰۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۴۶

۲۱۔ حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۷۳و "عبرتناک انجام" صفحہ ۴۵

۲۲۔ "عبرتناک انجام" صفحہ ۱۱

۲۳۔ رسالہ "انڈی پنڈنٹ" (۱۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء) بحوالہ "امریکہ کے ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام" صفحہ ۵۳۔۵۷ (مؤلفہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر ایم۔ اے سابق انچارج مبلغ امریکہ)

۲۴۔ بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸ "عبرتناک انجام" صفحہ ۸۴۔۸۵

۲۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں لکھا ہے۔

In April 1906 a revolt against his domination took place in zion city. He was charged with preculation and with practising polygamy and was depsosed, with the assent of his own wife and son. Dowie was now broken in health and unmistakably insane; he was struck with paralysis and died in March 1907. zion city in

ترجمہ: اپریل ۱۹۰۶ء میں ڈوئی کے اقتدار کے خلاف شہر صیحون میں بغاوت ہو گئی اور اس پر غبن اور تعدد ازدواج کا الزام لگایا گیا اور اس کی بیوی اور اس کے لڑکے کی رضامندی سے اسے معزول کر دیا گیا۔ اب ڈوئی کی صحت تباہ ہو چکی تھی اور وہ بدیہی طور پر پاگل ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں اس پر فالج کا حملہ ہوا جس کے باعث مارچ ۱۹۰۷ء میں وہ شہر صیحون میں مر گیا۔

۲۶۔ بحوالہ "عبرتناک انجام" صفحہ ۹۴ تا ۹۶

۲۷۔ بحوالہ "عبرتناک انجام" صفحہ ۹۴ تا ۹۶

۲۸۔ بحوالہ "عبرتناک انجام" صفحہ ۹۸۔۱۹۴ ایضاً رسالہ "A FATE OF A FALSE PROPHET" مؤلفہ سید حسنات احمد صاحب دہلوی ناشر امریکن فضل ماسک پبلیکیشنز ۱۹۸۵ء (واشنگٹن) رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی ربوہ اگست ۱۹۸۴ء

۲۹۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۳۔۸۰ تتمہ۔

یورپ کے لئے نشان

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پگٹ کے متعلق

امریکہ میں ڈوئی کے دعویٰ نبوت سے ایک عام شور بلند تھا کہ لنڈن سے یہ خبر شائع ہوئی کہ وہاں بھی کلپٹن کے ایک پادری جان ہیوگ سمتھ پگٹ (REV.J.H.SMITH-PIGOTT) نے ۹/ ستمبر ۱۹۰۲ء کو گرجا میں وعظ کرتے ہوئے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ کئی عیسائی یہ سنتے ہی روتے ہوئے اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ پھر جوں جوں اس کی شہرت پھیلی گئی لوگ دیوانہ وار اس کے مرید ہونے لگے۔ [۱]

پگٹ کے دعویٰ کی خبر پڑھ کر مفتی محمد صادق صاحب نے اسے ایک تبلیغی خط لکھا [۲] اور مزید حالات دریافت کئے۔ پگٹ کے سیکرٹری نے اس کے جواب میں دو اشتہار اور ایک خط بھیجا جو انہوں نے ۹ / نومبر ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سنائے۔ ایک اشتہار کا عنوان "کشتی نوح" تھا۔ حضورؑ نے اسے سن کر فرمایا۔ "اب ہماری سچی کشتی نوح جھوٹی پر غالب آجائے گی" اور فرمایا کہ "یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں سو اول لندن میں ایک جھوٹا مسیح آگیا۔ اس کا قدم اس زمین میں اول ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو کہ سچا مسیح ہے۔ اور یہ جو حدیثوں میں ہے کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا تو موٹے رنگ میں اب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا۔ ڈوئی امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اور پگٹ لنڈن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔" [۳]

پگٹ کے نام اشتہار یہ شخص بھی ڈوئی کی طرح اسلام کا مخالف تھا اس لئے حضور نے اس کے نام بھی اشتہار لکھا اور مولوی محمد علی صاحب کو بھیجا کہ وہ اس کا ترجمہ کرکے ولایت بھیج دیں۔ اتفاقاً مفتی محمد صادق صاحب بھی اس وقت مولوی صاحب موصوف کے پاس ان کے دفتر میں موجود تھے۔ اس اشتہار کی دو خصوصیتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ حضور عموماً لمبے اشتہار

لکھا کرتے تھے مگر یہ اشتہار صرف چند سطروں کا تھا جو ایک چھوٹے سے صفحہ پر آ گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کے آخر میں حضورؑ نے اپنا نام اس طرح لکھا تھا۔ "النبی مرزا غلام احمد" ۴

اس اشتہار کا عنوان تھا۔ "ایک الوہیت کے مدعی کو تنبیہ" حضور نے تحریر فرمایا "یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہے اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اس طرح پر خدا کے مقدس نبیوں کی بے عزتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اس لئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو آنے والی سزا سے متنبہ کروں" ۵

اشتہار کی اشاعت انگلستان میں

انگلستان کے اخباروں نے اس اشتہار پر دلچسپی لی اور اسے بڑی کثرت سے شائع کیا مثلاً اخبار "سنڈے سرکل" (SUNDAY CIRCLE) لنڈن نے ۱۴۔ فروری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں "سب سے آخری مسیح" اور "پادری پگٹ کا ایک ہندوستانی حریف" کے دوہرے عنوان سے لکھا کہ مشرق میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک اسی دعوئی کا مدعی پیدا ہوا ہے جو پگٹ نے کیا تھا۔ اس سب سے آخری مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے اور وہ قادیان میں رہتے ہیں جس کے وہ رئیس ہیں۔ انہوں نے بھی ایک اشتہار یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔" (آگے اشتہار کی عبارت نقل کی ہے)۔ ۶

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے پگٹ کو دوسری بار انتباہ

اس مخصوص اشتہار کے علاوہ جو پگٹ کو انتباہ کرتے ہوئے شائع کیا گیا تھا جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء کو "پگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیش گوئیاں" کے نام سے اشتہار شائع کیا جس میں پگٹ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی کہ "یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونے کا لنڈن میں دعوئی کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائے گا۔" ۷

پیش گوئی کے مطابق پگٹ کی ناکامی و نامرادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب پگٹ کو انتباہ کیا تو وہ پورے عروج پر تھا مگر اس کے بعد یکایک غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ عیسائیوں کی مخالفت کی تاب نہ لا کر اس نے آئندہ اپنے دعوئی مسیحیت کا ذکر تک چھوڑ دیا۔ ڈوئی تو ولد الحرام ثابت ہوا تھا اور اس پر حرام کاری کا الزام عائد کیا گیا جو عدالت میں بھی قائم رہا اور پگٹ نے اپنی بقیہ عمر گوشہ نشینی اور انتہائی

کسمپرسی اور گمنامی میں بسر کی اور نامرادی کی حالت میں اس جہاں سے رخصت ہوا۔ اس طرح جھوٹے مسیح کی جھوٹی کشتی خدا کے سچے مسیح کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے ٹوٹ پھوٹ گئی اور اس کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی پگٹ کیفر کردار کو پہنچا۔ ۸

۱۹۰۲ء کے بعض صحابہ

۱۹۰۲ء کے بعض ممتاز صحابہ یہ ہیں۔

میر قاسم علی صاحب دہلوی ۹ قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی پشاور' ۱۰ چوہدری برکت علی صاحب گڑھ شنکر' ۱۱ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ ۱۲

حواشی

۱۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۰۶ "English Massiahs" by Ronald Mathews

Publishors, Mathaen and co Ltd London 36 Essen street W.C

۲۔ مفصل خط اخبار "البدر" ۲۱/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۹ کالم ۲۔ ۳ پر درج ہے۔

۳۔ مفصل خط اخبار "البدر" ۲۱۔ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۹

۴۔ ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۱۰۶۔ ۱۰۷

۵۔ حضرت اقدسؑ کے اشتہار کے یہ الفاظ اخبار "سنڈے سرکل" لنڈن ۱۴۔ فروری ۱۹۰۳ء سے ماخوذ ہیں جو "ریویو آف ریلیجنز" اردو (۱۹۰۳ء) صفحہ ۳۴۹۔ ۳۵۱ پر چھپ چکے ہیں۔

۶۔ "ریویو آف ریلیجنز" ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۴۸۔ ۳۵۱

۷۔ "ریویو آف ریلیجنز" اردو (۱۹۰۷ء) صفحہ ۱۴۴

۸۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے بعض انگریز محققین کے بیانات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک انگریز مورخ رانلڈ میتھیوز (Ronald Mathews) اپنی کتاب "English Messiahs" میں پگٹ کے حالات میں لکھتا ہے کہ جان ہیوگ سمتھ پگٹ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۲ء میں کلیسیائے انگلستان میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۹۲ء میں کلیپٹن میں ہنری جیمز پرنس کے چرچ کا اجراء ہوا۔ یہاں پگٹ ہر اتوار کو فرقہ کے اراکین سے خطاب کیا کرتا تھا اور بتاتا تھا کہ روح القدس کے پیغامبر ہنری جیمز پرنس کی پیش گوئی کے مطابق نجات دہندہ یسوع مسیح کی آمد قریب ہے۔

۱۸۹۹ء میں ہنری جیمز پرنس کا انتقال ہو گیا۔ اب آہستہ آہستہ پگٹ کے خطبات کا انداز بدلنے لگا کہ مسیحا کی آمد ثانی موہوم امید نہیں بلکہ یقینی چیز ہے اور یہاں تک کہہ دیا کہ عین ممکن ہے کہ آنے والے مسیح ان کے درمیان ہی ہوں۔ آخر ۹۔ ستمبر ۱۹۰۲ء بروز اتوار اس نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا "ہنری جیمز پرنس مسیحا کی آمد ثانی کے لئے راستہ تیار کرنے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے جو کچھ بتایا تھا وہ درست تھا۔ میں آج رات..... جو آپ کے سامنے کھڑا تقریر کر رہا ہوں.... وہی یسوع مسیح ہوں جو فوت ہوا۔ اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا۔"

اخبارات میں اس کے دعویٰ مسیحائی کی خبر چھپ گئی۔ اس کے جلد بعد اس کی اتنی زیادہ مخالفت ہوئی کہ کوشش کے باوجود وہ دوبارہ اپنے کلیپٹن کے گرجا میں عبادت و خطبات کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ اور لنڈن چھوڑ کر سپکسٹن (Spexton) چلا گیا اور اپنی زندگی کے آئندہ ۲۵ برس وہیں گوشہ تنہائی میں گزارے اور مارچ ۱۹۲۷ء میں اس کی وفات ہوئی (English Messiahs صفحہ ۱۸۳ تا ۱۹۵)

ایک اور انگریز مسٹری۔ ڈی۔ ٹی بیکر کار (C.D.T.Bakar-Carr) لکھتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں پگٹ نے دعویٰ الوہیت کیا۔ اس کے فرقہ کے اکثر افراد اپنے گھٹنوں کے بل جھک گئے اور سینکڑوں لوگ دور دراز سے صرف اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آئے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ اس نے مسیح کا بھی لقب اختیار کیا اور ایک مرتبہ تو اتوار کے دن تقریباً چھ ہزار آدمی صبح سے شام تک گرجے کے باہر اس کو دیکھنے کے منتظر بیٹھے رہے۔ گھوڑ اسوار پولیس مجمع کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے باوجود چند لوگ گرجے کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ شام کو جب اس کے گھر جانے کا وقت آیا تو انتہائی مشکل کے ساتھ پگٹ کو اپنے گھر کا راستہ ملا۔ پھر بھی بعض افراد نے اس پر اینٹیں اور پتھر پھینکے۔ نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر پولیس کی حفاظت نہ ہوتی اس کے لئے گھر تک پہنچنا بڑا مشکل ہوتا۔

جب لنڈن میں اس شخص کے متعلق نفرت اور حقارت انتہاء کو پہنچی تو یہ سمرسیٹ کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اپنے فرقے کو ترقی دینے کے متعلق تدابیر اختیار کرتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں ایک خوبصورت لڑکی جس کا نام "پریس" (PREECE) تھا آئی اور پگٹ اور اس کی بیوی کے ساتھ رہنے لگی۔ ۲۳۔ جون ۱۹۰۵ء کو اس لڑکی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام گلوری رکھا گیا۔

یہیں ۱۹۰۸ء میں اس لڑکی کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام پاور رکھا گیا۔ مقامی پادریوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک عدالت میں پگٹ کے خلاف دعویٰ دائر کیا اور اس پر حرام کاری کا الزام عائد کیا۔ عدالت نے دعویٰ کو درست تسلیم کیا اور پگٹ پر فرد جرم عائد کر دیا گیا۔ پگٹ کے پرائیوٹ گرجا کی پڑتالی کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہاں تقریباً ایک سو عورتیں تھیں۔ اور یہ تمام لوگ کئی درجوں میں منقسم تھے۔ ان میں سے بعض ایسے افراد تھے جو چھوٹے کام کرنے پر مقرر تھے اور بعض ایسے افراد تھے جو پگٹ کے منظور نظر تھے۔ پگٹ نے اپنے فرقہ کی شاخ امریکہ اور سکنڈے نیویا میں بھی قائم کرلی تھی۔

ایک نقاد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انگلستان کی تاریخ میں پگٹ کا گرجا اور اس کا دعویٰ الوہیت اور مسیحیت سب سے بڑا دھوکا تھا جو لوگوں کو دیا گیا۔ اور کئی صدیوں تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

پگٹ بوڑھا ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ مارچ ۱۹۲۷ء میں وہ گھڑی آگئی جب اس نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ گرجے کے چاروں طرف خاردار تاریں لگائی گئیں اور انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ اس کا جنازہ لے جایا گیا۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ پگٹ کے فرقہ میں موت کو گناہ کی نشانی سمجھا جاتا تھا اور یہی خیال کیا جاتا تھا کہ اس فرقہ کو ابدی زندگی عطا ہوگی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

آج اس مختصر ترین فرقہ کی سربراہ اس کی محبوبہ بیوی پریس ہے جس کی عمر اسی سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ چند مٹھی بھر افراد اس کے ساتھ ہیں اور پگٹ کا مخصوص گرجا ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔

(اخبار "دی ایوننگ نیوز" لنڈن یکم فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۷ زیر عنوان "BogusMessiahs")

۹۔ بیعت جولائی ۱۹۰۲ء، وفات ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۲ء بعمر ۷۰ سال۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص مرید اور بہادر سپاہی جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت دین میں صرف کردی۔ حضرت میر صاحب نے خلافت اولیٰ میں دہلی سے اخبار "الحق" اور رسالہ "احمدی" اور خلافت ثانیہ میں قادیان میں اخبار "فاروق" جاری کیا جس کے ذریعہ سے وہ آخر دم تک مذاہب باطلہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں جو سلسلہ کے لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ خلافت محمود، دین الحق، النبوۃ فی خیر الامتہ، تحفہ مستریاں، بٹالوی کا انجام، انیسویں صدی کا مہرشی، شدھی کی اشدھی۔ سلسلہ تالیف و تصنیف میں ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہے گا کہ انہوں نے سال ہا سال کی محنت اور کوشش سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات صحیح ترتیب کے ساتھ جمع کر کے دس جلدوں میں شائع کئے اور احمدیت کی ابتدائی تاریخ کا ایک اہم حصہ محفوظ کر لیا۔

آزمودہ کار اہل قلم ہونے کے علاوہ آپ کو خدا تعالیٰ نے مؤثر اور دلچسپ تقریر کرنے کی قابلیت بھی بخشی تھی اور مخالفین بھی آپ کے بیان کی خوبی اور دلائل کی قوت کے قائل ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ (الفضل ۲۳۔ اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۱)

۱۰۔ ولادت یکم ستمبر ۱۸۸۳ء۔ ۱۵/ جنوری ۱۹۰۲ء کو منشی خادم حسین صاحب بھیروی کی تحریک پر بذریعہ خط بیعت کی۔ ۲۱/ جنوری ۱۹۰۲ء کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے قلم سے لکھا ہوا آپ کو خط ملا کہ "حضرت اقدسؑ آپ کی بیعت قبول فرماتے ہیں۔ خط لکھتے رہا کریں۔" الحکم ۲۸/ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶ کالم ۳ پر آپ کا نام مبائعین میں درج ہے۔ سالانہ جلسہ دسمبر ۱۹۰۲ء میں پہلی مرتبہ قادیان کی زیارت کی اور حضورؑ کے ہاتھ پر مسجد مبارک میں (دستی) بیعت کی۔ قاضی صاحب نے اردو، فارسی اور پشتو زبان میں... جو تصانیف کی ہیں ان کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ آپ کے ذریعہ سے کئی سعید روحیں داخل احمدیت ہوئیں۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک صوبہ سرحد کی امارت کے فرائض نہایت کامیابی سے سرانجام دیتے رہے۔

۱۱۔ ولادت ۸۷۔۱۸۸۶ء۔ ۱۹۰۲ء میں پہلی مرتبہ قادیان آئے اور ۱۹۰۴ء میں مستقل ہجرت کر کے اخبار الحکم کے عملہ میں شامل ہو گئے۔ جولائی ۱۹۰۹ء میں صدر انجمن احمدیہ میں ملازم ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں تحریک چندہ خاص کو کامیاب بنانے میں خاص حصہ لیا۔ ۱۹۳۱ء میں کشمیر ریلیف فنڈ کے فنانشل سکرٹری بنے۔ ۱۹۳۲ء میں صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے مالی شعبہ کے انچارج بنے۔ ۱۹۵۷ء میں تحریک جدید کی تیئس سالہ خدمات کے بعد ایک کامیاب و کامران وکیل المال کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے اور ۷ ماہ شہادت/ ۱۳۳۹ہش، اپریل ۱۹۶۰ء کو انتقال کیا۔

ان کی آخری شاندار خدمت کتاب "تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین" کی تیاری اور اشاعت ہے۔ اس طرح انہوں نے

پچاس سال سے زائد عرصہ اس اخلاص اور جانثاری اور وفاداری اور محنت سے نبھایا جو ہر احمدی کے لئے قابل رشک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا "چوہدری برکت علی صاحب ان چند اشخاص میں سے ہیں جو محنت، کوشش اور اخلاص سے کام کرنے والے ہیں اور جن کے سپرد کوئی کام کر کے پھر انہیں یاددہانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔" (اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ ۲۱۹۔۲۵۶ مؤلفہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

۱۲۔ غالباً اسی سال ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (مؤلف مجدد اعظم) بھی داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ ۳/ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بمقام دھرم سالہ پیدا ہوئے۔ فروری ۱۸۹۲ء میں بمقام سیالکوٹ حضور کی پہلی بار زیارت کی۔ ۱۹۱۴ء میں جب سلسلہ احمدیہ میں اختلاف کا آغاز ہوا تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سرگرم ممبر بن گئے۔ ۲۱/ اپریل ۱۹۴۳ء کو بمبئی میں وفات پائی۔ اور لاہور کے قبرستان میانی صاحب (احاطہ احمدیہ) میں سپرد خاک کئے گئے (پیغام صلح لاہور ۲۳/ جون ۱۹۴۳ء صفحہ ۳) آپ کے قلم سے قبول احمدیت کے حالات اخبار پیغام صلح ۷/ ستمبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۱۔۱۳ میں شائع شدہ ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاثیرات قدسی اور اعجاز مسیحائی کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے حالات کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں میں تو حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب بیٹھتا تھا اور اس نورانی چہرہ پر میری نظر جمی ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کے شکر سے میرا قلب لبریز ہو جاتا تھا کہ اللہ اللہ جس شخص کی زیارت کی تمنا بڑے بڑے اولیاء کرتے چلے گئے مجھ گناہ گار کو اس کی زیارت اور بیعت نصیب کی یہ کس قدر جناب الٰہی کا احسان ہے۔"

ماموریت کا بائیسواں سال

"مواہب الرحمٰن" کی تصنیف و اشاعت اور مولوی کرم دین صاحب کے متعلق ایک پیش گوئی

(۱۹۰۳ء)

مصری اخبار "اللواء" کے ایڈیٹر نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر اعتراض کیا تھا کہ آپ نے اپنے متبعین کو طاعون کے ٹیکہ کی ممانعت کرکے ترک اسباب کیا ہے جو قرآنی آیت "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ" (البقرہ:۱۹۶) یعنی اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کے منافی اور توکل کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں حضورؑ نے عربی میں ایک کتاب "مواہب الرحمٰن" کے نام سے تصنیف فرمائی جو جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس لطیف کتاب میں حضورؑ نے اخبار "اللواء" کے ایڈیٹر کے اعتراض کا مسکت اور مدلل جواب دینے کے علاوہ اپنے عقائد درج فرمائے اور ان خارق عادت نشانات پر بھی روشنی ڈالی جو گزشتہ تین برسوں میں آپ کی صداقت کے ثبوت میں ظاہر ہوئے تھے۔ اس ضمن میں آپؑ نے مولوی کرم دین صاحب ساکن بھیں (تحصیل چکوال) کے بارے میں یہ پیش گوئی درج فرمائی کہ۔

"من جملہ میرے نشانوں کے ایک یہ ہے کہ خدائے علیم و حکیم نے ایک لئیم شخص کی نسبت اور اس کے بہتان عظیم کی نسبت مجھے خبر دی اور مجھے اپنی وحی سے اطلاع دی کہ یہ شخص میری عزت پر حملہ کرے گا اور انجام کار میرا نشانہ آپ بن جائے گا۔ اور خدا نے تین خوابوں میں یہ حقیقت میرے پر ظاہر کی اور خواب میں میرے پر ظاہر کیا کہ یہ دشمن تین حمایت کرنے والے اپنی کامیابی کے لئے مقرر کرے گا تاکہ کسی طرح اہانت کرے اور رنج پہنچائے۔ اور مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کسی عدالت میں گرفتاروں کی طرح حاضر کیا گیا ہوں۔ اور مجھے دکھلایا گیا کہ انجام ان حالات کا میری نجات

ہے اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو۔ اور مجھے بشارت دی گئی کہ اس دشمن کذاب مہین پر بلا رد کی جائے گی پس ان تمام خوابوں اور الہامات کو میں نے قبل از وقت شائع کر دیا۔ اور جن اخباروں میں شائع کیا ایک کا نام ان میں سے "الحکم" اور دوسری کا نام "البدر" ہے۔ پھر میں انتظار کرتا رہا کہ کب یہ پیش گوئی کی باتیں ظہور میں آئیں گی۔ پس جب ایک برس گزرا تو یہ مقدر باتیں کرم دین کے ہاتھ سے ظہور میں آگئیں (یعنی اس نے ناحق میرے پر فوجداری مقدمات دائر کئے) پس اس کے مقدمات دائر کرنے سے پیش گوئی کا ایک حصہ تو پورا ہو گیا اور جو باقی حصہ ہے یعنی میرا اس کے مقدمات سے نجات پانا اور آخر اسی کا سزایاب ہونا یہ بھی عنقریب پورا ہو جائے گا۔" ۵ (ترجمہ)

مولوی کرم دین صاحب کا پہلا مقدمہ
حضرت مسیح موعودؑ کا سفر جہلم اور بیعت

جیسا کہ "نزول المسیح" کے حالات میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ مولوی کرم دین ساکن بھیں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حکیم فضل دین صاحب کے نام خطوط لکھے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتاب "سیف چشتیائی" دراصل مولوی محمد حسن فیضی کا علمی سرقہ ہے۔ مولوی کرم دین صاحب نے اس امر کے ثبوت میں وہ کارڈ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ارسال کیا جو پیر صاحب موصوف نے ان کے نام گولڑہ سے بھیجا تھا اور جس میں پیر صاحب موصوف نے محمد حسن صاحب فیضی کے نوٹوں کو اپنی کتاب میں درج کرنے کا اعتراف کیا تھا۔

حضرت مسیح موعود "نزول المسیح" لکھ رہے تھے کہ حضورؑ کو یہ خطوط پہنچے جو حضورؑ نے کتاب میں درج کر دئے۔ ایسا ہی ایڈیٹر اخبار الحکم نے بھی ان کی بناء پر ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۲ء کو ایک مضمون شائع کیا جس میں ان خطوط کی نقول بھی درج کر دیں۔

مولوی کرم دین صاحب کا انحراف حق

مولوی کرم دین صاحب نے پہلے تو خود ہی اصل واقعہ سے پردہ اٹھایا تھا مگر جب پریس میں اس کی اشاعت ہوئی تو وہ صاف مکر گئے اور اخبار "الحکم" کے مضمون کے جواب میں مولوی کرم دین صاحب نے ایک مضمون اور قصیدہ "سراج الاخبار" جہلم (مورخہ ۶/ اکتوبر ۱۹۰۲ء و ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء) میں شائع کیا کہ یہ سب خطوط جعلی ہیں۔ نیز لکھا کہ مرزا غلام احمد (صاحب) کی اہلیت کی آزمائش کے لئے میں نے اسے دھوکہ دیا اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے۔ اور ایک بچے کے ہاتھ سے نوٹ لکھوا

کر ان کو محمد حسن صاحب فیضی کے نوٹ ظاہر کئے۔ پھر اس دھوکے کے ذریعہ چھ روپے بھی حاصل کئے۔ نیز لکھا کہ مرزا صاحب کا تمام کاروبار (معاذ اللہ) محض مکر و فریب ہے اور آپ اپنے دعویٰ میں (معاذ اللہ) کذاب اور مفتری ہیں۔ [۲]

مولوی کرم دین کے خلاف تین استغاثے

حضرت اقدسؑ کو یہ حق تھا کہ اپنی بریت ثابت کرنے اور ازالہ حیثیت عرفی کے لئے عدالت کی طرف رجوع کرتے لیکن آپ نے اپنے قدیم مسلک کے مطابق انتہائی صبر کیا اور منتظر رہے کہ مولوی کرم دین صاحب از خود اس مضمون کی تردید شائع کریں۔ لیکن ایک ماہ تک انہوں نے کوئی تردید نہ کی جس پر حکیم فضل دین صاحب مالک و مہتمم "ضیاء الاسلام" پریس قادیان نے (جن کے نام مولوی کرم دین صاحب نے ابتدائی خطوط لکھے تھے) ۱۴/ نومبر ۱۹۰۲ء کو گورداسپور کی عدالت میں ان کے خلاف زیر دفعہ ۴۲۰ استغاثہ دائر کیا۔ اس مقدمہ کی شہادت استغاثہ ہو رہی تھی کہ حکیم فضل الدین صاحب کی شہادت کے دوران میں ۲۲/ جون ۱۹۰۳ء کو مولوی کرم دین صاحب نے زیر طبع کتاب "نزول المسیح" کے اوراق پیش کئے اور مستغیث سے تصدیق کروانا چاہی جس پر حکیم فضل دین صاحب نے ۲۹/ جون ۱۹۰۳ء کو زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند دوسرا استغاثہ دائر کر دیا اور بیان دیا کہ یہ کتاب بحیثیت مہتمم مطبع ضیاء الاسلام قادیان میری ملکیت تھی۔ اور چونکہ ابھی تک باضابطہ شائع نہیں ہوئی اس لئے یہ مال مسروقہ ہے اور ملزم (کرم دین صاحب) مال مسروقہ کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا مجرم ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ مولوی کرم دین صاحب نے شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم کے خلاف بھی زہر اگلا تھا اس لئے شیخ صاحب موصوف نے بھی مولوی کرم دین صاحب اور مولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر و مالک "سراج الاخبار" کے خلاف زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ [۳] اس طرح مولوی کرم دین صاحب کے خلاف تین استغاثے دائر ہوئے۔

مولوی کرم دین صاحب کی طرف سے استغاثہ

ان استغاثوں کے جواب میں مولوی کرم دین صاحب نے بھی رائے سنسار چند صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر مجسٹریٹ درجہ اول جہلم کی عدالت میں زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ حضرت مسیح موعودؑ۔ عبداللہ صاحب کشمیری اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے نام ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دیا۔ بنیاد یہ رکھی کہ میرے بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی متوفی کی (جس کا جدی لحاظ سے بھی قرابت کا تعلق ہے) سخت توہین کی گئی ہے۔ [۴] اس مقدمہ پر حضورؑ اور دوسرے

رفقاء کے نام وارنٹ جاری ہوئے اور عدالت میں پیشی کی تاریخ ۱۷/ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

دشمنوں کی خوشی

حضرت اقدسؑ کے خلاف مقدمہ دائر ہونے کی خبر پر مخالف اخبارات نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ چنانچہ لاہور کے اخبار "پنجاب سماچار" نے لکھا کہ "مرزا قادیانی پر نالش ہے۔ ان کا طرز تحریر بھی جہاں تک پڑھا ہے ملک کے لئے کسی طرح مفید نہیں بلکہ بہت دلوں کو دکھانے والا ہے۔ اگر عدالت نالش کو سچا سمجھے تو مناسب ہے کہ سزا عبرت انگیز دیوے تاکہ ملک ایسے شخصوں سے جس قدر پاک رہے ملک اور گورنمنٹ دونوں کے لئے مفید ہے۔"

[۵]

ان الفاظ سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ دشمنان حق نے مقدمہ کی خبر پر کتنی خوشیاں منائی ہوں گی لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ خدائے ذوالعرش کی طرف سے اس مقدمہ کے پیچھے تائید و نصرت کے کیسے کیسے سامان کئے جارہے ہیں اور یہ سامان بھی اس انسان کے لئے جو ابتداء ہی سے خلوت نشینی کو شہرت پر ترجیح دیتا رہا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے ۴/ جنوری ۱۹۰۳ء کو سفر جہلم کے سلسلہ میں فرمایا "میری طبیعت ہمیشہ شور اور غوغا سے جو کثرت ہجوم کے باعث ہوتا ہے متنفر ہے... وہی وقت انسان کسی علمی فکر میں صرف کرے تو خوب ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہماری اشاعت کا طریق خوب رکھا ہے کہ ایک جگہ بیٹھے ہیں نہ کوئی واعظ ہے نہ مولوی نہ لیکچرار جو لوگوں کو سناتا پھرے۔ وہ خود ہی ہمارا کام کر رہا ہے۔ بیعت کرنے والے خود آرہے ہیں۔ بڑے امن کا طریق ہے۔" [۶]

سفر جہلم

سفر جہلم کی تیاری میں اولین چیز "مواہب الرحمٰن" کی طباعت تھی۔ [۷] کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے جس عظیم الشان نشان کو پورا کرنے کے واسطے حضرت احمد مرسل یزدانی مسیح قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ سفر اختیار کرنا تھا اس کی کنجی وہ پیش گوئی تھی جو اس کتاب میں درج تھی کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ میں کامیاب و کامران فرمائے گا۔ ۱۵/ جنوری ۱۹۰۳ء کو روانگی تھی اور ۱۴/ جنوری ۱۹۰۳ء کی شام کو ابھی کتاب کی گیارہ کاپیاں چھپنا باقی تھیں مگر کارپردازوں کے حسن انتظام اور جاں فشانی نے ہر ایک مشکل کو آسان کر دیا اور دوسرے روز ۱۵/ جنوری کو ظہر کے قریب کتاب "مواہب الرحمٰن" چھپ کر تیار ہو گئی۔

روانگی

حضورؑ پر نور تین بجے کے قریب اپنے خدام سمیت (جن میں حضرت سید عبداللطیف صاحب [۸] کابلی بھی شامل تھے) روانہ ہوئے اور نصف میل تک خدام کے ساتھ پاپیادہ چل کر رتھ میں سوار ہو گئے۔ باقی خدام میں سے اکثر یکوں پر بیٹھ گئے اور بعض نے حضورؑ کے رتھ کے ساتھ پاپیادہ چلنے کو پسند کیا۔ یہ قافلہ چھ بجے کے قریب بٹالہ پہنچا اور حضورؑ آٹھ بجے کے قریب ٹرین میں

سوار ہوئے۔

امرتسر میں ورود ٹرین آٹھ بجے کے بعد بٹالہ سے چل کر امرتسر پہنچی تو امرتسر کے احمدی احباب کے علاوہ بعض دیگر احباب نے بھی جو کہ حسن عقیدت رکھتے تھے حضورؑ کا استقبال کیا۔ ایک لیڈی جو جرنیل کی بیوی تھی ولایت سے آرہی تھی ہجوم کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور میاں معراج دین صاحب عمر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور ہجوم اس قدر کیوں ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ یسوع مسیح ہیں جو اپنی دوسری بعثت میں آئے ہیں۔ اس نے قریب جاکر ہاتھ ملانا چاہا مگر حضرت صاحبؑ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس پر اس نے حضورؑ کا فوٹو لے لیا۔ [۵] گاڑی امرتسر سے روانہ ہو کر گیارہ بجے کے قریب لاہور پہنچی۔

لاہور پہنچنا لاہور اسٹیشن پر بھی بہت زیادہ افراد حضورؑ کے استقبال اور شرف دیدار کے لئے موجود تھے۔

لاہور میں قیام اور بشارت الٰہی لاہور میں حضورؑ دہلی دروازہ کے باہر میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے ایک نئے مکان میں مقیم ہوئے۔ یہاں قریباً چالیس آدمی بیعت میں داخل ہوئے جن میں امام و متولی مسجد چینیاں والی بھی شامل تھے۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد آپ پاپیادہ اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں فرمایا کہ رات کو کثرت سے یہ الہام ہوا ہے اریک برکات من کل طرف یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے برکتیں دکھاؤں گا۔

گاڑی کے آنے میں دیر تھی اس لئے پلیٹ فارم پر ہی آپؑ کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی۔ لوگ بکثرت زیارت کے واسطے آنے شروع ہوئے۔ بعض فوجی افسر بھی دہلی کے دربار سے واپس ہوتے ہوئے لاہور ٹھہرے تھے اور اسی ٹرین سے سفر کر رہے تھے حضورؑ کی خدمت میں آئے۔ ان سب کو ایک ایک نسخہ کتاب "مواہب الرحمٰن" کا دیا گیا۔ اسی اثناء میں گاڑی آئی اور حضورؑ سوار ہو گئے۔ جب تک گاڑی کھڑی رہی لوگ پروانوں کی طرح شوق زیارت میں آتے رہے۔

لاہور سے جہلم تک لاہور سے جہلم تک کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر اسٹیشن پر بڑا ہجوم ہوتا تھا اور اردگرد کے مختلف دیہات سے خلقت امڈی چلی آتی تھی۔

مولوی عبدالواحد خاں صاحب سیالکوٹی (حال کراچی) کا بیان ہے کہ "وزیر آباد میں... حضور علیہ السلام کی ٹرین ہمارے سامنے دوسرے پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ لوگوں کا ہجوم بہت تھا اور ٹرین کے ڈبے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر ہمیں مایوسی ہوئی کہ ہم لوگ شاید اس میں سوار نہ ہو سکیں گے لوگ کثرت سے حضورؑ کی زیارت کے لئے چلے آرہے ہیں۔ پلیٹ فارم پر ٹکٹ ٹکٹ کا شور مچ رہا

ہے۔ اتنے میں .... اسٹیشن ماسٹر صاحب تشریف لائے اور بکنگ کلرک پر ناراض ہوتے ہوئے بولے ٹکٹ بند کرو گیٹ کھول دو۔ لوگوں کو جانے دو۔ ہجوم میں مرزا صاحب کی زیارت کا جوش ہے۔ کھڑکی جلدی بند کرو خطرہ ہے کہ لوگ کھڑکی نہ توڑ دیں۔ گیٹ کے قریب ایک ادھیڑ عمر کی ہندو عورت کو کہتے سنا "بڑی دنیا درشن واسطے آئی ہے۔ پرماتما اوتار ہے۔ نیڑے نہیں جا سکدی دوروں ہی دیکھ لواں گی۔" حضور علیہ السلام کی زیارت کا لوگوں میں اس قدر جوش تھا کہ ہجوم نے ٹرین روک لی اور اسٹیشن ماسٹر نے بھی گاڑی لیٹ کر دی۔" [10]

یہ تو صرف وزیر آباد کی بات ہے ورنہ لاہور سے جہلم تک ہر اسٹیشن پر رجوع خلائق کا ایک نرالا رنگ نظر آتا تھا۔

جہلم میں آمد گاڑی دو بجے کے قریب جہلم پہنچی۔ جناب غلام حیدر خاں صاحب تحصیل دار جہلم نے (جو حفظ امن کے انتظام کے لئے متعین تھے) حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی اور نہایت عزت و احترام سے حضرت اقدسؑ کو بحفاظت تمام گاڑی سے اتارا۔ اور شائقین کی تڑپ دیکھ کر حضرت اقدسؑ سے درخواست کی کہ حضورؑ دو ایک منٹ کے لئے گاڑی کے دروازہ میں کھڑے ہو کر اپنے منور چہرہ کی زیارت کرا دیں۔ چنانچہ حضورؑ نے یہ درخواست قبول فرمالی اور زائرین حضورؑ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ ازاں بعد حضورؑ ایک گاڑی میں مجوزہ فرودگاہ (بنگلہ سردار ہری سنگھ صاحب رئیس جہلم) کو چلے۔ ایک انبوہ کثیر اس وقت حضورؑ کے ساتھ تھا اور جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہر طرف آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔ اس قدر مخلوق تھی کہ اژدھام اور بھیڑ میں حضورؑ کی گاڑی بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی خوشیوں کا اس دن کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آپ اس دن ضعیف العمری کے باوجود کمر کے ساتھ چادر باندھے گاڑی کے آگے یہ کہتے جا رہے تھے کہ "پیلی (چیونٹی) کے گھر نارائن (یعنی بروز خدا) آیا ہے۔" [11] تین بجے گاڑی بنگلہ کے سامنے آکر رکی اور حضرت اقدسؑ گاڑی سے اتر کر اندر بنگلے کے بڑے کمرہ میں ایک کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ باہر بہت سے لوگ زیارت کی غرض سے کھڑے تھے لہٰذا یہاں بھی حضورؑ سے عرض کیا گیا کہ لوگ حضورؑ انور کو دیکھنے کے لئے ترس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضورؑ کمرہ سے بنگلہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور آرام کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان دنوں مخالف علماء نے یہ خبر مشہور کر رکھی تھی کہ (معاذ اللہ) مرزا صاحب جذام کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ یہ بات چونکہ جہلم کے علاقہ میں بھی بکثرت پھیلائی گئی تھی اس لئے حضرت مولوی برہان الدین صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جوں ہی حضورؑ کرسی پر رونق افروز ہوئے انہوں نے حضرت اقدسؑ کی آستینیں اٹھا کر لوگوں کو بازو اور پاؤں

دکھائے اور کہا کہ دیکھ لو دشمن جھوٹ بولتا تھا کہ اس مقدس انسان کے ہاتھ اور پاؤں پر معاذ اللہ کسی بیماری کے نشان ہیں۔ ۱۱۲ المختصر حضورؑ پانچ منٹ کے بعد نیچے اترے ۱۱۳ اور ظہر و عصر کی نمازیں پڑھانے کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ مغرب و عشاء کی نماز کے بعد (جو مولوی سید محمد احسن نے جمع کرادی تھیں) کئی لوگوں نے بیعت کی۔ رات کو امرتسر' لاہور' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' وزیر آباد' گجرات' لالہ موسیٰ' کھاریاں' بھیرہ' کشمیر وغیرہ سے بہت سے دوست پہنچ گئے۔

اگلے روز (۱۷/ جنوری کو) دس بجے کے بعد ایک گاڑی میں بیٹھ کر حضرت اقدسؑ کچہری کو تشریف لے گئے۔ جو ہجوم کثیر خلقت کا گاڑی سے اترتے وقت آپؑ کے ہمراہ تھا اس سے زیادہ اب موجود تھا۔

حضرت اقدسؑ عدالت کے میدان میں

حضرت اقدسؑ کچہری میں پہنچ کر باہر میدان میں ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور خدام اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ دریوں پر بیٹھ گئے۔ حضورؑ اس وقت حضرت مولوی سید عبداللطیف صاحب سے فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک دوست نے عرض کیا کہ حضورؑ اردو میں تقریر فرمائیں جس پر حضورؑ نے اردو میں تقریر شروع فرمائی کہ مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں۔ مگر مہدی نے تو بہرحال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں۔ اگر میں شیعوں سے کہوں کہ میں تمہارا مہدی ہوں جو کچھ تمہاری روایات میں درج ہے وہ صحیح ہے۔ اور اس طرح سنیوں اور وہابیوں کو بھی کہوں تاکہ سب مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ ایک منافقت ہے۔ ان کو اتنا معلوم نہیں کہ مہدی کا نام حکم عدل ہے وہ تو سب فرقوں کا صحیح فیصلہ کرے گا جس کی غلطی ہوگی اس کو بتائے گا تب وہ سچا ہوگا۔ بس یہی وجہ ہے کہ سب فرقے ہمارے دشمن ہو گئے ہیں ورنہ ہم نے ان کا اور کیا قصور کیا ہے۔ ۱۱۴

جس شخص نے ایک ملزمانہ حیثیت میں ابھی کورٹ میں پیش ہونا ہے کیا اس کو دینی نصائح لوگوں کو باہر سنانا سوجھ سکتا ہے؟ مگر یہ خدا کا برگزیدہ اپنی اسی آن بان میں خدا کے پاک کلمات اس الٰہی مکتب کے طالب علموں کو سناتا رہا اور ان کو ترقی کے مراتب بتلاتا رہا۔

کچہری سے واپسی

اسی دوران میں معلوم ہوا کہ مقدمہ دو بجے پیش ہونا ہے اس لئے آپ کچہری سے واپس تشریف لائے۔ ہجوم اسی طرح ساتھ تھا۔ بنگلہ میں آکر حضورؑ نے ظہر و عصر کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر کچہری کی طرف روانہ ہوئے۔

دوبارہ کچہری میں

کچہری کے میدان میں آکر حضرت اقدسؑ کی گاڑی ٹھہری اور کثرت ہجوم کی وجہ سے حضرت اقدسؑ گاڑی میں ہی تشریف فرما رہے۔ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا۔ پولیس ڈنڈوں سے لوگوں کو پیچھے ہٹاتی تھی مگر وہ شوق و ذوق کے عالم میں آگے ہی آگے بڑھتے جاتے تھے۔

تین بجے کے قریب حضرت اقدسؑ نے عدالت میں قدم رکھا۔ عدالت کا کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا حتیٰ کہ جس پلیٹ فارم پر مجسٹریٹ کی کرسی تھی۔ اس پر بھی لوگ کھڑے تھے۔ حضرت اقدسؑ کرسی پر بیٹھے حضورؑ کے ساتھ ایک بیرسٹر اور چار وکلاء [۱۵] اور مستغیث (کرم دین صاحب) کی طرف سے تین وکلاء دو ہندو اور ایک مسلمان حاضر عدالت تھے۔ حضورؑ کے وکلاء نے سوال اٹھایا کہ قانون کی رو سے کیا مولوی کرم دین صاحب کو اس دعویٰ کے دائر کرنے کا استحقاق ہے؟ اور کیا یہ متوفی کے ان قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں جو اس قسم کا استغاثہ دائر کر سکتے ہیں۔ عدالت نے کرم دین صاحب کے بیانات لئے تو معلوم ہوا کہ مولوی کرم دین صاحب دراصل متوفی محمد حسن کے برادر نسبتی ہیں۔ اس پر حضورؑ کے وکلاء نے ثابت کیا کہ مسلمانوں میں بہنوئی کی وفات پر برادر نسبتی کا کوئی حصہ اس کے ترکہ میں سے نہیں رکھا گیا اور نہ رواج ہی نے برادر نسبتی کو کچھ دلایا ہے اس لئے کسی صورت میں یہ قریبی رشتہ داروں میں شمار نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے پرداروں کا سگے بھائی ہونا بھی ان کو ایک خاندان ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اور اس استدلال کی تائید میں بہت سے حوالہ جات قانونی فیصلے بھی دکھلائے۔ اور بحث کے آخر میں کہا کہ مستغیث کے وکلاء کو کوئی ایسی نظیر پیش کرنی چاہئے کہ کسی متوفی کے قریبی رشتہ داروں مثلاً بیوی' بچہ اور باپ کی موجودگی میں برادر نسبتی یا کسی اور دور کے رشتہ دار نے حق کا دعویٰ کیا ہو اور عدالت نے اسے صحیح تسلیم کر لیا ہو۔ مستغیث کے وکلاء نے اس کے جواب میں بہت ہاتھ پیر مارے اور کہا کہ عام زبان زد خلائق ہے کہ۔

ساری خدائی ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف

یہ ترمیم شدہ شعر سن کر حاضرین میں ایک فرمائشی قہقہہ پڑا۔ عدالتی کارروائی پانچ بجے تک جاری رہی بالآخر مجسٹریٹ نے ۱۹/ جنوری ۱۹۰۳ء کو فیصلہ کا دن مقرر کیا اور کہا کہ اب فریقین کو جہلم میں نہ ٹھہرنے کی ضرورت ہے نہ دوبارہ آنے کی۔ ان کے وکلاء کے سامنے ۱۹/ جنوری ۱۹۰۳ء کو فیصلہ سنا دیا جائے گا۔

حضرت اقدسؑ کی کچہری سے واپسی

حضرت اقدسؑ اجلاس ختم ہوتے ہی عدالت سے باہر تشریف لائے اور گاڑی میں سوار ہوئے۔ بنگلہ

پر پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع اور قصر کر کے پڑھی گئیں۔ اس کے بعد پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور لوگ جوق در جوق بیعت میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ مردوں کی بیعت ہو چکی۔ تو حضرت اقدسؑ اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں مستورات بیعت کے لئے آپؑ کی منتظر تھیں وہاں سے واپس تشریف لائے تو اور لوگ بیعت کے لئے موجود تھے۔ حضورؑ نے ان کی بھی بیعت لی۔ اگرچہ جہلم میں حضورؑ کی یہ آخری رات تھی اور صبح کو حضرت اقدسؑ کی روانگی تھی مگر اس رات بھی بہت سے اور احباب بغرض ملاقات پہنچ گئے۔

اگلے روز ۱۸/ء جنوری کو سورج کے طلوع کرتے ہی حضورؑ سے درخواست کی گئی کہ لوگ بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا جو کئی گھنٹے تک جاری رہا۔ ابھی بیعت کرنے والوں کی کثیر تعداد باقی تھی کہ عرض کیا گیا کہ مستورات بھی بیعت کے لئے جمع ہیں۔ چنانچہ حضورؑ اندر تشریف لے گئے اور بیعت لی۔ بعد ازاں پھر مردوں کی بیعت ہونے لگی۔ کچھ وقت بعد پھر درخواست پہنچی کہ چند مستورات آئی ہیں اور بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ دوبارہ زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔

جماعت احمدیہ جہلم کی طرف سے مہمانوں کی مہمان نوازی

اس مقدمہ کی تقریب کا پیدا ہونا جماعت احمدیہ جہلم کے لئے بڑی خوش نصیبی تھی۔ اور جیسے یہ مبارک موقعہ ان کو نصیب ہوا ویسے ہی انہوں نے اس کی قدر کی۔ باوجودیکہ بعض اوقات ایک ہزار کے قریب بھی مہمان دسترخوان پر آئے مگر ان کی مہمان نوازی بڑی فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی سے کی گئی۔ جماعت جہلم کو چار وقت دعوت کے انتظام کا موقعہ ملا جس میں انہوں نے مہمانوں کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

جہلم سے واپسی

پروگرام کے مطابق ۱۰ بجے کے بعد حضرت اقدسؑ بنگلہ سے روانہ ہوئے اور گیارہ بجے کے قریب گاڑی میں سوار ہوئے۔ لوگ پہلے کی طرح دیوانہ وار ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھیں۔ کچھ دیر کے بعد گاڑی روانہ ہوئی جہلم واپسی پر بھی حسب سابق ہر اسٹیشن پر بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ مرید کے اور کاموکے اسٹیشن کے درمیان حضورؑ کو الہام ہوا۔ اثرک اللّٰہ علی کل شی [۱۶] یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شے پر تجھے ترجیح دی۔ عصر کے بعد لاہور پہنچے۔ لاہور کے احمدی احباب استقبال کے لئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ حضورؑ گاڑی پر سوار ہو کر میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ اس موقعہ پر بھی کئی دوستوں نے بیعت کی۔ اگلے روز حضورؑ بذریعہ ریل لاہور سے بٹالہ پہنچے اور اپنے رفقاء سمیت بخیریت وارد قادیان

ہوئے۔

مقدمہ کا فیصلہ اور حضورؑ کی بریت

جہلم سے واپسی کے بعد عدالت نے حسب اعلان ۱۹/ جنوری ۱۹۰۳ء کو فیصلہ سناتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کو بری کر دیا اور مولوی کرم دین کے استغاثہ جات خارج کر دئے۔ فاضل مجسٹریٹ رائے سنسار چند نے اپنے فیصلہ میں تعزیرات ہند کی روشنی میں متعدد ایسی وجوہ تحریر کیں جن کی بناء پر مستغیث کو محمد حسن فیضی (متوفی) کی بیوہ، باپ اور اولاد کی موجودگی میں استغاثہ دائر کرنے کا قانوناً کوئی حق حاصل نہیں ہے خواہ وہ ان پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے۔ [۱۷] اس فیصلہ پر مولوی کرم دین صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ، حکیم فضل دین صاحب، مولوی عبداللہ صاحب اور ایڈیٹر الحکم کے خلاف سیشن جج بہادر جہلم کی عدالت میں نگرانی دائر کی جو خارج ہو گئی۔ [۱۸]

"اریک برکات من کل طرف" کا روح پرور نظارہ

الختصر اریک برکات من کل طرف کی عظیم الشان خوش خبری جو خدا تعالیٰ نے سفر جہلم کے آغاز میں دی تھی اس شان سے پوری ہوئی کہ اپنے اور بیگانے سبھی دنگ رہ گئے۔ اس سفر میں عوام کی طرف سے حضورؑ کی زیارت کے لئے جس عظیم جذبہ کا مظاہرہ کیا گیا وہ ملکی تاریخ میں فقید المثال تھا۔ چنانچہ ایک مخالف اخبار "پنجہ فولاد" نے لکھا۔

"۱۵۔ جنوری کو دوپہر کے بعد جہلم کی واپسی پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وزیر آباد پہنچے۔ باوجودیکہ نہ انہوں نے شہر میں آنا تھا اور نہ آنے کی کوئی اطلاع دی تھی اور صرف اسٹیشن پر ہی چند منٹوں کا قیام تھا پھر بھی ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر خلقت کا وہ ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ اگر سٹیشن ماسٹر صاحب جو نہایت خلیق اور ملنسار ہیں خاص طور پر اپنے حسن انتظامی سے کام نہ لیتے تو کچھ شک نہیں کہ اکثر آدمیوں کے کچلے جانے اور یقیناً کئی ایک کے کٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب کے دیکھنے کے لئے ہندو اور مسلمان یکساں شوق اور یکساں دلی کشش سے موجود تھے۔" [۱۹]

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس مبارک سفر کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔

"جب میں ۱۹۰۳ء میں کرم دین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم جا رہا تھا تو راہ میں مجھے الہام ہوا۔ اریک برکات من کل طرف یعنی میں ہر ایک پہلو سے تجھے برکات دکھلاؤں گا اور یہ الہام اسی وقت تمام جماعت کو سنا دیا گیا بلکہ اخبار الحکم میں درج کر کے شائع کیا گیا۔ اور یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہو گا کہ وہ میری ملاقات کے لئے آیا اور تمام سڑک پر آدمی تھے اور ایسے انکسار کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے

تھے۔ اور پھر ضلع کی کچہری کے اردگرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے۔ گیارہ سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دو سو عورت بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئی اور کرم دین کا مقدمہ جو میرے پر تھا خارج کیا گیا اور بہت سے لوگوں نے ارادت اور انکسار سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے۔ اور اس طرح ہم ہر ایک طرف سے برکتوں سے مالامال ہو کر قادیان میں واپس آئے اور خداتعالیٰ نے نہایت صفائی سے وہ پیش گوئی پوری فرمائی۔" [۲۰]

"راستہ میں لاہور سے آگے گوجرانوالہ اور وزیر آباد اور گجرات وغیرہ سٹیشنوں پر اس قدر لوگ ملاقات کے لئے آئے کہ سٹیشنوں پر انتظام رکھنا مشکل ہو گیا۔ ٹکٹ پلیٹ فارم ختم ہونے کی وجہ سے لوگ بلا ٹکٹ پلیٹ فارم پر چلے گئے۔ اور بعض مقامات پر گاڑی کو کثرت ہجوم کی وجہ سے زیادہ دیر تک ٹھہرایا گیا اور نہایت نرمی سے زائروں کو ملازمین ریل نے گاڑی سے علیحدہ کیا۔ بعض جگہ کچھ دیر تک لوگ گاڑی کو پکڑے ہوئے ساتھ چلے گئے۔ خوف تھا کہ کوئی آدمی نہ مرجاوے۔ ان واقعات کو مخالف اخباروں نے بھی مثل "پنجہ فولاد" کے شائع کیا تھا۔" [۲۱]

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی قادیان میں آمد

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے "اعجاز احمدی" میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دعوت دی تھی کہ وہ "تحقیق کے لئے قادیان میں آویں اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے.... اور ہم آمد و رفت کا خرچ بھی دیں گے اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہو گی تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا۔ اور ثبوت ہمارے ذمہ ہو گا" [۲۲] ساتھ ہی حضورؑ نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ وہ "قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق ان کے لئے موت ہو گی۔" [۲۳]

چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر آپؑ نے قبل از وقت دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۰/ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضور کو اطلاع تک دئے بغیر بٹالہ سے دو تین سپاہیوں کی معیت میں قادیان آئے اور آریہ سماج کے مندر میں ٹھہرے۔ [۲۴] حضرت اقدسؑ کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ براہ راست آپ کے پاس آنے کی بجائے آریہ سماج کے مندر ہی میں کیوں مقیم ہو گئے؟ چنانچہ حضورؑ نے ایک دوسرے موقعہ پر اس درد کا اظہار فرمایا کہ "میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آوے.... بلکہ وہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان پر اترا جو ہمارے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدہا گالیاں نکالتے تھے جن کے گندے رسالے اب تک موجود ہیں۔ ایک غیرت مند مومن کا کام نہیں کہ ایسے پلید گروہ دشمن اسلام کے گھر میں اترے.... وہ میرے دروازہ پر نہیں آیا میں اس کی خاطرداری کرتا بلکہ دشمنان اسلام اور دشمنان نبی کریمؐ کے دروازہ پر گیا۔" [۲۵]

مولوی ثناء اللہ صاحب کا خط

مغرب کے وقت ایک قاصد نے مولوی صاحب کا یہ رقعہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا کہ "خاکسار حسب دعوت آپ کے مندرجہ "اعجاز احمدی" صفحہ ۱۱ و ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے... اس لئے امید ہے کہ آپ میری تفہیم کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔" [۲۶]

قطع نظر اس امر کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا آریہ سماج مندر میں قیام کرنا خود یہ واضح کر رہا تھا کہ ان کو حضرت اقدسؑ سے کتنا ذاتی بغض و عناد ہے لیکن ان کی اس تحریر نے تو صاف واضح کر دیا کہ ان کا قادیان آنا حضورؑ کی دعوت کے قبول کرنے کے نتیجہ میں نہیں تھا کیوں کہ حضورؑ نے اپنی دعوت میں صاف طور پر دو باتیں لکھی تھیں۔ اول۔ مولوی صاحب موصوف تمام پیش گوئیوں کی تحقیق کے لئے قادیان آئیں (مناظرہ کے لئے نہیں کیوں کہ حضورؑ خود "انجام آتھم" میں اس سے ہمیشہ کے لئے دستکش ہونے کا اعلان کر چکے تھے) دوم۔ مولوی صاحب تحقیق سے قبل لکھ دیں کہ وہ منہاج نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب نے ان دو امور کی صریحاً خلاف ورزی کی اور وہ تحقیق کی بجائے مناظرہ کے لئے پہنچے جیسا کہ ان کے سیرت نگار نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "مولانا بھلا کب چوکنے والے تھے فوراً قادیان پہنچ گئے اور مرزا صاحب کو اطلاع بھجوا دی کہ بندہ حاضر ہے مناظرہ کے لئے میدان میں آیئے۔" [۲۷]

حضرت اقدسؑ کا جواب

ان حالات میں حضرت اقدسؑ کا مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کا جواب دینا اور ان کو مخاطب کرنا اصولاً یا اخلاقاً کسی طرح واجب نہیں تھا مگر باوجود اس غم کے جو مولوی صاحب کے آریہ سماج کے ہاں قیام کے باعث آپ کو پہنچا تھا حضورؑ نے دوسرے دن صبح ۱۱/ جنوری ۱۹۰۳ء کو جوابی خط لکھا۔

"میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اپنے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیوں کہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا سو وہ

طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہ اعتراض نہ کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت یونسؑ پر عائد ہوتا ہے اور اس حدیث اور قرآن کی پیش گوئیوں پر زد نہ پڑتی ہو۔ دوسری شرط یہ ہو گی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا... تیسری شرط یہ ہے کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ پیش کریں گے کیوں کہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے.... اور ہم ان دنوں میں بباعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے.... آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔" [۲۹]

مولوی ثناء اللہ صاحب کا تحقیق حق سے گریز

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس معقول طریق تحقیق کے جواب میں جو رقعہ لکھا اس میں انہوں نے حضورؑ کی پیش کردہ کوئی شرط بھی تسلیم نہ کی حتیٰ کہ یہ لکھ کر دینے سے بھی صریحاً گریز کیا کہ میں آپ کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے منہاج نبوت سے باہر نہیں جاؤں گا۔ دوسری طرف پھر مناظرہ کی طرح ڈالتے ہوئے لکھا کہ "میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤں گا اور ہر ایک گھنٹہ کے بعد تین سطریں پانچ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا۔" [۳۰]

اس رقعہ نے ان کی مناظرانہ روش بالکل واضح کر دی۔ اس لئے مولوی سید محمد احسن صاحب نے انہیں حضورؑ کی اجازت سے یہ جواب بھجوا دیا کہ "حضرت اقدس" "انجام آتھم" میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب رقعہ میں قسم کھا چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے خلاف معاہدہ الہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں؟ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ کل قادیان کے اہل الرائے وغیرہ مجتمع ہوں۔" [۳۱]

مولوی صاحب کی قادیان سے واپسی اور پراپیگنڈا

مولوی ثناء اللہ صاحب اس معقول جواب پر قادیان سے چلے گئے اور "فتح قادیان" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں لکھا کہ مرزا صاحب نے خود ہی

دعوت مناظرہ دی تھی اور خود ہی الہام کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے پمفلٹ میں "اعجاز احمدی" (صفحہ ۱۱، ۲۳) کے اقتباس بھی شامل کئے مگر وہ تمام فقرات جن میں دعوت کی شرائط یعنی تحقیق حق اور منہاج نبوت کا ذکر تھا۔ عمداً حذف کر دئے [۲۲] اور ثابت کر دیا کہ ان کا جانا تحقیق حق کی خاطر نہیں تھا اور یہ کہ ان کو "منہاج نبوت" کے پیش نظر حضور کی کسی پیش گوئی پر اعتراض کرنے کی جرات نہیں ہو سکی۔"

روسی حکومت کا عصا ملنے کی بذریعہ رؤیا اطلاع

۲۲۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ خواب اطلاع دی کہ مستقبل میں روسی حکومت کا عصا آپ کی جماعت کو دیا جانا مقدر ہے۔ حضور نے اس رؤیا کی تفصیل بایں الفاظ بیان فرمائی۔

"دیکھتا ہوں کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں ہے اور ایک عجیب سیاہ رنگ کا ہے جیسے انگریزی کارخانوں میں روغنی چیزیں بہت عمدہ اور نفیس بنا کرتی ہیں اور یہ حصہ اس کا لوہے کا ہے۔ اس سونٹے میں ایک یا دو نالی بندوق کی بھی ہیں لیکن اس ترکیب سے بنی ہوئی ہیں کہ سونٹے میں مخفی ہیں اور جب چاہو تو اس سے کام بھی لے سکتے ہیں۔" [۲۳]

"پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بو علی سینا کے وقت میں تھا اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بو علی سینا بھی پاس ہی کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے میں نے ایک شیر کو بھی شکار کیا۔" [۲۴]

یہ عظیم پیش گوئیاں کب اور کس شکل میں پوری ہونے والی ہیں؟ یہ خدا کے علم میں ہے۔ حال کا مورخ اس بارہ میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ع

ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی ولادت

۲۸۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو ۴ بجے صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام امتہ النصیر رکھا گیا۔

ولادت سے قبل الہام

صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی ولادت سے قبل حضور کو الہام ہوا کہ "غاسق اللہ" جس کے معنی یہ تھے کہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ زندہ نہ رہے گا۔ یہ متوحش الہام آپ کو صاحبزادی کے پیدا ہونے سے قریباً چار گھنٹے پیشتر بوقت بارہ ایک بجے شب ہوا جس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اٹھ کر مولوی محمد احسن صاحب امروہی

کی کوٹھری میں تشریف لے گئے۔ دروازہ بند تھا۔ حضورؑ نے دستک دی۔ مولوی صاحب نے لاعلمی سے پوچھا کون ہے؟ حضرت اقدسؑ نے جواب دیا غلام احمد۔ مولوی محمد احسن صاحب نے دروازہ کھولا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مجھے ایک کشفی صورت میں خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ میرے گھر سے (یعنی حضرت ام المومنینؓ) کہتی ہیں کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میری تجہیز و تکفین آپ خود اپنے ہاتھ سے کرنا۔ اس کے بعد مجھے ایک بڑا منذر الہام ہوا غاسق اللہ۔ مجھے اس کے معنی یہ معلوم ہوئے ہیں کہ جو بچہ میرے ہاں پیدا ہونے والا ہے وہ زندہ نہ رہے گا اس لئے آپ دعا میں مشغول ہوں اور باقی احباب کو بھی اس کی تحریک کریں۔ [۲۵]

وفات

اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کے طفیل حضرت ام المومنینؓ کو اس مصیبت کی گھڑی سے نجات بخشی مگر صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی موت سے متعلق خدا کا نوشتہ پورا ہوا اور صاحبزادی صاحبہ ۳۔ دسمبر ۱۹۰۳ء کو انتقال فرما گئیں [۲۶] اور اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کی گئیں۔ مولوی شیر علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کو قبرستان میں دفنانے کے لئے لے گئے اور خود اسے اٹھا کر قبر کے پاس لے گئے۔ کسی نے آگے بڑھ کر حضورؑ سے لڑکی کو لینا چاہا مگر حضورؑ نے فرمایا میں خود لے جاؤں گا۔ [۲۷]

حواشی

۱۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱ (ترجمہ) از حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۱۵
۲۔ ملخصاً از تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۶۵۔ ۶۶
۳۔ ملاحظہ ہو "مصدقہ مسل مقدمہ"
۴۔ مفصل بیان کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۷ / فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۱۔ ۲
۵۔ بحوالہ الحکم ۳۱۔ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۱
۶۔ البدر ۲۳۔ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳ کالم ۲
۷۔ سفر جہلم کے اکثر حالات کے لئے ملاحظہ ہو البدر ۲۳' ۳۰۔ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۔ ۱۳ و البدر ۶۔ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۰۔ ۲۱ و اخبار الحکم ۲۴ / جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۶۹۔ ۷۰' روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۹ صفحہ ۱۸۳ و جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۷
۸۔ الحکم ۷ / مئی ۱۹۳۵ء و تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳
۹۔ روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۹ صفحہ ۱۸۱۔ ۱۸۲
۱۰۔ مسودہ سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ از رسالہ "خالد" جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۹
۱۱۔ سوانح حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی (غیر مطبوعہ) صفحہ ۲۹ از مولوی عبد المغنی صاحب جہلمی
۱۲۔ سوانح حیات حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی (غیر مطبوعہ) صفحہ ۵۹ (از مولوی عبد المغنی صاحب جہلمی)
۱۳۔ کہتے ہیں کہ ان زائرین میں ایک بوڑھا سکھ بھی تھا جو زور زور سے منادی کر رہا تھا کہ نبیوں کا اوتار آج جہلم میں موجود ہے لوگو اس کی زیارت کر لو۔ یہ مبارک وقت خدا نے تم کو دیا ہے روایت صحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ (غیر مطبوعہ) (روایات ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب متوطن موضع ونجیڑی ریاست جموں)
۱۴۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۶۹۔ ۱۷۰
۱۵۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مسٹر آرٹیل بیرسٹرایٹ لاء لاہور۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے' ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر پشاور۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر ضلع گورداسپور۔ شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد۔ میاں عزیز الدین صاحب امرتسری۔ (البدر ۲۳' ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ کالم ۱)
۱۶۔ البدر ۳۰ / ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ کالم ۱
۱۷۔ فیصلہ کی مکمل نقل اخبار الحکم ۷ / فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۔ ۱۲ میں شائع شدہ ہے۔
۱۸۔ الحکم ۳۱ / مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴ کالم ۲
۱۹۔ بحوالہ الحکم ۳۱ / جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۳
۲۰۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۵۲
۲۱۔ حقیقتہ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۵۲
۲۲۔ اعجاز احمدی صفحہ ۲۳
۲۳۔ اعجاز احمدی صفحہ ۳
۲۴۔ الحکم ۱۷ / جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶ کالم ۱
۲۵۔ شکارپور (سندھ) سے ایک شخص مسمی عبد القادر بیدل نے چند سوالات کئے تھے جن کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے یہ لکھا تھا (اخبار بدر ۲۲۔ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲)
۲۶۔ البدر ۱۶۔ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۹' ۱۰۰ و الحکم ۷ / فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷

۲۷۔ "سیرت ثنائی" صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷ (از مولوی عبد المجید صاحب سوہدری)

۲۸۔ مراد "مواہب الرحمٰن" (مؤلف)

۲۹۔ الحکم ۷/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۶، ۷۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۰۹۔۱۱۶ میں حضورؑ نے اس خط کا عربی ترجمہ بھی شائع فرمادیا۔

۳۰۔ الحکم ۷/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۔۸

۳۱۔ الحکم ۷/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷، ۸

۳۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الحکم" ۳۱/ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴۔۱۵

۳۳۔ البدر ۶/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳

۳۴۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم ۳

۳۵۔ الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم ۲، البدر ۳۰/ ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹، الحکم ۷/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ کالم ۲۔۳

۳۶۔ غیر معمولی پرچہ الحکم ۳/ دسمبر ۱۹۰۳ء

۳۷۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۲۲ (طبع دوم)

مولوی کرم دین صاحب کا دوسرا طویل مقدمہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے گورداسپور کی طرف

متعدد سفر اور

ہائی کورٹ میں بریت

مولوی کرم دین صاحب کا دوسرا مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی

حضرت مسیح موعودؑ کے سفر گورداسپور اور چیف کورٹ میں بریت

مولوی کرم دین صاحب کو جب اپنے پہلے مقدمہ میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حکیم فضل دین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان کے خلاف ۲۸/ جنوری ۱۹۰۳ء کو دوسرا فوجداری مقدمہ زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند رائے سنسار چند صاحب مجسٹریٹ جہلم ہی کی عدالت میں دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ "مواہب الرحمٰن" صفحہ ۱۲۹ کے ان الفاظ کی بناء پر تھا جس میں ان کے لئے کذاب، لئیم اور بہتان عظیم کے لفظ استعمال کئے گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے عدالت میں بیان دیا کہ ۱۷/ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے کتاب مواہب الرحمٰن جو اس کی اپنی تصنیف ہے۔ اور جو ۱۴/ جنوری ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۲ (مراد حکیم فضل دین صاحب۔ ناقل) کے مطبع ضیاء الاسلام میں چھپی تھی اس کے صفحہ ۱۲۹ پر ہتک آمیز الفاظ میری بابت درج کئے... اس عبارت میں جو کذاب مہین کا لفظ لکھا گیا ہے وہ قرآن شریف میں ایک خاص کافر ولید بن مغیرہ کی نسبت لکھا گیا ہے اور اس لفظ کے کہنے سے مجھ کو گویا اس کافر سے تشبیہ دی گئی ہے۔"[1]

حضرت مسیح موعودؑ کا پرشوکت اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اس کی اطلاع ۳۱/ جنوری ۱۹۰۳ء کو پہنچی تو حضورؑ نے فرمایا "اب یہ ان لوگوں کی طرف سے ابتداء ہے۔ کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ ان کے مقابلہ میں کیا کیا تدابیر اختیار کرے گا۔ یہ استغاثہ ہم پر نہیں اللہ تعالیٰ پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مقدمات کر کے تھکانا چاہتے ہیں... میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا زور آور حملوں سے سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس وقت یہ پورے زور لگائیں گے تاکہ قتل کے مقدمہ کی حسرتیں نہ رہ جائیں کہ کیوں چھوٹ گیا۔ یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے جو خدا کی طرف سے میں پیش کرتا ہوں۔ مگر وہ دیکھ لیں گے کہ اکراما

عجیبا کیسے ہوتا ہے۔ [۳]

انجام مقدمات کی نسبت قبل از وقت بشارات اور پیش گوئی

مقدمہ ابھی بالکل ابتدائی مرحلے میں ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس کے انجام کی بابت بھی اطلاع دینا شروع کر دی۔ چنانچہ ابتداء ۲۸/ جنوری ۱۹۰۳ء کی شام کو الہام ہوا۔ "ان اللہ مع عبادہ یواسیک " [۳] یعنی خدا اپنے بندوں کے ساتھ ہے وہ تیری غم خواری کرے گا۔ ۲۹/ جنوری کی صبح کو الہام ہوا۔ "ساکرمک اکراما عجیبا" یعنی شاندار رنگ میں تیری عزت قائم کی جائے گی۔ [۴] ۱۷/ فروری ۱۹۰۳ء کو الہام ہوا۔ "یَوْمُ الْاَثْنَیْنِ وَ فَتْحُ الْحُنَیْنِ " [۵] (روز دوشنبہ اور حنین والی فتح) اس کے چھ ماہ بعد ۱۸/ اگست ۱۹۰۳ء کو پھر الہام ہوا۔ "ساکرمک بعد توھینک " [۶] یعنی تیری اہانت کے بعد تجھے عزت عطا کی جائے گی۔ ۲۸/ جون ۱۹۰۳ء کو درمیانی رات کو الہام ہوا "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ فِیْہِ اٰیَاتٌ لِّلسَّائِلِیْنَ۔" [۷] کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہو گا اور اس کو فتح اور نصرت نصیب کرے گا جو پرہیز گار ہے اور خدا سے ڈر کر اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتا ہے اور بنی نوع کا وہ سچا خیر خواہ ہے۔ سو انجام کار ان کے حق میں فیصلہ ہو گا۔ تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے ان کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی ایک نشان ظاہر ہوں گے۔

ان الہاموں اور پیش گوئیوں میں یہ بتایا گیا تھا کہ اول اس مقدمہ میں ایک ابتلاء پیش آئے گا یعنی اول عدالت کا فیصلہ آپ کے حق میں نہ ہو گا مگر انجام کار ایسے غیر معمولی حالات پیدا ہوں گے کہ آپ کی عزت ظاہر کی جائے گی مگر مخالف کی بے عزتی ہو گی۔

مقدمہ کی سماعت

مولوی کرم دین صاحب نے ۲۶/ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدسؑ اور حکیم فضل الدین صاحب کے خلاف جہلم میں استغاثہ دائر کیا تھا جو ۲۹/ جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہو کر گورداسپور میں ایک کٹر اور متعصب آریہ لالہ چندولال صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں آگیا۔ [۸] جہاں دوسرے تین مقدمات بنام مولوی کرم دین چل رہے تھے۔ [۹] ۱۸/ اگست ۱۹۰۳ء کو گورداسپور میں اس مقدمہ کی پیشی ہوئی۔ خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے حضرت اقدسؑ کی طرف سے یہ درخواست پیش کی کہ عدالت گورداسپور (حضرت) مرزا صاحب کی اصالتاً حاضری کو معاف فرمائے [۱۰] مگر یہ درخواست رد کر دی گئی۔

۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو مولوی کرم دین صاحب نے بیان دیا کہ میں اعوان قوم کا ممتاز فرد ہوں جو

حضرت علیؓ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے علوی کہلاتا ہے۔ اسلامی انجمنوں کے سالانہ جلسوں میں مجھے مدعو کیا جاتا ہے۔ مقامی حکام مجھ کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سرکاری طور پر جو جلسے کئے جاتے ہیں اول میں بلایا جاتا ہوں۔ بہ نظر اس عزت کے جو پبلک کے دلوں میں میری نسبت ہے فقرہ جات استغاثہ میں میری سخت بے عزتی ہوئی ہے۔ [۱۱]

۱۲/ نومبر سے ۱۶/ نومبر ۱۹۰۳ء تک پھر اس مقدمہ کی سماعت ہوئی جس میں مولوی کرم دین صاحب نے تتمہ بیان کے علاوہ جرح کے جواب میں بھی متعدد بیان دیئے جن میں عدالت کو بتایا کہ میں چار مسجدوں کا امام ہوں۔ فیصلوں کی یادداشت کے لئے سرکاری طور پر مجھے رجسٹر ملا ہوا ہے۔ ایک قصیدہ میں نے سرکاری جلسہ میں بھی پڑھا تھا جس پر انعام ملا۔ اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کی تعلیم پائی مگر امتحان میں شامل نہ ہوا اور نہ سند حاصل کی۔ ۶/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار سراج الاخبار میں جو مضمون چھپا ہے وہ میرا نہیں ہے۔ میں نے کوئی خط حکیم فضل دین صاحب کو نہیں لکھا نہ لکھوایا۔ نہ میں نے شہاب الدین کو کوئی اطلاع دی کہ پیر صاحب نے فیضی صاحب کی کتاب سیف چشتیائی سرقہ کی ہے۔ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار میں جو نوٹوں کی نقل اور خط و کتابت اور خام نویس سے لکھائے جانے کی بابت لکھا ہے وہ جھوٹ ہے۔ انگریزوں کی ملاقاتوں میں مجھ کو کرسی ملتی ہے۔ رسم تاج پوشی کے دہلی کے دربار میں مجھے بلایا گیا۔" [۱۲] نیز بجواب جرح کہا۔ میں دروغ گو عالم کی عزت کروں گا اور اگر وہ معزز ہے۔ دروغ گوئی موجب نفی عزت نہیں۔ اگر وہ عادی جھوٹا ہو تو اس کی عالمانہ حیثیت میں کسی قدر فرق آجاتا ہے۔ [۱۳]

ان ہی ایام میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بطور گواہ استغاثہ پیش ہوئے اور بیان دیا کہ میں مستغیث کو عالم مولوی اور مسلمانوں کا لیڈر سمجھتا ہوں لئیم سخت تحقیر کا کلمہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے بعد مولوی محمد علی صاحب کی گواہی ہوئی جس میں انہوں نے مختلف لغات اور تراجم قرآن سے کذاب اور لئیم کے معنی واضح کئے۔ [۱۴]

۱۶/ دسمبر کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مستغیث مولوی کرم دین صاحب پر جرح کے وقت اپنے مخصوص عقائد کی ایک فہرست عدالت میں داخل فرمائی [۱۵] جس میں حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ۔

"میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود اور امام الزماں اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔" نیز لکھا کہ "مسیح موعودؑ اس امت کے تمام گزشتہ اولیاء سے افضل ہیں۔"

حضرت مسیح موعودؑ کا سفر گورداسپور

۱۳ / جنوری ۱۹۰۴ء کی پیشی کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۲ / جنوری ۱۹۰۴ء کو قادیان سے بٹالہ کے راستہ سے گورداسپور کو روانہ ہوئے اور قریباً ساڑھے تین بجے کے قریب گورداسپور پہنچے۔ رات کو بہت سے احباب مختلف مقامات سے حاضر ہو گئے۔ اس دن خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے ایک تحریری بیان پیش کیا جو چھپا ہوا تھا۔ مجسٹریٹ صاحب نے زبانی تسلیم کیا تھا کہ تحریری بیان دے دیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے پہلے تو یہ بیان اپنے اقرار کے مطابق لے لیا لیکن پھر انہوں نے اس کا شامل مسل ہونا نامنظور کر دیا۔ [۱۶]

۱۴ / جنوری ۱۹۰۴ء کو حضورؑ عدالت میں تشریف نہ لے جا سکے اور ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ پر آپ کو حاضری عدالت سے ایک ماہ کی اجازت ملی اور حضورؑ اسی روز شام کو بذریعہ ریل بٹالہ آئے۔ رات یہیں قیام فرمایا اور دوسرے دن (۱۵ / جنوری ۱۹۰۴ء کو) قریباً دس بجے روانہ ہو کر قادیان تشریف لے آئے۔ [۱۷]

انتقال مقدمہ کے لئے درخواست اور نامنظوری اور مقدمہ کا نازک ترین دور

مجسٹریٹ صاحب اب تک ہر مرحلہ پر جو اپنی جانب دارانہ بلکہ مخالفانہ روش کا مظاہرہ کرتے آ رہے تھے اس کی بناء پر ۴۔ فروری ۱۹۰۴ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور کی عدالت میں انتقال مقدمہ کی درخواست کی گئی [۱۸] جو ۱۲ / فروری ۱۹۰۴ء کو رد کر دی گئی۔ [۱۹] اس پر چیف کورٹ کی طرف رجوع کیا گیا۔ پیشی کے لئے ۲۲ / فروری ۱۹۰۴ء کا دن مقرر ہوا۔ گو ابھی چیف کورٹ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے درخواست انتقال کی نامنظوری سے ہی مقدمہ نے انتہائی نازک صورت اختیار کر لی کیوں کہ مقدمہ پھر لالہ چندولال صاحب ہی کی عدالت میں زیر سماعت آ گیا اور وہ کھلم کھلا دشمنی پر اتر آئے۔ اور اس کا اثر تھا کہ یکایک گورداسپور کا ماحول حضرت مسیح موعودؑ اور حضورؑ کے خدام کے خلاف خطرناک مخالفت کی آماجگاہ بن گیا اور اب اس میں برملا مختلف متوحش افواہیں پھیل گئیں۔ [۲۰]

حضرت مسیح موعودؑ کو قید کرنے کا منصوبہ اور اس میں ناکامی

یہ افواہیں بے وجہ نہیں تھیں بلکہ لالہ چندولال صاحب فی الحقیقت یہ منصوبہ کر چکے تھے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواہ ایک دن کے لئے سہی ضرور نظر بند کر دیا جائے مگر خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے کچھ ایسے سامان پیدا ہوئے کہ مجسٹریٹ صاحب کی یہ ناپاک سازش ناکام ہو گئی۔ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کا بیان ہے۔

"جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین صاحب کے ساتھ مقدمہ تھا اور مجسٹریٹ نے تاریخ دی ہوئی تھی اور حضرت صاحب قادیان میں آئے ہوئے تھے حضورؑ نے تاریخ سے دو روز پہلے مجھے گورداسپور بھیجا کہ میں جاکر وہاں بعض حوالے نکال کر تیار رکھوں... جب ہم گورداسپور مکان پر آئے تو نیچے سے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب مرحوم کو آواز دی گئی کہ وہ نیچے آویں اور دروازہ کھولیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس وقت مکان میں اوپر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے آواز دینے پر ڈاکٹر صاحب نے بے تاب ہو کر رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ ہم نے کئی آوازیں دیں مگر وہ اسی طرح روتے رہے۔ آخری تھوڑی دیر کے بعد وہ آنسو پونچھتے ہوئے نیچے آئے۔ ہم نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس محمد حسین منشی آیا تھا.... محمد حسین مذکور گورداسپور میں کسی کچہری میں محرر یا پیش کار تھا اور سلسلہ کا سخت مخالف تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے ملنے والوں میں سے تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ محمد حسین منشی آیا اور اس نے مجھے کہا کہ آج کل یہاں آریوں کا جلسہ ہوا ہے۔ بعض آریہ اپنے دوستوں کو بھی جلسہ میں لے گئے تھے چنانچہ اس طرح میں بھی وہاں چلا گیا جلسہ کی عام کارروائی کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اب جلسہ کی کارروائی ہو چکی ہے اب لوگ چلے جائیں کچھ ہم نے پرائیویٹ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ سب غیر لوگ اٹھ گئے۔ میں بھی جانے لگا مگر میرے آریہ دوست نے کہا کہ اکٹھے چلیں گے آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ جاویں یا باہر انتظار کریں۔ چنانچہ میں وہاں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر ان آریوں میں سے ایک شخص اٹھا اور مجسٹریٹ کو مرزا صاحب کا نام لے کر کہنے لگا کہ یہ شخص ہمارا سخت دشمن اور ہمارے لیڈر لیکھرام کا قاتل ہے اب وہ آپ کے ہاتھ میں شکار ہے اور ساری قوم کی نظر آپ کی طرف ہے۔ اگر آپ نے شکار کو ہاتھ سے جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے۔ اور اس قسم کی جوش دلانے کی باتیں کیں۔ مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ میرا تو پہلے سے خیال ہے کہ ہو سکے تو نہ صرف مرزا کو بلکہ اس مقدمہ میں جتنے بھی اس کے ساتھی اور گواہ ہیں سب کو جہنم میں پہنچا دوں مگر کیا کیا جاوے کہ مقدمہ ایسی ہوشیاری سے چلایا جا رہا ہے کہ کوئی ہاتھ ڈالنے کی جگہ نہیں ملتی۔ لیکن اب عہد کرتا ہوں کہ خواہ کچھ ہو اس پہلی پیشی میں ہی عدالتی کارروائی عمل میں لے آؤں گا.... ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ محمد حسین مجھ سے کہتا تھا کہ آپ یہ نہیں سمجھے ہوں گے کہ عدالتی کارروائی سے کیا مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجسٹریٹ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ شروع یا دوران مقدمہ میں جب چاہے ملزم کو بغیر ضمانت قبول کئے گرفتار کر کے حوالات میں دے دے۔ محمد حسین نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ جانتے ہیں کہ میں اس سلسلہ کا سخت مخالف ہوں مگر مجھ میں یہ بات ہے کہ میں کسی معزز خاندان کو ذلیل و برباد ہوتے خصوصاً ہندوؤں کے ہاتھوں سے ذلیل ہوتے

نہیں دیکھ سکتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کا خاندان ضلع میں سب سے زیادہ معزز ہے۔ پس میں نے آپ کو یہ خبر پہنچادی ہے کہ آپ اس کا کوئی انتظام کرلیں۔ اور میرے خیال میں دو تجویزیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ چیف کورٹ لاہور میں یہاں سے مقدمہ تبدیل کرانے کی کوشش کی جاوے۔ اور دوسرے یہ کہ خواہ کسی طرح ہو مگر مرزا صاحب اس آئندہ پیشی میں حاضر عدالت نہ ہوں اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کردیں۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا تو ہم سب بھی خوف زدہ ہو گئے اور فیصلہ کیا کہ اسی وقت قادیان کوئی آدمی روانہ کردیا جاوے جو حضرت صاحب کو یہ واقعات سنادے۔ رات ہو چکی تھی ہم نے یکہ تلاش کیا اور گو کئی یکے موجود تھے مگر مخالفت کا اتنا جوش تھا کہ کوئی یکہ نہ ملتا تھا۔ ہم نے چار گنے کرایہ دینا کیا مگر کوئی یکہ والا راضی نہ ہوا۔ آخر ہم نے شیخ حامد علی اور عبدالرحیم باورچی اور ایک تیسرے شخص کو قادیان پیدل روانہ کیا۔ وہ صبح کی نماز کے وقت قادیان پہنچے اور حضرت صاحب سے مختصراً عرض کیا۔ حضورؑ نے بے پروائی سے فرمایا۔ خیر ہم بٹالہ چلتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب لاہور سے آتے ہوئے وہاں ہم کو ملیں گے ان سے ذکر کریں گے اور وہاں پتہ لگ جائے گا کہ تبدیلی مقدمہ کے متعلق ان کی کوشش کا کیا نتیجہ ہوا۔ چنانچہ اسی دن حضورؑ بٹالہ آگئے۔ گاڑی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب بھی مل گئے۔ انہوں نے خبر دی کہ تبدیلی مقدمہ کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ پھر حضرت صاحب گورداسپور چلے آئے اور رستہ میں خواجہ صاحب اور مولوی صاحب کو اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں دی جب آپ گورداسپور پہنچے تو حسب عادت الگ کمرے میں چارپائی پر جالیٹے۔ مگر اس وقت ہمارے بدن کے رونگٹے کھڑے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ حضورؑ نے تھوڑی دیر کے بعد مجھے بلایا۔ میں گیا۔ اس وقت حضرت صاحب نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے ملا کر اپنے سر کے نیچے دئے ہوئے تھے اور چت لیٹے ہوئے تھے۔ میرے جانے پر ایک پہلو پر ہو کر کہنی کے بل اپنی ہتھیلی پر سر کا سہارا دے کر لیٹ گئے اور مجھ سے فرمایا۔ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ سارا واقعہ سنوں کہ کیا ہے۔ اس وقت کمرے میں کوئی اور آدمی نہیں تھا صرف دروازے پر میاں شادی خاں کھڑے تھے۔ میں نے سارا واقعہ سنایا کہ کس طرح ہم نے یہاں آکر ڈاکٹر اسمٰعیل خاں صاحب کو روتے ہوئے پایا۔ پھر کس طرح ڈاکٹر صاحب نے منشی محمد حسین کے آنے کا واقعہ سنایا اور پھر محمد حسین نے کیا واقعہ سنایا۔ حضورؑ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب میں شکار کے لفظ پر پہنچا تو یکلخت حضرت صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔ میں اس کا شکار ہوں! میں شکار نہیں ہوں! میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔ یہ الفاظ

کہتے ہوئے آپ کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ کمرے کے باہر بھی سب لوگ چونک اٹھے اور حیرت کے ساتھ ادھر متوجہ ہو گئے مگر کمرے کے اندر کوئی نہیں آیا۔ حضورؑ نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دہرائے۔ اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکتی تھیں اور چہرہ اتنا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں کیا کروں میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔ پھر آپ محبت الٰہی پر تقریر فرمانے لگے اور تقریباً نصف گھنٹہ تک جوش کے ساتھ بولتے رہے لیکن پھر یکلخت بولتے بولتے آپ کو ابکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خالص خون کی تھی جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ بہنے والا تھا۔ حضرت نے قے سے سر اٹھا کر رومال سے اپنا منہ پونچھا اور آنکھیں بھی پونچھیں جو قے کی وجہ سے پانی لے آئیں تھیں۔ مگر آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قے میں کیا نکلا ہے کیوں کہ آپ نے یکلخت جھک کر قے کی اور پھر سر اٹھا لیا۔ مگر میں اس کے دیکھنے کے لئے جھکا تو حضورؑ نے فرمایا۔ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضورؑ قے میں خون نکلا ہے۔ تب حضورؑ نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے لوگ بھی کمرے میں آگئے اور ڈاکٹر [۲۱] کو بلوایا۔ ڈاکٹر انگریز تھا وہ آیا اور قے دیکھ کر خواجہ صاحب کے ساتھ انگریزی میں باتیں کرتا رہا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بڑھاپے کی عمر میں اس طرح خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہ آرام کیوں نہیں کرتے؟ خواجہ صاحب نے کہا آرام کس طرح کریں مجسٹریٹ صاحب قریب قریب کی پیشیاں ڈال کر تنگ کرتے ہیں حالانکہ معمولی مقدمہ ہے جو یوں ہی طے ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا اس وقت آرام ضروری ہے میں سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ کتنے عرصہ کے لئے سرٹیفکیٹ چاہیئے پھر خود ہی کہنے لگا۔ میرے خیال میں دو مہینے آرام کرنا چاہئے۔ خواجہ صاحب نے کہا فی الحال ایک مہینہ کافی ہو گا۔ اس نے فوراً ایک مہینہ کے لئے سرٹیفکیٹ لکھ دیا اور لکھا کہ اس عرصہ میں ان کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے واپسی کا حکم دیا۔ مگر ہم سب ڈرتے تھے کہ اب کہیں کوئی نیا مقدمہ نہ شروع ہو جائے۔ کیوں کہ دوسرے [۲۲] دن پیشی تھی اور حضورؑ گورداسپور آکر بغیر عدالت کی اجازت کے واپس جا رہے تھے۔ مگر حضرت صاحب کے چہرہ پر بالکل اطمینان تھا۔ چنانچہ ہم سب قادیان چلے آئے۔ بعد میں ہم نے سنا کہ مجسٹریٹ نے سرٹیفکیٹ پر جرح کی اور بہت تلملایا اور ڈاکٹر کو شہادت کے لئے بلوایا۔ مگر اس انگریز ڈاکٹر نے کہا میرا سرٹیفکیٹ بالکل درست ہے اور میں اپنے فن کا ماہر ہوں۔ اس پر میرے فن کی رو سے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور

میرا سرٹیفکیٹ تمام اعلیٰ عدالتوں تک چلتا ہے۔ مجسٹریٹ بڑ بڑاتا رہا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ [۲۳]"

چیف کورٹ میں درخواست مسترد

چیف کورٹ میں انتقال مقدمہ کی جو درخواست دی گئی تھی اس کی پیشی ۲۲/ فروری ۱۹۰۴ء کو تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے مسٹر آر ٹیل بیرسٹر نے وجوہات انتقال پیش کئے لیکن چیف کورٹ نے ان کو ناکافی جان کر درخواست مسترد کر دی۔ [۲۴]

مقدمہ پھر سے لالہ چندولال کی عدالت میں

اب مقدمہ پھر سے لالہ چندو لال کی عدالت میں آگیا۔ ۲۴/ فروری ۱۹۰۴ء کو خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے بطور وکیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخطوں سے ایک بیان عدالت میں پیش کیا جس میں مقدمہ کے واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا تھا کہ اصول اسلام کے مطابق اس معاملہ کا ایک اور بھی پہلو ہے اور وہ یہ کہ جو شخص کسی مدعی نبوت اور رسالت کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ کذاب ہے۔ یہ بات شہادت استغاثہ میں تسلیم کی گئی ہے۔ اب مستغیث نہایت اچھی طرح جانتا ہے کہ ملزم (یعنی حضرت مرزا صاحبؑ) نے اس حیثیت یعنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور باوجود اس کے مستغیث نے اس کی تکذیب کی ہے۔ پس مذہب اسلام کی اصطلاح کی رو سے بھی مستغیث کذاب ہے۔ (ترجمہ) [۲۵]

۸/ مارچ ۱۹۰۴ء کو خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی چار گھنٹے کی تقریر میں مستغیث کے اپنے بیانات اور گواہوں کے بیانات سے استنباط کر کے ثابت کیا کہ یہ مقدمہ سرے سے ہمارے خلاف چل ہی نہیں سکتا۔ ابھی تقریر باقی تھی کہ عدالت برخواست ہو گئی لہٰذا ۹/ مارچ کو خواجہ صاحب نے اپنی تقریر ختم کی۔ [۲۶]

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اور مجسٹریٹ کا ناروا رویہ

۱۴/ مارچ کو بھی مقدمہ کی پیشی تھی مگر ۱۳/ مارچ ۱۹۰۴ء کو (کیپٹن پی ایس سی مور) سول سرجن صاحب گورداسپور قادیان آئے اور انہوں نے حضرت اقدسؑ کی عام حالت صحت کے لحاظ سے چھ ہفتہ تک سفر کرنے کے ناقابل ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا۔ لہٰذا حضورؑ گورداسپور تشریف نہ لے گئے۔ [۲۷] لالہ چندولال صاحب یہ سرٹیفکیٹ دیکھ کر بہت سٹپٹائے اور انہوں نے سرٹیفکیٹ پر اجلاس دوسرے دن (۱۵/ مارچ ۱۹۰۴ء) کے لئے ملتوی کر دیا کہ سول سرجن صاحب عدالت میں شہادت دیں کہ واقعی مرزا صاحب بیمار ہیں۔ خواجہ صاحب نے عدالت کو توجہ دلائی کہ یہ شہادت "ایکٹ شہادت" کے رو سے بالکل غیر متعلق ہے۔ اس

کے علاوہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق جب سرٹیفکیٹ پیش ہوتے رہے تو عدالت نے کبھی یہ تجویز نہیں کی [۲۸] کہ ڈاکٹر خود آکر حلفی شہادت دے مگر مجسٹریٹ صاحب نے اپنا فیصلہ بحال رکھا اور ۱۵/ مارچ ۱۹۰۴ء کو ڈاکٹر صاحب کی شہادت ہوئی جنہوں نے اپنے سرٹیفکیٹ کی تصدیق کی۔ [۲۹] اب لالہ چندولال صاحب کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ مقدمہ چند ہفتوں کے لئے ملتوی کردیں۔ چنانچہ انہوں نے مقدمہ کی تاریخ ۱۰/ اپریل مقرر کردی۔ [۳۰]

لالہ چندولال صاحب کی تبدیلی اور عہدہ میں تنزل

لالہ چندولال صاحب نے ۱۰/ اپریل کی تاریخ تو اس خیال سے رکھی تھی کہ اب اس کے بعد اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر حضورؑ کو نظر بند کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے مگر عین اس وقت جب کہ ان کے مظالم کا پیمانہ انتہاء تک پہنچ چکا تھا اور سلسلہ کے دشمن متحد ہو کر اپنے بد ارادوں کو عملی شکل میں دیکھنے کو تیار بیٹھے تھے خدا کی غیرت اپنے مامور کی نصرت و تائید کے لئے یکایک جوش میں آئی اور خود حکومت نے اپنے مصالح [۳۱] کی بناء پر لالہ چندولال کو موجودہ عہدہ سے معزول کر کے ان کا تبادلہ بطور منصف ملتان کردیا۔ یعنی وہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سے منصف بنا دئے گئے۔ [۳۲] پھر کچھ عرصہ بعد پنشن پا کر لدھیانہ آئے۔ یہاں ان کی حالت بہت خراب ہو گئی اور پھر دماغی خرابی میں مبتلا ہو کر کوچ کر گئے۔ [۳۳] لالہ چندولال صاحب کی تنزلی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک دوہرا چمکتا ہوا نشان تھا کیوں کہ آپ نے اس کے متعلق پیشگوئی بھی فرمائی تھی۔ [۳۴] چنانچہ جب ایک دفعہ چند ایک غیر احمدیوں نے حضورؑ سے عرض کیا کہ حضورؑ چندولال کا ارادہ آپ کو قید کرنے کا ہے۔ آپ دری پر لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ میں تو چندولال کو عدالت کی کرسی پر نہیں دیکھتا۔ [۳۵]

دو ایمان افروز واقعات

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی نے چندولال صاحب سے متعلق دو ایمان افروز واقعات لکھے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ "ایک دفعہ دوران مقدمہ میں حضورؑ کا بیان ہونا تھا اور آدمیوں کی اس دن بہت کثرت تھی اس لئے چندولال نے اس دن باہر میدان میں کچہری لگائی اور حضرت صاحب کے بیان میں دریافت کیا۔ آپ کو نشان نمائی کا بھی دعویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اور تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا جو نشان چاہیں میں اس وقت دکھا سکتا ہوں اور یہ بڑے جوش میں آپ نے فرمایا۔ اس وقت وہ سناٹے میں آگیا اور لوگوں پر اس کا بڑا اثر ہوا۔"

۲۔ "ایک دفعہ چندو لعل نے عدالت میں حضورؑ کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کے متعلق سوال کیا کہ یہ خدا نے آپ کو بتایا ہے؟ حضورؑ نے فرمایا یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا مجھ سے وعدہ ہے۔ وہ کہنے لگا جو آپ کی ہتک کرے وہ ذلیل و خوار ہو گا۔ آپ نے فرمایا بے شک۔ اس نے کہا اگر میں کروں۔ فرمایا چاہے کوئی کرے۔ تو اس نے دو تین مرتبہ کہا۔ اگر میں کروں۔ تو آپ یہی فرماتے رہے چاہے کوئی کرے۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔" [۳۶]

دوسرے مجسٹریٹ مہتہ آتمارام صاحب کی تشدد آمیز پالیسی اور حضرت اقدس کا گورداسپور میں دو ماہ تک قیام

لالہ چندو لال کی جگہ جو مجسٹریٹ آیا وہ بھی ایک متعصب ہندو تھا جس کا نام مہتہ آتمارام تھا۔ اس شخص نے پہلے مجسٹریٹ سے بھی زیادہ متشددانہ پالیسی اختیار کی اور ہندوؤں اور عیسائیوں کا آلہ کار بن کر کھلم کھلا تعصب اور جنبہ داری کا مظاہرہ کیا۔ اور ایک ایسے انسان کے کھڑے کئے ہوئے مقدمہ کو محض عداوت اور بغض کے باعث بہت لمبا کر دیا جس کا سرقہ دھوکہ دہی اور ازالہ حیثیت عرفی کا جرم بالکل واضح تھا۔ قبل ازیں حضورؑ کو ہر عدالت میں باقاعدہ کرسی ملتی تھی مگر انہوں نے نہ صرف کرسی دینے سے انکار کیا بلکہ بعض دفعہ سخت پیاس کے باوجود پانی پینے کی بھی اجازت نہ دی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مقدمات کی تاریخیں اتنی قریب قریب مقرر کرنا شروع کر دیں [۳۷] کہ حضرت اقدسؑ کو مئی ۱۹۰۴ء سے جولائی ۱۹۰۴ء تک متعدد بار گورداسپور کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ [۳۸] اور پھر اس بارے میں اتنی سختی کی کہ بالآخر حضورؑ نے وسط اگست ۱۹۰۴ء سے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں ہی ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ حضورؑ ۱۳/ اگست کو دارالامان سے روانہ ہو کر بٹالہ سے گورداسپور تشریف لے گئے۔ مہمانوں کی رہائش کے لئے عارضی طور پر حضورؑ کی فرودگاہ کے سامنے ایک بڑا شامیانہ نصب کر دیا گیا۔ اس طرح احاطہ کچہری میں بھی! جب تک حضورؑ وہاں قیام پذیر رہے حضورؑ کے ملفوظات کا چشمہ جو قادیان میں رواں ہوا کرتا تھا گورداسپور میں بھی جاری رہا اور آپ تبلیغ حق کی سعی و جدوجہد میں ایک بہادر جرنیل کی طرح دیوانہ وار مصروف رہے۔ دو ماہ بعد ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو حضورؑ قادیان تشریف لائے۔ یہ دن ساکنان قادیان کے لئے عید سے کم نہ تھا۔ [۳۹]

مقدمہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے منصب نبوت کے بارے میں بار بار وضاحت

عمومی واقعات کے بیان کے بعد اب ہم لالہ آتمارام کی سماعت کے زمانہ کی تفصیلات کی طرف آتے ہیں۔

لالہ آتمارام صاحب نے گورداسپور میں منتقل ہونے کے معاً بعد ۱۱/ اپریل ۱۹۰۴ء کو اس مقدمہ

کی سماعت شروع کی۔ ۱۰/ مئی سے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے گواہ استغاثہ کا بیان و جرح شروع ہوئی مولوی صاحب نے ۱۳/ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں یہ حلفیہ بیان دیا کہ۔

"مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔ پیغمبر اسلام مسلمانوں کے نزدیک سچے نبی ہیں اور عیسائیوں کے نزدیک جھوٹے ہیں۔" [60]

انہوں نے ایک ماہ بعد ۱۶/ جون ۱۹۰۴ء کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں بجواب مستغیث دوبارہ حلفاً بیان دیا کہ۔

"مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے۔ میلمہ مدعی نبوت تھا۔ میں اس کی نبوت سے منکر ہوں۔ میلمہ مجھے کذاب کہہ سکتا ہے اگر موجود ہو۔" [61]

مقدمہ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری استغاثہ کے گواہ تھے چنانچہ انہوں نے بجواب مستغیث کہا کہ "مرزا صاحب ملزم کا دعویٰ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ قرآن میں حضرت محمدؐ صاحب کو خاتم الانبیاء کہا گیا ہے اور حدیث میں لکھا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" [62]

اس بیان کے جواب میں دونوں فاضل وکلاء (خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب) نے "تحذیر الناس" وغیرہ کتابیں پیش کر کے ثابت کیا کہ تشریعی نبوت بند ہے مگر غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔ غرض کہ اس مقدمہ میں حضرت اقدسؑ کے دعویٰ نبوت کا ایسا کھلا اور واضح اعلان خود حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے وکلاء خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ہوا کہ آپ کے منصب نبوت کے بارہ میں کوئی شک و شبہ نہ رہا۔

مصالحت کی کوشش اور حضورؑ کا ایمان افروز جواب

جون کے آغاز میں حالات نے کروٹ لی۔ بات معمولی تھی مگر مقدمہ نے طول کھینچا۔ یہ صورت حال دیکھ کر گورداسپور کے بعض نیک دل اور دور اندیش لوگوں نے خلوص کے ساتھ کوشش شروع کر دی کہ فریقین میں صلح ہو جائے۔ اور شریف مزاج اور ہمدرد مسلمانوں کا ایک وفد مولوی کرم دین صاحب کو دست برداری پر آمادہ کر کے حضورؑ کی خدمت میں بغرض مصالحت پہنچا۔ حضورؑ نے جواب دیا۔ صلح کی صورت صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کرم دین صاحب کہہ دیں کہ یہ میرے ہی خطوط ہیں۔ وفد کے ایک ممبر نے کہا کہ وہ مقدمہ سے دست بردار ہوتا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا۔ یہ مقدمہ ایماء الٰہی سے ہے جب تک کرم دین صاحب اپنے خطوط کا اقرار

نہ کریں کہ میرے ہیں جن کا اس نے عدالت میں انکار کیا تب تک کوئی صفائی نہیں۔ وفد نے کہا کہ حضورؑ حکام کی نظر اچھی نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ حکام کیا کریں گے مجھے سزا دے دیں گے اور کیا کریں گے۔ یہ سن کر وفد واپس چلا گیا۔ [۶۳]

مگر اس واقعہ کے بعد بھی وفد کی طرف سے مصالحت کی کوششیں جاری رہیں اور بالآخر یہ قرار پایا کہ مولوی کرم دین صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام علیحدہ علیحدہ بیان لکھیں۔ حضورؑ کا بیان یہ ہو کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے الفاظ کذاب بہتان و لئیم مولوی کرم دین کے متعلق یہ یقین کر کے لکھے تھے کہ خطوط محولہ مقدمات اور مضامین مندرجہ سراج الاخبار ۶، ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء مولوی کرم دین کے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔"

اسی طرح مولوی کرم دین صاحب کے تحریری بیان کے الفاظ یہ ہوں کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمات جو میری طرف سے ظاہر کئے گئے اور مضمون سراج الاخبار مندرجہ ۶۔ اکتوبر و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء جو میرے نام پر اخبار میں شائع ہوئے ہیں میرے نہیں ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔"

مصالحت کنندوں نے یہ مجوزہ مسودہ صحیح تسلیم کیا البتہ یہ کہا کہ اس میں لعنت کا لفظ بڑا سخت ہے اس کو کسی طرح بدل دیا جاوے۔ سو حضورؑ نے اس کی بجائے یہ ترمیم کر دی کہ "میں اس مقدمہ کو انصاف کے لئے خدا تعالیٰ کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں۔" لیکن جب یہ مسودہ مولوی کرم دین صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں قسم نہیں کھاتا۔ حالانکہ قبل ازیں رائے چندو لال کی عدالت میں وہ حلفیہ بیان دے چکے تھے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ بجائے خدا کی قسم کے اقرار صالح کا لفظ لکھا جاوے۔ چنانچہ مسودہ میں اس کے مطابق ترمیم کر دی گئی مگر بعد ازاں مولوی کرم دین صاحب نے یہ اعتراض اٹھا دیا کہ مسودہ سے خدا کی عدالت میں انصاف کے لئے سپردگی کے لفظ بھی نکال دئے جائیں جس کی وجہ یہ بتائی کہ میرے برخلاف پیش گوئیاں کی جائیں گی۔ سو اس کے متعلق بھی شرط مان لی گئی تھی لیکن وہ کسی طرح رضامند نہ ہوئے اور وفد کی طرف سے مصالحت کی تمام تر کوششیں ناکام ہو گئیں۔ [۶۴]

مقدمہ کی کارروائی پھر شروع ہو گئی

اب مقدمہ کی کارروائی پھر سے شروع ہو گئی۔ چنانچہ ۱۶، ۱۷/ جون کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور مولوی ثناء اللہ کی باقی جرح ختم ہوئی۔ [۶۵] ۱۷/ جون کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے وکلاء کے ایک سوال کے جواب میں بیان دیا کہ مفتی ہونا لیاقت پر منحصر ہے اس لئے فتویٰ

دینے والا دنیاوی کاموں میں کتنا ہی جھوٹا ثابت ہو مجھے اس سے فتویٰ لینے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ [46]

۲۵ تا ۲۸/ جولائی کو مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی شہادت صفائی اور اس پر جرح ہوئی۔ اسی شہادت و جرح پر مقدمہ میں شہادت استغاثہ ختم ہوئی اور وہی فرد جرم جو بابو چندولال صاحب سابق مجسٹریٹ نے لگایا تھا بحال رکھا گیا۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کی گواہی کیلئے درخواست اور مجسٹریٹ کا انکار

حضرت اقدس علیہ السلام کے وکلاء کی طرف سے قبل ازیں ۴۴ گواہوں کی ایک فہرست دی گئی تھی جن میں سب سے اہم جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تھے مگر مجسٹریٹ صاحب نے صرف گیارہ گواہ [47] بلانے منظور کئے اور دیگر گواہوں کے علاوہ پیر مہر علی شاہ صاحب کو چھوڑ دیا [48] جس پر حکیم فضل دین صاحب نے مجسٹریٹ صاحب کو تحریری درخواست پیش کی کہ اس تمام مقدمہ میں کوئی واقعہ ثبوت طلب نہیں کہ جس کے متعلق گواہ مذکور کو ذاتی علم نہ ہو۔ پھر کتاب "اعجاز المسیح" متروکہ محمد حسن متوفی کے نوٹوں کے بارے میں پیر صاحب کا بیان فیصلہ کن ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ امر ثابت ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مستغیث کی خط و کتابت ہے اور مستغیث کے دستخط کو یہ جانتے ہیں اور چونکہ وہ سجادہ نشین ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ وہ جھوٹی شہادت دیں۔ یہ بہت ہی ضروری ہے ہم اس کے عوض ایک اور گواہ بھی چھوڑنے کو تیار ہیں۔ [49] لیکن مجسٹریٹ صاحب نے یہ درخواست رد کر دی اور پیر صاحب موصوف کو جو اس مقدمہ کے ایک نہایت اہم گواہ تھے عدالت میں پیش نہیں ہونے دیا۔ اس کے برعکس ۱۰/ اگست کو حضرت اقدسؑ کے وکیل نے درخواست کی کہ اب حضورؑ کو حاضری عدالت سے معاف رکھا جائے تو مجسٹریٹ صاحب نے حکم دیا کہ آپ سے حاضری عدالت کے لئے مچلکہ دلایا جائے۔ چنانچہ اس وقت مچلکہ داخل کر دیا گیا۔ [50]

مقدمہ کا فیصلہ اور حضورؑ کو قید کرنے کی دوسری سازش میں مجسٹریٹ کی ناکامی

غرض کہ اس نوعیت کی لمبی چوڑی عدالتی کارروائیوں کے بعد (جو ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی [51]) آئندہ تاریخ یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء مقرر کی گئی۔ [52] چونکہ اس روز عام خبر تھی کہ فیصلہ سنایا جائے گا اس واسطے کچہری کے احاطہ میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ خصوصاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اڑھائی تین سو خدام مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے کراچی، حیدر آباد، سندھ، پشاور، وزیر آباد، راہوں ضلع جالندھر، کپور تھلہ، قادیان، لاہور، امرتسر، نارووال، دینانگر وغیرہ مقامات سے پہنچے ہوئے تھے۔ [53] لیکن افسوس اس تاریخ کی

بجائے مجسٹریٹ لالہ آتما رام صاحب نے ۸ / اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فیصلہ سنایا جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو پانچ سو روپیہ اور حکیم فضل الدین صاحب کو دو سو روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی چھ چھ ماہ قید کی سزا دی۔ فیصلہ کے وقت اس نے اچھی طرح پولیس کا انتظام کیا ہوا تھا اور عدالت کے ارد گرد سپاہی کھڑے تھے جو کسی کو اندر نہیں جانے دیتے تھے۔

۸ / اکتوبر کو ہفتہ کا دن تھا اور یہ دن مجسٹریٹ صاحب نے ایک خاص منصوبہ کے تحت مقرر کیا تھا اور وہ یہ کہ اگلے دن تعطیل تھی اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ فیصلہ برخاست عدالت سے صرف چند منٹ پیشتر سنایا جائے تا حضرت اقدسؑ کی طرف سے جرمانہ کی فوری ادائیگی نہ ہونے پائے اور آپ کو کم از کم ہفتہ اور اتوار دو روز تو جیل خانہ میں رکھا جا سکے۔

قید سے بچاؤ کیلئے خدام کی ایک تجویز اور حضورؑ کا ارشاد

منشی احمد دین صاحب لدھیانوی ملازم نواب محمد علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ میں ان دنوں گورداسپور آیا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور چند اور احباب مل کر مشورہ کر رہے تھے کہ اگر مجسٹریٹ نے قید کا حکم سنایا تو ہم اپیل کریں گے۔ مجھ سے انہوں نے دریافت کیا تو میں نے کہا کہ یہ مشورہ فضول ہے جب ایک دفعہ ہتھکڑی لگ جائے اور قید خانے میں چلے جائیں تو ہماری عزت کہاں۔ انہوں نے کہا آپ ہی بتائیں کیا کرنا چاہئے۔ میں نے مشورہ دیا کہ ایک آدمی تلاش کرو اور چار ہزار یا بیس ہزار وغیرہ جتنی ضمانت مانگنے کا احتمال ہو سکتا ہے اتنی جائداد کا وہ مالک ہو اور بروقت ضمانت دے سکے اور ایک درخواست اپیل کی لکھ کر اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط کروائے جائیں اور اپیل چونکہ سیشن کورٹ امرتسر کی عدالت میں ہو گی اس لئے امرتسر میں ایک بیرسٹر کو ایک دن کی پوری فیس دی جائے اور وہ عدالت کے دروازے پر موجود رہے اور ایک موٹر اپنے قبضہ میں رکھنی چاہئے۔ حکم سنتے ہی فوری تار دیا جائے اور وہ بیرسٹر جو امرتسر سیشن جج کی عدالت کے دروازے پر کھڑا ہو اپیل داخل کر کے منظوری کی بذریعہ فوری تار اطلاع دے دے۔ یہ رائے سن کر سب عش عش کر اٹھے کہ یہ رائے بہت اچھی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ آپ ہی حضرت صاحبؑ کے پاس جا کر اس رائے کو پیش کریں۔ چنانچہ میں گیا۔ حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے میں حضورؑ کے پاؤں دابنے لگا۔ باتوں باتوں میں میں نے ذکر کیا معلوم ہوتا ہے جج دشمن ہے اور اس کی نیت نیک نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہے تو دشمن ہی۔ تو میں نے عرض کیا کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔ اور پھر خود ہی اپنی پوری سکیم حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا "منشی صاحب یہ تو انتہائی تدبیر ہے اگر یہ کی جائے تو اس طرح خدا

کا نشان مٹتا ہے۔" یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ ۵۴

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی طرف سے جرمانہ کی ادائیگی

ادھر یہ بات ہوئی ادھر خدا تعالیٰ نے حضورؑ کے کئی خدام کے دل میں یہ تحریک کی کہ وہ فیصلہ کے دن روپے ساتھ لے گئے بلکہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے تو احتیاطاً نو سو روپیہ فیصلہ سے ایک روز پیشتر ہی اپنے آدمی کے ہاتھ بھجوا دیا۔ چنانچہ جوں ہی فیصلہ سنایا گیا خواجہ کمال الدین صاحب نے اس رقم ۵۵ سے اسی وقت جرمانہ کی رقم ادا کر دی اور لالہ آتما رام اور ان کے ساتھیوں کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔

فیصلہ کی مزید تفصیلات

مؤلف "مجدد اعظم" کا بیان ہے کہ "حضرت اقدس اور حکیم فضل دین صاحب کو عدالت میں بلایا گیا اور عدالت میں پہرہ لگا دیا گیا اور سپاہیوں کو کہہ دیا گیا کہ سوائے مرزا صاحب اور حکیم فضل الدین کے کوئی دوسرا شخص عدالت کے کمرہ میں نہ آوے اور ایک سپاہی ہتھکڑیاں لے کر عدالت کے کمرہ میں کھڑا کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ جرمانہ کا حکم سنتے ہی اگر فوراً جرمانہ ادا نہ ہو تو دونو صاحبوں کو فوراً ہتھکڑیاں لگا کر جیل خانہ پہنچا دیا جائے۔ حضرت اقدسؑ ان تمام منصوبوں سے بے خبر نہایت بے پروائی سے کمرہ عدالت میں داخل ہو گئے اور ساتھ ہی حکیم صاحب بھی۔ خواجہ صاحب حوائج ضروریہ کے لئے گئے ہوئے تھے وہ واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت اقدسؑ عدالت کے کمرہ میں اکیلے داخل ہو رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ نے فیصلہ سنانے کے لئے بلایا ہے اور حکم دیا ہے کہ کوئی اور آدمی کمرہ میں نہ آوے۔ ان کا ماتھا ٹھنکا انہوں نے سمجھ لیا کہ خیر نہیں۔ بھاگ کر عدالت کے کمرہ کے دروازے پر پہنچے۔ اندر گھسنے لگے تو دو سپاہیوں نے دروازہ پر دونوں طرف سے آگے بڑھ کر روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں کیسے اندر نہ جاؤں میں ملزمان کا وکیل ہوں اور ساتھ ہی بغیر کسی جواب کے انتظار کے دونوں ہاتھ پھیلا کر دونوں سپاہیوں کو دروازہ کے باہر دھکیل دیا۔ ماشاء اللہ تنومند آدمی تھے سپاہی پھر نہ بولے۔ کمرہ کے اندر گئے تو مجسٹریٹ فیصلہ سنا رہا تھا..... وہاں جو سات سو روپیہ جرمانہ سنا تو انہوں نے فوراً سات سو روپیہ کے نوٹ جیب میں سے نکال کر عدالت کی میز پر رکھ دئے۔ مجسٹریٹ ہکا بکا رہ گیا۔ اس کا سارا منصوبہ حضرت اقدسؑ کو قید کرنے کا خاک میں مل گیا۔ بہت تلملایا اور چہرہ سیاہ پڑ گیا لیکن نوٹوں کو دیکھ کر پھر چہرہ پر رونق آ گئی اس زمانہ میں نوٹوں پر لاہور، کلکتہ، کراچی، مدراس وغیرہ لکھا ہوتا تھا۔ باقی نوٹ دوکاندار قبول نہ کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے جو نوٹ عدالت کے آگے پیش کئے تھے ان پر "مدراس۔ کراچی" لکھا ہوا تھا۔ فوراً مجسٹریٹ صاحب بولے کہ یہ نوٹ مدارس۔ کراچی کے ہیں یہاں قابل قبول نہیں۔ خواجہ صاحب

نے کہا کہ آپ لکھ دیں کہ سات سو روپے کے نوٹ پیش کئے گئے تھے مگر چونکہ وہ مدارس کراچی کے تھے اس لئے عدالت نے قبول نہیں کئے۔ اس پر وہ عاجز آگیا۔ کیوں کہ گو بازار میں دوکاندار مدراس۔ کراچی کے نوٹ نہ لیں لیکن گورنمنٹ اپنے نوٹ برٹش انڈیا کی حدود کے اندر لینے سے انکار نہیں کر سکتی۔ چارو ناچار اس نے نوٹ قبول کر لئے اور بصد حسرت ویاس حضرت اقدسؑ اور حکیم صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔" [۵۶]

لالہ آتمارام صاحب قہر الٰہی کی زد میں

لالہ آتمارام صاحب بھی اپنے پیش رو رائے چندو لال کی طرح قہر الٰہی کی زد سے نہ بچ سکے۔ خدا کے مامور سے جو ظالمانہ اور انسانیت سوز سلوک انہوں نے روا رکھا اس کی پاداش میں دوران مقدمہ میں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی کہ ان کے دو لڑکے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پیش گوئی کے مطابق صرف بیس پچیس دن کے مختصر سے وقفہ میں مرگئے [۵۷] اور ان کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ حضورؑ پر بذریعہ کشف ظاہر کیا گیا تھا کہ آتمارام صاحب اپنی اولاد کے ماتم میں مبتلا ہوں گے۔ اور آپ نے یہ کشف پہلے سے اپنی جماعت کو سنا بھی دیا تھا۔ [۵۸]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ (لالہ آتمارام) "کا بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا اور وہ اس غم میں نیم پاگل ہو گیا۔ اس واقعہ کا اتنا اثر تھا کہ وہ لدھیانہ کے سٹیشن پر مجھے ملا اور بڑے الحاح سے کہنے لگا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے۔ مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ [۵۹]

چیف کورٹ میں حضرت اقدسؑ کی بریت اور مولوی کرم دین صاحب کے جرمانہ کی بحالی اور کذاب ہونے پر مہر

مولوی کرم دین صاحب نے اپنے مقدمہ میں سب سے زیادہ زور اس امر پر دیا تھا کہ "لئیم" کے لفظ کے معنی (جسے مرزا صاحب نے اس کے متعلق استعمال کیا ہے) ولد الزنا کے ہیں۔ اور کذاب کے یہ معنی ہیں جو ہمیشہ جھوٹ بولتا ہو۔ حضرت اقدسؑ اور آپ کے وکلاء کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ ان معنوں پر مستعمل نہیں۔ پہلی عدالت نے یہی معنی تسلیم کئے اور اسی بناء پر جرمانہ کیا۔ مگر عین اس وقت جب مقدمہ زور شور سے جاری تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورؑ کو الہام ہوا کہ "معنی دیگر نہ پسندیم ما" جس کی تفہیم یہ ہوئی کہ دوسری عدالت میں یہ معنی قائم نہیں رہیں گے۔ [۶۰] چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ۵/ نومبر ۱۹۰۴ء کو مسٹر اے۔ ای ہری صاحب ڈویژنل جج امرتسر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی گئی جس پر حکام نے مستغیث کی مدد کے لئے سرکاری وکیل مقرر کر دیا اور دشمن

کو وکیل کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ [۶۱] مگر خدائی بشارت کے عین مطابق ڈویژنل جج صاحب امرتسر نے بتاریخ ۷ / جنوری ۱۹۰۵ء حضرت اقدسؑ کو ہر الزام سے بری کر دیا اور مولوی کرم دین صاحب کے تمام عذرات کو رد کر کے خاص طور پر اپنے فیصلہ میں لکھا کہ۔

"مستغیث کذاب اور لئیم وغیرہ الفاظ کا بالکل مستحق تھا تا کہ عوام الناس اس امر کا اندازہ لگا سکیں کہ مستغیث کے فعل اور قول کی کیا وقعت ہونی چاہئے۔؟"

"سراج الاخبار" میں شائع شدہ مضامین کے بارے میں لکھا کہ

"ان سے ایک دانستہ منصوبہ چال بازی اور خلاف بیانی اور جعل سازی کا ظاہر ہوتا ہے جس پر بے حیائی سے ایک عام اخبار کی سطروں میں دنیا کے سامنے فخر کیا گیا ہے..... مستغیث نے ان کی تردید کے بارے میں یا ان کے نویسندہ ہونے سے انکار کرنے کی بابت کبھی کوئی تحریر اخبار میں نہیں بھیجی۔ اندرونی شہادت سے دلالت ہوتی ہے کہ سوائے مستغیث کے کسی اور نے یہ مضامین تحریر نہیں کئے۔ بے شک مرزا صاحب کا کوئی مرید ایسا کام نہیں کر سکتا۔ نویسندہ اپنی چالاکی پر نہایت خوش معلوم ہوتا ہے۔ اور غالباً اس کارروائی کی عزت کسی اور کو دینا پسند نہیں کرتا۔ مستغیث نے اس تحریر کو جو اس کی بیان کی جاتی ہے شناخت کرنے میں اس قدر ٹال مٹول کیا ہے کہ ہم اس پر کوئی اعتبار نہیں کر سکتے۔"

اس فیصلہ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ

"بہت ہی افسوس ہے کہ ایسے مقدمہ میں جو کارروائی کے ابتدائی مرحلہ پر ہی خارج کیا جانا چاہئے تھا اس قدر وقت ضائع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر دو ملزمان مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین بری کئے جاتے ہیں۔ ان کا جرمانہ واپس دیا جائے گا۔" [۶۲]

جرمانہ کی واپسی

فیصلہ کے مطابق ۲۴ / جنوری ۱۹۰۵ء کو جرمانہ واپس ہوا۔ جو مولوی محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے گورداسپور کے سرکاری خزانہ سے وصول کیا۔ [۶۳]

مقدمہ کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے قلم مبارک سے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نشان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"کرم دین نام ایک مولوی نے فوجداری مقدمہ گورداسپور میں میرے نام دائر کیا اور میرے مخالف مولویوں نے اس کی تائید میں آتمارام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں جا کر گواہیاں دیں اور ناخنوں تک زور لگایا۔ اور ان کو بڑی امید ہوئی کہ اب کی دفعہ ضرور کامیاب ہوں گے اور ان کو جھوٹی

خوشی پہنچانے کے لئے ایسا اتفاق ہوا کہ آتمارام نے اس مقدمہ میں اپنی نافہمی کی وجہ سے پوری غور نہ کی اور مجھ کو سزائے قید دینے کے لئے مستعد ہو گیا۔ اس وقت خدا نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ آتمارام کو اس کی اولاد کے ماتم میں مبتلا کرے گا چنانچہ یہ کشف میں نے اپنی جماعت کو سنا دیا۔ اور پھر ایسا ہوا کہ قریباً بیس پچیس دن کے عرصہ میں دو بیٹے اس کے مر گئے۔ اور آخر یہ اتفاق ہوا کہ آتمارام سزائے قید تو مجھ کو نہ دے سکا۔ اگرچہ فیصلہ لکھنے میں اس نے قید کرنے کی بنیاد بھی باندھی مگر اخیر پر خدا نے اس کو اس حرکت سے روک دیا لیکن تاہم اس نے سات سو روپیہ جرمانہ کیا۔ پھر ڈویژنل جج کی عدالت سے عزت کے ساتھ میں بری کیا گیا اور کرم دین پر سزا قائم رہی اور میرا جرمانہ واپس ہوا مگر آتمارام کے دو بیٹے واپس نہ آئے۔ پس جس خوشی کے حاصل ہونے کی کرم دین کے مقدمہ میں ہمارے مخالف مولویوں کو تمنا تھی وہ پوری نہ ہو سکی اور خدا تعالیٰ کی اس پیش گوئی کے مطابق جو میری کتاب مواہب الرحمٰن میں پہلے سے چھپ کر شائع ہو چکی تھی میں بری کیا گیا اور میرا جرمانہ واپس کیا گیا اور حاکم مجوز کو منسوخی حکم کے ساتھ یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ حکم اس نے بے جا دیا۔ مگر کرم دین کو جیسا کہ میں مواہب الرحمٰن میں شائع کر چکا تھا سزا مل گئی اور عدالت کی رائے سے اس کے کذاب ہونے پر مہر لگ گئی اور ہمارے تمام مخالف مولوی اپنے مقاصد میں نامراد رہے۔ افسوس کہ میرے مخالفوں کو باوجود اس قدر متواتر نامرادیوں کے میری نسبت کسی وقت محسوس نہ ہوا کہ اس شخص کے ساتھ درپردہ ایک ہاتھ ہے جو ان کے ہر ایک حملہ سے اس کو بچاتا ہے۔ اگر بدقسمتی نہ ہوتی تو ان کے لئے یہ ایک معجزہ تھا کہ ان کے ہر ایک حملہ کے وقت خدا نے مجھ کو ان کے شر سے بچایا اور نہ صرف بچایا بلکہ پہلے اس سے خبر بھی دے دی کہ وہ بچایا جائے گا اور ہر ایک مرتبہ اور ہر ایک مقدمہ میں خدا تعالیٰ مجھے خبر دیتا رہا کہ میں تجھے بچاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے وعدے کے موافق مجھے محفوظ رکھتا رہا۔" ۶۴-۶۵

مولوی کرم دین صاحب کے خلاف مقدمات

مولوی کرم دین صاحب کے دائر شدہ مقدمہ کے واقعات کے بعد اب ان مقدمات کے مختصر حالات بیان کرتے ہیں جو خود مولوی کرم دین صاحب کے خلاف دائر تھے۔

پہلا مقدمہ

پہلا مقدمہ حکیم فضل دین صاحب کے زیر دفعہ ۴۲۰ تھا۔ مولوی کرم دین صاحب نے اپنے خلاف جملہ مقدمات کے بارے میں عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست دی کہ یہ گورداسپور سے منتقل کئے جائیں لیکن یہ درخواست نامنظور ہوئی۔ ۶۶ اور گورداسپور عدالت میں ہی ان کی کارروائی شروع ہوئی۔ چنانچہ استغاثہ کی طرف سے ۲۳/ جون ۱۹۰۳ء کو مفتی سلیم اللہ صاحب لاہور اور فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء کو

فیض الحسن صاحب بھیں' شاہ حسین گولڑوی' منشی لنگر گولڑہ بطور گواہ پیش ہوئے۔۱۶/ جولائی ۱۹۰۳ء کو منشی غلام حیدر صاحب تحصیل دار اور مولوی عبدالکریم صاحب کی شہادتیں ہوئیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا بیان مختصراً یہ تھا کہ (حضرت) مرزا صاحب کی خط و کتابت میں کرتا ہوں جو خطوط (حضرت) مرزا صاحب کی طرف سے آتے ہیں وہ براہ راست ان کی خدمت میں نہیں پہنچتے۔ان میں سے اکثر خطوط کو میری طرف جواب دینے کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ مرزا صاحب کی مجلس میں بیٹھنے کا وقت (ظہر) کی نماز سے کسی قدر پہلے ہے اور مغرب سے شام کی نماز پڑھ کر عشاء کی نماز تک برابر بیٹھے رہتے ہیں۔جن خطوط کا تعلق عام بہتری اور مصالح کے ساتھ ہوتا ہے ان کو مجلس میں سنا دیتا ہوں۔ خط و کتابت کا کام میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے محض رضا کارانہ کرتا ہوں۔ قبل ازیں استغاثہ کی طرف سے پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی بلایا گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے وکیل دیوان سنت رام ایڈووکیٹ گورداسپور کی طرف درخواست دی کہ میرے ہزاروں مرید ہیں اور کم از کم چار پانچ سو مرید میرے ساتھ آئیں گے اس لئے اندیشہ نقض امن ہے۔ دوسرے سائل بیمار ہے اس لئے بذریعہ کمیشن شہادت لی جائے۔ مجسٹریٹ صاحب نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ طلب کیا جو ۱۶/ جولائی ۱۹۰۳ء کو پیش کر دیا گیا اور ان کو حاضری سے معاف کر دیا گیا۔ اگلے دن ۱۷۔ جولائی ۱۹۰۳ء کو وکیل استغاثہ نے پیر صاحب کی شہادت کے لئے دوبارہ درخواست دی جو رد کر دی گئی۔ [۶۷]

شہادت صفائی کے لئے ۱۹/ اگست ۱۹۰۳ء [۶۸] کی تاریخ مقرر تھی۔ ملزم نے اس شہادت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حکیم فضل دین صاحب کو مزید جرح کے لئے بلوایا تھا [۶۹] چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء کو نماز ظہر و عصر جمع کر کے گورداسپور کے لئے روانہ ہوئے۔ حضورؑ کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ) بھی تھے۔ ۱۲۔ بجے کے قریب گورداسپور پہنچے۔

عدالت میں ایک نشان کا ظہور

۱۹/ اگست کی صبح کو حضورؑ کو الہام ہوا کہ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون [۷۰] یعنی تیری شان کے بارے میں پوچھیں گے کہ تیری شان اور تیرا مرتبہ کیا ہے۔ کہہ! وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ پھر ان کو اپنی لہو ولعب میں چھوڑ دے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا بیان ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو حضورؑ کے پاس صرف میں اور مفتی محمد صادق صاحب ہی تھے۔ حضرت اقدسؑ لیٹے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سو رہے ہیں۔ اس حالت میں حضورؑ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے لکھ لیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت

وہاں کوئی قلم و دوات بلکہ پنسل تک موجود نہ تھی آخر باورچی خانہ سے ایک کوئلہ لایا اور اس سے مفتی محمد صادقؓ صاحب نے کاغذ پر لکھا۔ آپؑ پھر اسی طرح لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے الہام لکھایا۔ غرض اسی طرح آپ نے اس وقت چند الہامات لکھوائے جن میں سے ایک یسئلونک عن شانک والا الہام بھی تھا۔ اس کے بعد حضور اقدسؑ نے اپنے خدام کے سامنے جو چالیس سے کم نہ تھے یہ الہام سنا دیا۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے۔ [71] اسی روز حضور اقدسؑ کی گواہی تھی۔ چونکہ عدالت کو علم تھا کہ حضرت اقدسؑ کی موجودگی سے شائقین زیارت بکثرت جمع ہوں گے اس لئے عدالت کی کرسی عمارت سے باہر باغ کے درمیان نصب کی گئی اور بنچوں اور کرسیوں وغیرہ کا کافی انتظام کر دیا گیا جس سے شائقین بڑے آرام اور عمدگی سے عدالتی کارروائی سن سکیں۔ اس موقعہ پر عدالت کے کل افسر اور گورداسپور کے رؤسا اور وکلاء موجود تھے۔ حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کی مختصر شہادت لی گئی اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا بیان شروع ہوا۔ [72] اور خدا کی قدرت!! فریق ثانی کے وکیل نے آپ سے یہی سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تحفہ گولڑویہ [73] میں لکھا گیا ہے۔ حضورؑ نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے۔ اسی نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے۔ چنانچہ سرکاری عدالت کی مقدمہ مسل میں حضرت اقدسؑ کے بیان کا ایک حصہ ان الفاظ میں درج ہے۔

"تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی۔ پیر مہر علی کے مقابلہ پر لکھی ہے۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔ (سوال) جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اس کے مصداق ہیں (جواب) خدا کے فضل اور رحمت سے اس کا مصداق ہوں... الخ۔" [74]

اس طرح وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کو ہوا تھا قریباً عصر کے وقت پورا ہو گیا [75] اور ازدیاد ایمان کا موجب بنا۔

بیان ختم ہوا تو شام کو حضرت اقدسؑ گورداسپور سے رخصت ہو کر بٹالہ تشریف لائے اور دوسرے دن ۲۰/ اگست کو ۸ بجے صبح قادیان پہنچ گئے۔ [76] بالآخر ۱۴/ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندو لال مجسٹریٹ نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا کہ مستغیث (حکیم فضل الدین صاحب) کے پیش کردہ خطوط اور مضمون سراج الاخبار مولوی کرم دین یا اس کے شاگرد شہاب الدین کے ہی لکھے ہوئے ہیں لیکن جرم ثابت نہیں۔ اس لئے مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔ [77]

دوسرا مقدمہ

دوسرا مقدمہ حکیم فضل دین صاحب نے دفعہ ۴۱۱ کے تحت "نزول المسیح" کے سرقہ کا دائر کر رکھا تھا۔ اس میں بھی عدالت نے ۱۶۔ مارچ ۱۹۰۴ء کو ملزم کو بری کر دیا۔

تیسرا مقدمہ

تیسرا مقدمہ ایڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی صاحب تراب کی طرف سے دائر تھا۔ محولہ بالا مقدمات اور اس مقدمہ کے انتقال کی درخواست کی گئی تھی جو نامنظور ہوئی اور مقدمہ گورداسپور کی عدالت میں ہی دوسرے مقدموں کے ساتھ چلتا رہا۔

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بجواب جرح بیان دیا کہ میں یعقوب علی مستغیث کا پیر بھائی ہوں۔ جو لوگ مرزا صاحب کو نہیں مانتے ان کو ہم کافر نہیں سمجھتے مگر خدا تعالیٰ کی پیش گوئیوں کا اور قرآن و حدیث کے وعدوں کا سمجھتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی پیش گوئیوں اور قرآن و حدیث کے وعدوں کے منکر ہیں ان کو ہم کافر سمجھتے ہیں۔ جو لوگ مرزا صاحب کے پیرو نہیں ہیں ان سے ہم سلام علیکم کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے نہ ان کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں۔ ۴۸

اس مقدمہ میں بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کو استغاثہ کی طرف سے گواہ طلب کیا گیا تھا لیکن پیر صاحب نے لالہ سنت رام بیرسٹرایٹ لاء کے ذریعہ سے ۲۷۔ نومبر ۱۹۰۳ء کو میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہوئے درخواست دی کہ سائل اپنی بیماری کی وجہ سے چند منٹ کے لئے بھی سوال و جواب سے معذور ہے۔ لہٰذا لالہ چندو لال نے ان کی پیشی ۱۶۔ دسمبر ۱۹۰۳ء کو رکھ دی۔ لیکن اس دن پھر ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر دیا گیا۔ لالہ چندو لال صاحب نے فیصلہ کیا کہ اس حالت میں گواہ کو یہاں حاضر کرنے کے لئے مجبور کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اور فی الحال بادی النظر میں اس کی شہادت کی بھی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

اس مقدمہ کا فیصلہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف دائر شدہ مقدمہ کرم دین سے پیشتر سنایا گیا کہ کرم دین اور فقیر محمد کا جرم ثابت ہے لہٰذا ملزم نمبر ۱ کو پچاس روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائے جرمانہ دو ماہ کی قید محض اور ملزم نمبر ۲ کو چالیس روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائے جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض کی سزا دی جاتی ہے۔ ۴۹ صفحہ ۸

"آریہ سماج قادیان" کی مخالفت اور تصنیف و اشاعت "نسیم دعوت" و "سناتن دھرم"

مقدمات کی تفصیلات یکجا بیان کرتے ہوئے ہم ۱۹۰۵ء تک پہنچ گئے تھے۔ لہٰذا اب ہم پھر ۱۹۰۳ء کے واقعات کی طرف پلٹتے ہیں۔ ابتداء ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ قادیان کے بعض نومسلم دوستوں نے "آریہ سماج اور قادیان کا مقابلہ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں نہایت تہذیب، متانت اور شائستگی سے آریوں، ہندوؤں اور سکھ اصحاب کو مدعو کیا گیا تھا کہ وہ دعا اور مباہلہ یا ایک مذہبی کانفرنس کے ذریعہ سے اپنے اپنے مذاہب کی صداقت کا اظہار کریں۔ یہ اشتہار حجتہ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایماء سے شائع نہیں ہوا تھا بلکہ خود قادیان کے نومسلم احباب نے محض ہمدردی اور خیر خواہی کی بناء پر اپنی قوم پر اتمام حجت کے لئے دیا تھا۔ [۸۱] اور یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ اس سے آریہ سماج کی طرف سے کوئی اشتعال انگیز محاذ قائم کر لیا جائے گا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۸۔ فروری ۱۹۰۳ء کو الہام ہوا "حرب مھیجه" (جوش سے بھری ہوئی جنگ) تفہیم یہ ہوئی کہ آریہ سماج کو جو اشتہار نومسلموں نے دیا ہے اس سے جوش میں آکر وہ لوگ کچھ گندی گالیاں دیں گے۔ [۸۲] چنانچہ یہ پیش گوئی اسی شام کو پوری ہو گئی جب کہ آریہ سماج کا ایک اشتہار نہایت گندہ اور گالیوں سے بھرا ہوا پہنچا۔ اس اشتہار پر سات فروری کی تاریخ درج تھی۔ اس کا عنوان تھا "قادیانی پوپ کے چیلوں کی ایک ڈینگ کا جواب" اس کے بعد آریہ سماج لاہور کے ایک انگریزی اخبار میں بھی اسی طرز کی تحریر چھپی۔ اور ایک اشتہار طوطی رام نام کی طرف سے شائع ہوا۔ ان سب اشتہارات میں دردبھری دعوت کا جواب گالیوں سے دیا گیا تھا۔ خصوصاً پہلے اشتہار میں سید و مولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ کی نسبت، حضرت اقدس کی نسبت اور آپ کی معزز جماعت کی نسبت سخت الفاظ اور گالیاں دی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے ۲۸۔ فروری و یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو قادیان میں ایک سالانہ جلسہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔ حضور کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ ایسے لوگوں کو مخاطب نہ کیا جائے مگر وحی خاص سے آپ کو اس کے جواب کا حکم دیا گیا جس پر حضور نے "نسیم دعوت" تصنیف فرمائی۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

"خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تحریر کا جواب لکھ اور میں جواب دینے میں تیرے ساتھ ہوں۔ تب مجھے اس مبشر وحی سے بہت خوشی پہنچی کہ جواب دینے میں میں

اکیلا نہیں۔ سو میں اپنے خدا سے قوت پا کر اٹھا اور اس کی روح کی تائید سے میں نے اس رسالہ کو لکھا اور جیسا کہ خدا نے مجھے تائید دی میں نے یہی چاہا کہ ان تمام گالیوں کو جو میرے نبی مطاع کو اور مجھے دی گئی ہیں نظر انداز کر کے نرمی سے جواب لکھوں اور پھر یہ کاروبار خدا تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔" ۸۳

رسالہ "نسیم دعوت" اپنے عالی مضامین اور جدید طرز بیان کی وجہ سے بجائے خود ایک معجزہ تھا جس کی تصنیف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کی خاص تائید اور نصرت فرمائی۔ آریہ صاحبوں نے اپنے اشتہار میں سب سے بڑا اعتراض یہ اٹھایا تھا کہ ان نومسلموں کا مسلمان ہونا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اول چاروں وید نہ پڑھتے' پھر آریہ دھرم کا اسلام سے مقابلہ کرتے۔ حضرت اقدسؑ نے "نسیم دعوت" میں پہلے اس امر پر روشنی ڈالی کہ تبدیلی مذہب کے لئے کس قدر معلومات درکار ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ تبدیلی مذہب کے لئے تمام جزئیات کی تفتیش کچھ ضروری نہیں صرف تین باتوں کا دیکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس مذہب میں خدا کی نسبت کیا کیا تعلیم ہے یعنی اس کی توحید اور قدرت اور علم اور کمال اور عظمت اور سزا اور رحمت اور دیگر لوازم اور خواص الوہیت کی نسبت کیا بیان ہے؟ دوم ہر نفس انسانی نیز بنی نوع اور قوم کے بارے میں وہ کیا تعلیم دیتا ہے۔ سوم۔ طالب حق کو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ مذہب کوئی مردہ اور فرضی خدا تو نہیں پیش کرتا جو محض قصوں اور کہانیوں کے سہارے پر مانا گیا ہو۔ ایسا خدا انسان کو پاک زندگی بخش نہیں سکتا اور نہ شبہات کی تاریکی سے باہر نکال سکتا ہے بلکہ ایک مردہ پرمیشر سے ایک زندہ بیل بہت بہتر ہوتا ہے جس سے کاشتکاری کر سکتے ہیں۔ پس کوئی طالب حق کسی ایسے مذہب پر راضی نہیں ہو سکتا جس میں زندہ خدا اپنا جلوہ قدرت نہیں دکھلاتا اور اپنے جلال کی بھری ہوئی آواز سے تسلی نہیں بخشتا۔ ۸۴

ان اصولی امور کے اظہار کے بعد حضورؑ نے بڑی تفصیل سے نہایت زوردار پیرایہ میں ثابت کیا کہ یہ تینوں قسم کی خوبیاں محض اسلام میں پائی جاتی ہیں اور باقی جس قدر مذاہب روئے زمین پر موجود ہیں کیا آریہ اور کیا عیسائی اور کیا کوئی اور مذہب والا وہ سب ان خوبیوں سے بالکل خالی ہیں۔ اس کتاب میں حضورؑ نے آریوں کے مسئلہ نیوگ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ کتاب ۲۸۔ فروری ۱۹۰۳ء کو ایک ہفتہ کے اندر اندر تصنیف و طبع ہو کر عین اس وقت شائع ہوئی جب کہ قادیان کی آریہ سماج کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا۔

تصنیف و اشاعت "سناتن دھرم"

یہ کتاب "نسیم دعوت" جب پنڈت رام بھجدت صاحب پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پاس آریہ سماج کے جلسہ قادیان میں پہنچی تو انہوں نے اپنی آخری تقریر میں حضورؑ کا ذکر کر کے کہا کہ

اگر وہ مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کیفائدے ہیں سب ان کے سامنے بیان کرتا۔ حضرت اقدس کو جب ایک ذمہ دار آریہ سماجی لیڈر کی نیوگ جیسے مسئلہ کے بارے میں یہ رائے پہنچی تو حضورؑ نے "سناتن دھرم" کے نام سے ۸۔ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک دوسرا مختصر رسالہ شائع فرمایا جو "نسیم دعوت" کا تتمہ کہنا چاہئے۔ حضورؑ نے "سناتن دھرم" میں نیوگ کی بناء پر آریہ سماج کی خوب قلعی کھولی۔ ساتھ ہی سناتن دھرمیوں کی تعریف بھی فرمائی کہ "سناتن دھرم والے ان کی چند باتوں کو الگ کر کے آریہ سماجیوں سے ہزارہا درجہ بہتر ہیں۔ وہ اپنے پرمیشر کی اس طرح بے حرمتی نہیں کرتے کہ ہم انادی اور غیر مخلوق ہونے کی وجہ سے اس کے برابر ہیں۔ وہ نیوگ کے قابل شرم مسئلہ کو نہیں مانتے۔ وہ اسلام پر بیہودہ اعتراض نہیں کرتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی باتیں سب قوموں میں مشترک ہیں۔ [۸۵]

"نسیم دعوت" اور "سناتن دھرم" کا انگریزی ایڈیشن

چندہ ماہ بعد ان دونوں کتابوں کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیا گیا اور ان کی متعدد کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں۔ [۸۶]

"مسجد البیت" و "بیت الدعا" کی تعمیر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن ہی سے ذکر الٰہی اور دعا سے جو عشق اور شغف تھا وہ اب آخری سالوں میں بڑھتا جا رہا تھا۔ چنانچہ اب آپ اکثر فرمایا کرتے کہ اب تبلیغ و تصنیف کا کام تو ہم اپنی طرف سے کر چکے ہیں اب ہمیں باقی ایام میں دعا میں مصروف ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دنیا میں حق و صداقت قائم فرمائے اور ہمارے آنے کی غرض پوری ہو۔ [۸۷] چنانچہ حضورؑ نے اسی آرزو کی تکمیل کے لئے ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۳ء کو جمعہ کے بعد بیت الفکر کے ساتھ غربی جانب ایک مقدس کمرہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "مسجد البیت" اور "بیت الدعا" تجویز فرمایا۔ [۸۸]

بیت الدعا کی غرض و غایت

حضورؑ نے "مسجد البیت" اور "بیت الدعا" کے بارے میں ایک دفعہ اپنے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے فرمایا۔

"ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستر سال کے قریب عمر سے گزر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں خدا جانے کس وقت آجائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ

اٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا دے۔"

[۸۹]

کمرہ کے اخراجات اس کمرہ کے سب اخراجات حضورؑ کے مخلص مرید شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہاؤس لاہور نے ادا کئے۔ [۹۰]

"تعلیم الاسلام کالج" کا افتتاح

مدرسہ تعلیم الاسلام جس کا آغاز یکم جنوری ۱۸۹۸ء کو پرائمری سکول سے ہوا تھا فروری ۱۹۰۰ء [۹۱] میں ہائی سکول بنا۔ اس کے تین سال بعد ترقی دے کر کالج بنا دیا گیا جو "تعلیم الاسلام کالج" کے نام سے موسوم ہوا۔

"تعلیم الاسلام کالج" کا افتتاح ۱۵۔ مئی ۱۹۰۳ء کو قرار پایا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ناسازی طبع کے باعث ۲۸۔ مئی ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ یہ موجودہ دنیا میں غالباً پہلا کالج تھا جس کی افتتاحی تقریب ہر قسم کی عرفی رسومات سے بالکل منزہ تھی۔ اس موقعہ پر اگر کالج کی طرف سے حکام کو دعوت دی جاتی تو وہ ضرور شریک ہوتے۔ مگر ایک ایسے مذہبی کالج کے افتتاح پر جس کے قیام کی واحد غرض اسلامی عظمت اور مذہبی تعلیم کی اشاعت ہے حکام کی شمولیت محض تکلف سمجھی گئی۔ چنانچہ نہ اس میں دعوت کے کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ سیدھے سادھے طریق پر محض دعا کے لئے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ [۹۲]

۲۸۔ مئی ۱۹۰۳ء کو صبح ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہاؤس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانہ نصب کیا گیا۔ شامیانہ کے نیچے شمالی جانب ایک عارضی چبوترہ بنایا گیا جس پر اراکین مدرسہ اور دوسرے معززین کے لئے کرسیاں بچھائی گئیں اور جنوبی طرف ایک میز رکھی گئی۔ میز پر دائیں جانب قرآن کریم اور بائیں جانب کرہ ارض رکھا تھا۔ میز کے سامنے طالب علموں کی ورزش کے لئے ایک ستون قائم کیا گیا۔

جلسہ کی اصل غرض تو صرف یہ تھی کہ حضرت امام الزماں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام قدم رنجہ فرما کر دعا کریں اور اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد بھی فرمائیں اور اس لئے پہلے بھی یہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا تھا مگر افسوس اس روز بھی حضورؑ خرابی صحت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور اپنی طرف سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو اپنا پیغام دے کر بھجوایا۔ چنانچہ عین اس وقت جب کہ سب کی

نظریں دروازے کی طرف اپنے محبوب آقا کے استقبال کے لئے لگی ہوئی تھیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے کھڑے ہو کر حضرت اقدسؑ کا پیغام سنایا۔ اور یہی پیغام جلسہ کی افتتاحی تقریر کہنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا۔ "حضرت اقدسؑ نے مجھے ایک پیغام دے کر روانہ کیا ہے۔ میں نے خلیفہ اللہ علیہ السلام کی خدمت میں تشریف آوری کے واسطے عرض کی تھی آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت بیمار ہوں حتی کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں کہ ادھر جس وقت افتتاح کا جلسہ ہو گا میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا۔ یہ کلمہ اور وعدہ حضرت خلیفہ اللہ علیہ السلام کا بہت خوش کن اور امید دلانے والا ہے۔ اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا اور اگر اب نہیں لائے تو دعا فرما دیں گے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہو گی۔" حضرت مولوی صاحبؓ اس قدر تقریر فرما کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ کی صدارت میں جلسہ کی باضابطہ کارروائی شروع ہوئی۔ اولاً تعلیم الاسلام کالج کے ڈائریکٹر حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ نے مختصر سی تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ سکول نے جو فوق العادت ترقی کی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلبہ' ان کے والدین اور دوسرے احباب کو اس کی مالی اعانت میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ حضرت نواب صاحبؓ کے بعد حضرت حکیم الامت نے نہایت لطیف اور باموقع برجستہ صدارتی خطاب فرمایا۔ چنانچہ آپ نے میز پر رکھے ہوئے قرآن مجید اور کرہ ارضی نیز سائبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ تم کو اس قرب الٰہی کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے کہ جس سے اس کرہ پر ان کو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی اصل جڑھ یہ تھی کہ فضل الٰہی کا سائبان بھی ان پر تھا۔ کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ دینی و دنیوی تربیت ہو مگر اول فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پر دستور العمل ہو۔ اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ فضل خدا کا سایہ تم پر ہو۔ اس کی کتاب دستور العمل ہو۔ کرہ زمین پر عزت سے زندگی بسر کرو۔

حضرت حکیم الامت کی اس تقریر کے بعد مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ بعد ازاں دعا پر یہ افتتاحی رسم ختم ہوئی۔ [۴۲] جلسہ کے بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جلسہ کامیابی سے اختتام پذیر ہونے کی اطلاع دی تو حضورؑ نے جواباً تحریر فرمایا کہ

"رات سے مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی اس لئے حاضر نہیں ہو سکا۔ لیکن میں نے اسی

حالت میں بیت الدعا میں نماز میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی۔ غالباً آپ کا وہ وقت اور میری دعاؤں کا وقت ایک ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ قبول فرماوے۔" [۹۴]

کالج کا اسٹاف

کالج کا ابتدائی اسٹاف یہ تھا۔

۱۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب (پرنسپل و پروفیسر انگریزی) [۹۵]
۲۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب (منیجر و پروفیسر منطق و سپرنٹنڈنٹ)
۳۔ حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل (پروفیسر فارسی)
۴۔ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب (پروفیسر دینیات)
۵۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب (پروفیسر ادب عربی)
۶۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے (پروفیسر ریاضی) [۹۶]

مؤخر الذکر تینوں اصحاب محض آنریری طور پر یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ [۹۷] (کالج میں تاریخ [۹۸] کا مضمون بھی تھا مگر اس کے پروفیسر کون تھے اس کا علم نہیں ہو سکا)

کالج کے ڈائریکٹر

جیسا کہ اوپر آچکا ہے حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کالج کے ڈائریکٹر تھے جن کا قریباً سارا وقت کالج کے لئے وقف تھا۔ آپ سکول کے علاوہ کالج کو بھی گراں قدر عطیہ دیتے تھے بلکہ کالج کی بہت سی ضروریات کے کفیل آپ ہی تھے۔ [۹۹]

ابتدائی طلبہ

کالج کے بعض ابتدائی طلبہ کے نام یہ ہیں (حافظ صوفی) غلام محمد صاحب (مبلغ ماریشس) ڈاکٹر غلام محمد صاحب (ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ لاہور۔ غیر مبائع) شیخ عالم دین صاحب (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ شیخوپورہ۔ غیر مبائع) مولوی محمد الدین صاحب (حال صدر، صدر انجمن احمدیہ ربوہ) نے بھی چند روز تک اس ادارہ میں پرائیوٹ طور پر تعلیم حاصل کی۔ [۱۰۰]

مقام

حضرت مولوی محمد الدین صاحب کی یادداشت کے مطابق درزی خانہ والا کمرہ کلاس روم تھا مگر اس کے علاوہ پرانے صحن مدرسہ کا شرقی کمرہ بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ [۱۰۱]

فیس

کالج میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ [۱۰۲] "تعلیم الاسلام کالج" دو سال تک برابر کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کے نتائج بھی عمدہ تھے مگر حکومت کے کالج یونیورسٹی کمیشن کی کڑی شرائط کے باعث اسے بند کر دینا پڑا۔ تاہم حضرت امام الزمان علیہ السلام کی دعائیں قریباً چالیس سال بعد پھر رنگ لائیں اور ۱۹۴۴ء میں قادیان میں ہی اس کا دوبارہ اجراء عمل میں آیا۔ [۱۰۳]

حواشی

۱۔ بیان مورخہ ۲۸/ جنوری ۱۹۰۳ء مسل مقدمہ ورق نمبر۱۰ (بحوالہ مصدقہ نقل صفحہ۱۔ یہ مصدقہ نقل جو ۱۹۲۳ء میں گورداسپور عدالت سے حاصل کی گئی تھی اور جس پر عدالت کی مہر تصدیق ثبت ہے خلافت لائبریری میں محفوظ ہے)

۲۔ الحکم ۱۴/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کالم ۲ (ترجمہ عجیب اکرام)

۳۔ البدر ۳۰/ ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱ کالم ۲ و الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم ۲

۴۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ کالم ۲ و البدر ۳۰/ ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۲

۵۔ البدر ۲۰/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۹ کالم ۳ و الحکم ۲۱/ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶ کالم ۳

۶۔ البدر ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۳ کالم ۳

۷۔ الحکم ۳۰/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱

۸۔ البدر ۳/ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸۸ کالم ۳

۹۔ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

۱۰۔ البدر ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۶ کالم ۱

۱۱۔ ورق ۳۴ تا ۳۶ (بحوالہ مصدقہ نقل صفحہ ۲۔ ۳)

۱۲۔ ورق مسل ۵۱، ۵۲، ۵۸، ۶۹، ۷۳

۱۳۔ ورق مسل ۵۰۳

۱۴۔ ورق مسل ۲۵۴ نقل صفحہ ۲۰

۱۵۔ مفصل فہرست کے لئے ملاحظہ ہو نقل مسل مقدمہ نیز رسالہ "فرقان" جولائی ۱۹۴۲ء صفحہ ۶۔ ۷

۱۶۔ الحکم ۱۷/ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۴

۱۷۔ الحکم ۱۸/ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۳

۱۸۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۳ کالم ۲

۱۹۔ الحکم ۱۷/ فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم ۳، ۴

۲۰۔ الحکم ۱۷/ فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم ۳

۲۱۔ یہ ڈاکٹر کیپٹن پی ایس سی مور (CAPTAIN P.S.C MORE) سول سرجن گورداسپور تھے (مئولف) (ملاحظہ ہو نقل مسل مقدمہ)

۲۲۔ یعنی ۱۶/ فروری ۱۹۰۴ء کو (مئولف)

۲۳۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۹۲۔ ۹۸ (طبع دوم)

۲۴۔ البدر یکم مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۱

۲۵۔ تحریری بیان صفحہ ۱۱ (مشمولہ نقل مسل مقدمہ)

۲۶۔ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۶ کالم ۲

۲۷۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۲

۲۸۔ مثلاً مسٹر محمد اعظم اسسٹنٹ سرجن لاہور نے ۱۴/ جولائی ۱۹۰۳ء کو اور ماسٹر سن اسسٹنٹ سرجن نے ۲۴/ نومبر ۱۹۰۳ء کو پیر مہر علی شاہ صاحب سے متعلق سرٹیفکیٹ جاری کئے (نقل بمقدمہ حکیم فضل دین صاحب بنام مولوی کرم دین صاحب)۔

۲۹۔ (کیپٹن پی ایس سی مور کا بیان ملخصاً) میں نے یہ سرٹیفکیٹ ۱۳/ مارچ ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب کے قادیان میں ملاحظہ کے بعد لکھا تھا میری اب بھی یہی رائے ہے جو میں سرٹیفکیٹ میں دے چکا ہوں۔ میری رائے میں ان کا گورداسپور کا سفر بحالت موجودہ صحت

کے لئے خطرناک ہے۔(بجواب جرح)اس سے قبل بھی دو مرتبہ گورداسپور میں ہی ان کا معائنہ کر چکا ہوں۔ پہلی دفعہ معائنہ آج سے دو ماہ قبل کیا تھا۔ جب میں نے دوبارہ ۱۶/ فروری ۱۹۰۴ء کو معائنہ کیا تو ان پر شدید قسم کی BRONCHITIS کا حملہ ہوا تھا مگر میں نے سرٹیفکیٹ میں کسی بیماری کا ذکر نہیں کیا جس میں وہ اب مبتلا ہیں۔

۳۰۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۲

۳۱۔ مؤلف "مجدد اعظم" نے لکھا ہے کہ "گورداسپور جیل میں ایک مجرم کو پھانسی لگنی تھی۔ قاعدہ ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر ایک مجسٹریٹ کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے جو اپنے سامنے پھانسی لگواتا ہے۔ اس دفعہ لالہ چندولال صاحب کی ڈیوٹی لگی۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو لکھا کہ میں بہت رقیق القلب ہوں کسی مجرم کو پھانسی لگتے دیکھ نہیں سکتا اس لئے مجھے معاف رکھا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے..... کسی دوسرے مجسٹریٹ کی ڈیوٹی لگا دی لیکن ساتھ ہی گورنمنٹ میں رپورٹ کر دی کہ یہ شخص یعنی چندولال اس قابل نہیں کہ اسے فوجداری اختیارات دیئے جائیں.... چنانچہ اس کی اس رپورٹ پر..... رائے چندولال صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری سے تنزل ہو کر منصف بنا دیئے گئے۔" (مجدد اعظم صفحہ ۹۶۶۔۹۶۷)

۳۲۔ حکومت نے "گورنمنٹ گزٹ" ۱۰/ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۰۹ پر ان کی تنزلی کی ہدایت بایں الفاظ شائع کی۔

"NOTIFICATON NO. --1985.

Posting Lala Chandu Lal B.A. Munsif of the lst grade, on reversion from the post of officiating Extra Assistant Commissioner is posted to Mooltan in the Civial District of Mooltan

یعنی لالہ چندولال صاحب بی۔ اے منصف درجہ اول اپنے قائم مقامی عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری سے واپس ہو کر سول ڈسٹرکٹ ملتان کے مقام ملتان میں تعینات کئے گئے۔(بحوالہ البدر ۲۴/ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

۳۳۔ الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۳

۳۴۔ حقیقتہ الوحی طبع اول صفحہ ۲۱۶ نشان ۲۹

۳۵۔ الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۳

۳۶۔ اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۰۷

۳۷۔ الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۲ کالم ۴

۳۸۔ اس دوران کے بعض سفروں کی تاریخیں یہ ہیں۔

۸/ مئی '۲۴/ مئی '۳۱/ مئی '۲۴/ جون '۱۷/ جولائی (ملاحظہ ہو الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۱' الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۱' الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم ۲' الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم ۱' البدر ۲۴/ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۸ کالم ۴)

۳۹۔ الحکم ۳۱/ جولائی '۱۰/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۱ کالم ۱۔ ۲' الحکم ۱۷/ ۱۰/ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۲

۴۰۔ مسل مقدمہ کرم دین کا ورق ۲۶۵ (نقل ۲۳)

۴۱۔ ورق مسل ۲۸۱ (نقل صفحہ ۲۶)

۴۲۔ ورق مسل مقدمہ صفحہ ۳۶۱ بحوالہ الفرقان جولائی ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۱۔ ۱۲ (نقل صفحہ ۳۸)

۴۳۔ الحکم ۱۴/ ۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۱

۴۴۔ ملخصاً الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۴۴ تا ۴۷)

۴۵۔ البدر ۲۴/ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۳

۴۶۔ ملخصاً ورق مسل صفحہ ۴۹۹ (نقل ۴۱)

۴۷۔ الحکم ۱۷' ۲۴/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۱' ۲

۴۸۔ الحکم ۲۴/ ۱۷ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۱' ۲

۴۹۔ الحکم ۱۷' ۲۴/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۱' ۲

۵۰۔ سراج الاخبار بحوالہ اخبار "وطن" لاہور ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ (اصل اخبار خلافت لائبریری میں موجود ہے)
۵۱۔ الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم ۴ و البدر ۸/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۳
۵۲۔ الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم ۲۔ ۳
۵۳۔ الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم ۲۔ ۳
۵۴۔ بحوالہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ (الحکم ۲۶/ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۶ کالم ۳)
۵۵۔ مجدد اعظم جلد دوم صفحہ ۹۷۷ پر بعض احباب کا یہ بیان لکھا ہے کہ کسی پرانے مؤکل نے خواجہ صاحب کو اسی روز سات سو روپے ان کی بقایا فیس کے ان کے عدالت میں داخل ہونے سے تین دن قبل دے... الخ یہ بیان درست نہیں۔ چنانچہ مؤرخ احمدیت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔
"خواجہ کمال الدین مرحوم کے سات سو روپیہ کا قصہ محض غلط ہے.... یہ سات سو نواب صاحب ہی کے روپے کا ایک جزو تھا اور احتیاطاً خواجہ صاحب کو ایک ہزار دیا گیا تھا کہ امید یہی تھی کہ پانچ پانچ سو جرمانہ کرے اور ایک ہزار اور محفوظ رکھا گیا کہ ممکن ہے ہزار ہزار کردے۔" (اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۴۶۳)
۵۶۔ مجدد اعظم جلد دوم صفحہ ۹۷۶۔ ۹۷۷
۵۷۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۶ (طبع اول) نشان نمبر ۲۸
۵۸۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱۔ ۲۲۲
۵۹۔ تفسیر کبیر (النور) صفحہ ۳۵۹ کالم ۲
۶۰۔ الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۱ البدر یکم اگست ۱۹۰۴ء کالم ۳
۶۱۔ از مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام نواب محمد علی خان صاحبؓ مورخہ ۲۰/ دسمبر ۱۹۱۶ء مشمولہ "مکتوبات احمدیہ" جلد ہفتم حصہ اول صفحہ ۵۳۔ ۵۴
۶۲۔ مفصل فیصلہ کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۲۴/ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۷۔ ۸
۶۳۔ البدر یکم فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم ۲
۶۴۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱۔ ۱۲۲
۶۵۔ ایک غیر احمدی مولوی سمیع اللہ فاروقی صاحب، مولوی کرم دین اور مسٹر آتمارام سے متعلق حضورؑ کی پیش گوئی کے پورے ہونے کا اعتراف بایں الفاظ کرتے ہیں۔ "مولوی کرم دین صاحب نے مرزا صاحب کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا ایک دعویٰ گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا۔ بنائے دعویٰ مرزا صاحب کے یہ الفاظ تھے جو انہوں نے مولوی کرم دین کے خلاف استعمال کئے تھے یعنی لئیم اور کذاب۔ عدالت ابتدائی نے مرزا صاحب کو ملزم قرار دیتے ہوئے سزا دے دی لیکن مرزا صاحب کو اطلاع ملی "ہم نے تمہارے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ ہم کسی اور معنی کو پسند نہیں کرتے.... ان کی کوئی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔" اس کے بعد مرزا صاحب نے اپیل دائر کی جس پر صاحب ڈویژنل جج نے لکھا کہ "کذاب اور لئیم کے الفاظ کرم دین کے حسب حال ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کو بری کر دیا۔" "محولہ بالا مقدمہ مجسٹریٹ سماعت کنندہ مسٹر آتمارام کے متعلق مرزا صاحب کو اطلاع ملی کہ آتمارام اپنی اولاد کے ماتم میں مبتلا ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس پچیس دن کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے اس کے دو بیٹے وفات پاگئے۔" (اظہار حق صفحہ ۱۱، ۱۲، ۲۰)
۶۶۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۶ کالم ۲، البدر ۲۹/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۹ کالم ۳
۶۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مسل مصدقہ
۶۸۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۹ کالم ۱
۶۹۔ البدر ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۶ کالم ۱۔ ۲
۷۰۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۵۔ ۲۶۶
۷۱۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴

۷۲۔ البدر ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۶ کالم ۱۔۲

۷۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں تحفہ گولڑویہ کی بجائے تریاق القلوب لکھا ہے جو سہو ہے۔ جیسا کہ عدالت کی مصدقہ نقل سے ثابت ہے کہ یہ تحفہ گولڑویہ سے متعلق ہی سوال تھا۔ ایک فیصلہ کن واقعاتی ثبوت اس امر کا یہ بھی ہے کہ صفحہ ۴۸ تا ۵۰ تک کا زیر بحث مضمون تریاق القلوب میں نہیں تحفہ گولڑویہ میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ یکم ستمبر ۱۹۰۲ء تحفہ گولڑویہ کی تاریخ اشاعت ہے نہ کہ تریاق القلوب کی۔

۷۴۔ سیرت المہدی حصہ دوم میں صفحہ ۶۷ پر مزید سوالات کے جوابات بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۷۵۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۶ (طبع اول)

۷۶۔ البدر ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۶ کالم ۲ و البدر ۴/ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵۸ کالم ۲' اخبار "وطن" ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ کالم ۳

۷۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نقل مسل مقدمہ و الحکم ۱۷/ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔۵

۷۸۔ نقل مسل مقدمہ

۷۹۔ نقل مصدقہ مسل

۸۰۔ مولوی کرم دین صاحب کی زندگی کے آخری سال انتہائی دکھ میں گزرے اور کئی قسم کی ذلتیں انہیں اٹھانا پڑیں مثلاً ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ایک ساس اور داماد کا نکاح پڑھا جس پر ان کے گاؤں بھیں اور گرد و نواح میں شور پڑ گیا اور انہی کے ہم عقیدہ مشہور علماء نے ان کے مقابلہ پر موضع بھیں میں جلسہ کیا جس میں دو سو افراد نے مولوی کرم دین صاحب کے عذرات کے بارے میں حلفاً گواہی دی کہ "مولوی کرم دین کی طرف رائی کے دانے کے برابر بھی صداقت نہیں بلکہ بناوٹ ہے جو طمع نفسانی کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔" جلسہ میں لوگوں نے بکثرت یہ شکایت کیں کہ فلاں جگہ میں مولوی کرم دین نے نکاح پر نکاح پڑھا ہے۔ ایک عالم نے دوران تقریر کہا کہ "مولوی کرم دین صاحب نے کس قدر تعصب اور عناد سے کام لیا ہے کہ خواہ مخواہ اہل السنۃ والجماعت کے لوگوں کو شیعہ قرار دیا اور علماء کرام کو دھوکہ دیا.... لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔"

جلسہ کے بعد علماء نے مولوی کرم دین صاحب سے مناظرہ بھی کیا۔ مناظرہ کے بعد ان کو "ننگ اسلام" قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا گیا کہ اگر وہ عوام کے سامنے توبہ نصوح نہ کریں تو دینی و دنیاوی معاملات میں نشست و برخاست علیک سلیک حرام قطعی ہے۔ (اشتہار بعنوان "ننگ اسلام مولوی محمد کرم الدین صاحب کی عبرت آموز شکست) از قاضی محمد عابد کرتھی متصل بھیں مطبوعہ ہمدرد سٹیم پریس راولپنڈی (یہ اشتہار خلافت لائبریری میں موجود ہے)۔ اس واقعہ کے اگلے سال ۶/ ۷۔ جولائی ۱۹۴۱ء کی رات کو ڈومن تحصیل چکوال میں ان کا بیٹا مولوی منظور حسین چکوال کے ایس ڈی او کو قتل کر کے فرار ہو گیا جس پر پولیس نے مولوی کرم دین صاحب کو ۲۱۔ جولائی ۱۹۴۱ء کو ڈھاب کلاں تحصیل چکوال میں گرفتار کر لیا اور اسے شہر بشہر لئے پھرتی رہی اور ان کی بیوی بھی کئی دن تک پولیس کی تحویل میں رہی۔ آخر جب مولوی منظور حسین کا کچھ سراغ نہ ملا تو ۲۵/ جولائی ۱۹۴۲ء کو مولوی کرم دین صاحب کی جائداد کی ضبطی یا نیلامی کا حکم دے دیا گیا تا دہشت زدہ ہو کر وہ اپنا لڑکا حاضر عدالت کر دیں مگر ان کا لڑکا ۲۹/ نومبر ۱۹۴۲ء کو بنوں پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا چنانچہ اخبار "پربھات" میں یہ خبر شائع ہوئی۔

"مسٹر چوہدری آئی۔ سی۔ ایس (S.D.O) چکوال کا ۴۱/۷/۶ کی درمیانی رات بمقام ڈومن تحصیل چکوال میں قتل ہوا۔ اس کے قاتل عبدالعزیز ولد حیات محمد اور منظور حسین ولد کرم دین بھیں تھے۔ ہر دو قاتل غیر علاقہ میں چلے گئے تھے۔ تقریباً ایک سال بعد بنوں میں پولیس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ منظور حسین اس لڑائی میں مارا گیا۔"

ان پے در پے صدمات نے ان کی کمر بالکل توڑ دی اور وہ بالآخر ۱۹۴۶ء میں حافظ آباد میں ایک چھت کی منڈیر سے گر کر ملک عدم کو چل بسے۔ (الفضل ۱۳۔ جون ۱۹۵۲ء صفحہ ۷ کالم ۱۔ مضمون خواجہ محمد شفیع صاحب وکیل چکوال)

۸۱۔ الحکم ۲۱۔ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴ کالم ۲

۸۲۔ البدر ۱۳۔ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۵' البدر ۲۰۔ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۸

۸۳۔ نسیم دعوت صفحہ ۱۔۲

۸۴۔ نسیم دعوت صفحہ ۱۰۔۱۱
۸۵۔ سناتن دھرم صفحہ ۷
۸۶۔ الحکم ۱۷/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶ کالم ۳
۸۷۔ سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۷
۸۸۔ البدر ۲۰/ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ کالم ۱' اصحاب احمد جلد اول ضمیمہ صفحہ ۱۵ الحکم ۲۱۔ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲ کالم ۳
۸۹۔ ذکر حبیب' مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۱۰۹۔۱۱۰
۹۰۔ البدر ۱۰/ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۳ کالم ۲
۹۱۔ البدر ۵/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۵ کالم ۱
۹۲۔ الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰ کالم ۱۔۲
۹۳۔ البدر ۵/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۴۔ ۱۵۵' ۱۹/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۷۱۔ ۱۷۲' ۲۶/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۷۶ الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۔ ۱۳
۹۴۔ الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۲
۹۵۔ دو ماہ تک آپ کی بیماری کے ایام میں آپ کے برادر اکبر حضرت حافظ عبد العلی صاحب بھی انگریزی پڑھاتے رہے۔
۹۶' ۹۷۔ الحکم ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۱
۹۸۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ کالم ۱
۹۹۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ کالم ۱
۱۰۰۔ "اصحاب احمد" جلد دوم صفحہ ۱۸۲
۱۰۱۔ "اصحاب احمد" جلد دوم صفحہ ۱۸۲
۱۰۲۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ کالم ۱
۱۰۳۔ اس کی تفصیل ۱۹۴۴ء کے حالات میں آرہی ہے۔

کابل میں

حضرت سید عبد اللطیف صاحب کی دردناک شہادت

کابل میں حضرت سیّد عبداللطیف صاحب کی دردناک شہادت

(۱۴/ جولائی ۱۹۰۳ء مطابق ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ بروز منگل)

دو مظلوموں کی شہادت کے متعلق برسوں قبل کی پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو شروع زمانہ ماموریت میں الہام ہوا۔

"وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ فَیَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ...اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا..فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُو الْعَزْمِ.... شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔[۱]

یعنی اگر تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا۔ اس جگہ فتنہ ہے۔ پس صبر کر جیسے اولوالعزم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا۔ سست مت ہو اور غم مت کرو۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے؟

علم التعبیر میں "شاۃ" کی تعبیر نہایت مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی ہوتی ہے لہٰذا بتایا گیا تھا کہ دو آدمی جو اپنے بادشاہ کے نہایت فرمانبردار اور مطیع ہوں گے۔ باوجودیکہ انہوں نے کوئی قانون شکنی نہ کی ہوگی وہ قتل کئے جائیں گے وَکُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ اس کے بعد اس ملک پر ایک عام تباہی آئیگی المختصر اس الہام الٰہی میں مندرجہ ذیل خبریں دی گئی تھیں۔

۱۔ حضرت اقدسؑ کے خلاف قتل کے منصوبے کئے جائیں گے مگر ناکام رہیں گے

۲۔ اس کے بعد ایک فتنہ اٹھے گا۔

۳۔ آپ کے دو مرید شہید کئے جائیں گے۔

۴۔ وہ قتل ناواجب ہوگا کسی سیاسی جرم کے متعلق نہیں ہوگا۔

۵۔ اس شہادت کے بعد ملک میں عام تباہی آئے گی

۶۔ مگر یہ واقعہ خدا کے سلسلہ کی ترقی میں سد راہ نہیں بن سکے گا۔ اس پیشگوئی میں گو ملک وغیرہ کا کچھ نشان نہیں دیا گیا تھا مگر اس کی عبارت سے یہ ضرور معلوم ہوتا تھا کہ اول تو واقعہ انگریزی علاقہ میں نہیں ہوگا بلکہ کسی ایسے ملک میں ہوگا کہ جہاں عام ملکی قانون کی اطاعت کرتے ہوئے بھی لوگوں کے غصہ اور ناراضگی کے نتیجہ میں انسان قتل کئے جا سکتے ہیں۔ دوم دونو شہادتیں اس ایک ہی علاقہ میں ہوں گی کیونکہ دونوں کو ایک ہی لفظ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ باتیں اس پیشگوئی کو بہت بالا کر دیتی ہیں۔ [۲]

اس پیشگوئی کے بعد تقریباً بیس سال تک کوئی ایسے آثار نظر نہ آئے جن سے یہ پیش گوئی پوری ہوتی معلوم ہو مگر جب کہ قریباً بیس سال اس الہام پر گزرے تو اس پیشگوئی کا ایک حصہ ۱۹۰۱ء میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی شہادت سے پورا ہو گیا۔ الہام کے مطابق ایک اور شہادت باقی تھی جو اس سال کے وسط میں ۱۴/ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعہ ہوئی یعنی حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ جیسے بزرگ اور متدین انسان بھی محض حضرت اقدسؑ پر ایمان کے جرم میں دردناک طور پر شہید کر دئے گئے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا سفر قادیان

واقعہ یوں ہوا کہ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب آخر ۱۹۰۲ء [۳] میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے انعام و اکرام سے رخصت کیا۔ آپ کابل سے خوست اور وہاں سے لاہور رہتے ہوئے ۱۸۔ نومبر کو قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ مولوی عبد الجلیل صاحب اور سید عبد الستار صاحب اور ایک عالم بھی تھے جن کو وزیریوں کا مولوی کہا جاتا تھا۔ سید عبد الستار صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب پیدل ہی بٹالہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو بلند آواز سے **یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق** پڑھنے لگے ہم سب حضرت مولوی نور الدین صاحب سے ملے۔ آپ نے ملاقات کے بعد فرمایا۔ صاحبزادہ عبد اللطیف کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یہ آپ کے پاس بیٹھے ہیں تب مولوی نور الدین صاحب اٹھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب سے بغلگیر ہوئے اور گفتگو فرمانے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام سے ملاقات کی۔ حضرت اقدسؑ نے اس ملاقات کے بارہ میں اپنے تاثرات یوں لکھے ہیں۔ "جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے

بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی انکا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔" ۴

اخبار البدر ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵ کالم ۲ میں لکھا ہے "۱۸۔ نومبر ۱۹۰۲ء سہ شنبہ... ظہر و عصر۔ ان دونوں میں حضرت اقدس نے نماز باجماعت ادا کی۔ چند ایک احباب معہ مولوی عبد الستار صاحب جو آج تشریف لائے تھے ان سے ملاقات کی ان کے تحفے تحائف لے کر انہوں نے حضرت اقدس کے بطور نذر پیشکش کئے تھے۔ فرمایا ان کا آنا بھی ایک نشان ہے اور اس الہام یاتون من کل فج عمیق کو پورا کرتا ہے۔"

ملاقات کے بعد حضور نے صاحبزادہ صاحب اور آپ کے رفقاء کے قیام کا تسلی بخش انتظام فرمایا۔ ۵ حضرت صاحبزادہ صاحب یہاں ارادہ تو مختصر ملاقات کا لے کر آئے تھے مگر اس سے پہلے جو کتابوں کے ذریعہ سے سمجھا تھا چونکہ یہاں بہت کچھ زیادہ دیکھا اس لئے صفائی قلب کی وجہ سے نور الٰہی کی طرف ایسے جذب کئے گئے کہ سفر حج ملتوی کر کے کئی ماہ تک قادیان میں قیام کئے رکھا۔

قیام قادیان کے بعض واقعات

احمد نور صاحب کابلی کا بیان ہے کہ "حضرت مسیح موعود کے ساتھ جب ہم سیر کو جایا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے واپس آکر گھر میں داخل ہوتے تو شہید مرحوم اپنے کپڑے گرد و غبار سے صاف نہیں کرتے تھے جب تک ذرا ٹھہر نہ جائیں اور اندازہ نہ لگالیں کہ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے کپڑے جھاڑ لئے ہوں گے۔

شہید مرحوم کو الہام اور بکثرت صحیح کشف بھی ہوتے تھے۔ ایک روز مہمان خانہ میں سوئے ہوئے تھے کہ یکلخت اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ مجھ پر محمد ﷺ چادر کی مانند بچھائے گئے کہ... بالکل جدا نہیں ہو سکتے اور یہ الہام ہوا کہ جِسْمُهٗ مُنَوَّرٌ مُعَمَّرٌ مُعَطَّرٌ يُضِيْئُ كَاللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٌ۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ نور ہمارے اختیار میں ہے۔ چنانچہ ایک روز مولوی عبد الستار صاحب سے کہا کہ میرے چہرہ کی طرف دیکھو اور جھک گئے۔ مولوی صاحب دیکھنے لگے تو نہ دیکھ سکے۔ آنکھیں نیچی ہوگئیں۔ پھر جب شہید مرحوم کھڑے ہو گئے تو مولوی صاحب نے دیکھا اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا۔ وزیریوں کے مولوی صاحب نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔ مولوی صاحب ہنسے اور کہا کہ بہت کچھ دیکھا ہے اور یہ بھی کہا کہ جب میں نے آپ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو ان کے چہرہ کی چمک نے جو کہ سورج کی مانند تھی میری نظر کو چندھیا دیا اور نیچے کر دیا۔ اور پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو میں دیکھنے

کے قابل ہوا۔ اور دیکھا۔ شہید مرحوم نے وزیریوں کے مولوی صاحب سے کہا کہ تم میں تقویٰ کم ہے اس لئے تم نے نہیں دیکھا۔ ۶

شہید مرحوم پر عجیب وغریب احوال ظاہر ہوتے تھے۔ ایک روز بہشتی مقبرہ کی طرف جاتے ہوئے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم پیچھے رہ گئے ہو میرے ساتھ ملنے کی کوشش کرو۔ رسول اللہ ﷺ کے برکات وانوار مجھے عطا کئے گئے ہیں۔ پھر مولوی عبدالستار صاحب سے فرمایا کہ میرے چہرہ کی طرف ذرا دیکھو۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سورج جو کہ کافی اونچا تھا میں اس کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ شہید مرحوم کی پیشانی کی طرف دیکھنا مشکل تھا۔ آپ کے چہرہ سے ایسی شعاعیں نکلتی تھیں کہ سورج سے کئی درجہ بڑھ کر تھیں۔ قریباً تین مہینے شہید مرحوم نے قادیان میں قیام کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ شہید مرحوم سے ازحد محبت رکھتے تھے۔ ۷ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کو تشریف لے جا رہے تھے اور شہید مرحوم اور چند ایک آدمی اور بھی ساتھ تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے واپس گھر چلے آئے تو شہید مرحوم نے ہمیں مہمان خانہ میں آکر اور مخاطب ہو کر یہ کشفی نظارہ بیان فرمایا۔ آج ایک عجیب واقعہ ہوا ہے کہ جنت سے ایک حور اچھے خوبصورت لباس میں میرے سامنے آئی اور کہا کہ آپ میری طرف دیکھیں۔ میں نے کہا جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے ساتھ ہیں ان کو چھوڑ کر تیری طرف میں نہیں دیکھوں گا۔ تب وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو جا رہے تھے پھر جب واپس گھر آئے تو شہید مرحوم نے مجھے فرمایا کہ تم نے اپنے والد صاحب کو دیکھا؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو تمہارے ساتھ ساتھ اور حضرت مسیح موعود کے پیچھے آ رہے تھے حالانکہ میرے والد صاحب کئی برس پہلے گزر چکے تھے۔

شہید مرحوم کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دوزخ کا شور و غوغا سنتا ہوں اگر لوگ سنیں تو وہ بھی کھانا نہ کھائیں۔

ایک دفعہ عجب خاں تحصیلدار جو ہمارے یہاں آئے ہوئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گھر جانے کی اجازت لے کر شہید مرحوم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے حضرت صاحب سے اجازت لے لی ہے لیکن مولوی نور الدین صاحب سے نہیں لی۔ شہید مرحوم نے فرمایا کہ مولوی صاحب سے جا کر ضرور اجازت لینا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد یہی اول خلیفہ ہوں گے۔ چنانچہ جب شہید مرحوم جانے لگے تو مولوی صاحب سے حدیث بخاری کے دو تین صفحے پڑھے اور ہم سے فرمایا کہ

یہ میں نے اس لئے پڑھے ہیں کہ تا میں بھی ان کی شاگردی میں داخل ہو جاؤں۔ حضرت صاحب کے بعد یہ خلیفہ اول ہوں گے۔" [8]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب سفر جہلم اختیار فرمایا تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی حضور کے ہمرکاب تھے۔ مولوی عبداللطیف صاحب قادیان میں ہی تھے کہ حضرت اقدس کو حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کا علم دیا گیا۔ آپ کو الہام ہوا۔ "قُتِلَ خَیْبَۃً وَّ زِیْدَ ھَیْبَۃً۔" [9] یعنی ایسی حالت میں شہید ہو کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا۔ دوسری طرف حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ پر بھی یہ امر بالکل منکشف ہو چکا تھا کہ کابل کی زمین آپ کے خون کی منتظر ہے چنانچہ مولوی عبدالواحد خاں صاحب [10] سیالکوٹی کی روایت ہے کہ جہلم کی بات ہے حضرت صاحبزادہ صاحب رات کے وقت ہمارے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ "بار بار الہام مے شود' سربدہ' سربدہ' سربدہ" کہ مجھے بار بار الہام ہوتا ہے کہ سردو' سردو' سردو [11]

قادیان سے کابل کو واپسی

حضرت صاحبزادہ صاحب امیر کابل سے چھ ماہ کی رخصت لے کر آئے تھے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے رخصت ہونے کی اجازت مانگی تو حضورؑ نے فرمایا کہ جب آپ کو دوسرے سال حج کے لئے جانا ہے تو آپ یہیں ٹھہر جائیں مگر انہوں نے عرض کیا کہ حج کے لئے پھر آجاؤں گا۔ آخر حضورؑ نے ان کے اصرار پر دو چار روز کے بعد اجازت دے دی۔ [12]

جب حضرت صاحبزادہ صاحب روانہ ہوئے تو حضور اور حضور کے خدام احمد نور صاحب کابلی کے بیان کے مطابق ڈیڑھ میل تک اور بعض کے بیان کے مطابق وڈالہ کی نہر تک چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ [13] یہ غالباً آخر جنوری ۱۹۰۳ء [14] کا واقعہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب رخصت ہونے لگے تو آپ جوش عقیدت سے حضرت اقدسؑ کے قدموں پر گر پڑے اور دونوں ہاتھوں سے حضور کے قدم مبارک پکڑ لئے اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیں تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے پاؤں چھوڑ دیں انہوں نے پاؤں نہ چھوڑنے پر اصرار کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ۔ تب صاحبزادہ صاحب نے یہ لفظ سنتے ہی پاؤں چھوڑ دیئے۔ حضور سے رخصت ہو کر آپ سیدھے بٹالہ آئے وہاں سے لاہور پہنچے۔ تمام راستہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ لاہور پہنچ کر میاں چراغ دین صاحب کے پرانے مکان کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد میں تین چار دن قیام فرمایا۔ مکان تو آپ کے دوستوں کے بھی تھے مگر آپ نے خلوت پسندی کی خاطر مسجد کو ہی ترجیح دی۔ [15] جمعہ کے دن آپ نے مسجد گنٹی والی میں نماز

جمعہ کے بعد ایک لطیف وعظ فرمایا۔ [۱۱] بعد ازاں باہر تشریف لے گئے اور کچھ کتابیں خرید کر ان کی جلدیں بندھوائیں۔ جب تمام کتابیں مجلد ہو گئیں تو لاہور سے بذریعہ ریل کوہاٹ پہنچے۔ اس سفر میں آپ کا معمول تلاوت قرآن ہی رہا۔ کوہاٹ سے آپ بذریعہ ٹم ٹم بنوں پہنچے۔ پھر دو ایک روز قیام کے بعد علاقہ خوست کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپ کو الہام ہوا۔ "اذھب الی فرعون۔" [۱۲]

مراجعت وطن مباحثہ اور شہادت کے دردانگیز واقعہ کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے

اس کے بعد کیا ہوا؟ کس طرح شہادت کا دردانگیز واقعہ پیش آیا؟ اس کی تفصیل خود حضرت اقدس علیہ السلام کے قلم مبارک سے درج کی جاتی ہے فرماتے ہیں۔

"مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آکر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پاچکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھے معلوم ہوا ہے قضاء وقدر سے یہ صورت پیش آئی کہ مولوی صاحب جب سرزمین علاقہ کابل کے نزدیک پہنچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جو ان کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ اگر امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں۔ بلا اجازت اس لئے تشریف نہ لئے گئے کہ وقت سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہرنے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور چونکہ وہ میری نسبت شناخت کر چکے تھے کہ یہی شخص مسیح موعود ہے اس لئے میری صحبت میں رہنا ان کو مقدم معلوم ہوا۔ اور بموجب نص اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول حج کا ارادہ انہوں نے کسی دوسرے سال پر ڈال دیا۔ اور ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کے ارادہ کرنے والے کے لئے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس پہلے اہل اسلام میں انتظار ہے تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا۔ ہاں با اجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔ غرض چونکہ وہ مرحوم سید الشہداء اپنی صحت نیت سے حج نہ کر سکا اور قادیان میں ہی دن گزر گئے۔ تو قبل اس کے کہ وہ سرزمین کابل میں وارد ہوں اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا کہ انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگذشت کھول دی جائے کہ اس طرح پر حج کرنے سے معذوری پیش آئی۔ انہوں نے مناسب

سمجھا کہ بریگیڈیر محمد حسین کو خط لکھا تا وہ مناسب موقع پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں گوش گزار کر دیں اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی۔ اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا۔ اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا جب یہ خط بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت پیش نہ کیا مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاجزادہ عبد اللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے۔ تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ امیر صاحب نے بریگیڈیر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے۔ اس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کو لکھا۔ وہ خط افسر ڈاک خانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا۔ چونکہ قضاوقدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرہ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لئے امیر صاحب نے ان کے بلانے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف یہ خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ۔ اگر یہ دعویٰ سچا ہو گا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا۔ بہرحال اس خط کو دیکھ کر مولوی صاحب موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضاء وقدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔ راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوند زادہ صاحب کو دھوکا دے کر بلایا ہے۔ اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوند زادہ صاحب مرحوم بازار سے گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری انکے گرفتار کرنے کے لئے حاکم خوست کے نام آ چکا تھا۔ غرض جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من

چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے۔ اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔ اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی۔ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تمہیں رہائی دی جائے گی۔ مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے اس لئے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل و عیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا۔ پھر یک دفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے۔ بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کے تصدیق دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پروا نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں؟ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پالیا اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔ اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمان داری اور استقامت کا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ

کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لئے توجہ دلائیں۔ لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزارہا انسان اس کے معتقد تھے۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آجکل ایک طور سے عنان حکومت کابل کی مولویوں کے ہاتھ میں ہے اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں پھر ممکن نہیں کہ امیر اس کے برخلاف کچھ کر سکے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف اس امیر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ آپ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں اور اس عقیدہ سے توبہ کر لیں تب آپ عزت کے ساتھ رہا کر دیئے جاؤ گے۔ اور اسی نیت سے اس نے شہید مرحوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا متواتر فہمائش کا موقعہ ملتا رہے۔ اور اس جگہ ایک اور بات لکھنے کے لائق ہے اور دراصل وہی ایک بات ہے جو اس بلا کی موجب ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن شہید کے وقت سے یہ بات امیر اور مولویوں کو خوب معلوم تھی کہ قادیانی جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے جہاد کا سخت مخالف ہے اور اپنی کتابوں میں بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کا جہاد درست نہیں۔ اور اتفاق سے اس امیر کے باپ نے جہاد کے واجب ہونے کے بارے میں ایک رسالہ لکھا تھا جو میرے شائع کردہ رسالوں کے بالکل مخالف ہے اور پنجاب کے شرانگیز بعض آدمی جو اپنے تئیں موحد یا اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے تھے امیر کے پاس پہنچ گئے تھے۔ غالباً ان کی زبانی امیر عبدالرحمٰن نے جو امیر حال کا باپ تھا میری ان کتابوں کا مضمون سن لیا ہو گا اور عبدالرحمٰن شہید کے قتل کی بھی یہی وجہ ہوئی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن نے خیال کیا تھا کہ یہ اس گروہ کا انسان ہے جو لوگ جہاد کو حرام جانتے ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ قضاوقدر کی کشش سے مولوی عبداللطیف مرحوم سے بھی یہ غلطی ہوئی کہ اس قید کی حالت میں بھی جتلا دیا کہ اب یہ زمانہ جہاد کا نہیں اور وہ مسیح موعود جو درحقیقت مسیح ہے اس کی یہی تعلیم ہے کہ اب یہ زمانہ دلائل کے پیش کرنے کا ہے تلوار کے ذریعہ سے مذہب کو پھیلانا جائز نہیں۔ اور اب اس قسم کا پودا ہرگز بارآور نہیں ہو گا بلکہ جلد خشک ہو جائے گا۔ چونکہ شہید مرحوم سچ کے بیان کرنے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اور درحقیقت ان کو سچائی کے پھیلانے کے وقت اپنی موت کا بھی اندیشہ نہ تھا اس لئے ایسے الفاظ ان کے منہ سے نکل گئے۔ اور عجیب بات یہ ہے ان کے بعض شاگرد بیان کرتے

ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان میں ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔ کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر اپنا بسیرا لیتے ہیں۔ اب ہم اس دردناک واقعہ کا باقی حصہ اپنی جماعت کے لئے لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو لاکر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔ امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی اس لئے اس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں؟ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضب ناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے اخوندزادہ حضرت شہید مرحوم اسی طرح پابہ زنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے۔

اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی کہ جب شاہزادہ مرحوم کی ان بد قسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے۔ پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفرات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے حالانکہ اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا بالخصوص جب کہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے تو اس صورت میں مقتضاء خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہرحال افتاں وخیزاں اس مجلس میں جاتا۔ اور نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر یہ سختی روانہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں اس کو دبایا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہیں اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا بلکہ چاہئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیحؑ کے فوت ہونے کے بارے میں نہ دے سکا۔ ہائے!! وہ معصوم اس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذبح کیا گیا اور باوجود صادق ہونے کے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی بیوی اور اس کے یتیم بچوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذلت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔ اے نادان! کیا مسلمانوں میں اختلاف مذہب اور رائے کی یہی سزا ہوا کرتی ہے؟ تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا۔ سلطنت انگریزی جو اس امیر کی نگاہ میں اور نیز اس کے مولویوں کے خیال میں ایک کافر کی سلطنت ہے کس قدر مختلف فرقے اس سلطنت کے زیر سایہ رہتے ہیں۔ کیا اب تک اس سلطنت نے کسی مسلمان یا ہندو کو اس قصور کی بناء پر پھانسی دے دیا کہ اس کی رائے پادریوں کی رائے کے مخالف ہے؟ ہائے افسوس آسمان کے نیچے یہ بڑا ظلم ہوا کہ

ایک بے گناہ معصوم باوجود صادق ہونے کے باوجود اہل حق ہونے کے اور باوجود اس کے وہ ہزارہا معزز لوگوں کی شہادت سے تقویٰ اور طہارت کے پاک پیرایہ سے مزین تھا اس طرح بے رحمی سے محض اختلاف مذہب کی وجہ سے مارا گیا۔ اس امیر سے وہ گورنر ہزارہا درجہ اچھا تھا جس نے ایک مخبری پر حضرت مسیح کو گرفتار کر لیا تھا یعنی پیلاطوس جس کا آج تک انجیلوں میں ذکر موجود ہے کیونکہ اس نے یہودیوں کے مولویوں کو جب کہ انہوں نے حضرت مسیح پر کفر کا فتویٰ لکھ کر یہ درخواست کی کہ اس کو صلیب دی جائے یہ جواب دیا کہ اس شخص کا میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ افسوس اس امیر کو کم سے کم اپنے مولویوں سے یہ تو پوچھنا چاہئے تھا کہ یہ سنگساری کا فتویٰ کس قسم کے کفر پر دیا گیا اور اس اختلاف کو کیوں کفر میں داخل کیا گیا اور کیوں انہیں یہ نہ کہا گیا کہ تمہارے فرقوں میں خود اختلاف بہت ہے۔ کیا ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سنگسار کرنا چاہئے۔ جس امیر کا یہ طریق اور یہ عمل ہے نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دے گا۔ بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے ان کے پاس ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوند زادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا۔ یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوند زادہ صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے؟ تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ تب امیر صاحب نے دوبارہ توبہ کرنے کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اسی راہ میں جان دوں۔ تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی کی بناء پر ہو گا جو اس وقت ہوئی ہو گی کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطعین میں شامل ہو چکا تھا اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اس نے کہا اور اس قول کے یہ معنے تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتواں دن میں

زندہ ہو جاؤں گا۔ اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندہ ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا اور میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے اس بیری کے پاس لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی اور پھر دوبارہ اگے گی۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے اور وہ بہت بارآور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دے گا اس طرف میں نے یہ خواب دیکھی اور اس طرف شہید مرحوم نے کہا کہ چھ روز تک میں زندہ کیا جاؤں گا۔ میری خواب اور شہید مرحوم کے اس قول کا مال ایک ہی ہے۔ شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں ادنیٰ خدمت بجا لاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے۔ اور جس قوت ایمان اور انتہاء درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیا داری کم نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

پھر ہم اصل واقعہ کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا

اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوند زادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی۔ (نوٹ از مولف۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جو روایات پہنچیں ان کے مطابق تو واقعہ یہی ہے لیکن بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ناک میں رسی ڈالنے کی بات ہرگز درست نہیں معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں کا یہ خواب شہید مرحوم کے مریدوں نے پوری نہیں ہونے دی) تب اس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے اور ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں' مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جنکا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جب کہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا۔ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان (کی) کیا حقیقت ہے اور عیال واطفال کیا چیز ہیں جنکے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خاں اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلادیں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا۔ جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بد قسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ

ہو جاؤں گا۔ اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴/ جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں شامل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روانہ رکھا۔ اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصتہ لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا۔ اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ۔ افسوس کہ یہ امیر زیر آیت من یقتل مؤمنا متعمدا داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

"اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے" [۱۸]

"صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (وَمَا رَأَيْنَا ظُلْمًا اَغْيَظُ مِنْ هٰذَا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین! تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا

ارتکاب کیا گیا۔ اے بد قسمت زمین! تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔" [۱۹]

سانحہ شہادت کے بعد ایک عجیب آسمانی نشان کا ظہور

عبد الاحد خاں صاحب کابلی مرحوم درویش قادیان اکثر سنایا کرتے تھے کہ

"جب حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا تو اس دن میرے بڑے بھائی کی ڈیوٹی دوسرے کئی سپاہیوں کے ہمراہ حضرت شہید مرحوم کی نعش کی حفاظت پر لگی ہوئی تھی۔ ایک وسیع میدان میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کیا گیا تھا۔ اس دن شام کے بعد سخت بارش ہونے لگی اور شدید آندھی آگئی۔ تمام سپاہی میدان چھوڑ کر قریبی برآمدے میں چلے گئے برآمدے کے اندر اسی وقت دوسرے سپاہیوں کے ہمراہ میرے بڑے بھائی صاحب نے بھی یہ نظارہ دیکھا کہ ایک بجلی کا ستون حضرت شہید مرحوم کے سر کے اوپر کے پتھر کے ڈھیر سے نکلا ہے اور آسمان کی طرف اونچا ہونا شروع ہوا۔ اور اسی طرح کا ایک بجلی کا ستون آسمان کی طرف سے حضرت شہید مرحوم کے سر پر اترنا شروع ہوا۔ آخر زمین اور آسمان کے درمیان یہ دونوں بجلی کے ستون مل گئے۔ گویا کہ زمین سے آسمان تک بجلی کا ایک بہت بڑا ستون تیار ہو گیا اور اس وقت بہت زیادہ روشنی پھیل گئی۔ یہ نظارہ تھوڑی دیر رہا مگر اس سے وہاں موجود تمام سپاہیوں کے دل سہم گئے اور وہ بہت ڈر گئے اور کہنے لگ گئے کہ سنگسار کیا جانے والا تو کوئی ولی اللہ اور بزرگ معلوم ہوتا ہے۔" [۲۰]

اخبار "وطن" میں اس دردناک واقعہ کی خبر

حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید کے دردناک واقعہ کی خبر اخبار "وطن" لاہور (۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء) نے بایں الفاظ شائع کی۔

"ایک احمدی کا قتل"

علاقہ خوست واقعہ سلطنت افغانستان میں ایک معزز خاندان صاحبزادگان کا رہتا ہے جو داتا گنج بخش صاحب کی اولاد میں سے ہیں جن کی زمین ضلع بنوں میں متصل سرائے نورنگ واقع ہے۔ ان کا ایک بزرگ ابتدائے حکومت امیر عبد الرحمٰن خاں صاحب مرحوم سے خوست میں رہتا ہے جس کو امیر صاحب سے پنشن ملا کرتی ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب جو ہندوستان سے دینی تعلیم پا کر عرصہ سے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اور وہ امیر صاحب کی طرف سے اول حد بندی میں شامل تھے اور ایک ہزار روپیہ آپ کو پنشن ملتی تھی اور خاص کابل میں امیر صاحب نے ان کو ایک جید عالم ہونے

کی وجہ سے افسر عطاء مقرر کیا تھا۔ معلوم نہیں کہ ان کو مرزا صاحب قادیانی سے کس طرح جان پہچان ہو گئی کہ موسم سرما گزشتہ میں وہ خوست سے باجازت امیر حبیب اللہ خاں صاحب حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اور بجائے حج کے مرزا صاحب کے پاس چلے گئے اور جب وہ دو تین ماہ وہاں رہ کر خوست میں واپس آئے تو مرزا صاحب کے چند رسالے و کتب مع اپنے عقیدہ تحریری کے سردار نصر اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے جس پر فوراً بارہ سوار کابل سے آئے اور مولوی مذکور کو گرفتار کر کے لے گئے اور اس کو علماء کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے اس کو مرزائی عقیدہ سے تائب ہونے کے لئے کہا مگر وہ تائب نہ ہوا جس پر عام مجمع علماء اور رؤسا کے سامنے اس کو سنگسار کیا گیا۔ اس خاندان کے باقی اشخاص بھی اگرچہ مرزائی عقیدہ کے پیرو نہ تھے تاہم مرد و زن وہ بھی گرفتار کئے گئے ہیں اور ان کا اثاث البیت نیلام ہو کر ان کو کابل جانے کا حکم ہوا ہے" [21]

حضرت شہیدؒ کا مزار مبارک

سید عبداللطیف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مقتل پر تین روز تک سخت پہرہ [22] رہا بعد اس کے سرکاری انتظام کیا گیا کہ حضرت شہیدؒ کی نعش کو کوئی نکال کر نہ لے جائے اور بظاہر کوئی صورت نعش کو نکالنے کی نہیں تھی کہ حضرت شہیدؒ کے ایک شاگرد سید احمد نور کابلی (جو حضرت شہید مرحوم کے سفر قادیان میں ان کے ساتھ رہے اور بیعت سے مشرف ہوئے اور جن کو حضرت شہید نے وصیت فرمائی کہ جب میں مارا جاؤں گا تو میرے مرنے کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر دینا [23] یہ عزم کر کے کابل پہنچے کہ خواہ مجھے بھی بالآخر سنگسار ہونا پڑے میں حضرت شہیدؒ کی نعش مبارک نکال کر دفن کرنے کی کوشش کروں گا۔ وہ کابل میں ایک مزدور سے تابوت اور کفن دفن کا سامان وغیرہ اٹھوا کر آدھی رات کے وقت شہادت گاہ پر گئے۔ نعش کو پتھروں کے نیچے دبے ہوئے چالیس دن ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پلٹن کے ایک حوالدار بھی جو حضرت شہید کے دوست تھے امداد کے لئے چند اور ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ احتیاطاً ایک آدمی کو پہرہ کے لئے مقرر کیا گیا اور باقیوں نے پتھر ہٹا کر صاف میدان کر دیا۔ جب نعش مبارک نظر آنے لگی تو ایک اعلیٰ درجہ کی خوشبو نے آپ کے جسد اطہر سے نکل کر فضا کو معطر کر دیا جب نعش زمین سے اٹھا کر کفن میں رکھی گئی تو سید احمد نور صاحب کو بذریعہ کشف دکھایا گیا کہ پہاڑی کے پیچھے پچاس آدمی اور ایک سوار گشت پر آرہے ہیں۔ اس زمانہ میں رات کے وقت پہرہ ہوتا تھا اور اگر کوئی رات کو پکڑا جاتا تو اسے بلا تامل مار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کشف پر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو لاش سے ہٹ کر اوٹ میں آنے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد واقعی بہت سے آدمی اور سوار آگئے جو کچھ دیر بعد پلٹ گئے۔

تب یہ سب دوبارہ حضرت شہیدؓ کی لاش پر آگئے اور اسے تابوت میں رکھ دیا۔ اس وقت لاش اس قدر بھاری تھی کہ اٹھائی نہیں جا سکتی تھی۔ سید احمد نور صاحب کابلی کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے لاش کو مخاطب کر کے کہا کہ "جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں۔ ہم تو ابھی مصیبت میں گرفتار ہیں کوئی اور اٹھانے والے نہیں آپ ہلکے ہو جائیں"۔ اس کے بعد ہم نے ہاتھ لگایا تو لاش اتنی ہلکی ہو گئی تھی کہ میں نے کہا کہ میں اکیلا ہی اٹھاتا ہوں لیکن حوالدار نے کہا کہ نہیں میں اٹھاؤں گا۔ آخر وہ میری پگڑی لے کر اور تابوت کو اس کے ذریعہ سے اٹھا کر نزدیک کے ایک مقبرہ میں پہنچا کر رخصت ہوئے۔

صبح ہوتے ہی سید احمد نور صاحب نے مقبرہ کے ایک مجاور کو کچھ پیسے دے کر ساتھ کر لیا اور تابوت شہر کے اندر لائے اور شمال کی طرف ایک پہاڑی بالائی سار کے نام ہے جس کے دوسرے جانب واقع قبرستان میں دفن کر دیا۔ حضرت شہیدؓ کی نعش مبارک یہاں سید احمد نور صاحب کابلی کے بیان کے مطابق ایک سال اور قاضی محمد یوسف صاحب مردان کی تحقیق کے مطابق صرف چند دن تک رہی اس کے بعد حضرت شہیدؓ کے ایک شاگرد میرو نام نے اسے انکے گاؤں سید گاہ میں لے جا کر دفن کر دیا اور ایک نامعلوم سی قبر بنائی۔ اتفاقاً خان عجب خاں صاحب احمدی (ساکن زیدہ ضلع پشاور) مرام شاہ وزیرستان میں نائب تحصیلدار تھے انہوں نے اپنے خرچ پر ان کے روضہ کو پختہ اور خوبصورت بنا دیا۔ رفتہ رفتہ ملک خوست میں یہ خبر پھیل گئی اور حضرت شہیدؓ کے کثیر التعداد معتقد ان کے مزار پر بغرض زیارت آنے لگے اور وہ مقام زیارت گاہ خاص و عام ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حاکم خوست نے (نائب السلطنت) سردار نصر اللہ خاں کو اطلاع دی۔ انہوں نے شاہ غاصی محمد اکبر خاں حاکم اعلیٰ خوست سمت جنوبی کو حکم دیا کہ فوراً فوج کا ایک دستہ لے کر روضہ پر پہنچو اور راتوں رات تابوت نکال کر کسی غیر معروف مقام کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ جنوری ۱۹۱۰ء میں شاہ غاصی نے تابوت کو رات کے اندھیرے اور فوج کی حفاظت میں نکال کر کسی نامعلوم جگہ میں دفن کر دیا۔ [۲۲] اس طرح خدائی مصلحت نے حضرت شہیدؓ کی قبر کو شرک کی آماجگاہ بننے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

ایک چشم دید شہادت

"املاء حاجی خواجہ محمد عمر ہشتاد و ہفت سال ساکن خوست حال مہاجر افغانستان کرم ایجنسی سدہ۔ پاکستان

من میر قلم را خوب می شناسم۔ بسیار دوست ما بود۔ بجائے مای آمد من بجائے اوی افتم۔ او من بیان کردہ بود کہ زمانہ شہادت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب جوان بودم۔ جنازہ اش کہ می آوردند در حد المرائی جدران خوست رسانید برائے من خبر دار کہ شما چند نفراں برائے معاونت جنازہ صاحبزادہ صاحب مرحوم در المرائی جدران بہ آمد۔ من ہمراہ چند نفر دیگر در مواضع المرائی جدران رسیدم۔ جنازہ او را بشانہ گرفتیم در خوست در مقام سید گاہ بخانہ خود صاحبزادہ صاحب مرحوم رسانیدیم۔ و در مقبرہ آبائے آشان دفن کردیم۔ بعد از دفن او کہ خبر مشہور شد ہر قسم مریضاں برائے شفاء بمرقد مبارک اوی آمدند۔ شفا می یافتند۔ ایں آوازہ بیسار مشہور شد۔ ایں خبر بہ امیر حبیب اللہ در کابل رسید۔ امیر حبیب اللہ برائے حاکم خوست خبر داد کہ تابوت او را از قبر بکشید بہ جائے نامعلوم دفن کنید کہ قبر او گم شود۔ بعد آں حاکم خوست با قبر او باملند۔ وقت نماز خفتن تابوت او از مدفن کشیدہ در مقبرہ قوم متون بہ دامن کوہ دفن کردند و آثار قبر او را ہموار کردند۔ در حال قبر او معدوم الاثرات قبر او معلوم نمی شد۔ میر قلم خان ایں را گفتہ بود کہ جنازہ صاحبزادہ مرحوم بشانہ خود گرفتیم از تابوت او خوشبوئی می آمد۔ ما یاں مانند عطر توی می کردند حالانکہ بالائے تابوت او عطر خ پاشیدہ نہ شدہ بود۔ از باطن تابوت برائے ما یاں خوشبوی می آمد بیان بزبان میر قلم خاں ختم شد۔ حاجی خواجہ محمد مرید می گوید کہ پس [illegible] ان خود من بسیار کوشش کردم کہ قبر صاحبزادہ صاحب مرحوم معلوم کنم۔ در آنجا گشتم مگر [illegible] قبر صاحبزادہ صاحب معلوم نہ شد در حال قبر او معدوم الاثر است اکنوں کہ در افغانستاں قتل و قتال و تسلسل شوروی شروع است سبب انتقام شہادت صاحبزادہ صاحب مظلوم و مولوی عبدالرحمان صاحب

مظلوم۔ و مولوی عبدالحلیم صاحب و مولوی نعمت اللہ صاحب کہ شاگردگان صاحبزادہ صاحب بودند شہادت ناحق ایشان است۔ نیز میر قلم خاں یکے از شاگردگان صاحبزادہ صاحب بود۔ ایناں صاحب رسوخ نہ بودند ازیں سبب محفوظ ماندند از ظلم کشتن و بندی شدن۔ آنہا را کہ شہید کردند سبب ایں بود کہ علماء بودند۔ صاحب رسوخ بودند۔ شاگرداں داشتند تبلیغ احمدیت می کردند۔ ہشت دہ خانہ احمدیاں بودند حکومت تحریر کردند۔ در شکنجہ ظلم گرفتہ اند در حال مخالفین شناختہ نمی شود کہ ایں احمدی است غیر از خانہ میر قلم خاں و من خواجہ محمد خاں۔ حکومت قسم دادند کہ من احمدی نیستم۔ دریں سبب ست شدند۔ ضعیف الایمان شدند و می ترسد اظہار احمدیت نہ توانند کرد بلے اولادہائے اوشاں زندہ است۔

میر قلم خاں علی الاعلان می گفتہ اند کہ امام مہدی در قادیاں موجود است براو ایمان بہ آورید قریباً پانزدہ سال براو ایمان بہ آورید مگر خدا او را محفوظ کردہ کہ اجل خود فوت شد۔

ایں مضمون من املاء کردہ ام خواجہ محمد

گواہ شد عبدالرحیم صابر بقلم خود

ترجمہ بیان حاجی خواجہ محمد صاحب بعمر ۷۸ سال ساکن خوست حال مہاجر افغانستان کرم ایجنسی پاکستان

میں میر قلم خاں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہمارا گہرا دوست تھا۔ ہمارے ہاں آیا کرتا تھا۔ ہم اس کے ہاں جایا کرتے تھے۔ اس نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی شہادت کے زمانہ میں جوان تھا۔ جب ان کے تابوت کو علاقہ خوست کے موضع المرائی جدران کے حدود میں لے کر پہنچا۔ مجھے اطلاع دی کہ آپ چند احباب حضرت صاحبزادہ مرحوم کے جنازہ کے سلسلہ میں میری مدد کے لئے موضع المرائی جدران آجائیں۔ ہم آپ کے جنازہ کو کندھوں پر اٹھا کر حضرت صاحبزادہ صاحب کے گھر سید گاہ کے مقام پر لے آئے اور انہیں ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔ جب آپ کی تدفین کا چرچا عوام میں ہوا تو ہر قسم کے مریض بغرض شفاء یابی آپ کی قبر مبارک پر آتے تھے۔ اور صحت یاب ہو کر جاتے تھے۔ جب اس کا عام چرچا ہوا تو یہ بات امیر حبیب اللہ والی کابل تک پہنچی۔ اس نے حاکم خوست کو فرمان بھیجا کہ آپ کے تابوت کو قبر سے نکال کر کسی نامعلوم جگہ پر دفن کر دیا جائے۔ تاکہ قبر کا پتہ نہ چل سکے۔ حاکم خوست آیا اور نماز عشاء کے وقت ان کے تابوت کو

مدفن سے نکالا اور دامن کوہ میں قوم متوں کے قبرستان میں دفن کر کے قبر کے نشان کو ناپید کر دیا۔ اس وقت آپ کی قبر کے آثار ناپید ہیں اور معلوم نہیں کہ قبر کہاں ہے۔

میر قلم خاں نے یہ بات بیان کی تھی کہ جب ہم نے صاحبزادہ صاحب مرحوم کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ آپ کے تابوت سے عطر کی مانند خوشبو آرہی تھی۔ جس سے ہمارے مشام معطر ہو رہے تھے۔ حالانکہ آپ کے تابوت پر کوئی عطر نہیں چھڑکا گیا تھا۔ تابوت کے اندر سے ہم سب کو خوشبو آرہی تھی۔ میر قلم خاں کی زبانی سنا ہوا بیان ختم ہوا۔

حاجی خواجہ محمد مزید بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد میں نے خود ذاتی طور پر بہت کوشش کی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر کا سراغ لگاؤں۔ اس جگہ گھومتا رہا۔ لیکن قبر کا نشان دریافت نہ ہو سکا۔ اور اس وقت آپ کی قبر معدوم الاثر ہے۔ اس وقت افغانستان میں جو روسی تسلط اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے) صاحبزادہ صاحب شہید مظلوم اور ان کے مظلوم شاگردان شہید مولوی عبد الرحمٰن صاحب، مولوی عبد الحلیم صاحب، مولوی نعمت اللہ صاحب کے قتل ناحق کا انتقام ہے۔ میر قلم خاں بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگردوں میں سے تھا۔ لیکن ایسے شاگرد با اثر نہ تھے۔ اس لئے قتل اور قید و بند سے بچ نکلے۔ جو شہید ہوئے وہ بدیں سبب کہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اور صاحب اثر و رسوخ تھے۔ اور کافی تعداد میں شاگرد رکھتے تھے اور احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ احمدیوں کے آٹھ۔ دس گھرانے تھے۔ جنہیں حکومت نے ایذا اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ اب مخالفت کے نتیجہ میں یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کون احمدی ہے۔ کیونکہ انہوں نے بجز میر قلم خاں اور خاکسار خواجہ محمد خاں کے حلفیہ طور پر حکومت کے سامنے احمدیت سے انکار کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ سست اور کمزور ایمان ہو گئے۔ اور خوف کی وجہ سے احمدیت کو ظاہر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ان کی اولادیں اب تک موجود ہیں۔ میر قلم خاں اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ امام مہدی علیہ السلام قادیان میں موجود ہیں۔ ان پر ایمان لائیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا اور انہیں نے قریباً ۱۵ سال قبل طبعی طور پر وفات پائی۔

یہ مضمون میں نے املا کروایا ہے (دستخط) خواجہ محمد

گواہ شد عبد الرحیم مہاجر بقلم خود

حضرت شہیدؒ کا حلیہ مبارک اور عادات و فضائل

حضرت ۱۲۵ شہیدؒ کا قد اور جسم درمیانہ۔ ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی اور جیسا کہ جدید تحقیق سے ثابت ہے عمر کے آخر تک آپ کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے۔

آواز بلند تھی۔ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ سے نہایت درجہ عشق تھا۔ ہر وقت یاد الٰہی اور دینی باتوں میں گداز رہتے تھے۔ علوم مروجہ پر عبور حاصل ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ عالم ربانی کی حیثیت سے آپ کو جناب الٰہی سے علوم روحانیہ سے حصہ ملا تھا اور آپ صاحب کشف و الہام تھے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ کے مہمان خانہ میں بیس چالیس آدمی ہر وقت رہتے تھے۔ قرآن و حدیث کا درس آپ کے یہاں جاری رہتا تھا۔ کئی ہزار حدیثیں آپ کو ازبر یاد تھیں۔ آپ بندوق چلانے کے بہت مشاق اور خوب ماہر تھے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ ستر برس کے درمیان تھی۔ [۲۱]

حضرت شہید مرحوم کے بال

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد سید احمد نور صاحب کابلی ان کا ایک بال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان لائے۔ حضور نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر یہ بوتل سر بمہر کر دی اور تاگہ باندھ کر اسے بیت الدعا کی کھونٹی سے لٹکا دیا اور یہ سارا عمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا اسے آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ "ایک بال ان کا اس جگہ پہنچایا گیا جس سے اب تک مشک کی خوشبو آتی ہے اور ہماری بیت الدعا کے ایک گوشہ میں شیشہ میں آویزاں ہے۔" [۲۲] یہ بوتل کئی سال تک بیت الدعا میں لٹکتی رہی۔

حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ کے خاندان پر مظالم اور آپ کی اہلیہ اور اولاد کا قابل رشک صبر اور استقلال

حضرت سید عبداللطیف صاحب نے اپنی یادگار ایک اہلیہ [۲۳] اور پانچ فرزند چھوڑے۔ اہلیہ صاحبہ کا نام شاہجہان بی بی اور صاحبزادوں کے نام یہ تھے (۱) صاحبزادہ سید محمد سعید صاحب (۲) صاحبزادہ سید عبدالسلام صاحب (۳) صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی (۴) صاحبزادہ سید محمد عمر صاحب (۵) صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب۔ حادثہ شہادت کے بعد حکومت افغانستان کی طرف سے آپ کی اہلیہ [۲۴] اور بچوں پر بہت مظالم ڈھائے گئے جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر انہوں نے قابل رشک صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ آپ کی اہلیہ ہر موقعہ پر یہی فرماتی رہیں کہ اگر احمدیت کی وجہ سے میں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے شہید کر دیئے جائیں تو میں اس پر خدا تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں گی اور بال بھر بھی اپنے عقائد تبدیل نہ کروں گی۔ [۲۵]

غرضکہ ان کے سامنے مصائب و آلام کے کوہ گراں آئے لیکن ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکے صاحبزادہ سید محمد سعید صاحب و سید محمد عمر صاحب انہی مشکلات کی تاب نہ لا کر افغانستان ہی میں

شہید ہوگئے اور بالآخر قید و صعوبت و دیگر مصائب کا مسلسل نشانہ بننے کے بعد حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کے خاندان کا لٹا ہوا قافلہ افغانستان سے ہجرت کر کے بالآخر ۲/ فروری ۱۹۲۶ء کو علاقہ بنوں میں آگیا جہاں اس خاندان کی اپنی جاگیر موجود تھی۔ یہ قافلہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا۔

(۱) شاہجہان بی بی صاحبہ (اہلیہ (۲) صاحبزادہ سید عبدالسلام صاحب مع دو لڑکے (۳) صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی (۴) صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب (۵) صاحبزادہ سید محمد سعید صاحب مرحوم کا فرزند سید محمد ہاشم، دو لڑکیاں اور ایک بیوی (۶) حضرت شہید کی ہمشیرہ صاحبہ اور ان کے دو صاحبزادے عبدالقدوس اور عبدالرب [۳۱]

تفصیل اولاد حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید مرحوم

"(پوری تفصیل و ترتیب عمر کے اعتبار سے ہے۔ بیٹیوں اور ان کی اولاد کی تفصیل شامل نہیں)۔

۱۔ صاحبزادہ سید محمد سعید صاحب مرحوم

(شہید مرحوم کے سب سے بڑے صاحبزادے)

رہائش	اولاد
سرائے نورنگ	۱۔ سیدہ بی بی صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ سید عبدالرب صاحب
بنوں چھاؤنی	۲۔ ڈاکٹر صاحبزادہ سید محمد ہاشم صاحب
	۳۔ سیدہ بی بی حلیمہ صاحبہ مرحومہ (ان کی شادی نہیں ہوئی تھی)

۲۔ صاحبزادہ سید عبدالسلام صاحب مرحوم

(شہید مرحوم کے صاحبزادے)

رہائش	اولاد
سرائے نورنگ ضلع بنوں	۱۔ صاحبزادہ سید ہبتہ اللہ صاحب
	۲۔ صاحبزادہ سید حمایت اللہ صاحب
پشاور	۳۔ صاحبزادہ سید محمود احمد صاحب

سرائے نورنگ	۴۔ صاجزادہ سید صدیق احمد صاحب
سرائے نورنگ	۵۔ سیدہ امتہ الحفیظ صاحبہ بیگم صاجزادہ سید محمد شفیع صاحب
	۶۔ سیدہ شوکت خاتون صاحبہ مرحومہ (غیر شادی شدہ)

۳۔ صاجزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب مرحوم

(شہید مرحوم کے صاجزادے)

رہائش	اولاد
کراچی	ا۔ صاجزادہ سید نعیم احمد قدسی صاحب
واشنگٹن امریکہ	۲۔ صاجزادہ سید فہیم احمد قدسی
	۳۔ صاجزادہ سید مودود احمد قدسی
کراچی	۴۔ صاجزادہ سید شمیم احمد قدسی
	۵۔ صاجزادہ سید انیس احمد قدسی
لاہور	۶۔ سیدہ قدسیہ قدسی اہلیہ مرزا انور بیگ صاحب

۴۔ صاجزادہ سید محمد عمر صاحب مرحوم

(شہید مرحوم کے صاجزادے)

ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ دوران قید ہی شہادت پائی۔

۵۔ صاجزادہ سید محمد طیب صاحب لطیف مرحوم

(شہید مرحوم کے سب سے چھوٹے صاجزادے)

رہائش	اولاد
ملائیشیا	ا۔ سیدہ امتہ الھادی لطیف صاحبہ اہلیہ مرزا مشتاق احمد ناصر صاحب مرحوم
وفات شدہ	۲۔ صاجزادہ سید محمد احمد لطیف صاحب مرحوم
واشنگٹن امریکہ	۳۔ صاجزادہ سید مہدی لطیف صاحب
	۴۔ صاجزادہ سید طاہر لطیف صاحب

کیلی فورنیا امریکہ	۵۔ صاحبزادہ سید راشد لطیف صاحب
کوہاٹ پاکستان	۶۔ صاحبزادہ سید بشیر احمد لطیف صاحب
پشاور	۷۔ صاحبزادہ سید فاضل لطیف صاحب
راولپنڈی	۸۔ سیدہ امتہ الحی لطیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ سید محمد رفیع صاحب
کوہاٹ	۹۔ صاحبزادہ سید محمد جمیل لطیف صاحب
سیاٹل امریکہ	۱۰۔ صاحبزادہ سید عبد الحی لطیف صاحب
ٹورانٹو کینیڈا	۱۱۔ صاحبزادہ سید امجد لطیف صاحب
کراچی	۱۲۔ سیدہ ناصرہ لطیف صاحبہ اہلیہ مرزا ہارون علی صاحب
	۱۳۔ صاحبزادہ سید عبد اللطیف احمد ٹیپو مرحوم

نوٹ:۔

ہمارے ابا جان مرحوم نے تین شادیاں کیں سب سے بڑی ہماری امی جان ہیں۔ دوسری شادی سے اولاد نمبر ۳، ۵ اور ۸ ہیں۔ تیسری شادی سے صرف ایک بیٹا نمبر ۱۰ صاجزادہ عبد الحیٔ لطیف ہے۔

(ہماری امی جان پشاور میں میرے بھائی صاجزادہ فاضل لطیف کے پاس ہیں)

سیدہ ناصرہ لطیف

اہلیہ مرزا ہارون علی ۸/۷۷۵ عزیز آباد کراچی ۳۹"

ظلم کی پاداش میں جبار و قہار خدا کی تجلیات اور قہری نشانات کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید کے واقعات بیان کرتے ہوئے پیشگوئی کی تھی کہ شہید کا خون رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا۔ اور اس ملک کے حکمرانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور بیس سال پیشتر کے الہام میں بھی یہ خبر دی گئی تھی کہ اس ملک پر عام تباہی آئے گی۔ چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا۔ اور جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شامل ہونے والوں کو سزا ملی اسی طرح حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید کے خون سے ہاتھ رنگنے والے بھی چن چن کر پکڑے گئے۔

پہلا قہری نشان اس ضمن میں پہلا قہری نشان یہ ظاہر ہوا کہ شہادت کے کے پہلے روز ۱۴/ جولائی کی شام کو ۹ بجے کے قریب ملک میں ایک خوفناک آندھی کا غیر معمولی طوفان اٹھا۔ [۳۲] جو ظالمانہ موت کی آسمانی شہادت تھی۔

دوسرا قہری نشان

دوسرے روز یعنی ۱۵/ جولائی کو شہر کابل اور اردگرد کے علاقوں میں اچانک اور خطرناک ہیضہ پھوٹ پڑا جس سے روزانہ کئی اموات ہونے لگیں۔ اور لوگوں پر سخت ہیبت طاری ہوئی اور لوگوں نے محسوس کر لیا کہ یہ بلا سید مظلوم کی وجہ سے ہم پر پڑی ہے۔ خود سردار نصراللہ خاں کی بیوی اور نوجوان لڑکا ہیضہ کا شکار ہوئے اور بعض وہ ملا بھی جنہوں نے آپ کے خلاف فتویٰ کفر دیا تھا۔ ۳۳

تیسرا قہری نشان

وہ شریر اہل حدیث پنجابی بھی کیفر کردار کو پہنچے جنہوں نے حضرت شہیدؓ کو قید و بند دلائی اور آخر کار شہید کروا دیا۔ ان سب کے سرغنے ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے بھائی مولوی نجف علی اور محمد چراغ تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے ان کو نمک حرامی کی سزا میں گیارہ سال تک اسیر زنداں کر دیا۔ ڈاکٹر عبدالغنی دوران قید میں ہی تھا کہ اس کی بیوی لنڈی کوتل سرائے میں مر گئی اور اس کا نوجوان بیٹا شہر کابل میں دن دہاڑے قتل ہو گیا۔ پھر گیارہ سال جیل کاٹنے کے بعد وہ رہا ہوا تو ملک بدر کر دیا گیا۔

مولوی نجف علی نادر شاہ کے عہد حکومت میں ایک فارسی منظوم کتاب "درہ نادرہ" جس پر عدالت عالیہ نے اسے کافر و مرتد قرار دیا اور حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جاوے۔ آخر کار سفیر برطانیہ کی مداخلت سے کابل سے اسے ہندوستان واپس جانے کی اجازت ملی۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی محمد چراغ بھی کابل سے نکال دیا گیا۔

چوتھا قہری نشان

حضرت شہیدؓ پر فتویٰ دینے والے قاضی عبدالرزاق اور قاضی عبدالروف قندھاری تھے۔ قاضی عبدالرزاق افسر مدارس اور ملائے حضور کا عہدہ رکھتا تھا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے ایک جرم کی بناء پر اسے ان سب عہدوں سے برطرف کر دیا۔ اور اسے ایک ہزار روپے جرمانہ کیا۔ اس سزا کے بعد وہ کابل سے بالکل غائب ہی ہو گیا۔ قاضی عبدالرؤف بھی گمنامی کی حالت میں رخصت ہوا اور اس کا لڑکا اور جانشین قاضی عبدالواسع ۱۹۲۹ء میں نہایت بے رحمی سے ہلاک کیا گیا۔

پانچواں قہری نشان

ملاؤں کے فتویٰ کی تکمیل میں ایک بہت بڑا ہاتھ سردار حبیب اللہ خاں کے بھائی سردار نصراللہ خاں کا تھا۔ اسی نے حضرت شہیدؓ کو پابہ جولاں کیا۔ اور قید میں رکھا۔ یہی سزا اسے ملی۔ وہ سردار امان اللہ خاں کے حکم شاہی فرمان سے پابہ جولاں کابل لایا گیا اور اسے نظر بند کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے اس کا دماغ مختل ہو گیا اور وہ کچھ عرصہ کے بعد رات کے وقت اس برج میں جہاں مقید تھا حبس دم کر کے قتل کر دیا گیا اور جس طرح اس نے حضرت

شہید مرحوم کی قبر معدوم کرادی تھی اس طرح امیر امان اللہ خاں نے اس کی قبر کا نام و نشان مٹادیا۔ سردار نصر اللہ خاں کا نوجواں لڑکا قتل ہوا اور اس کی لڑکی عالیہ بیگم سے امیر امان اللہ خاں نے خفیہ نکاح کیا مگر بوقت معزولی اسے طلاق دے دی گویا اس کی آخری یادگار لڑکی کا انجام بھی خراب ہوا۔

چھٹا قہری نشان امیر حبیب اللہ خاں کا حشر بھی نہایت عبرتناک ہوا یعنی اسے ۲۰/ فروری ۱۹۱۹ء کو کسی نامعلوم شخص نے پستول سے اڑادیا۔ اور جس طرح اس نے حضرت شہید مرحوم کے جسد اطہر پر سنگ باری کی تھی ٹھیک اسی طرح علاقہ شنوار کے باغیوں نے جلال آباد پر حملہ کر کے اس کی قبر پر پتھروں کی بارش کی اور مرنے کے بعد رجم کیا۔ امیر حبیب اللہ خاں کے حکم سے حضرت شہید کے دو نوجوان فرزند حضرت محمد سعید جان اور حضرت محمد عمر جان جیل فور سے شہید ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے امیر حبیب اللہ خاں سے اس کا یوں انتقام لیا کہ خود اس کا جوان بیٹا سردار حیات اللہ خاں پھانسی چڑھا۔ کتاب "زوال غازی" کا مصنف لکھتا ہے

"بچہ سقاؤ نے خفیہ ہی خفیہ اسے پھانسی دے کر ارک کی ایک دیوار کے نیچے دبادیا"۔ [۳۴]

غرضکہ کابل کے عوام سے لے کر امیر حبیب اللہ خاں تک خدائے قہار کی قاہرانہ تجلیوں کا شکار ہوئے اور بالآخر ۱۹۲۹ء میں اس کی پاداش میں ایسا انقلاب آیا کہ بچہ سقہ جیسے ایک ادنیٰ شخص نے حکومت افغانستان کا تختہ الٹ دیا اور امیر حبیب اللہ خاں کے خاندان سے حکومت چھن گئی اور اس کے آخری تاجدار امیر امان اللہ خاں کو ملک سے بھاگ کر اٹلی میں پناہ لینا پڑی۔ [۳۵-۳۶]

"تذکرۃ الشہادتین" کی تصنیف و اشاعت

حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید" کا دل ہلا دینے والا حادثہ شہادت جماعت احمدیہ کی تاریخ میں نہایت درجہ اہمیت رکھنے والا اور ناقابل فراموش حادثہ تھا۔ لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے اس کی تفصیلات بتانے اور جماعت کو حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن شہید کا اسوہ حسنہ تاقیامت پیش نظر رکھنے کی تحریک کرنے کے لئے "تذکرۃ الشہادتین" تصنیف فرمائی جو اکتوبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ حضرت اقدس ؑ کا ارادہ تھا کہ یہ کتاب ۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو تالیف کر کے گورداسپور لے جائیں جہاں حضور پر فوجداری مقدمہ دائر تھا۔ لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو سخت دردگردہ شروع ہو گیا۔ حضور کو خیال ہوا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا۔ صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح دردگردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے تو یہ تالیف نہیں ہو سکے گی۔ تب خدا تعالیٰ نے آپ کو دعا کی طرف توجہ دلائی۔ حضور نے رات کے وقت تین بجے کے قریب

اپنے اہل بیت سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو آپ نے اسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی سید عبد اللطیف شہید کے تصور سے دعا کی کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں لکھنا چاہتا تھا۔ تو ساتھ ہی حضور کو غنودگی ہوئی اور الہام ہوا۔ سلام قو لا من ر ب ر حیم یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ حضور فرماتے ہیں "پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا"۔ یہ گویا مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی ایک جدید کرامت تھی جو ان کی وفات کے بعد "تذکرۃ الشہادتین" کی تکمیل کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔

کتاب کے مضامین کا خلاصہ

حضرت اقدسؑ نے اس کتاب کے آغاز میں ایک لطیف پیرایہ میں اپنی صداقت پر روشنی ڈالی اور حضرت مولوی عبد اللطیف صاحبؓ کے سانحہ شہادت کے مفصل حالات لکھے۔ [۲۷] نیز جماعت کو نصیحت فرمائی کہ

"اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہو گا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔"

تین سو سال تک احمدیت کی عالمگیر روحانی حکومت کے قیام کی پر شوکت پیشگوئی

اس کتاب کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس میں حضورؑ نے نہایت واضح اور کھلے لفظوں میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ احمدیت تین سو سال تک دنیا میں غالب آجائے گی اور نزول مسیح کا عقیدہ عیسائی اور مسلمان دونوں ترک کر دیں گے۔ چنانچہ حضورؑ نے لکھا۔

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔"

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو

باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے" ۳۳۸، ۳۹

"تذکرۃ الشہادتین" کا عربی حصہ و علامات المقربین

تذکرۃ الشہادتین کے آخری حصہ میں حضرت اقدسؑ نے عربی میں ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جس کا عنوان ہے "الوقت وقت الدعاء لا وقت الملاحم وقتل الاعداء ۴۰ اس مضمون کے بعد آپ نے ایک مختصر عربی رسالہ بھی بطور ضمیمہ شامل کیا ہے جس کا نام علامات المقربین ہے اور جس میں مقربین کے صفات و علامات پر نہایت ایمان پرور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایک آسٹریلین نو مسلم قادیان میں

محمد عبدالحق صاحب ایک آسٹریلین نو مسلم تھے جو سات سال سے مشرف بہ اسلام تھے۔ وہ آسٹریلیا سے لنڈن گئے اور سفیر روم سے اسلامی علوم سے واقفیت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سفیر روم نے انہیں مصر کے دارالحکومت قاہرہ جانے کا مشورہ دیا مگر انگلستان کے ایک نو مسلم لارڈ سٹینلے نے ان کو صلاح دی کہ ان کا مدعا بمبئی میں حاصل ہو گا۔ چنانچہ وہ ہندوستان کے سفر پر بذریعہ جہاز روانہ ہوئے رستہ میں انہیں رویا میں بتلایا گیا کہ تمہارا گوہر مقصود ان پہاڑوں کی طرف ملے گا جو کہ ہندوستان میں کابل اور کشمیر کی طرف ہیں۔ اس الٰہی اشارے کے تحت انہوں نے پنجاب کی طرف رخ کیا۔ لاہور پہنچے اور اس جستجو میں پھرنے لگے کہ کسی ایسے راستباز مسلمان سے ملاقات ہو جو مجسم اسلام ہو اور اسلام کے تمام خدوخال کا نقشہ اس میں موجود ہو تا اس کی حقیقی صحبت کی برکت سے وہ خود بھی ایک برگزیدہ بن جائیں اور وہ اسلام کی طرف سے ایک نشان اور حجت بن کر اپنے آپ کو مشرقی و مغربی دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ لاہور میں میاں معراج الدین صاحب عمر اور حکیم نور محمد صاحب احمدی کو ان

کا پتہ چلا تو انہیں اپنے ساتھ قادیان چلنے کی تحریک کی جس پر وہ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو قادیان گئے جہاں ان کا بڑے تپاک سے استقبال کیا گیا۔ عبد الحق صاحب نے قادیان میں دو دن قیام کیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے درس قرآن کے معارف سے محظوظ ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ دوران ملاقات اس بات کا اظہار کیا کہ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی عرصہ سے مجھے تلاش تھی وہ قادیان ہی کے لوگ ہیں۔ رنگون میں میں نے آپ کے حالات سنے اور چند تصانیف بھی دیکھی تھیں مگر مجھے آپ کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ اور یہ امید نہ تھی کہ اس قدر جلد زیارت میسر آجائے گی۔ مسٹر عبد الحق صاحب نے یہ بھی عرض کی کہ قرآن مجید کا ایک ترجمہ شائع کیا جائے یورپین لوگوں کو بہت ضرورت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرا خود بھی یہ ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ قرآن شریف کا ہمارے سلسلہ کی طرف سے شائع ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے سامنے اپنی اس دیرینہ آرزو کا بھی اظہار فرمایا کہ "یورپین لوگوں میں سے کوئی ایسا نکلے جو اس سلسلہ کے لئے زندگی کا حصہ وقف کرے۔ لیکن ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ صحبت میں رہ کر رفتہ رفتہ وہ تمام ضروری امور سیکھ لیوے جن سے اہل اسلام پر سے ایک ایک داغ دور ہو سکتا ہے اور وہ تمام قوت اور شوکت سے بھرے ہوئے دلائل سمجھ لیوے جن سے یہ مرحلہ طے ہو سکتا ہے تب وہ دوسرے ممالک میں جاکر اس خدمت کو ادا کر سکتا ہے۔"

عبد الحق صاحب نے معذرت کی اور کہا کہ میں کل یہاں سے رخصت ہوں گا اور ایک ضروری دورہ پر روانہ ہوں گا۔ اس دورہ کے بعد دیکھوں گا کہ مجھے کونسی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ اگلے روز ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو واپس چلے گئے پھر معلوم نہیں کہ کیا ہوئے بہرحال حضورؑ نے ان تک پیغام صداقت پہنچانے کا حق ادا کر دیا [۶۷]

نواب عبد الرحیم صاحب (ابن حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ) کی شفایابی کا معجزہ

۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے عبد الرحیم صاحب (ابن حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ) کی شفایابی کا معجزہ ظاہر ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ نواب عبد الرحیم صاحب سخت بیمار ہو گئے چودہ روز مسلسل بخار رہا اور حواس میں فتور اور بے ہوشی رہی آخر نوبت احتراق تک پہنچی۔ حضرت خلیفتہ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کو ہر روز دعا کے لئے عرض کی جاتی تھی اور

حضور دعا کرتے تھے کہ اس روز حضور کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ عبدالرحیم صاحب کی زندگی کے آثار اچھے نظر نہیں آتے حضور نے تہجد میں دعا کی تو خدا کی وحی سے آپ پر کھلا کہ "تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر۔"

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا بیان ہے کہ "میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے بالمواجہ مجھے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کی یہ وحی نازل ہوئی تو مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا۔ اس وقت بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا کہ یا الٰہی اگر یہ دعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں اس کا موقعہ تو ہے۔ اس پر معاً وحی نازل ہوئی۔ یسبح لہ من فی السموت ومن فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا اور مجھ پر سخت خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ میں نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔ ایک دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی۔ انک انت المجاز۔ یعنی تجھے اجازت ہے۔ اس کے بعد حالاً بعد حال عبدالرحیم کی صحت ترقی کرنے لگی اور اب ہر ایک جو دیکھتا اور پہچانتا تھا اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے شکر سے بھر جاتا اور اعتراف کرتا کہ لاریب مردہ زندہ ہوا ہے"۔ [۴۲]

"سیرۃ الابدال" کی تصنیف و اشاعت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے "سیرۃ الابدال" کے نام سے دسمبر ۱۹۰۳ء میں ایک عربی رسالہ شائع فرمایا۔ یہ رسالہ صرف پندرہ صفحات پر مشتمل اور آپ کے عربی رسائل میں سب سے مختصر تھا اور اس میں حضور نے اولیاء و اتقیاء کی تیئس اہم علامات بیان فرمائیں۔ مثلاً وہ عین ضرورت زمانہ کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ انہیں قبل از وقت عروج و کمال کی بشارتیں عطا ہوتی ہیں۔ خدمت دین اور رضا الٰہی ان کا حقیقی مقصود ہوتا ہے۔ آسمانی تقدیروں سے وہ پہلے ہی مطلع کئے جاتے ہیں۔ وہ منصور ہوتے ہیں۔ ان کا فیض صحبت انسانوں کو فضائے روحانیت میں محو پرواز کر دیتا ہے اور ان کے اخلاق مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

"سیرۃ الابدال" اس لحاظ سے آپ کی تمام عربی کتابوں سے ممتاز ہے کہ اسے آپ نے نہایت فصیح و بلیغ مگر مشکل عربی عبارت میں لکھا ہے جس سے آپ کی زبردست اعجازی قوت کا پتہ چلتا ہے۔

۱۹۰۳ء کے بعض صحابہ

۱۹۰۳ء کے بعض جلیل القدر صحابہ کے نام یہ ہیں

حاجی غلام احمد صاحب آف کریام۔ [۴۳] صوفی محمد حسن صاحب برو کن ہل آسٹریلیا۔ [۴۴] ماسٹر محمد علی صاحب اشرف [۴۵]۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب [۴۶] مولوی محمد جی صاحب۔ [۴۷] حکیم محمد چراغ الدین صاحب۔ [۴۸] اسی سال سابق والی قلات میر خداداد خاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ غلامی میں شامل ہوئے۔ [۴۹]

حواشی

۱۔ براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۰۔۵۱۱ طبع اول

۲۔ دعوۃ الامیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸ ملخصاً

۳۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مردان کی رائے کے مطابق یہ غالباً رجب المرجب ۱۳۲۰ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۱۹۰۲ء کے ایام تھے۔ (عاقبۃ المکذبین مولفہ جناب قاضی صاحب موصوف صفحہ ۳۹ حصہ اول) اخبار "البدر" ۲۸۔ نومبر۔ ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵ سے حضرت شہید مرحوم کی تاریخ ورود قادیان قطعی طور پر ۱۸۔ نومبر ۱۹۰۲ء ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰ (طبع اول)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کا بیان ہے کہ "مہمان خانہ" میں جہاں اس وقت جنوب کی طرف پہلا کمرہ ہے اس میں حضرت شہید مرحوم اور ان کے ساتھی ٹھہرے تھے اور جہاں اب کنواں ہے وہاں ہر صبح چارپائی پر رو بقبلہ قرآن کا مطالعہ و تلاوت فرماتے رہتے اور خاکسار کنواں کے پاس شمال کی جانب پہلے کمرہ میں مقیم تھا ہر روز نماز باجماعت میں شامل ہونے کی غرض سے مسجد مبارک میں حاضر ہوتے۔ حضرت شہید صف اول کے جنوبی کونے میں کھڑے ہوتے۔ بعد از نماز حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھے رہتے اور موقعہ بہ موقعہ کچھ فرمایا بھی کرتے۔" (عاقبۃ المکذبین صفحہ ۴۰ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحب)

۵۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷ الحکم ۷/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳ "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" صفحہ ۷ از سید احمد نور کابلی طبع اول اکتوبر ۱۹۲۱ء ضیاء الاسلام پریس قادیان

۶۔ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات مؤلفہ سید احمد نور صاحب کابلی صفحہ ۸' الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱

۷۔ حضرت شہید مرحوم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں ایک فارسی قصیدہ بھی رقم فرمایا تھا جو آپ کی شہادت کے بعد اخبار البدر ۶/ اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۰۹ پر شائع ہوا۔

۸۔ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات صفحہ ۸۔۱۰

۹۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳

۱۰۔ تاریخ ولادت ۶/۷ جنوری ۱۸۷۱ء میں بیعت غالباً فروری ۱۸۹۶ء "لیکچر سیالکوٹ" ۱۹۰۴ء کے انتظامات میں آپ کو بھی حصہ ملا رسالہ خالد (ربوہ) جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۰ کالم ۲

۱۱۔ چشم دید حالات صفحہ ۱۰ و عاقبۃ المکذبین صفحہ ۴۲ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحبؓ

۱۲۔ تذکرہ الشہادتین صفحہ ۱۱۹ طبع اول)

۱۳۔ چشم دید حالات صفحہ ۱۰ و عاقبۃ المکذبین صفحہ ۴۲ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحبؓ

۱۴۔ چشم دید حالات صفحہ ۱۰ و عاقبۃ المکذبین صفحہ ۴۲ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحبؓ

۱۵۔ چشم دید حالات صفحہ ۱۰۔۱۱

۱۶۔ الفضل ۱۷/ اگست ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۲

۱۷۔ شہید مرحوم کے چشم دید حالات صفحہ ۱۳

۱۸۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۴ تا ۵۸ (طبع دوم)

۱۹۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۲ (طبع دوم) مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات"۔

۲۰۔ الفضل ۱۹ تبوک / ۱۳۴۷ ہش ستمبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۵

۲۱۔ اخبار "وطن" ۲۸/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱۔۲

۲۲۔ جس جگہ آپ کی شہادت ہوئی اسے "ہندو سوزاں" کہا جاتا ہے

۲۳۔ "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" صفحہ ۱۶

۲۴۔ "شہید مرحوم کے چشم دید واقعات" صفحہ ۲۰۔۳۶ "عاقبۃ المکذبین" صفحہ ۵۷۔۵۸
۲۵۔ بروایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ
۲۶۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۵۴۔ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات صفحہ ۲۵ الفضل ۲۲ مئی ۱۹۸۹ء صفحہ ۴۔۵ (مقالہ دوست محمد شاہد) الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء (مکتوب مولانا بشیر احمد خاں صاحب رفیق۔ انگلستان)
۲۷۔ حقیقۃ الوحی طبع اول صفحہ ۲۰۲
۲۸۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب کی چار بیویاں تھیں (الفضل ۲۶/ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۳
۲۹۔ الفضل ۱۲/ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ا۔ ۲ حضرت شاہجہان بی بی صاحبہ کا یکم نومبر ۱۹۲۹ء کو انتقال ہوا۔ مرحومہ صوم وصلوۃ کی پابند تھیں۔ انہوں نے ورثہ کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بھی کی تھی۔
۳۰۔ ان دردانگیز حالات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صاحبزادہ ابوالحسن صاحب کا بیان (مطبوعہ الفضل ۲۶/ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۲)
۳۱۔ الفضل ۲۶/ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۳۔۴
۳۲۔ "Under the Abssulute Amir" (از فرینک اے مارٹن مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۰۴)
۳۳۔ مسٹر انگس ہملٹن نے لکھا ہے:۔

"۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمالی و مشرقی صوبہ جات میں زور شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے سبب سے ۱۸۷۹ء کے وبائی ہیضہ سے بدتر تھا۔ سردار نصراللہ خان کی بیوی اور ایک بیٹا اور خاندان شاہی کے کئی افراد اور ہزارہا کابلی باشندے اس وباء کا شکار ہوئے اور شہر میں افراتفری پڑ گئی اور ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔" (کتاب "افغانستان" بحوالہ عاقبۃ المکذبین صفحہ ۵۷)

اس خوفناک ہیضہ کا ذکر مسٹر انگس ہملٹن کے علاوہ مسٹر فرینک اے مارٹن (Frank A. Martin) نے بھی کیا ہے جو کئی سال تک افغانستان کی حکومت میں چیف انجینئر کے عہدہ پر ممتاز رہ چکے ہیں ملاحظہ ہو
"Under the Abolute Amir" مطبوعہ ۱۹۰۷ء شائع کردہ ہارپر اینڈ برادرز لندن۔ نیویارک (صفحہ ۱۹۹۔۲۰۱)

۳۴۔ "زوال غازی" صفحہ ۳۸۱۔۳۸۶ از عزیز ہندی مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر طبع اول
۳۵۔ "زوال غازی" صفحہ ۳۸۱۔۳۸۶ از عزیز ہندی
۳۶۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کے حالات اور ان کے بعد کے ملکی انقلابات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "عاقبۃ المکذبین" مؤلفہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے پشاور ڈویژن
۳۷۔ جو حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید کے واقعات میں درج ہو چکے ہیں۔
۳۸۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴۔۶۵ (طبع دوم)
۳۹۔ خدا کے عجیب تصرفات ہیں کہ ابھی تیسری صدی چھوڑ پہلی صدی بھی ختم نہیں ہوئی کہ مسلمان علماء اور عوام کا ایک مقبول طبقہ حیات المسیح کے عقیدہ سے سراسر بیزار ہو چکا ہے بلکہ اب تو بعض اور مسلمان اداروں کی طرف سے یہ آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں کہ "نزول مسیح کا عقیدہ قران کریم سے تو ثابت نہیں۔ باقی رہیں روایات تو وہ بھی (درایت اور موافق قرآن ہونے کا اصول تو ایک طرف) اصول روایت کے معیار پر بھی پوری نہیں اترتیں۔ لہٰذا جب تک یہ غیر قرآنی عقیدہ موجود ہے آپ قادیانی تحریک کو بمشکل شکست دے سکتے ہیں۔" قادیانی تحریک یا اسی قسم کی اور تحریکوں کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ امت سے اس قسم کے غیر قرآنی عقائد کو ختم کیا جائے" (رسالہ "طلوع اسلام" لاہور اگست ۱۹۶۰ء صفحہ ۶۸)

یہ تو مسلمانوں کی بیزاری کا اظہار ہے۔ جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے انہوں نے مسیح کے صعود کی آیات الحاقی پا کر انجیل کے متن سے خارج کر دی ہیں۔ یہی نہیں ۱۹۵۵ء میں بی بی سی ریڈیو اسٹیشن سے ابرڈین یونیورسٹی کی ایک لیکچرار کی طرف سے تقریر ہوئی کہ "حضرت مسیح واقعی ایک انسان گزرے ہیں جو یہودیوں میں وعظ کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ ڈھونگ ہے کہ وہ خدا اور کنواری ماں کے بیٹے ہیں یا وہ وفات کے بعد زندہ آسمان پر اٹھ گئے۔" (اخبار "نوائے وقت" مورخہ ۲۰/ جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۳)

خدا کی شان!! کسے خبر تھی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئی پر ابھی نصف صدی ہی گزرنے پائے گی کہ لندن کا عالمگیر ریڈیو دنیا بھر میں مسیح کی وفات کا اعلان نشر کرنا شروع کر دے گا۔

۴۰۔ یہ دشمنوں کے قتل کرنے اور جنگ کرنے کا وقت نہیں دعا کرنے کا وقت ہے۔(ترجمہ)

۴۱۔ البدر ۲۳/ اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۱۷۔۳۱۸ '۲۹/ اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۲۲۔۳۲۳

۴۲۔ البدر ۲۹/ اکتوبر و ۸/ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۲۱ 'ایضاً حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹ نشان نمبر ۴۴ طبع اول ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء

۴۳۔ ولادت ۷۶۔۱۸۷۵ء وفات ۴/ جولائی ۱۹۴۳ء جنوری فروری ۱۹۰۳ء میں قادیان جاکر حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور نے بیعت لینے کے بعد فرمایا کہ فکر نہ کریں۔ آپ کے ہاں اللہ تعالیٰ بہت جلد جماعت پیدا کر دے گا۔ سو یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت کریام کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ حاجی صاحب سلسلہ کی خاطر مالی اور جانی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے (الحکم ۷/ ۱۴ نومبر ۱۹۴۰ء)
(مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو "اصحاب احمد" جلد دہم صفحہ ۷۵ تا ۱۳۲)

۴۴۔ بیعت ۳/ اکتوبر ۱۹۰۳ء حضرت خلیفہ اول کے عہد مبارک میں قادیان آئے قریباً ۱۴ سال تک آسٹریلیا آنریری طور پر نہایت درجہ اخلاص و محنت سے مبلغ اسلام کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جزیرہ فجی میں بھی ان کے ذریعہ سے پیغام حق پہنچا ۱۸/ اگست ۱۹۴۵ء کو انتقال فرمایا۔ (الفضل ۲۸/ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۸۵ کالم نمبرا۔ ۲ و رسالہ "اصحاب احمد" جلد دوم نمبر ۳۔ ۴ صفحہ ۲۵ ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ)

۴۵۔ ولادت ۱۶/ اکتوبر ۱۸۸۳ء وفات ۱۸/ جون ۱۹۶۰ء۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہم مکتب تھے بدر کے جائنٹ ایڈیٹر بھی رہے۔ اردو اور پنجابی زبان میں سلسلہ کی تائید میں نظمیں کہا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد چنیوٹ میں آباد ہوئے اور یہیں انتقال فرمایا (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۷۔ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۲۔ ۱۳ و الحکم ۷/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ ۸)

۴۶۔ ولادت ۱۳/ مارچ ۱۸۸۹ء ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۸ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم پائی اور حضرت مسیح موعود کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا مگر ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفہ اولؓ کے ارشاد پر آپ واپس قادیان آگئے اور حضرت خلیفہ اولؓ کی شاگردی اختیار کر کے موطا امام مالکؒ صحیح بخاری اور فوز الکبیر پڑھی۔ عربی صرف و نحو اور اصول شاشی کا علم حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سے حاصل کیا اور منطق کی تحصیل حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری سے کی۔ ۲۶/ جولائی ۱۹۱۳ء کو آپ اعلیٰ عربی تعلیم کے لئے بلاد عربیہ میں بھجوائے گئے اور آپ نے قاہرہ بیروت اور حلب کی مشہور درسگاہوں میں تکمیل تعلیم کی اور بیت المقدس کے صلاح الدین ایوبیہ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ نیز شام میں سلطانیہ کالج کے وائس پرنسپل بھی بنے۔ اس دوران آپ کو انگریزوں نے نظر بند کر دیا ور ۲۶/ مئی ۱۹۱۹ء کو رہا ہو کر آپ قادیان پہنچے۔ ۲۷/ جون ۱۹۲۵ء کو آپ مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے ساتھ تبلیغی مصرو مبلغ کی حیثیت سے بلاد شام کی طرف روانہ ہوئے جہاں چند ماہ گزارنے کے بعد آپ کو عراق میں بھجوایا گیا جہاں آپ نے امیر فیصل اور ہائی کمشنر سے احمدیت پر پابندی اٹھائے جانے کے بارہ میں ملاقاتیں کیں اور بالآخر اپنے مشن میں کامیاب ہو کر ۱۰/ مئی ۱۹۲۶ء کو وارد قادیان ہوئے۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک ناظر دعوۃ تبلیغ رہے۔ اسی دور میں آپ نے تحریک آزادی کشمیر میں بھی سرگرم حصہ لیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بعد ازاں ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ستمبر ۱۹۴۶ء سے اپریل ۱۹۴۸ء تک آپ بھارتی حکومت کی قید میں رہے بعد ازاں آپ ناظر دعوت و تبلیغ اور ناظر امور عامہ وغیرہ اہم عہدوں پر فائز رہنے کے بعد یکم جون ۱۹۵۴ء کو پنشن یاب ہوئے۔ (وفات ۱۶۔ مئی ۱۹۶۳ء)

آپ سلسلہ کے ان ممتاز علماء میں سے ہیں جو عربی زبان کے قادر الکلام ادیب ہیں۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو بلاد عربیہ میں بہت مقبول ہے۔ اردو اور عربی میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ صحیح بخاری کے انیس جلدوں کی اردو شرح لکھ چکے ہیں جو "ادارۃ المصنفین ربوہ" کی طرف سے شائع کی جارہی ہے۔ اب تک بارہ اجزاء شائع ہو چکے ہیں

۴۷۔ سن ولادت ۹۰۔۱۸۸۹ء۔ مارچ ۱۹۰۳ء میں پہلی مرتبہ قادیان گئے۔ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک مدرسہ احمدیہ میں مدرس رہے اور سلسلہ کی تعلیمی خدمات بجالاتے

رہے۔ آپ نے چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے سیالکوٹی کے ساتھ مل کر مشہور عربی لغت "المنجد" کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جو "تسہیل العربیہ" کے نام سے چھپا ہوا موجود ہے۔(وفات ۱۳۔جون ۱۹۶۷ء)

۴۸۔ حکیم محمد چراغ الدین صاحب منشی عبدالحق صاحب خوشنویس کے والد اور مکرم ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب کے دادا تھے۔ منشی عبدالحق صاحب کو خدا تعالیٰ نے ۱۸۹۷ء میں بیعت کی توفیق دی۔ حضرت حکیم صاحب متعدد بار قادیان گئے۔ لیکن بیعت کے لئے انشراح نہ ہوا۔ آخر جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم کرم الدین کے مقدمہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو وہاں حکیم صاحب نے پہنچ کر بیعت کی۔ حضرت حکیم صاحب پابند صوم صلوۃ۔ قرآن مجید کے عاشق تھے اور خدمت خلق ان کے دل کی تسکین تھی۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے متعدد خطبات میں ان کی حضور ایدہ اللہ سے قادیان میں پہلی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

"ہمارے مولوی نورالحق صاحب کے دادا بھی ایسے لوگوں میں سے تھے یعنی لمبی عمر پانے والے۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی جن دنوں فالج کے حملہ سے بیمار تھے اسی سال خدام الاحمدیہ کا دفتر بن رہا تھا۔ میں وہ دفتر دیکھنے جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بڑا تیز تیز چل کر میری طرف آرہا ہے۔ وہ مجھے ملا اور اس نے مجھ سے مصافحہ کیا میں نے دریافت کیا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے اپنا نام بتایا اور کہا میں گجرات سے آیا ہوں۔ پھر انہوں نے پنجابی زبان میں کہا۔ جیڑا غلام رسول وزیر آبادی کہلاندا اے میں اس دا حال پوچھنے آیا ہوں۔ یعنی غلام رسول وزیر آبادی جو کہلاتے ہیں ان کا حال دریافت کرنے آیا ہوں۔ حافظ غلام رسول صاحب ہماری جماعت میں بہت بڑے محترم سمجھے جاتے تھے مگر انہوں نے اس بے تکلفی سے ان کا نام لیا تو میں نے پوچھا کہ حافظ صاحب سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ میرے بھتیجے ہیں۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ کے والد نے آخری عمر میں دوسری شادی کی تھی جس سے آپ پیدا ہوئے اس لئے آپ کی عمر ان سے چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ جدوں غلام رسول دی ماؤ داویاہ ہویا سی میں اٹھارہ سال دا ساں۔ بعد میں وہ ۱۰۳ یا ۱۰۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور وہ اس عمر میں خوب چل پھر لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں بیس بیس پچیس پچیس میل پیدل چلا جاتا ہوں۔" (الفضل ۱۴/ دسمبر ۱۹۵۶ء)

آپ کی وفات ۷/اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے مشرقی جانب واقعہ احاطہ قبور میں دفن کئے گئے۔

۴۹۔ انہوں نے ۱۱رجون ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اپنی ارادت وعقیدت کا ایک خط بھی لکھا تھا جس کا عکس "خلافت لائبریری ربوہ" میں محفوظ ہے اور حضرت المصلح الموعودؓ کی تالیف "مسئلہ وحی ونبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" کے صفحہ ۳۶ پر بھی چھپ چکا ہے اور "تاریخ احمدیت" جلد ۱۶ صفحہ ۳۹۶ پر بھی (ولادت ۱۲۵۵ھ/۴۰-۱۸۳۹ء)۔ میر احمد خاں دوئم بادشاہ اورنگ زیب کے ہمعصر اور قلات میں برا ہوئی سلطنت کے بانی تھے۔ میر خداداد خان صاحب اسی مرد جری کی نسل میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام میر محراب، خاں دوم تھا آپ غدر ۱۸۵۷ء کے دوران تخت نشین ہوئے اور سترہ سال تک خطرات میں محصور رہے اور قبائلی سرداروں کی لگا تار بغاوتوں کو فرو کرتے رہے۔

آپ کی شاہی انگشتری میں "خداداد گان را خدا دادہ" اور "دین ودنیا مرا خدا دادست" کے الفاظ نقش تھے آپ واحد خان تھے جنہوں نے ریاست میں با قاعدہ فوج اور مرکزی خزانہ کی ضرورت محسوس کی۔ زمانہ حال کے بعض مورخین کے نزدیک "ہمت، استقلال، خلوص، فراست، رقابت اور بربریت آپ کی سیاسی کشتی کے چپو تھے۔

آپ نماز اور دیگر مذہبی فرائض کی ادائیگی بہت التزام واہتمام سے کرتے تھے اور عالمانہ مذاق رکھتے تھے۔ آپ ۳۷ سال تک حکمران رہے۔ اور بلوچستان کے انگریز ایجنٹ گورنر جنرل کی سازش سے مارچ ۱۸۹۲ء میں معزول کر دیئے گئے اور تاج شاہی اگلے سال ۱۰رنومبر ۱۸۹۳ء کو ان کے بیٹے محمود خان کو پہنا دیا گیا۔ آپ نے ۲۰رمئی ۱۹۰۹ء کو پشین میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی جگہ سپرد خاک کئے گئے۔ آپ ایک عام خشتی گنبد کے نیچے ایک سادہ سی قبر میں مدفون ومکنون ہیں۔

(ماخذ۔ ۱۔ تاریخ بلوچستان صفحہ ۱۳۰/۱۳۱ مصنف رائے بہادر ہتو رام۔ طبع اول ۱۹۰۷ء طبع دوم ۱۹۸۵ء ناشر سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور۔

۲۔ بلوچ قوم کی تاریخ حصہ اول صفحہ ۱۷۴ تا ۲۵۷ مصنف محمد سردار خاں بلوچ۔

ترجمہ پروفیسر ایم انور رومان ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم بلوچستان ناشر نساء ٹریڈرز جناح کلاتھ مارکیٹ کوئٹہ طبع اول فروری ۱۹۸۰ء مؤخر الذکر کتاب کا انگریزی ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں درج ذیل نام سے شائع ہوا۔

"History of Baluchrace and Baluchistan"

ماموریت کا تیئسواں سال

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" کے متعلق پیشگوئی

(۱۹۰۴ء)

۱۸۹۴ء [۱] کی چین اور جاپان کے درمیان جنگ کے بعد روس جرمنی اور فرانس کی مداخلت نے جاپان کو کوریا پر قبضہ جمانے سے محروم کر دیا تھا۔ روس' مانچوریا اور جزیرہ لیاؤ ٹونگ پر قبضہ جمالینے کے بعد کوریا میں بھی نفوذ حاصل کرنے کا متمنی تھا۔ جاپان کوریا کے بدلے مانچوریا پر روس کا حق ماننے کو تیار تھا۔ مگر روس نے یہ بات نہ مانی اس لئے جاپان کے شہنشاہ میکاڈو نے ۶/ فروری ۱۹۰۴ء کو روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ابھی یہ لڑائی شروع ہی ہوئی تھی اور ابھی جاپان نے کوئی میدان نہیں مارا تھا کہ حضرت اقدسؑ کو الہام ہوا "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت۔" [۲]

اس الہام میں یہ واضح خبر دی گئی تھی کہ

۱۔ دوسری طاقتوں کے مقابل ایک خاصی زبردست طاقت مشرق میں ظاہر ہوگی۔

۲۔ کوریا کی حالت نازک ہو جائے گی۔

چنانچہ اس الہام کے بعد اس جنگ میں روس کو پے در پے شکستیں ہوئیں اور جاپان کا کوریا پر مکمل قبضہ ہو گیا اور جاپان دنیا میں "مشرقی طاقت" شمار ہونے لگا۔ ایک پاکستانی وقائع نگار لکھتا ہے "اس جنگ میں جاپان نے ثابت کر دیا کہ عسکری تنظیم' جنگی صلاحیت' فوجوں کی قیادت اور جنگی چالوں میں جاپان کی تیاری یورپ کے ملکوں کی تیاریوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں۔ روس کو بالآخر ہار ماننی پڑی اور امریکہ کی مداخلت سے روس اور جاپان کے درمیان پورٹس ماؤتھ کا معاہدہ طے ہوا جس کی رو سے روس نے لیاؤ ٹونگ کا علاقہ جاپان کو دے دیا۔ کوریا پر جاپان کی سیادت کا مکمل حق تسلیم کر لیا... پورٹس

ماؤتھ کا معاہدہ ۵ / ستمبر ۱۹۰۵ء کو طے ہوا"۔ [۳]

حضرت اقدسؑ کی اس پیشگوئی کا دوسری مرتبہ ظہور ۱۹۵۰ء میں بھی ہوا جب کہ جاپان مشرقی طاقت کی حیثیت سے ختم ہو گیا اور اشتراکیت کا علمبردار روس جو کبھی مغربی طاقت قرار دیا جاتا تھا ایک زبردست مشرقی طاقت بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوا اور شمالی کوریا کی اشتراکی ریاست نے جنوبی کوریا پر حملہ کر کے کوریا کی حالت کو اتنا نازک کر دیا کہ تیسری عالمگیر جنگ کے چھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ وہی وقائع نگار کوریا کی اس حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "شمالی کوریا کی اشتراکی ریاست نے جنوبی کوریا کی جمہوری ریاست پر حملہ کر دیا اور اس سرعت رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کی کہ جنوبی کوریا کی ہستی کا خاتمہ یقینی نظر آنے لگا... امریکہ کی سرکردگی میں اقوام متحدہ کے اینگلو امریکی بلاک کی فوجیں شمالی کوریا کے اشتراکیوں کے خلاف لڑنے لگیں جن کی امداد کے لئے اشتراکی چین کے رضا کار بھی پہنچ گئے یہ جنگ اقوام عالم کی تیسری بڑی جنگ کا پیش خیمہ بنتی نظر آ رہی تھی۔" [۴]

صاحبزادی سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کی ولادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مئی ۱۹۰۴ء میں الہام ہوا "دخت کرام" [۵] چنانچہ اس الٰہی بشارت کے مطابق ۲۵ / جون ۱۹۰۴ء کو صاحبزادی سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں۔ کتاب "حقیقتہ الوحی" صفحہ ۲۱۸ میں حضور نے ان کو اپنی صداقت کا چالیسواں نشان قرار دیا ہے۔

حضرت سیدہ موصوفہ کا نکاح حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب [۶] سے جو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی پہلی بیگم سے دوسرے صاحبزادے تھے ۷ / جون ۱۹۱۵ء کو مسجد اقصیٰ میں پندرہ ہزار روپے مہر پر ہوا۔ حضرت اقدس خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق خطبہ نکاح حضرت مولوی غلام رسول صاحبؓ راجیکی نے پڑھا جو اس تقریب سعید پر لاہور سے مدعو کئے گئے تھے اور ۲۲ / فروری ۱۹۱۷ء کو آپ کی شادی کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ [۷]

حضرت سیدہ کی اولاد

حضرت سیدہ موصوفہ کے بطن سے تین فرزند اور چھ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں۔

صاحبزادی طیبہ بیگم صاحبہ (ولادت ۱۸ / مارچ ۱۹۱۹ء) خان عباس احمد خاں صاحب (ولادت ۲ / جون ۱۹۲۰ء) صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ (ولادت ۳ / جون ۱۹۲۱ء) صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ (ولادت ۲۳ / نومبر ۱۹۲۳ء) صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ (ولادت ۲۰ / جون ۱۹۲۷) صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ (ولادت ۳۱ / اکتوبر ۱۹۳۴ء) صاحبزادہ شاہد احمد خاں صاحب (ولادت ۱۹ / اکتوبر ۱۹۳۵ء) صاحبزادی

فوزیہ بیگم صاحبہ (ولادت ۲۲/ نومبر ۱۹۴۱ء) میاں مصطفیٰ احمد خاں صاحب (ولادت ۱۰/ جولائی ۱۹۴۳ء)

۸

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر لاہور اور لیکچر "اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب گزشتہ سال جنوری ۱۹۰۳ء میں سفر جہلم سے واپس تشریف لا رہے تھے تو حضورؑ نے ایک روز لاہور میں قیام فرمایا۔ رات کے وقت جب کہ بہت سے حاضرین زیارت کے لئے جمع تھے۔ حضرت اقدسؑ نے ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کے دوران میں خود ہی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ کسی وقت لاہور میں چند روز ٹھہر کر اتمام حجت کے لئے تمام مخالفین اسلام کو بذریعہ ایک اعلان کے مدعو کر کے تبلیغ کی جاوے اور نیز جو جو بدگمانیاں ہماری نسبت ہمارے کم فہم مخالفوں نے عوام الناس کے دلوں میں بٹھا رکھی ہیں ان کے دور کرنے کے لئے کوشش کی جائے تاکہ یہ لوگ غلطی میں رہ کر جاہلانہ موت نہ مریں۔ ۹

اسی ارادہ کی تکمیل کے لئے حضور نے پہلے آخر مارچ ۱۹۰۴ء میں لاہور جانے کا فیصلہ کیا مگر اسے شدید مصروفیات کے باعث ملتوی کرنا پڑا۔ پھر حضور نے ۲۰ / اگست ۱۹۰۴ء کو (جبکہ مقدمات گورداسپور زوروں پر تھے) سفر لاہور اختیار فرمایا۔ حضور بذریعہ ٹرین گورداسپور سے مع اہل بیت روانہ ہوئے بٹالہ اور امرتسر میں بعض اصحاب نے بیعت اختیار کی۔ امرتسر اسٹیشن پر احمدی دوست اور دوسرے معززین کثیر تعداد میں زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے کے لئے حاضر تھے۔ گاڑی دو بجے کے قریب لاہور پہنچی پلیٹ فارم پر حضور کی زیارت کے لئے کثرت سے لوگ موجود تھے اور تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ سب سے اول حضور کے اہل بیت کو گاڑیوں میں سوار کر کے حکیم نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت کے زیر اہتمام قیام گاہ تک پہنچایا گیا۔ بعد ازاں حضرت مسیح موعود اور آپ کے دیگر مقتدر اصحاب گاڑیوں میں سوار ہوئے۔ حضور کی گاڑی بہت آہستہ آہستہ چلتی تھی تا ان لوگوں کو جو حسن عقیدت کی وجہ سے پاپیادہ ہمراہ آرہے تھے تکلیف نہ ہو۔ حضور کے قیام کے لئے اس دفعہ میاں معراج الدین صاحب عمر احمدی رئیس کا مکان واقع بیرون دہلی گیٹ تجویز ہوا۔ باقی مہمانوں کے لئے میاں چراغ الدین صاحب رئیس کی "مبارک منزل" آراستہ کی گئی جہاں حضور نے سفر جہلم کے دوران قیام فرمایا تھا۔ ۱۰

حضور کے یہاں پہنچنے کے تیسرے دن بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب (معہ اہل بیت) حضور کے ارشاد کے تحت لاہور تشریف لے گئے اور اس سے اگلے دن نواب محمد علی خان صاب بھی ایک جماعت کے ساتھ لاہور پہنچ گئے۔ [۱۱] چند دنوں میں زائرین کافی تعداد میں پہنچ گئے۔ لاہور میں حضور نے اتمام حجت کی غرض سے چار عظیم الشان لیکچر دئے۔

پہلا لیکچر پہلا لیکچر ۲۱/ اگست ۱۹۰۴ء کو دیا۔ حضور ظہر کے وقت تشریف لائے اور نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد احباب کی درخواست پر ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے اصلاح نفس 'مذہب کی غرض' وحدت جمہوری اور اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت پر نہایت ہی بصیرت افروز روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر وزیر آباد کے ایک متعصب مولوی صاحب نے بیجا مداخلت کی اور بیجا کلام کر کے مباحثہ کی طرح ڈالنے کی کوشش کی مگر حضور اول تو اسے نہایت حلیمی سے سمجھاتے رہے لیکن جب معلوم ہوا کہ اس کی غرض رفع شکوک و شبہات نہیں صرف مناظرے کا اکھاڑہ قائم کرنا ہے تو فرمایا کہ مباحثہ کا دروازہ تو ہم بند کر چکے ہیں اب اس میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں حضور نے مولوی صاحب مذکور کے بعض اعتراضات کا مفصل جواب دیا اور جماعت کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔ [۱۲]

دوسرا لیکچر دوسرا لیکچر حضور نے ۲۸/ اگست ۱۹۰۴ء کو صبح بوقت سات بجے دیا۔ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ افراد حضور کے اس خطاب سے مستفید ہوئے۔ اس لیکچر میں حضور نے نہایت لطیف انداز میں حاضرین کو توبہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے دعویٰ کے زبردست دلائل پیش فرمائے۔ [۱۳]

"پیسہ اخبار" لاہور نے (۳۰/ اگست ۱۹۰۴ء کو) اس لیکچر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا۔
"اس تقریر کے وقت کوئی ڈیڑھ ہزار سے زائد آدمی موجود تھا۔ پولیس کا انتظام قابل تعریف تھا۔ آخر مرزا صاحب کے مریدوں اور دوسرے لوگوں نے مصافحہ شروع کیا۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ لوگ مصافحہ کرتے رہے بعض لوگ ان ملاقاتیوں سے کسی قدر سختی سے پیش آنے لگے تو مرزا صاحب نے فرمایا۔ دیکھو مجھے خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں جب کہ کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا اس زمانہ کی خبر دی تھی کہ کثرت سے لوگ تیرے پاس آئیں گے تو ان سے تھکو مت اور ان سے بد اخلاقی سے مت پیش آنا۔ پس میں اجازت نہیں دیتا کہ ایسا کیا جائے۔ جو آگے آنا چاہتے ہوں آنے دو کسی کو جھڑکو مت اور روکو نہیں۔ یہ معصیت ہو گی۔ پھر آپ مریدوں کے ایک لمبے حلقہ میں تشریف لے گئے...... مرزا صاحب کے مریدین اس وقت لاہور میں پانچ چھ سو کے قریب جمع ہیں اور لاہور کی جماعت احمدیہ ان

سب مہمانوں کی مہمانداری کر رہی ہے یہ اخوت' ہمدردی اور جوش ایثار سنجیدہ پبلک کی توجہ کے قابل ہے۔" [14]

تیسرا لیکچر

۲/ ستمبر کو جمعہ تھا۔ خطبہ جمعہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے پڑھا۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت اقدسؑ زائرین اور مشتاقان زیارت کے اصرار و خواہش پر۔ اجلاس فرما ہوئے۔ حاضرین میں سے ہر ایک دوسرے سے پہلے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ ان کے بڑھے ہوئے جوش زیارت اور شوق ارادت میں انتظام کا ہونا کوئی آسان امر نہ تھا۔ دھکے پر دھکا کھاتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ آخر جب حضور کا حکم سنا کہ بیٹھ جاؤ تو جہاں کوئی کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ حضور خاموش بیٹھے تھے کہ آپ کے ایک ارادت مند نے نہایت پر درد اور پر جوش لہجہ میں پنجابی کی ایک نظم پڑھی جس میں حضور کی لاہور میں آمد کا نہایت مؤثر پیرایہ میں ذکر تھا۔ نظم ختم ہونے کے بعد حضور نے ایک پر معارف اور زوردار تقریر فرمائی جس میں تبلیغ و تربیت کا حق ادا کر دیا۔ جب آپ اس مقام پر پہنچے کہ "قرآن شریف میں مسیح کی وفات کا ذکر موجود ہے مگر یہ حضرات ماننے میں نہیں آتے اور اس عقیدہ پر مخالف قرآن شریف آڑے آتے ہیں۔" تو حضور کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت پیدا ہوئی جس سے آنحضرت ﷺ کی محبت و عظمت جو آپ کے دل میں تھی زبان سے ابل ابل کر سامنے آ رہی تھی۔ [15]

چوتھا عظیم الشان پبلک لیکچر

حضور کا چوتھا عظیم الشان لیکچر ۳/ ستمبر کو بوقت ساڑھے سات بجے "اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام" کے موضوع پر ہوا۔ یہ لیکچر دربار داتا گنج بخش کے عقب کے منڈوہ میلارام میں ہوا۔ اس لیکچر کے لئے احباب لاہور نے پہلے سے اشتہار دیا تھا اور اس کا بہت چرچا تھا۔ علماء نے بھی اس دن عوام کو حضور کی تقریر سننے سے روکنے کی ہر ممکن صورت اختیار کی۔ بیرون دہلی دروازہ سے لے کر شاہ محمد غوث اور داتا گنج بخش تک راستہ میں مختلف جگہ پر جلسے ہو رہے تھے۔ غیر احمدی ٹولیاں بنا کر کھڑے تھے اور چھاتیاں پیٹتے تھے اور کہتے تھے "ہائے ہائے مرزا" مگر خدا کا فضل ایسا ہوا کہ جب حضرت اقدس فٹن پر سوار ہو کر جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو رستہ میں جو لوگ مولویوں کی زہریلی تقریریں سن رہے تھے ان میں سے ایک کثیر تعداد حضور کے پیچھے ہو لی اور جلسہ گاہ کی رونق میں اضافہ کا موجب بنی۔ [16] باوجود مولویوں کی مخالفانہ کوشش کے منڈوہ میں حضرت کا لیکچر سننے کے لئے بارہ ہزار سے زائد مجمع ہو گیا۔ [17]

حضرت اقدسؑ نے جلسہ اعظم مذاہب کی طرح مجمع کے سامنے لیکچر سنانے کی خدمت حضرت مولوی عبد الکریم صاحب ہی کے سپرد فرمائی۔ چنانچہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے اپنے مخصوص انداز

میں یہ مضمون پڑھنا شروع کیا جو اپنے دلائل و حقائق کے لحاظ سے خود ہی بڑی جذب و کشش رکھتا تھا۔ مضمون کے پہلے حصے میں حضور نے اسلام اور دیگر مذاہب کا اس خوبی سے موازنہ فرمایا کہ زبانیں عش عش کر اٹھیں اور لفظ لفظ سے حق و صداقت کے چشمے پھوٹ پڑے۔ دوسرے حصہ میں حضور نے اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے ثبوت میں واضح اور صاف دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ "اس وقت اسلامی تفرقہ کے دور کرنے کے لئے اور بیرونی حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے اور دنیا میں گمشدہ روحانیت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے بلاشبہ ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے جو دوبارہ یقین بخش کر ایمان کی جڑوں کو پانی دیوے اور اس طرح بدی اور گناہ سے چھوڑا کر نیکی کی طرف رجوع دیوے۔ سو عین ضرورت کے وقت میں میرا آنا ایسا ظاہر ہے کہ میں ظاہر نہیں کر سکتا کہ بجز سخت متعصب کے کوئی اس سے انکار کر سکے۔

اس لیکچر کا اختتام اس دعویٰ پر ہوا کہ میری پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صبر اور صدق سے سننے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر کئے گئے ہیں.... میں امید رکھتا ہوں اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص چالیس روز بھی میرے پاس رہے تو کوئی نشان دیکھ لے گا [۱۸]

یہ لیکچر تین گھنٹہ میں ختم ہوا۔ مولوی عبد الکریم صاحب جب لیکچر پڑھتے تھے تو لوگوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ اور جب دوران لیکچر میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو لوگ لحن داؤدی سے جھوم جاتے اور مجمع پر ایک سناٹا سا چھا جاتا۔ [۱۹]

لیکچر بخیرو خوبی ختم ہوا تو خواجہ کمال الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور خود بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا مجھے زکام کی تکلیف ہے۔ خواجہ صاحب نے دوبارہ سہ بارہ درخواست کی کہ جن لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سب کچھ ہم لوگ کرتے ہیں وگرنہ آپ خود نہ کچھ بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ [۲۰] چنانچہ حضور تقریر کے لئے اٹھے تو لوگوں نے جو اتنا عرصہ خاموش تھے چیرز کے طور پر تالیاں بجانا شروع کر دیں اور ایک شور مچ گیا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور بہت سے سپاہی جو انتظام کے لئے آئے ہوئے تھے لوگوں کو خاموش کراتے رہے مگر غوغا کسی طرح کم نہ ہوا۔ حضور تو کھڑے ہی رہے مگر مولوی عبد الکریم صاحب نے بیٹھے بیٹھے تلاوت شروع کر دی اور سورہ الفرقان کا آخری رکوع پڑھنے لگے۔ ابھی پہلی ہی آیت پڑھی کہ جلسہ میں بالکل خاموشی ہو گئی اور پہلا سا سماں بندھ گیا۔ رکوع ختم ہوا تو حضرت اقدس نے سامعین سے ایک مختصر مگر وجد انگیز خطاب فرمایا جس میں ان کا صبر و سکون سے تقریر سننے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں اس طرف توجہ دلائی کہ مذہب تو اس لئے ہوتا ہے کہ اخلاق

وسیع کرے جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں۔ پس اسی طرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا۔ کوئی ہزاروں اسے گالیاں دے وہ اس پر پتھر نہیں برسا دیتا۔ آخر میں حضور نے یہ قیمتی نصیحت فرمائی "دل کو روشن کرو پھر دوسروں کی اصلاح کے لئے زبان کھولو۔ اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئے گا جب نرمی زبان نہ ہو گی بلکہ دل پر دار و مدار ہو گا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو۔ یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے" [۲۱]

سٹیج پر جہاں حضور نے کھڑے ہو کر تقریر شروع فرمائی تھی۔ اس بات سے خوش ہو کر لوگوں نے میری بات سن لی ہے۔ آپ خوشی میں تقریر کرتے کرتے کوئی پانچ چھ قدم آگے بڑھ آئے تھے۔ [۲۲]

اس موقعہ پر ایک نہایت عجیب واقعہ یہ ہوا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب وکیل (جو غیر احمدی تھے اور اس جلسہ میں موجود تھے) کہتے ہیں کہ میں نے دوران تقریر میں دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سر سے نور کا ایک ستون نکل کر آسمان کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایک اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا دیکھو وہ کیا چیز ہے۔ وہ دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ یہ نور ہے جو حضرت مرزا صاحب کے سر سے نکل کر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نظارہ کا شیخ صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی دن حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔ [۲۳]

حضرت اقدسؑ کا تحریری لیکچر پہلے ہی ایک رسالہ کی شکل میں میاں معراج الدین صاحب عمر سیکرٹری انجمن فرقانیہ و حکیم شیخ نور محمد صاحب مالک ہمدم صحت لاہور نے رفاہ عالم سٹیم پریس لاہور سے شائع کر دیا تھا۔ [۲۴] اور زبانی تقریر انہی دنوں الحکم میں چھپ گئی تھی۔

میاں عبد العزیز صاحب المعروف مغل کا چشم دید بیان ہے کہ جلسہ سے واپسی پر راستہ میں میں نے دیکھا کہ مولوی غلام اللہ قصوری صاحب (متوفی ۱۹۲۲ء) جو کہ سفید ریش تھے ایک جگہ وعظ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ مرزا صاحب کے پاس گیا۔ وہ چونکہ حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان کو جاتے ہی کہا کہ اگر آپ اس حجرے سمیت آسمان پر چلے جائیں پھر بھی میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ [۲۵]

بہر حال مخالفت کی اس شدت کے باوجود حضور کا یہ چوتھا لیکچر نہایت کامیاب ہوا اور آپ ہزاروں سعید روحوں تک پیغام حق پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک سبز پوش فقیر نے اصرار کیا کہ آپ مجھے لکھ دیں کہ جو کچھ آپ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے سب سچ ہے۔ حضور نے فرمایا ایک ہفتہ بعد آؤ ہم لکھ دیں گے۔ جب ایک ہفتہ کے بعد وہ آیا تو حضور نے یہ الفاظ لکھ کر اور اپنی مہر لگا کر اسے دیئے۔

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں نے دعویٰ کیا ہے یا جو کچھ اپنے دعویٰ کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام الٰہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں وہ سب صحیح ہے سچ ہے اور درست ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ الراقم خاکسار مرزا غلام احمد (مہر)" [۲۶]

واپسی حضرت اقدسؑ نے لاہور میں ۲۰/ اگست ۱۹۰۴ء سے ۳/ ستمبر ۱۹۰۴ء تک قیام فرمایا ۵/ ستمبر کو چونکہ مقدمہ کرم الدین کے سلسلہ میں گورداسپور کی عدالت میں پیشی تھی اس لئے حضور ۴/ ستمبر [۲۷] کو لاہور سے روانہ ہو کر گورداسپور تشریف لے گئے۔

بہائی مبلغ حکیم میرزا محمود صاحب زرقانی اور بہائی دنیا پر اتمام حجت

بابی و بہائی تحریک ایک ایرانی سید علی محمد باب (۱۸۱۹ء تا ۱۸۵۰ء) نے جو شیعوں کے فرقہ شیخیہ کا ایک فرد تھا۔ ۲۳/ مئی ۱۸۴۴ء کو دعویٰ کیا کہ میں امام مہدی کا باب یعنی دروازہ [۲۸] ہوں۔ اور تعلیم دینی شروع کی کہ گردنیں اڑادی جائیں۔ کتابیں اور اوراق جلا دیئے جائیں۔ مقامات منہدم کر دیئے جائیں اور ایمان لانے اور تصدیق کرنے والوں کے سوا قتل عام کر دیا جائے۔ [۲۹]

باب کی تعلیم کے نتیجہ میں ملک میں بدامنی اور انتشار پیدا ہو گیا جس پر حکومت ایران نے قیام امن کی خاطر اس پر بعض پابندیاں عائد کر دیں۔ باب نے ۱۳/ ستمبر ۱۸۴۶ء کو مسجد میں علماء کے مطالبہ کے مطابق اپنے دعویٰ سے توبہ کا اعلان کیا۔ [۳۰] اور علماء کی دستِ بوسی کی نیز ناصرالدین شاہ ایران کو تحریری توبہ نامہ ارسال کیا مگر خود باب کے معتقدوں نے حکومت کے خلاف شدت سے ٹکر لینا شروع کر دی۔ حکومت نے بالآخر باب کو ماکو میں نظر بند کر دیا۔ بابی یہ صورت حال دیکھ کر صحرائے بدشت میں جمع ہوئے اور انہوں نے ایک تو ماکو میں پہنچ کر باب کو بزور رہا کرنے کا فیصلہ کیا دوسرے تجویز کی کہ اسلامی شریعت کی تنسیخ کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ کتاب "اقتدار" میں لکھا ہے کہ "اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نبود ہر آئینہ شریعت فرقان دراین ظہور نسخ نمے شود۔" [۳۱] یعنی اگر اہل اسلام باب سے اعتراض و اعراض نہ کرتے تو اسلامی شریعت ہرگز منسوخ نہ کی جاتی۔

قرآن مجید کی تنسیخ کے اعلان کے بعد سید علی محمد باب نے قلعہ ماکو میں ایک نئی شریعت لکھنی شروع کر دی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی شریعت کو انیس حصوں پر تقسیم کرے گا اور ہر حصے میں انیس باب لکھے گا۔ [۳۲] مگر ابھی اس نے صرف آٹھ حصے ہی مکمل کئے تھے کہ حکومت ایران نے ۹/ جولائی

۱۸۵۰ء [۲۳] کو علماء کے فتویٰ اور سیاسی حالات کے تحت باب کو تبریز کے میدان میں گولی سے اڑا دیا۔
سید علی محمد باب کی ناکام موت کے کافی عرصہ بعد اس کے پیروؤں میں سے ایک شخص میرزا حسین علی (المعروف بہاء اللہ ۱۸۱۷۔ ۱۸۹۲) نے ایک نئی شریعت اختراع کی جو کتاب "اقدس" میں درج ہے۔ "اقدس" کی اشاعت نہ بہاء اللہ کے وقت میں ہوئی اور نہ اس کے بعد آج تک بہائیوں نے اپنی ذمہ داری پر اسے شائع کیا ہے بلکہ بہاء اللہ کے بیٹے عبد البہاء نے "اقدس" کی اشاعت کی ممانعت کرتے ہوئے یہ ہدایت بھی دی کہ "کتاب اقدس اگر طبع شود۔ نشر خواہد شد در دست اراذل متعصبین خواہد افتاد و لہٰذا جائز نہ [۲۴] یعنی کتاب اقدس اگر چھپ گئی تو پھیل جائے گی اور کمینے متعصب لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی اس لئے اس کا چھپوانا جائز نہیں۔

میرزا محمود زرقانی کی خلاف عقل و فہم دعوت مباحثہ

بابی اور بہائی تحریک کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن دنوں لاہور تشریف لائے لاہور میں ایک بہائی مبلغ میرزا محمود صاحب زرقانی بھی آئے ہوئے تھے۔ یہ صاحب ایک ہفتہ تک بالکل خاموش رہے مگر جب (گورداسپور کی عدالتی کارروائی میں شامل ہونے کے لئے) حضورؑ کی روانگی کا وقت قریب آیا تو انہوں نے بہاء اللہ کو مدعی مسیحیت کے طور پیش کر کے حضور کو دعوت مباحثہ دے دی۔

ضمناً یہ بتانا مناسب ہو گا کہ مباحثہ کی یہ دعوت سراسر خلاف عقل و فہم تھی۔ بہاء اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل میدان مسیحیت میں پیش ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ (۱) وہ ایک ایسے شخص کے مہدی ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا جس کا جھوٹا اور مفتری ہونا واقعات نے ثابت کر دکھایا (۲) وہ مسیح الاسلام نہیں تھا بلکہ ناسخ الاسلام تھا۔ حالانکہ خود بہائیوں نے یہ حدیث پیش کی ہے کہ "یُقِیْمُ الدِّیْنَ وَ یَنْفِخُ الرُّوْحَ فِی الْاِسْلَامِ یُعِزُّ اللّٰہُ بِہٖ الْاِسْلَامَ بَعْدَ ذِلَّتِہٖ وَ یُحْیِیْہِ بَعْدَ مَوْتِہٖ" [۲۵] یعنی مہدی دین کو قائم کرے گا اور اسلام میں نئی روح پھونکے گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اسلام کو ذلت کے بعد عزت اور موت کے بعد زندگی عطا کرے گا۔ (۳) بہاء اللہ نہ صرف یہ کہ لفظی الہام کا قائل [۲۶] نہ تھا جس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام قائل تھے بلکہ وہ اپنے کلام کو ہی خدا کا کلام قرار دیتا تھا۔ گویا وہ خود ہی مدعی الوہیت تھا۔ (۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی طرح اس کی کتاب "الاقدس" وغیرہ کی بھی کبھی عام اشاعت نہیں ہوئی نہ اس کی اشاعت کی اجازت دی گئی۔ (۵) یہ فتنہ بدشت سے شروع ہوا جو علاقہ خراسان [۲۷] میں واقع ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ "اَلدَّجَّالُ یَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ یُقَالُ لَھَا خُرَاسَانَ۔" [۲۸] یعنی دجال مشرق کی سرزمین

سے جسے خراسان کہا جاتا ہے خروج کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے آسان طریق فیصلہ

اس ضمنی بحث کے بعد اب ہم پھر اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حکیم مرزا محمود صاحب زرقانی مبلغ بہائیت نے ایسے وقت میں جب کہ حضور لاہور سے واپس جانے والے تھے مباحثہ کی دعوت دی۔ اس دعوت کا علم حضورؑ کو ۲/ ستمبر کو ہوا۔ اگلے دن ۳/ ستمبر کو حضور کا پبلک لیکچر پہلے ہی مقرر تھا اور ۴/ ستمبر کو گورداسپور کی عدالت میں آپ کی پیشی تھی۔ ان حالات میں زرقانی صاحب کی دعوت مباحثہ تحقیق حق کی غرض سے نہیں ہو سکتی تھی تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق و باطل میں امتیاز کے لئے یہ آسان طریق ان کے سامنے رکھا کہ کل ۳/ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائے گا وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار بتمام و کمال شائع کر دیں۔ حکیم صاحب (مراد زرقانی صاحب۔ ناقل) موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرا دیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کر لے گی کہ کس شخص کا مضمون راستی پر اور سچائی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانست میں یہ طریق فیصلہ ان بد نتائج سے بہت محفوظ ہو گا جو آج کل زیادہ متوقع ہیں بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کی طرف نہیں نہ ان کی نسبت کوئی تذکرہ ہے اس لئے ایسا مضمون ان رنجشوں سے بھی برتر ہو گا جو باہم مباحثات سے کبھی کبھی پیش آ جایا کرتے ہیں۔" ۴۵۴۹

لیکچر لاہور میں اسلام کی حقانیت کے دلائل

چنانچہ اس اعلان کے مطابق حضور نے دوسرے روز ایک معرکۃ الآراء لیکچر دیا جس میں بہائیت کا آپ نے گو نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی مگر اس میں اسلام کی حقانیت اور اپنے دعویٰ کی سچائی پر ایسے زبردست نکات سامنے رکھ دیئے کہ بہائی دنیا اور دیگر مذاہب آج تک اس کا جواب لانے سے قاصر ہیں۔ مثلاً آپ نے ثابت کیا کہ (۱) اسلام کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے توحید حقیقی اور خدا کے حقیقی حسن کا نقشہ ایسا کھینچا ہے جو کسی اور مذہبی کتاب میں نہیں۔ (۲) سچا مذہب وہی ہے جو مکالمہ مخاطبہ تک پہنچائے اور اس کے ماننے والوں پر فرشتوں کا نزول ہو۔ اور یہ خصوصیت اسلام کی برکت سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس لئے میں مسیح موعود ہوں اور خدا کے شرف مکالمہ مخاطبہ سے سرفراز۔ (۳) کامل تعلیم صرف قرآن نے دی ہے۔ (۴) جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اس وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو حضرت

عیسیٰ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب آہستہ آہستہ خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ (۵) خدا تعالیٰ نے میرے لئے رمضان میں مقررہ تاریخوں میں چاند سورج کے گرہن کا نشان دکھایا اور اس کے بعد سچائی کے ثبوت میں طاعون کا عذاب نازل ہوا۔ (٦) میری پیدائش چھٹے ہزار کے آخر میں ہوئی ہے جو میری صداقت پر برہان عظیم ہے۔ (۷) آیت انا نحن نزلنا الذکر میں مسیح الاسلام کی پیشگوئی تھی جس کے مطابق میں آگیا۔ (۸) مجھے ربع صدی سے مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونے کا دعویٰ ہے۔ میں نے وہ الہام قبل از وقت اپنی کتابوں میں دنیا کے سامنے شائع کئے اور ان میں سے متعدد آج تک پورے ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ان الہامات کے بعد سے اس وقت تک خدا کی تائید میرے شامل حال ہے جو میرے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔ (۹) حضرت مسیح علیہ السلام حقیقت میں فوت شدہ ہیں اور ضروری تھا کہ سورہ تحریم کی پیشگوئی کے مطابق اس امت میں سے ابن مریم پیدا ہو۔ چنانچہ میرے ذریعہ سے یہ وعدہ پورا ہوا اور میرا نام عیسیٰ رکھا گیا جو میری صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

مرزا محمود زرقانی کی طرف جوابی مضمون اور حق کی فتح

قرآن مجید کے کامل شریعت اور حضور کے دعویٰ کی سچائی کے ان زبردست دلائل کے جواب میں مرزا محمود صاحب زرقانی نے ایک بے ہنگم سا مضمون "پیسہ" اخبار (۱۵/ نومبر ۱۹۰۴ء) میں شائع کرایا جس میں انہوں نے ان دلائل کا رد کرنا تو کجا اکثر کو چھوا تک نہیں۔ البتہ دو تین پیشگوئیاں بہاء اللہ کی طرف منسوب کیں جو خود محتاج ثبوت تھیں۔

زرقانی صاحب نے اپنے جواب میں سب سے زیادہ زور اس امر پر دیا کہ بہاء اللہ کا ظہور مرزا صاحب سے پہلے ہے اس لئے انہی کو سچا مدعی کہنا چاہیے [۶۱] مگر اس کی تردید انہوں نے اپنے قلم سے یوں کر دی کہ "جب حق کے ظہور فرمانے کا زمانہ نزدیک ہوا تو ہندوستان اور دوسرے ملک اور اقلیموں میں بہت سے جھوٹے مدعی... کھڑے ہوئے" [۶۲] جس کا صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو مدعی سچے سے پہلے دعویٰ کرے وہ بہرحال جھوٹا ہی ہوتا ہے۔

دہلی میں حضور کے ایک خادم کی دعوت مباحثہ اور مرزا محمود زرقانی کا گریز

مرزا محمود صاحب زرقانی لاہور کے بعد کلکتہ بمبئی، رنگون، راولپنڈی اور سیالکوٹ وغیرہ کئی شہروں میں مقیم رہ کے بالآخر ۱۹۰۶ء میں دہلی گئے تو حضرت مسیح موعود کے ایک مخلص خادم میر قاسم علی صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ دہلی نے ان کو مباحثہ کا چیلنج دیا۔ مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی نے اس کے لئے مکان زینت محل تجویز کیا اور حفظ امن کی خود ذمہ داری اٹھائی اور کہا کہ فریقین مباحثہ کی شرائط طے کر لیں جب تصفیہ ہو چکے تو مجھے اس

کی اطلاع کر دی جائے میں اس کا اعلان شائع کر دوں گا۔ زرقانی صاحب نے اصرار کیا کہ تعیین یوم و مکاں میری رائے پر منحصر ہے۔ میر صاحب نے یہ بات بھی قبول کر لی اور آخر بڑی ردو قدح کے بعد ۲۵/ جولائی ۱۹۰۶ء کو مغرب کے بعد کا وقت مباحثہ کے لئے مقرر ہوا۔ مقام مناظرہ مولوی عبد الحق صاحب دہلوی مولف تفسیر حقانی کا مکان تجویز کیا گیا۔ شرائط مباحثہ کے لئے فریقین ۲۵ اور ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء کو مولوی عبد الحق صاحب حقانی کے مکان پر جمع ہوئے۔ حکیم رضی الدین صاحب خلف الرشید حکیم ظہیر الدین خاں آنریری مجسٹریٹ دہلی نے یہ تجویز پیش کی کہ اس وقت شرائط طے کر لی جائیں۔ میر قاسم علی صاحب نے اس تجویز سے پورا پورا اتفاق ظاہر کیا اور کہا کہ میں تو جملہ شرائط لکھ کر پہلے ہی دے چکا ہوں۔ ان شرائط کی روشنی میں تصفیہ ہو جائے اور زور دیا کہ مرزا محمود صاحب زرقانی اپنا دعویٰ پیش کریں۔ لیکن زرقانی صاحب نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا میں اپنا دعویٰ پیش نہیں کروں گا۔ حکیم رضی الدین صاحب نے بہتیرا سمجھایا کہ زرقانی صاحب ایران سے محض اسی غرض کے واسطے ہندوستان تشریف لائے ہیں کہ اہل ہند کو اپنا مذہب سنا کر منوائیں۔ پس ان کو علی الاعلان اپنے دعاوی و دلائل کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اور ہر شخص کو اس پر جرح کا حق دینا انصاف پر مبنی ہے لیکن زرقانی صاحب کسی طرح تیار نہ ہوئے اور مجلس برخاست ہو گئی۔ چند دن بعد میر قاسم علی صاحب میرزا محمود صاحب زرقانی کو دوبارہ ملے اور کہا کہ آپ اگر گفتگو کرنے سے ڈرتے ہیں تو کم از کم کسی جلسہ میں اپنے دعاوی و دلائل و عقائد بیان کر دیں یا اپنے مذہب کی کوئی کتاب ہمیں قیمتاً ہی دے دیں اگر آپ کے پاس کتاب نہیں تو ہم کو پتہ لکھ دیجئے ہم وہ کتابیں خود منگا لیں گے مگر زرقانی صاحب نے جواب دیا کہ جلسہ دہلی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹاؤن ہال میں اجازت جلسہ ملنی مشکل ہے اور دوسری جگہ جلسہ کرنا مجھے منظور نہیں ہے۔ کتب مذہبی میرے پاس نہیں نہ کوئی ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہمارے مذہبی دعاوی و دلائل جمع ہوں۔ [۴۳]

بہائیت کے متعلق مضامین

۷۔۱۹۰۸ء میں بابی اور بہائی مذہب کے متعلق ریویو آف ریلیجنز اردو و انگریزی میں متعدد مفصل مضامین شائع ہوئے جن سے اس نام نہاد مذہب کی حقیقت بالکل نمایاں ہو گئی اس طرح خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی اس کے علمبرداروں پر ہر طرح حجت پوری کر دی گئی۔

سفر سیالکوٹ

قیام لاہور کے دوران میں جماعت سیالکوٹ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے یہ درخواست منظور فرمائی اور جماعت کے دوستوں نے نہایت مستعدی اور کمال جوش کے ساتھ سیالکوٹ میں جاکر مکانات وغیرہ کا انتظام شروع کر دیا۔ مقدمات سے فرصت پاکر حضور قادیان تشریف لے گئے تو میاں محمد رشید صاحب جماعت سیالکوٹ کی طرف سے بطور نمائندہ سفر سیالکوٹ کی تاریخ کی تعیین کی غرض سے قادیان گئے۔ حضور کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز تھی اس لئے فرمایا کہ دو چار روز کے بعد جواب دوں گا۔ حضور کا منشاء استخارہ مسنونہ کا بھی تھا۔ آخر ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح تاریخ روانگی مقرر ہوئی۔ حضور نے روانگی کے لئے ایک ایسی گاڑی تجویز فرمائی جو رات کو سیالکوٹ پہنچتی تھی ادھر جماعت سیالکوٹ کی یہ خواہش تھی اور اس کے اظہار کے لئے انہوں نے کارڈ کے علاوہ ایک اور خاص آدمی بھی بھیجا کہ حضور کا داخلہ شہر سیالکوٹ میں دن کے وقت ہو اس لئے حضور ایسی گاڑی میں آئیں جو دن کو داخل ہو۔ مقصود یہ تھا کہ رات کو کثرت انبوہ میں انتظامی مشکلات نہ ہوں۔ دوسرے حضور کی زیارت کے مشتاق کثرت کے ساتھ سیالکوٹ میں جمع ہونے والے تھے اور کل شہر اس بابرکت دن کا انتظار کر رہا تھا اس لئے دن کو یہ نظارہ دوسروں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ کوئی دنیوی جاہ و حشم یا استقبال و نمائش کا بھوکا ہوتا یا گدی نشین ہوتا تو اس رائے کو پسند کرتا مگر خدا کے اس برگزیدہ نے جو محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ہی لذت و ذوق پاتا تھا اس صورت کے لئے تیار نہ ہوا اور حضور نے اپنے پروگرام میں کسی قسم کی ترمیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اسی گاڑی سے سیالکوٹ جانے کا فیصلہ فرمایا جو رات کو وہاں پہنچتی تھی

روانگی از قادیان

تاریخ طے پاچکی تو سفر کے انتظام کے متعلق مختلف احباب کو مختلف خدمات سپرد کی گئیں۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب گاڑی کے ریزرو کرانے اور سواری کا انتظام کرنے پر مامور ہوئے اور مرزا خدابخش صاحب مصنف "عسل مصفی" منتظم اسباب

بنے۔

مقررہ پروگرام کے مطابق حضور ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو ۴ بجے کے قریب دارالامان سے روانہ ہوئے۔ اس وقت کا نظارہ ایک نہایت ایمان افروز اور قابل دید نظارہ تھا۔ قادیان کے قریباً تمام احمدی حاضر تھے۔ کچھ تو حضور کی مشایعت کے لئے اور کچھ حضور کے ہمراہ جانے کے لئے۔ مدرسہ کے بہت سے طلبہ اور استاد اور بہت سے دیگر دوست بٹالہ تک حضور کے ہمراہ چلنے پر آمادہ تھے۔ بہرحال ۴ بجے کے قریب حضور علیہ السلام اپنے خدام کے حلقہ میں دارالامان سے روانہ ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ یکے ساتھ تھے اس سفر میں حضور کے ہمراہ حضرت ام المومنین علیہا السلام اور آپ کے خاندان کے دوسرے افراد بھی تھے اس لئے رتھ کے علاوہ پالکی بھی ساتھ تھی۔ حضرت اقدسؑ نے نصف راستہ پالکی میں طے کر لینے کے بعد پاپیادہ سفر اختیار فرمایا اور خدام کے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے آٹھ بجے کے قریب بٹالہ پہنچے۔

بٹالہ اسٹیشن

بٹالہ اسٹیشن سے سیالکوٹ تک ایک سیکنڈ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ڈبہ ریزرو کرایا گیا تھا۔ بٹالہ اسٹیشن پر جماعت بٹالہ نے شرف نیاز حاصل کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی محنت و تکلیف اٹھائے بغیر کمال حاصل ہو جائے۔ اس پر حضور نے بڑا لطیف جواب دیا اور بتایا کہ حصول کمال کے لئے مجاہدہ شرط ہے۔ اس قسم کے ذکرو اذکار اور خدام کی ملاقات میں گاڑی کا وقت آپہنچا۔ دس بجے کے قریب گاڑی نے روانگی کا وسل دیا۔ پلیٹ فارم پر خاصہ اژدہام تھا۔ قادیان کی جماعت جو حضور کو اسٹیشن تک چھوڑنے آئی تھی واپس روانہ ہوئی اور چند ہی منٹ کے اندر گاڑی اسٹیشن سے نکل کر آخر ان کی نظر سے غائب ہو گئی اور خدا کا محبوب امرتسر کی طرف روانہ ہوا۔

امرتسر ریلوے اسٹیشن

بٹالہ سے گاڑی روانہ ہو کر درمیانی سٹیشنوں سے گزرتی ہوئی گیارہ بجے کے قریب امرتسر پہنچی۔ گاڑی کے پہنچتے ہی ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے سامنے آکھڑے ہوئے۔ موافق تو موافق مخالف بھی کھچے چلے آتے تھے حتی کہ خود جماعت امرتسر کو مصافحہ کرنا مشکل ہو گیا۔ اس مقام پر چند دوستوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔ جماعت امرتسر نے حضور اور حضور کے خدام کے لئے گاڑی میں ہی کھانا پیش کیا۔ اس دعوت کے لئے انہوں نے حضور سے پہلے ہی منظوری لے رکھی تھی۔ ۱۲ بجے کے قریب گاڑی نے امرتسر اسٹیشن چھوڑا اور بہت سی روحوں کو شوق زیارت میں مضطرب چھوڑ کر آگے نکل گئی۔

اٹاری اسٹیشن اس دن ریلوے لائن کے اردگرد کے دیہات میں خود بخود ایسی رو چلی ہوئی تھی کہ ہر معمولی اسٹیشن پر زائرین کا ہجوم ہوتا تھا چنانچہ اٹاری اسٹیشن پر بھی غیر معمولی مجمع تھا۔ اٹاری کے احمدی بھائیوں نے اپنے سید و مولیٰ امام کے حضور دودھ پیش کیا اور ساتھ ہی ٹکٹ لے کر خود بھی سوار ہو گئے۔

میاں میر اسٹیشن ایک بجے کے بعد گاڑی میاں میر اسٹیشن پر پہنچی۔ اٹاری کی جماعت یہاں اتر کر دوسری گاڑی میں واپس ہوئی۔ یہاں بھی بعض مخلصین زیارت سے مشرف ہوئے۔

لاہور اسٹیشن لاہور ریلوے اسٹیشن پر اس کثرت سے اژدھام تھا کہ وہاں کے پیسہ اخبار کو بھی مخالفت کے باوجود اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ حالانکہ بہت سے لوگوں کو اندر آنے سے روکا گیا اور پلیٹ فارم ٹکٹ بھی بند کر دئے گئے۔ یہاں چونکہ گاڑی کو ذرا زیادہ دیر تک ٹھہرنا تھا اس لئے لاہور کی احمدی جماعت کو ملاقات کا اچھا موقع میسر آیا۔ ۲ بجے کے قریب لاہور اسٹیشن کو بھی الوداع کہا۔

گوجرانوالہ اسٹیشن گاڑی بادامی باغ سے ہوتی ہوئی بالآخر گوجرانوالہ پہنچی۔ یہاں بھی حضور کے استقبال کے لئے کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے جن کی تعداد سات آٹھ سو سے کم نہ تھی۔ احمدی احباب نے مصافحہ کیا۔ وقت معینہ پر گاڑی گوجرانوالہ سے چل کے گکھڑ آئی۔ اس جگہ بھی پچاس سے زیادہ احباب شوق زیارت میں آئے ہوئے تھے۔ جس ذوق و شوق اور جوش و اخلاص سے یہ لوگ آتے اور گاڑی کی طرف لپکتے اور دوڑتے تھے وہ دیکھنے کی چیز تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد گاڑی وزیر آباد کھڑی ہو گئی۔

وزیر آباد اسٹیشن وزیر آباد جنکشن ہے جہاں سے سیالکوٹ کی طرف گاڑی جاتی ہے۔ سیالکوٹ یہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ وزیر آباد اسٹیشن پر بھی اس کثرت سے مجمع زائرین موجود تھا کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کیونکہ مقامی جماعت تو بہت تھوڑی تھی اور حافظ عبد المنان صاحب جیسے مخالف سلسلہ یہاں موجود تھے مگر اس کے باوجود لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ جب حضور کی ریزرو گاڑیوں کو کاٹ کر سیالکوٹ جانے والی ٹرین کے ساتھ لگانے کے لئے دور نالہ پلکھو کے پل تک لے جانا پڑا تو ریزرو گاڑی کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مخلوقات دیوانہ وار بھاگتی چلی گئی۔ آخر حضور کی ریزرو گاڑیاں سیالکوٹ ٹرین سے لگا دی گئیں اور لوگوں کا ہجوم بدستور رہا۔ وزیر آباد کے احباب جماعت نے حضور اور حضور کے ہمراہیوں کی سوڈا واٹر سے تواضع

کی۔ گاڑی کافی دیر ٹھہرنے کے بعد سیالکوٹ کی طرف روانہ ہو گئی چونکہ کثرت مخلوق اور ہجوم میں بہت سے لوگوں کو حضرت اقدسؑ سے مصافحہ کرنے کا شرف نہ مل سکا اس لئے اکثر احباب ساتھ ہی گاڑی میں سوار ہو گئے اور سیالکوٹ اور وزیر آباد کے درمیان اسٹیشنوں پر جہاں جہاں جس کو موقع ملا اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔

سیالکوٹ میں ورود

آخر گاڑی سوہدرہ اور دوسرے اسٹیشنوں سے ہوتی ہوئی سیالکوٹ اسٹیشن پر چھ بجے کے بعد پہنچی جب کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاریکی اپنا اثر سطح زمین پر ڈال رہی تھی۔ ایسے وقت میں لوگوں کا اسٹیشن پر پہنچنا بڑا مشکل تھا اور اسی لئے جماعت سیالکوٹ نے صبح کی گاڑی کا پروگرام تجویز کیا تھا۔ سیالکوٹ کے علماء ایک ہفتہ سے وعظ کر رہے تھے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو دیکھنے کے لئے اسٹیشن پر نہ جائے ورنہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن ان مخالفتوں اور سراسر ناموافق حالات کے باوجود سیالکوٹ کے لوگ ایسے کھینچے گئے کہ رک سکتے ہی نہیں تھے۔ جس طرف نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے جو حضرت اقدسؑ کے جذب و کشش اور راستبازی اور حقانیت کا ایک عظیم الشان ثبوت تھا۔ اسٹیشن پر اس قدر انبوہ تھا کہ اگر مقامی حکام اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی طرف سے امن کا تسلی بخش انتظام نہ کیا جاتا تو کئی حوادث کا ہونا بالکل ممکن تھا۔ آنریری مجسٹریٹ سیالکوٹ سردار محمد یوسف صاحب خاص طور پر شکریہ کے مستحق تھے کہ وہ ہمہ تن انتظام میں مصروف رہے۔ مقامی جماعت نے اس پلیٹ فارم پر جہاں ریزرو گاڑیاں کھڑی ہوئیں (اور جو احاطہ اسٹیشن کے دوسری طرف سرائے مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے متصل لب سڑک واقع ہے) روشنی کا عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔ حضور کی آمد پر بطور خیر مقدم مہتابیاں بھی چھوڑی گئیں۔

شہر کی طرف روانگی کا نظارہ

پلیٹ فارم کا ریزرو گاڑی والا حصہ بالکل خالی کرا لیا گیا اور عین گاڑی کے دروازے پر حضور کی سواری کے لئے گاڑی لا کر کھڑی کر دی گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنینؓ اور دوسرے افراد خاندان جدا جدا گاڑیوں میں سوار ہو گئے اور یہ شاندار جلوس پولیس اور مقامی حکام کے انتظام کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوا۔ گاڑیوں کے آگے مہتابیاں چھوڑی جاتی تھیں۔ اسٹیشن سے فرودگاہ تک دکانوں' مکانوں کی چھتوں اور بازار میں آدم زاد کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ خدا کا جری ایک کھلی گاڑی میں بیٹھا ہوا اس انبوہ و اژدھام میں جا رہا تھا اور لوگ اس کے دیدار کے لئے بھاگے جا رہے تھے۔ اور یہ عجیب بات تھی کہ بعض لوگ باوجودیکہ وہ مخالف تھے محض زیارت کے لئے یہ کہتے تھے کہ ہم تو مرید

ہیں ہمیں نہ ہٹاؤ۔

فرودگاہ حضور کے قیام کے لئے جناب حکیم میر حسام الدین صاحب کا ایوان تجویز ہوا۔ چنانچہ حضور وہیں فروکش ہوئے۔ یہ وہی محلہ تھا جس میں حضور انتہائی گمنامی کی حالت میں قریباً چالیس برس پیشتر زمانہ ملازمت کے دوران قیام پذیر رہے۔ حضور کے علاوہ باقی خدام اور مہمانوں کے لئے حکیم صاحب کے محلہ میں کچھ ایسے انداز سے ملتے جلتے مکان خالی کرائے گئے تھے کہ وہ سارا محلہ جہاں یہ مہمان فروکش تھے ایک محلہ کی بجائے ایک ہی مکان کا حکم رکھتا تھا۔

جماعت سیالکوٹ کی وسیع پیمانے پر مہمان نوازی اس موقعہ پر جماعت سیالکوٹ نے حضور کے اس تاریخی سفر کے موقعہ پر مہمانوں کی آمد کا اندازہ کر کے بڑے وسیع پیمانے پر مہمان نوازی کا انتظام کر رکھا تھا اور حضور اور حضور کے مہمانوں کی تواضع' دل جوئی اور آرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے گھر مہمانوں کے لئے خالی کر دیئے۔ ہر مکان میں ضروری سامان پہلے سے مہیا کر دیا۔ کوئی کمرہ یا کوٹھری ایسی نہ تھی جس میں روشنی اور پانی کا کافی انتظام نہ ہو۔ بیماروں کے لئے الگ کھانا تیار ہوتا تھا۔ بازار میں عطاروں کی دکانیں مخصوص کر دی تھیں جہاں سے مریض ہر وقت جو دوا چاہیں مفت لے سکتے تھے۔ حضور کے تشریف لاتے ہی مہمانوں کی کثرت بڑھتی گئی اور ہر آنے والی ٹرین مہمانوں کی ایک معقول تعداد لانے کا موجب بن رہی تھی مگر اہل سیالکوٹ کی میزبانی میں کوئی فرق نہیں آیا وہ برابر اھلا و سھلا و مرحبا کہنے کو تیار تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر ۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جمعہ کے بعد ۲۸/ اکتوبر کو جمعہ تھا۔ اس دن لوگ نہایت کثرت سے اس مسجد میں جو حضورؑ کی فرودگاہ سے بالکل ملی ہوئی تھی اور میر حکیم حسام الدین صاحب کی مسجد کہلاتی ہے وقت مقررہ سے پہلے ہی جمع ہو گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے (جو کئی دن قبل ہی سیالکوٹ میں تشریف لے آئے تھے) سورہ جمعہ پر خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد بہت سے اصحاب نے بیعت کی۔ یہ ناممکن تھا کہ سب لوگ حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے اس لئے بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں ڈال دی گئیں۔ اس طرح مختلف جماعتوں نے بیعت توبہ کی۔ بیعت کے بعد حضور نے ایک پر جذب و تاثیر تقریر فرمائی جس میں حضور نے بیش قیمت نصائح فرمائیں اور اپنے دعویٰ کی صداقت پر روشنی ڈالی۔

واپسی کا ارادہ
حضور اس روز کافی دیر تک انبوہ خلائق میں تشریف فرما رہے اور تقریر کی وجہ سے حضور کی طبیعت دوران سر وغیرہ سے ناساز ہو گئی اور آپ ۲۹، ۳۰ اکتوبر کو باہر نہ تشریف لا سکے۔ اس سلسلہ میں مہمانوں کی اور بھی کثرت ہو گئی اس لئے حضور کو خیال پیدا ہوا کہ یہ کثرت جماعت سیالکوٹ کے لئے ابتلا کا موجب نہ بن جائے لہٰذا حضورؑ نے ۳۱/ اکتوبر کو واپسی کا ارادہ فرمایا۔ واپسی کی خبر پر مخلصین سیالکوٹ کے ہوش اڑ گئے۔ پاس ادب سے کچھ عرض کرنیکی جرات نہ کرتے تھے۔ دل تھا کہ اندر ہی اندر بیٹھا جاتا تھا۔ حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں۔ میر حکیم حسام الدین صاحب نے حضور کے اس ارادہ کو بہت ہی محسوس کیا اور پیرانہ سالی میں اس سے بہت ہی مضمحل ہو کر حضور کی خدمت میں اس ارادہ کے التواء کے لئے عرض کیا اور سامان خورد و نوش کی کثرت کا ذکر کیا۔ جس پر حضور نے اپنا ارادہ ۳/ نومبر تک ملتوی فرما دیا۔

لیکچر کا ارادہ
اب اس التواء ارادہ اور قیام سہ روزہ میں ۳۱/ اکتوبر کو تجویز ہوئی کہ حضور کی طرف سے اسلام پر ایک پبلک لیکچر دیا جاوے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض و مقصد زندگی احیائے اسلام و تبلیغ اسلام ہی تھا۔ چنانچہ حضور نے ضعف اور دورہ مرض کے باوجود یہ امر پسند فرمایا اور ۲/ نومبر ۱۹۰۴ء کو یہ لیکچر دیا جانا تجویز ہوا۔ دو تین دن کے قلیل عرصہ میں لیکچر کا تیار کرنا آسان امر نہیں تھا لیکن خدا کی تائید اور نصرت جس شخص کے شامل حال ہو وہ سب تکلیفوں اور مشکلات پر فتح پا لیتا ہے۔

زیارت کے لئے بیتابی
۳۱/ اکتوبر تک حضور باہر تشریف نہ لا سکے اور اس عرصہ میں زائرین بیقرار و مضطرب ہو کر دیوانہ وار آپ کے ایوان کے نیچے بند کوچہ میں پھر رہے تھے اور کسی نہ کسی طرح چاہتے تھے کہ زیارت ہو جاوے مگر حضور کی ناسازی طبع اس پر بیعت کا سلسلہ پھر مضمون لیکچر لکھنے کا ارادہ سب باتیں مل ملا کر انہیں مایوس کر رہی تھیں۔ اور جوں جوں دیر ہوتی تھی اس قدر جوش زیارت بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس بڑھتے ہوئے اضطراب اور جذبہ عشق نے اپنا کام کیا اور حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضور کی زیارت کے لئے بہت لوگ جمع ہیں اور سخت گھبرائے ہوئے ہیں۔ یہ ۳۱/ اکتوبر کا دن اور بعد دوپہر کا وقت تھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میں نے ابھی مضمون بھی شروع نہیں کیا اب میرا ارادہ ہے کہ اسے لکھوں اور بیعت کا سلسلہ بھی کثرت سے جاری ہے۔ اگر میں نیچے اتروں گا تو پھر مضمون رہ جائے گا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ حضور صرف دو ایک منٹ کے لئے دریچہ میں رونق افروز ہوں لوگ گلی میں کھڑے ہو کر زیارت کر لیں۔ چنانچہ حضور کوئی ایک منٹ کے لئے دریچہ میں تشریف فرما رہے۔ اس وقت کوچہ سے لے کر بازار تک اور مسجد اور

مکانوں کی چھتوں پر آدمی ہی آدمی تھے۔

لیکچر کی تصنیف و طباعت

حضور نے ۳۱/ اکتوبر کی دوپہر کے بعد لیکچر لکھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ۲/ نومبر کو یہ لیکچر چھپ بھی گیا۔ اس طرح لیکچر کی تیاری میں صرف ایک ہی دن صرف ہوا۔ لیکچر کے متعلق حکیم حسام الدین صاحب چوہدری محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر' آغا محمد باقر خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ' چوہدری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر چوہدری محمد امین صاحب پلیڈر کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا "حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کا لیکچر اسلام پر" اور اس میں پبلک کو اطلاع دی گئی تھی کہ "یہ لیکچر ۲/ نومبر ۱۹۰۴ء کو بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر سنایا جائے گا۔ مولوی عبدالکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھ کر سنائیں گے اور حضرت میرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہوں گے سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا۔"

لیکچر گاہ کی تیاری اور مخالفین کی لیکچر میں جانے سے روکنے کی کوششیں

یکم نومبر کی شام کو لیکچر گاہ (یعنی مہاراجہ جموں و کشمیر کی وسیع سرائے متصل ریلوے اسٹیشن سیالکوٹ) میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا اور دریوں کا فرش بچھایا گیا۔ اور کرسیاں رکھی گئیں۔ دراصل لیکچر کے لئے پہلے اسی محلہ میں جہاں حضور فروکش تھے ایک خالی میدان تجویز ہوا تھا مگر وہ ناکافی تھا۔ اس لئے سب سامان وہاں سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جایا گیا اور لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کر دی گئی۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اس قدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ تو رات ہی کو وہاں سوئے اور اکثر علی الصبح اٹھ کر فجر کی نماز سے بھی پہلے وہاں جا پہنچے۔

دوسری طرف مخالف علماء نے لوگوں کو لیکچر میں شامل ہونے سے روکنے کی یہ صورت کی کہ ۲/ نومبر کی صبح کو چھ بجے سے یعنی حضور کے لیکچر سے ایک گھنٹہ قبل ہی شہر کے چار مختلف مقامات پر مجالس وعظ شروع کر دیں اور قبل از وقت ان مجالس کا اعلان بھی بذریعہ اشتہار کر دیا۔ اس منصوبے کا اثر بالکل الٹا پڑا اور سوائے بعض متعصب مخالفوں کے جو علماء کی تقریروں میں بیٹھے رہے سیالکوٹ کے عوام اس طرح جوق در جوق لیکچر گاہ میں پہنچے کہ خدائی تائید و نصرت کا ایک ایمان افروز منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔

حضورؑ کی جلسہ گاہ کو روانگی

حضرت اقدسؑ قریباً ساڑھے چھ بجے اپنے ایوان سے نیچے اترے ملاقات کرنے والے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ آخر یہ انتظام کیا گیا کہ مصافحہ کرنے والوں کو روک دیا جاوے۔ حضور ابھی مکان سے اترے نہیں تھے کہ ایک مخلص نیاز علی نام نے میر حکیم حسام الدین صاحب کے توسط سے نہایت عجز و الحاح سے عرض کیا کہ حضور جب جلسہ گاہ کو تشریف لے چلیں تو میرے گھر میں قدم ضرور رکھ دیں تاکہ آپ کا مبارک قدم میرے گھر میں برکات کا موجب ہو یہ حسن ارادت و عقیدت حضرتؑ کو اس کے گھر لے گیا اور حضور دو تین منٹ تک اس کے گھر کو اپنے قدموں سے برکت دے کر تشریف لائے اور دو گھوڑوں والی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے' حضور کے ہمراہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی تھے۔ بازار میں گاڑیوں کا اچھا خاصہ سلسلہ تھا قریباً پندرہ سولہ گاڑیاں یکے بعد دیگرے کھڑی تھیں۔ سردار محمد یوسف صاحب سٹی مجسٹریٹ خاص اس انتظام کے لئے متعین تھے۔ وہ ابتدائے لیکچر سے اخیر تک جلسہ گاہ میں برابر کھڑے رہے۔ پولیس نے اس موقعہ پر قیام امن کا پورا اہتمام کیا تھا۔ چنانچہ انسپکٹر صاحب پولیس بھی حضورؑ کی گاڑی کے ساتھ تھے۔ یہ بھی بڑا عجیب نظارہ تھا جب کہ خدا کا مسیح ہزاروں انسانوں کے درمیان گاڑی میں بیٹھا جا رہا تھا اور اس کے راستہ کے تمام در و دیوار اور کوٹھے زن و مرد سے لدے ہوئے اس کا دیدار کر رہے تھے۔ دو رویہ انسانوں کی سڑک میں جب یہ جلوس گزرا تو لوگ بھی گاڑی کے ساتھ بھاگے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ رستہ میں مخالفوں کے اڈوں میں جو وعظ ہو رہا تھا اس میں گالیوں کے علاوہ دوسری آواز یہ سنائی دیتی تھی کہ خبردار کوئی سرائے میں نہ جاوے۔ یہ شور مچانے والوں کی رگیں پھول پھول جاتیں تھیں مگر لوگ تھے کہ برابر دوڑے چلے جاتے تھے۔

حضرت اقدسؑ جلسہ گاہ میں

الغرض حضرت اقدسؑ کا جلوس اسی شان سے گزرتا ہوا بالآخر لیکچر گاہ تک پہنچا جہاں شہر کے ہر مذہب و ملت کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور جب جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو لوگوں میں ایک عجیب اضطراب اور کشمکش پیدا ہو گئی۔ ہر شخص اس کوشش میں تھا کہ میں ایسی جگہ بیٹھوں جہاں سے خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ مامور اور معزز لیکچر پڑھنے والے کو دیکھ سکوں۔ شامیانوں کے نیچے دریوں کا فرش تھا جس کے تین طرف معززین شہر کے لئے کرسیاں بچھی تھیں۔ اور حضور کی کرسی لکڑی کے ایک پلیٹ فارم پر تھی جہاں سے لوگ اطمینان سے زیارت کر سکتے تھے حضور اس وقت سرخ جبہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضور کا نورانی اور خدا نما چہرہ غض بصر کا عملی سبق دینے والی آنکھیں سامعین کو اپنی طرف

خصوصیت سے متوجہ کر رہی تھیں۔ حضور کے ساتھ ہی ایک کرسی پر حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ اور دوسری کرسی پر ایک میز کے سامنے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تشریف فرما تھے۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چاروں طرف قدرتی طور پر سناٹا اور خاموشی طاری تھی کہ جناب مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کا نام پیش کیا جو متفق طور پر منظور ہوا۔ اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ابتداء" حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ایک مختصر مگر نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیا میں بہت سے جلسے ہوتے ہیں بعض ملکی اور سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں اور بعض میں کسی خاص قوم کی اصلاح کے لئے غور کیا جاتا ہے مگر آج کا جلسہ ان سب سے ممتاز ہے کیونکہ اس میں ایک ایسے شخص کا کلام پیش کیا جا رہا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو سننے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

حضرت اقدسؑ کے لیکچر کا پڑھا جانا

حضرت حکیم الامت کی اس افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی چند آیات تبرکاً تلاوت کیں۔ پھر حضورؑ کے مطبوعہ لیکچر کو پڑھنا شرع کیا۔ اس لیکچر کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی تھی "دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ در حقیقت وہ تمام مذاہب ابتداء سے جھوٹ ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں" اس تمہید کے بعد حضور نے نہایت اچھوتے رنگ میں اپنے وجود کو اسلام کی صداقت کے ثبوت میں پیش فرمایا اور اس ضمن میں پہلی دفعہ مجمع عام میں کرشن ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ "میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے... وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن ۲۲ اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔؟" لیکچر کے آخر میں حضور نے فرمایا "مجھے اس زمین سے ایسی

ہی محبت ہے جیساکہ قادیان سے۔ کیونکہ میں اپنے اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گذار چکا ہوں اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایک گمنام کا آخر کار یہ عروج ہو گا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہو گی کہ قریب ہو گا کہ وہ لوگ تھکا دیں کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے۔"

جلسہ کا اختتام اور فرودگاہ کو روانگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس روح پرور تقریر کے بعد حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا جس کے بعد جلسہ ختم ہو گیا لیکن لوگ کچھ ایسے اطمینان خاطر سے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اٹھنا ہی نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ کچھ اور سنایا جائے۔ منتظمین نے نہایت عمدگی کے ساتھ راستہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گاڑی میں سوار کرایا کیونکہ ہزاروں ہزار آدمی موجود تھے اور شوق زیارت میں ہر ایک آگے بڑھتا تھا۔ حضرت اقدسؑ کی گاڑی باہر نکل گئی تو مقامی حکام خصوصاً سردار یوسف خاں سرائے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور تھوڑی دیر کے لئے لوگوں کو باہر جانے کی اجازت دی۔ لوگ باہر نکل کر دوڑے تا ایک مرتبہ پھر زیارت ہو جائے۔ مخالفین جو باہر اڈے جمائے ہوئے شور مچا رہے تھے کہ لوگو! کوئی اندر نہ جائے۔ لیکن ایک یورپین انسپکٹر صاحب پولیس نے جو جلسہ میں آخر وقت تک موجود رہے باہر آکر مخالف واعظین سے کہا کہ ہم کو تعجب ہے کہ تم لوگ اس شخص کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ مخالفت تو ہمیں (عیسائیوں کو) یا ہندوؤں کو کرنی چاہئے جن کے مذہب کی وہ تردید کر رہا ہے اسلام کو تو وہ سچا اور حقیقی مذہب ثابت کر رہا ہے ابطال تو ہمارے مذہب کا کر رہا ہے اور تم یونہی مخالفت کر رہے ہو؟

حضرت اقدسؑ کی گاڑی جب بازار سے مکان کو واپس آئی تو پھر وہی پہلا سا ذوق و شوق عوام میں موجزن تھا۔

بیعت کرنے والوں کی کثرت

چونکہ ۳/ نومبر کو حضرت اقدسؑ کی تاریخ روانگی مقرر تھی اس لئے بیعت کرنے والوں میں جوش ارادت انتہاء کو پہنچ

گیا اور وہ کثرت سے حضور کی بیعت میں شامل ہوئے۔ کئی بار بیعت ہوئی اور حضور حسب معمول بیعت کے بعد لوگوں کو نصائح فرماتے رہے کہ "اس بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا کی محبت میں ذوق و شوق پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو کر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں۔" بیعت کا سلسلہ حضور کی روانگی تک برابر جاری رہا۔ سیالکوٹ کی جماعت کے لئے حضرت اقدس کی جدائی شاق تھی مگر مجبور تھے۔

دارالامان کو روانگی

دوسرے دن ۳/ نومبر کو جماعت سیالکوٹ نے ۱۰ بجے تک کل مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا اور رخت سفر بندھنے لگا۔ سب سے پہلے مستورات کو حضرت میر ناصر نواب صاحب کے زیر انتظام اسٹیشن پر پہنچا دیا گیا۔ حضرت اقدسؑ بارہ بجے کے قریب باہر تشریف لائے اس وقت بھی زائرین کے اشتیاق کی وہی کیفیت تھی جو پہلے سے طاری تھی۔ جیسے شمع پر پروانے گرتے ہیں اس طرح مخلوق گرتی تھی۔ میاں نیاز علی کی درخواست پر حضور دوبارہ ان کے گھر کو برکت دینے کے لئے تشریف لے گئے اور پھر گاڑی پر سوار ہو گئے اور جلوس کی شکل میں پوری شان کے ساتھ اسٹیشن تک پہنچے اور ایک ریزرو گاڑی میں تشریف فرما ہوئے اور دوسرے خدام دوسری گاڑی میں بیٹھے۔ حضور کے الوداع کے لئے اسٹیشن پر زائرین کا بہت بڑا مجمع موجود تھا۔ علماء جو مخالفانہ وعظ کر رہے تھے اس کا ایک نتیجہ اس وقت یہ بر آمد ہوا کہ بعض مخالفوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت کے سامنے برہنہ ناچ کیا۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث نے ۱۱/ نومبر ۱۹۰۴ء کی اشاعت میں لکھا۔ "مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہمانی میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پردہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنوں میں ننگے ہو کر ناچتے رہے.... تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔"

وزیر آباد سے قادیان تک

گاڑی وزیر آباد اسٹیشن پر پہنچی تو زائرین کا پہلا سا ہجوم موجود تھا۔ حافظ غلام رسول صاحب نے حضور اور حضور کے ساتھیوں کی لیمونیڈ اور سوڈا واٹر سے دعوت کی۔ اسٹیشن پر ڈسکہ کے مشنری پادری اسکاٹ [۶۵] نے بھی ملاقات کی اور حضور نے ان سے تبادلہ خیالات فرمایا۔ گاڑی ہی میں بہت سے آدمیوں نے بیعت توبہ کی۔ حضور کی ریزرو گاڑی گورداسپور کی گاڑی سے لگائی گئی۔ کچھ دیر بعد گاڑی روانہ ہو گئی۔ واپسی پر ہر اسٹیشن پر وہی مجمع اور وہی رونق تھی جو آمد کے موقعہ پر دکھائی دی تھی۔ گاڑی مغرب کے بعد لاہور پہنچی جہاں جماعت لاہور نے استقبال کیا اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی طرف سے حضرت اقدس

اور حضور کے ہمراہیوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ گاڑی لاہور سے روانہ ہو کر بٹالہ پہنچی۔ اسٹیشن سے اترتے ہی جماعت بٹالہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خدام کی دعوت کی اور سرائے متصل اسٹیشن میں قیام کا انتظام کیا۔ قادیان سے بہت سے خدام بٹالہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت اقدس اور حضور کے دوسرے خدام ۴/ نومبر ۱۹۰۴ء بروز اتوار ۱۲ بجے کے قریب بخیرت قادیان دارالامان میں پہنچ گئے۔ حضور کی واپسی اور داخلہ دارالامان پر حافظ روشن علی صاحبؓ (تلمیذ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین) نے خیر مقدم کے طور پر ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ تھے

جَاءَ الْاِمَامُ فَاَبْشِرُوْا یَا اِخْوَتِیْ
قُوْمُوْا اِلَی اِسْتِقْبَالِهٖ یَا حِبَّتِیْ
یَامَنْ دَعوتَ النَّاسَ وَقْتَ هَلَاکِهِمْ
دَعْوَی الْمُحِبِّ اِلٰی جِنَانَ النِّعْمَةِ
اُعْطِیْتَ مِنْ رَبِّ السَّمَاءِ رِسَالَةً
تُوِّجْتَ مِنْ مَوْلَاکَ تَاجَ الْعِزَّةِ
یَا قَمَرَ اَرْضِ الْهِنْدِ نَوِّرْ اَرْضَنَا
اَسْرِجْ سَرَاجَ قُلُوْبِنَا بِالْمِنَّةِ

(ترجمہ) اے میرے بھائیو! تمہیں خوشخبری ہو کہ حضرت امام تشریف لے آئے ہیں۔ میرے پیارو اٹھو ان کے استقبال کو چلیں۔

اے وہ جس نے لوگوں کی ہلاکت کے وقت پیار کرنے والوں کی طرح نعمت کے باغوں کی طرف دعوت دی ہے۔

تجھے آسمان کے رب کی طرف سے رسالت عطا کی گئی ہے اور تیرے مولیٰ نے تجھے عزت کا تاج پہنایا ہے۔

اے سرزمین ہند کے چاند! ہماری زمین کو روشن کر اور ہمارے دل اپنے احسان سے منور کر دے۔ [۲۶]

حضرت اقدسؑ کی تقریریں

جلسہ سالانہ ۱۹۰۴ء کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو پر معارف تقریریں فرمائیں وہ بعد کو "حضرت اقدسؑ کی تقریریں" کے نام سے شائع کی گئیں۔ ان تقاریر میں حضورؑ نے

حقیقت دعا، صحبت صادقین کی ضرورت اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تاکید فرمائی۔

۱۹۰۴ء کے بعض صحابہ

۱۹۰۴ء کے بعض ممتاز صحابہ یہ ہیں۔

(۱) چوہدری نصر اللہ خاں صاحب [۴۷]

(۲) ماسٹر مولا بخش صاحب [۴۸]

(۳) سید دلاور شاہ صاحب بخاری [۴۹]

(۴) چوہدری غلام محمد صاحب پوہلہ مہاراں [۵۰]

(۵) شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی [۵۱]

حواشی

۱۔ تاریخ اقوام عالم صفحہ ۶۶۷ از مرتضیٰ حسن خاں
۲۔ الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۲
۳۔ تاریخ اقوام عالم صفحہ ۶۶۷۔ ۶۶۸
۴۔ تاریخ اقوام عالم صفحہ ۸۰۰۔ ۸۰۱
۵۔ البدر ۱۶/ ۸/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰
۶۔ ولادت یکم جنوری ۱۸۹۶ء۔ وفات ۱۸/ ستمبر ۱۹۶۱ء سلسلہ کے ان بزرگوں میں سے تھے جو نوابی میں بھی درویشی کا نمونہ تھے۔ انقلاب ہجرت کے بعد جب ۱۱/ ستمبر ۱۹۴۷ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تشکیل ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور حضور نے آپ کو ناظر اعلیٰ نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس نہایت درجہ نازک اور اہم ذمہ داری کو کمال محنت و خلوص سے نبھایا۔ اسی دوران میں ۸/ فروری ۱۹۴۹ء کو آپ پر دل کی بیماری کا شدید حملہ ہوا اور ساتھ ہی تشنج کے دورے بھی پڑنے لگے علاج معالجہ سے کچھ افاقہ تو ہوا مگر آپ مستقل طور پر صاحب فراش ہو گئے اور بالآخر اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے روحانی مقام کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو وفات سے چار برس پیشتر بذریعہ رؤیا خبر دی جا چکی تھی کہ آپ کا ۶۶ سال کی عمر میں وصال ہوگا۔ سو یہ رؤیا نہایت صراحت سے پوری ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک ربوہ کے خاص قبرستان میں حضرت اماں جان کے مزار اقدس کی چار دیواری میں جنوب مشرقی حصہ میں واقع ہے۔
۷۔ الفضل ۱۰/ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۱
۸۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۳
۹۔ البدر ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۱
۱۰۔ البدر ۱۶/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۲
۱۱۔ الحکم ۱۷/ ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱، ۳ الحکم ۱۴، ۱۰/ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۔ ۲، البدر ۱۶/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۳
۱۲۔ الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ ۶ (مفصل تقریر) البدر ۸۔ ۱۶۔ ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ ۸
۱۳۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۔ ۶ (مفصل تقریر) البدر ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲۔ ۷
۱۴۔ بحوالہ الحکم ۲۴/ ۱۷/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ نمبر ۱۱
۱۵۔ الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۔ ۵ و الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۔ ۲
۱۶۔ الحکم ۲۱/ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۲ و الفضل ۱۳/ دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲
۱۷۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱
۱۸۔ لیکچر لاہور
۱۹۔ الحکم ۲۱/ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۱۔ ۲۔ ۳
۲۰۔ پیغام صلح ۲۵/ مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۴ کالم نمبر ۱، ۲
۲۱۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ (مفصل تقریر) و البدر ۲۴/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۲
۲۲۔ الفضل ۱۲/ دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱
۲۳۔ تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم صفحہ ۳۱۱
۲۴۔ ملاحظہ ہو الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۲
۲۵۔ الفضل ۱۲/ دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲
۲۶۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۲۴

۲۷۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۴
۲۸۔ "بہاء اللہ کی تعلیمات" صفحہ ۵ مطبوعہ آگرہ (بحوالہ "تحریک بہائیت پر تبصرہ" از جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل)
۲۹۔ "مکاتیب عبد البہاء" جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں لکھا ہے:۔ در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق و حرق کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتل عام الامن آمن و صدق بود۔"
۳۰۔ الحراب مصنفہ استاذ محمد فاضل مطبوعہ مصر ۱۷۳ (بحوالہ بہائی تحریک پر تبصرہ صفحہ ۳۲)
۳۱۔ اقتدار صفحہ ۴۷۔ ۴۸ مولفہ بہاء اللہ
۳۲۔ الکواکب ۴۰۶ بہائی تحریک پر تبصرہ" صفحہ ۵۵ طبع اول
۳۳۔ بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۴
۳۴۔ رسالہ "جواب نامہ جمعیت لاہائی" صفحہ ۷۳ مطبوعہ مصر بحوالہ بہائی تحریک پر تبصرہ
۳۵۔ الفرائد صفحہ ۵۱ بحوالہ تحریک بہائیت پر تبصرہ صفحہ ۷
۳۶۔ اقدس صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ مطبع ناصری بمبئی ۱۳۱۴ء
۳۷۔ نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۴
۳۸۔ مشکوۃ المصابیح مطبوعہ مطبع محمدی بمبئی۔ باب العلامات بین الساعۃ و ذکر الدجال صفحہ ۴۶۹
۳۹۔ سرورق نمبر ۲ لیکچر لاہور
۴۰۔ اس روز مرزا محمود ایرانی کے ایک خط کے جواب میں اپنی سچائی کے ثبوت میں بالتفصیل بتایا کہ سورہ کہف میں آخری زمانہ میں ایک ذوالقرنین کے ظہور کی پیشگوئی ہے۔ یہ پیشگوئی مسیح موعود کے متعلق ہے۔ جس کا مصداق دنیا کے پردے پر صرف میں ہوں کیونکہ میرے وجود نے مشہور و معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہیں خواہ مسیحی خواہ بکرماجیتی اس طور پر اپنا ظہور کیا ہے کہ ہر جگہ دو صدیوں پر مشتمل ہے۔ (لیکچر لاہور صفحہ ۵۳۔ ۵۴)
۴۱۔ "جواب لیکچر جناب قادیانی" صفحہ ۲۴۔ ۲۶ شائع کردہ انجمن اشاعت بہائیاں رنگون ۱۹۰۸ء
۴۲۔ "جواب لیکچر جناب قادیانی" صفحہ ۳ شائع کردہ انجمن اشاعت بہائیاں رنگون ۱۹۰۸ء
۴۳۔ الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ ۸ کالم ۲ تا ۴
۴۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ گیتا کی پیشگوئی اور ضرورت زمانہ کے عین مطابق اور حضورؑ کی صداقت کا ایک بھاری ثبوت تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجز اردو مارچ ۱۹۳۴ء)
۴۵۔ "حیات طیبہ" میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر پادری اسکاٹ کے ساتھ شیخ عبد الحق صاحب نو مسلم بھی تھے یہ صحیح نہیں۔ اس سفر کی پوری روداد شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے لکھی تھی۔ اور انہوں نے قطعاً یہ نہیں لکھا۔ صرف یہ لکھا ہے کہ پادری اسکاٹ کے ساتھ شیخ عبد الحق صاحب نو مسلم کے تعلقات تھے۔ (الحکم ۲۴/ ۷ اور ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۳)
۴۶۔ الحکم ۱۷/ ۱۰ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰، ۱۱ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ ۶۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ ۶۔ الحکم ۱۲۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ ۷
۴۷۔ ولادت ۱۸۶۳ء۔ حضرت چوہدری صاحب کو ابتداء ہی سے سلسلہ سے محبت تھی۔ وہ اکثر مولوی عبد الکریم صاحبؓ کے درس میں شامل ہوتے اور اس درجہ متاثر تھے کہ خود مولوی صاحب اکثر فرماتے تھے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ چوہدری صاحب اس سلسلہ سے علیحدہ رہیں۔ مولوی مبارک علی صاحب کے خلاف احمدی ہونے کے باعث ایک مقدمہ دائر ہوا اور جماعت سیالکوٹ نے چوہدری صاحب کو وکیل مقرر کیا۔ مقدمہ کی پیروی کی خاطر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر کا تفصیلی مطالعہ کرنا پڑا۔ اور آپ بڑے متاثر ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے مولوی کرم دین صاحب والے مقدمہ میں بطور گواہ صفائی بھی طلب کیا گیا جہاں انہیں پہلی بار حضرت مسیح موعود کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوا اور آپ بہت خوشگوار اثر لے کر واپس آئے۔ اور بالآخر حضور کے قیام سیالکوٹ کے دوران بیعت کرلی۔ (آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے کشف کی بناء پر چند دن پہلے بیعت کرنے کی سعادت پائی) بیعت کے بعد چوہدری صاحب میں ایک عظیم روحانی انقلاب

پیدا ہو گیا۔ آپ ۱۹۱۷ء میں اپنی کامیاب وکالت چھوڑ کر قادیان تشریف لے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظارت علیا کے علاوہ صیغہ بہشتی مقبرہ کے فرائض سپرد فرمائے۔ اس منصب کو آپ نے آخری دم تک آنریری طور پر نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اکیرن کے معرکہ شدھی میں بھی آپ کو حصہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں حج سے مشرف ہوئے۔ آپ کا ایک علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سے کتب کے جامع انڈکس تیار کئے۔ ۲/ ستمبر ۱۹۲۶ء کو جبکہ آپ اپنے قابل فخر اور لائق فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ہاں لاہور میں مقیم تھے انتقال فرما گئے۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے وصال کی خبر ڈلہوزی میں ملی جس پر حضور قادیان تشریف لائے اور ۴/ ستمبر ۱۹۲۶ء کو جنازہ پڑھایا اور چارپائی کو اٹھا کر لحد تک لے گئے اور آپ کی نعش کو مقبرہ بہشتی کی خاک کے سپرد کیا۔ بعد ازاں خود اپنے ہاتھ سے کتبہ کی عبارت تحریر فرمائی جس میں لکھا۔ نہایت شریف الطبع' سنجیدہ مزاج' مخلص انسان تھے۔ بہت جلد جلد اخلاص میں ترقی کی۔ بڑی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ آخر میری تحریک پر وکالت کا پیشہ جس میں آپ بہت کامیاب تھے ترک کر کے دین کے کاموں کے لئے بقیہ زندگی وقف کی اور اعلیٰ اخلاص کے ساتھ جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ترقی ہوتی گئی۔ قادیان آبیٹھے۔ اسی دوران میں حج بھی کیا۔ میں نے انہیں ناظر اعلیٰ کا کام سپرد کیا تھا جسے انہوں نے نہایت محنت اور اخلاص سے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ میری خوشنودی اور احمدی بھائیوں کا فائدہ اور ترقی کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ ساتھ کام کرنے کی وجہ سے میں نے دیکھا کہ نگاہ دوربین تھی۔ باریک اشاروں کو سمجھتے اور ایسی نیک نیتی کے ساتھ کام کرتے کہ میرا دل محبت اور قدر کے جذبات سے بھر جاتا تھا اور آج تک ان کی یاد دل کو گرما دیتی ہے۔" (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "میری والدہ" از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب الفضل ۷/ ستمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۱-۲' ۱۷/ ستمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۵-۶-۱۲- نومبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۸-۱۹- ۱۶/ نومبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۸-۹)

۴۸- ولادت ۱۸۷۶ء۔ مدرسہ احمدیہ کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی بچوں کو پرائیوٹ ٹیوٹر کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ ۲۱/ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو جب ربوہ میں لوئر مڈل سکول کی ابتداء ہوئی تو آپ اس کے سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر بنے ۹/ اگست ۱۹۵۰ء کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات پر خطبہ جمعہ میں فرمایا "ماسٹر مولا بخش صاحب ان بزرگوں میں سے تھے جو استثنائی ہوتے ہیں۔ باوجود اندھے ہو جانے کے ان کا پڑھانے کا شوق نہیں جاتا تھا جہاں بھی خدمت کا کوئی موقعہ نکلتا وہ اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کر دیتے۔ باوجود زور دینے کے میں نے دیکھا ہے کہ وہ پیسے نہیں لیتے تھے۔ میری بچیوں کو بھی انہوں نے پڑھایا ہے مگر باوجود زور دینے کے انہوں نے پیسے نہیں لئے... حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ان کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ (از رسالہ اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۱ تا ۳)

حضرت ماسٹر صاحب کے ایک فرزند مولوی عطاء الرحمٰن صاحب طالب تھے جو عرصہ دراز تک سلسلہ کے مرکزی اداروں میں تعلیمی خدمات بجالاتے رہے اور ۲۴/ ظہور / اگست ۱۹۶۳/ ۱۳۴۲ ہش کو انتقال کر گئے۔ دوسرے فرزند مولوی عبد القادر صاحب ضیغم میں جو سالہا سال تک امریکہ میں مبلغ اسلام رہے اور اب نائب وکیل التبشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

۴۹- وفات ۶/ جون ۱۹۴۴ء کئی سال تک اخبار "سن رائز" میں قلمی خدمات بجالائے۔ ایک اچھی ملازمت آپ نے قومی خدمت کی خاطر ترک کر دی۔ راجپال کے مقدمہ میں آپ نے "مسلم آؤٹ لک" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ہائی کورٹ کے فیصلہ پر بڑی جرات سے تبصرہ کیا جس پر آپ کو چھ ماہ قید کی سزا دی گئی۔ نہایت قانع بزرگ تھے اور مذہبی مسائل پر تقریر کرنے کا خاص سلیقہ اور جوش رکھتے تھے۔

۵۰- صاحب کشف والہام تھے۔ جب سے سیالکوٹ میں ضلع وار نظام قائم ہوا ہے وہ اپنے حلقہ میں بیس اکیس جماعتوں کے امیر رہے۔ خلافت ثانیہ کی بیعت میں آپ کی سابقت سے دوسرے احباب کو بھی خلافت سے وابستہ ہونے کی توفیق ملی۔ ۳۱/ دسمبر ۱۹۶۰ء کو انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

۵۱- ولادت غالباً ۱۸۸۳ء دستی بیعت ۱۹۰۷ء۔ وفات ۳۰ ظہور / اگست ۱۹۶۸/ ۱۳۴۷ ہش۔ ۱۹۲۳ء میں جہاد ملکانہ میں شرکت کی۔ ستمبر ۱۹۳۵ء کے قریب ملازمت سے پنشن یاب ہو کر مستقل طور پر قادیان آگئے اور ۱۹۳۶ء سے ۱۹۵۰ء تک سلسلہ کے متعدد انتظامی اداروں میں خدمات بجالاتے رہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ بہت دعا گو اور

حلیم الطبع بزرگ تھے۔ (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ اصحاب احمد جلد سوم طبع دوم صفحہ ۵۷ تا ۱۳۶ مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے دسمبر ۱۹۶۹ء)

ماموریت کا چوبیسواں سال

زلازل کے غیر معمولی سلسلہ کا آغاز

(۱۹۰۵ء)

ملک میں طاعون زوروں پر تھی کہ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ۱۹۰۳ء کے آخر سے مسلسل یہ خبر دی جانے لگی کہ خدا تعالیٰ کے زور آور حملے زلازل کی شکل میں بھی ظاہر ہونے والے ہیں۔ چنانچہ حضور کو دسمبر ۱۹۰۳ء میں بذریعہ رویا "زلزلہ کا ایک دھکہ" آنے کی خبر دی گئی۔ بعد ازاں الہام ہوا۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَضُرُّ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ۔" [1] (اللہ تعالیٰ ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ اور نیکو کار ہوں) ۲۸ / اپریل ۱۹۰۴ء کو الہام ہوا "امن است در مکان محبت سرائے ما" (ہمارا مکان جو ہماری محبت سرا ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے)۔ یکم جون ۱۹۰۴ء کو الہام نازل ہوا۔ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَ مَقَامُھَا۔ [2] (یعنی تمہارے لئے سلامتی ہے۔ تم خوش رہو۔ عارضی رہائش کے مکانات بھی مٹ جائیں گے اور مستقل رہائش گاہیں بھی) اس کے ساتھ ہی دوبارہ یہ الہام ہوا "زلزلہ کا دھکہ" [3] ایک ہفتہ بعد پھر الہام ہوا۔ "عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَ مَقَامُھَا اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔" [4]

غرضکہ حضور کو بکثرت رویا اور الہامات کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی کہ ایک خطرناک زلزلہ آنے والا ہے اور الہام میں ایسی جگہ پر زلزلہ کے سب سے زیادہ تباہ کن ہونے کی خبر دی گئی جہاں کثرت سے عارضی رہائش گاہیں ہوں گی۔ یعنی کیمپ، ہوٹل، سرائیں اور فوجی بارکیں وغیرہ۔ ساتھ ہی یہ بتا دیا۔ گیا کہ زلزلہ کے اثرات سے حضور کا مکان بھی محفوظ رہے گا اور وہ لوگ بھی سلامت رہیں گے جو آپ کے ماننے والے اور متقی ہوں گے۔

۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ میں قیامت خیز زلزلہ

ان الٰہی خبروں پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یکایک ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو خدائی تقدیر اور اس کے فیصلہ کے مطابق کانگڑہ کی آتش فشاں اور خاموش پہاڑی جو بالکل بے ضرر سمجھی جاتی تھی اور جس کے متعلق علم طبقات الارض کے ماہرین کا خیال تھا کہ اس سے کسی تباہی کا خطرہ نہیں جنبش میں آگئی اور ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو صبح چھ بجے کانگڑہ اور اس کے اردگرد سینکڑوں میل تک کی زمین میں زبردست زلزلہ آگیا جس سے کانگڑہ کا "دیوی" نامی قیمتی مندر جو دو ہزار سال سے موجود تھا بالکل نابود ہو گیا۔ دھرمسالہ کی چھاؤنی کی بیرکوں اور انگریزوں کی عالی شان کوٹھیوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ ڈلہوزی اور بکلوہ کی چھاؤنیوں کی عمارتیں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور دیگر شہروں مثلاً شملہ۔ مسوری۔ ڈیرہ دون۔ امرتسر۔ دہلی۔ گوجرانوالہ۔ کیتھل۔ کرنال۔ جموں اور لاہور وغیرہ کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ ہزاروں آدمی اس زلزلہ میں ہلاک ہوئے۔ [۵] اس زمانے کے اخبارات و رسائل میں اس زلزلہ کی جو تفصیلات ملتی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قہر الٰہی قیامت کا نمونہ تھا۔ چنانچہ اخبار "بھارت" نے لکھا۔ "۴۔اپریل کی صبح ہندوستان اور دنیا کے بعض حصوں کو نہیں بھولے گی۔ وہ قیامت کا سماں وہ ہولناک سین جب آنکھوں کے آگے آجاتا ہے تو جان ہوا ہو جاتی ہے۔ باپ نے بیٹا نہیں سنبھالا۔ عورت نے خاوند کی پرواہ نہیں کی"۔ [۶] اخبار "اہلحدیث" نے لکھا۔ [۷] "۴۔اپریل کو سورج کے نکلتے ہی قیامت کا نمونہ قائم ہوا"۔ اخبار "زمیندار" نے لکھا ۴۔اپریل کا زلزلہ اس خوفناک منظر کی شہادت دے رہا ہے جو قرب قیامت کی آئندہ خوفناک نشانیوں کے ظاہر ہونے پر دنیا کو دیکھنا ہو گا۔ [۸] "پبلک میگزین" نے لکھا "اب ایک ایسے بھونچال سے ملک کو مقابلہ کرنا پڑا ہے کہ جس نے ہزاروں جانوں کو قتل اور زخمی کرنے کے علاوہ کروڑوں اربوں کی جائیداد تباہ کر دی ہے"۔ [۹] اخبار "وکیل" نے لکھا "یہ زلزلہ اس قدر ہولناک اور مہیب تھا کہ اسے قیامت صغریٰ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہو گا بلکہ جس وقت وہ اپنی پوری شدت پر خدائے قہار کا جلال ظاہر کر رہا تھا۔ اس وقت تو لوگوں کو عموماً یہی یقین آگیا تھا کہ بس قیامت آہی گئی۔" [۱۰]

دو عجیب خدائی تصرفات

دھرم سالہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک ایک ہندو دوست پنڈت مولا رام ہوتے تھے ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خط و کتابت تھی۔ ۳/اپریل ۱۹۰۵ء کو یعنی زلزلہ آنے سے صرف ایک دن قبل ان کو حضور کا ایک خط پہنچا جس میں حضور نے لکھا تھا کہ خدا کا عذاب آسمان پر بھڑک رہا ہے اور اس کا عذاب سالوں میں نہیں مہینوں میں نہیں بلکہ سیکنڈوں میں زمین پر نازل ہونے والا ہے۔ [۱۱] پنڈت صاحب نے شام کو یہ خط

پڑھے بغیر سرہانے تلے رکھ دیا۔ صبح کو انہوں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ پنڈت صاحب یہ خط ابھی پڑھ ہی رہے تھے یا پڑھ چکے تھے کہ زلزلہ آگیا اور وہ خط پڑھتے پڑھتے اپنے مکان سے باہر نکل آئے اور حضور کے خط کی برکت سے اس کی جان بچ گئی۔ ۱۲ اس سے عجیب تر واقعہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ حضور ۴ / اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو "نصرۃ الحق" یعنی "براہین احمدیہ حصہ پنجم" کا مسودہ لکھ رہے تھے اس دوران میں جب حضور اس الہام تک پہنچے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کردے گا۔" حضورؑ یہ الفاظ لکھ کر اس کے پورا ہونے کا ثبوت درج کرنے کو تھے کہ زلزلہ آگیا۔ ۱۳

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اشتہار "الدعوت"

حضور نے دوسرے ہی روز (۵ / اپریل ۱۹۰۵ء کو) "الدعوت" کے نام سے ایک اشتہار دیا جس میں حضور نے دعوت و تبلیغ کرتے اور اس نشان کی طرف اہل ملک کو توجہ دلاتے ہوئے اتمام حجت فرمائی اور لکھا "عزیزو شرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آگئے اور آسمان تمہیں وہ کرشمے دکھا رہا ہے جن کی تمہارے آباء و اجداد کو خبر نہ تھی مبارک وہ جو میرے بارے میں ٹھوکر نہ کھاویں"۔ ۱۴

قادیان۔ دھرمسالہ اور دوسری احمدی جماعتوں کی خدائی حفاظت

الہامات میں حضور کے مخلص خدام کی زلزلہ کے نقصانات سے بچاؤ کی واضح خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گو قادیان میں یہ زلزلہ تین منٹ تک پورا زور سے رہا۔ یہاں اس کا جھٹکا پہلے شرقاً غرباً اور پھر شمالاً جنوباً محسوس ہوا۔ اس کے بعد دن کے مختلف اوقات میں زلزلہ محسوس ہوتا رہا۔ ۱۵ مگر خدا کے فضل سے حضور یا سلسلہ عالیہ کے مکانات وغیرہ کو کوئی خفیف سا نقصان بھی اس سے نہیں ہوا۔ ۱۶ علاوہ ازیں دھرم سالہ کی احمدیہ جماعت باوجودیکہ زلزلہ کے مرکز میں ہونے کے براہ راست زد میں تھی معجزانہ طور پر بالکل محفوظ رہی۔ بعض اور احمدی دوست بھی جو عارضی طور پر پالم پور گئے تھے۔ وہ بھی بچ گئے۔ یہی نہیں ضلع کانگڑہ کے سبھی احمدی افراد بالکل صحیح و سالم رہے ۱۸-۱۷

مکرم ماسٹر عطاء محمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ کا بیان ہے کہ "میرے محترم چچا حضرت مولوی وزیر الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے وہ سجان پور ٹیرہ ضلع کانگڑہ کے ورنیکر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کے اہل و عیال کیریاں

ضلع ہوشیار پور میں مقیم تھے اور میں چچا میاں کے ساتھ سجان پور ٹیرہ میں رہتا تھا۔

۱۹۰۵ء کے غالباً فروری یا مارچ کے مہینہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار بعنوان "عفت الدیار محلها و مقامها" چچا جان کو موصول ہوا جو دیواروں پر چسپاں کرنے کے لئے انہوں نے میرے سپرد کر دیا۔ میں سکول کے گیٹ اور دکانوں کی دیواروں پر یہ اشتہار چسپاں کر رہا تھا کہ وہاں ایک سادہ کار (سنار) حسن دین نام میرے پاس سے گزرا اور اشتہار دیکھ کر کہنے لگا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی۔ یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا کہ احمدیوں کو تو نہیں البتہ تمہاری صف لپٹنے کا وقت آگیا ہے۔ وہ تو چلا گیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ۳/ اپریل ۱۹۰۵ء کو شام کو دو احمدی بابو محمد اسمٰعیل صاحب پوسٹ ماسٹر اور منشی امام دین صاحب لمبا گاؤں ضلع کانگڑہ جو سجان پور کے قریب ہی ہے۔ اور ایک اور غیر احمدی صاحب جو زیر تبلیغ تھے ہمارے ہاں مہمان تھے اور ہم سب کی دعوت ایک صاحب کریم بخش صاحب رنگریز نے کر رکھی تھی۔ صبح کا گندھا ہوا آٹا جو بچا ہوا تھا اسی طرح رکھا رہا اور اس کے پکانے کی نوبت نہ آئی۔ دعوت کھا کر رات دیر سے گھر آئے اور آتے ہی سو گئے۔

جس مکان میں محترم چچا جان رہتے تھے وہ سکول سے ملحقہ زمین میں بنا ہوا تھا۔ سکول کی عمارت دو منزلہ تھی۔ نچلی منزل سکول کے طور پر کام آتی تھی اور اوپر کی منزل بطور بورڈنگ ہاؤس۔ اس مکان میں میرے اور میرے چچا جان کے علاوہ تین مذکورہ بالا مہمان تھے۔ ۴/ اپریل ۱۹۰۵ء کو عین طلوع آفتاب کے وقت وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے ضلع بھر کی بستیاں اور شہر تہ و بالا ہو گئے۔ دریائے بیاس میں جو سجان پور ٹیرہ شہر کے بالکل قریب بہتا تھا پہاڑ کی چوٹی گرنے سے بند لگ گیا اور پانی پہاڑ کی ترائی پر بنے ہوئے مکانوں اور انسانوں کی تباہی کا موجب ہوا۔ ڈاک اور تار کا سلسلہ یکسر منقطع ہو گیا۔ ہمارے مکان اور سکول کی بنیادیں تک اکھڑ گئیں اور شہر میں اس قدر تباہی مچی کہ دن چڑھتے ہی کہرام مچ گیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے گھر میں جس قدر افراد تھے سب کے سب معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ بورڈنگ ہاؤس کے بعض طالب علموں کی چارپائیاں نیچے سڑک یا گلی میں گر پڑیں ایسی حالت میں کہ لڑکا چارپائی پر پڑا ہے اور اس کی چارپائی پر دو تر کی صورت میں ایک کڑی پڑی ہے جس کے نیچے بچہ بالکل محفوظ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سکول میں جتنے ماسٹر صاحبان پڑھاتے تھے اور جس قدر طالب علم سکول میں پڑھتے تھے سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے اور کسی کو خراش تک بھی نہ آئی سوائے ایک ماسٹر دلیپ سنگھ صاحب کے جو نئے نئے آئے تھے اور انہوں نے ابھی چارج بھی نہ لیا تھا زلزلہ میں صرف ان کو چند معمولی چوٹیں آئیں۔ اس کے برخلاف وہ حسن دین جو کہتا تھا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی اس کے اپنے خاندان کے بیس کے قریب افراد تھے جن میں سے ایک

دو کے سوا باقی سب لقمہ اجل ہو گئے۔ شہر میں اس قدر موتاموتی لگی کہ بعض گھر جن میں ۱۱۔۱۱ افراد تھے ان میں سے صرف ایک زندہ رہا اور باقی سب نہنگ اجل کا شکار ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس جگہ یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جہاں میری چارپائی تھی وہاں سرہانے اور پائینتی کی طرف تھوڑی دیواریں کھڑی رہیں۔ اور چھت کے چار بالے بدستور اپنی جگہ قائم رہے اور میں بالکل محفوظ حالت میں اپنی چارپائی پر پڑا رہا۔ اور نہ صرف میں بالکل محفوظ رہا۔ بلکہ گھر کے دیگر افراد بھی ہر طرح خیریت سے رہے۔ اور گھر کی جملہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ فالحمدللہ رب العالمین۔" [۱۹]

غیروں کا اقرار

یہ خطرناک زلزلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی واضح اور بین شہادت تھا کہ بعض متعصب اخبارات کو بھی صاف صاف اقرار کرنا پڑا کہ "جب سے مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے تب سے ایسے صدمات وبائی امراض اور زلزلے آنے لگے ہیں۔ اس سے پیشتر ایک صدی کی تاریخ کو بغور دیکھا جاوے تو اس صدی میں کسی ایسے صدمے کا آنا معلوم نہیں ہوتا"۔ [۲۰] بایں ہمہ اس نشان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے الٹا انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ "زلزلہ کی پیشگوئیاں کرنا جرم قرار دینا چاہیے۔" [۲۱]

زلزلے کے بعد حضرت اقدسؑ اور حضور کے خدام کی رہائش باغ میں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا بیان ہے کہ "جب ۱۹۰۵ء کا زلزلہ آیا تو.... نواب محمد علی خاں صاحب کے شہر والے مکان کے ساتھ ملحق حضرت صاحب کے مکان کا جو حصہ تھا اس میں ہم دوسرے بچوں کے ساتھ چارپائیوں پر لیٹے ہوئے سو رہے تھے۔ جب زلزلہ آیا تو ہم سب ڈر کے بے تحاشہ اٹھے اور ہم کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے.... ہم بھاگتے ہوئے بڑے مکان کی طرف آئے۔ وہاں حضرت مسیح موعودؑ اور والدہ صاحبہ کمرے سے نکل رہے تھے۔ ہم نے جاتے ہی حضرت مسیح موعودؑ کو پکڑ لیا اور آپ سے لپٹ گئے... کوئی ادھر کھینچتا تھا تو کوئی ادھر اور آپ سب کے درمیان میں تھے۔ آخر بڑی مشکل سے آپ اور آپ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہم سب بڑے صحن میں پہنچے۔ اس وقت تک زلزلے کے دھکے بھی کمزور ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہم کو لے کر اپنے باغ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے احباب بھی.... باغ میں پہنچ گئے۔ وہاں حسب ضرورت کچھ کچے مکان بھی تیار کروا لئے گئے اور کچھ خیمے منگوا لئے گئے اور پھر ہم سب ایک عرصہ باغ میں مقیم رہے۔ ان دنوں میں مدرسہ بھی وہیں لگتا تھا۔ گویا

باغ میں ایک شہر آباد ہو گیا تھا" [۲۲]

باغ سے الدار میں واپسی

حضرت اقدس ؑ ۴/ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ کے دوران میں باغ میں تشریف لائے رہتے۔ ۳۰/ جون ۱۹۰۵ء کو آپ نے فرمایا کہ بہت جلد قادیان چلے جانے کا ارادہ ہے میں صرف اس امر کا منتظر ہوں کہ ذرا بارش ہو جائے۔ چنانچہ یکم جولائی ۱۹۰۵ء کی رات کو بارش شروع ہوئی اور حضور نے دوسرے روز ۲/ جولائی کی صبح کو کوچ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس ؑ خیریت کے ساتھ قادیان آگئے۔ باغ میں جو چہل پہل تھی وہ قادیان میں نظر آنے لگی اور احمدی محلہ از سر نو آباد ہو گیا۔ [۲۳]

آئندہ زلازل کے متعلق خبریں

حضرت اقدس ؑ کا ابتداء "باغ میں آنے کا منشاء صرف یہ تھا کہ چند روز باغ میں چل کر دعائیں کریں مگر اس کے بعد آپ کو الہامات کے ذریعہ سے مسلسل خبریں ملنے لگیں کہ پھر زلزلے آنے والے ہیں۔ لہذا حضور کو مزید انکشافات تک یہیں رہنا پڑا۔ [۲۴] حضرت اقدس ؑ کو ۸/ اپریل ۱۹۰۵ء ۹/ اپریل ۱۹۰۵ء اور پھر ۲۹/ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلازل کے متعلق متعدد الہامات ہوئے جو آپ نے انہی دنوں مختلف اشتہارات کے ذریعہ سے اہل ملک تک پہنچا دیئے۔ [۲۵]

سوان پیشگوئیوں کے مطابق اگلے سال سے پھر زلازل شروع ہو گئے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں کیلیفورنیا [۲۶] اور والپریزو اور چلی میں زبردست زلزلے آئے۔ ۱۹۰۷ء میں جمیکا میں زلزلہ آیا۔ ۱۹۰۸ء میں میسینا اور کلیریا میں، ۱۹۱۴ء میں اٹلی میں ۱۹۳۴ میں بہار میں اور ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں زلزلہ آیا۔ [۲۷]

۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد عام طور پر خیال تھا کہ ہندوستان میں یہ آفت نہیں آئے گی۔ چنانچہ جاپان کا ایک پروفیسر اموری جو علم زلازل کا محقق اور مبصر تھا زلازل کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آیا اور تحقیقات کے بعد بعد اس نے اپنی رائے ظاہر کی کہ یہاں اب دو سو سال تک اور کوئی زلزلہ نہیں آئے گا [۲۸] لیکن اگلے سال ہی ۲۷/ فروری ۱۹۰۶ء کا دن گزرنے کے بعد رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ بہت سے گھر مسمار اور بہت سی جانیں تلف ہو گئیں۔ [۲۹] حضرت اقدس کو یہ الہام ہوا تھا کہ ع

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

اس کے بارے میں آپ کی تفہیم یہ تھی کہ "بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنے والے ہے۔ وہ بہار کے دن ہوں گے۔" [۳۰] چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق یہ زلزلہ بہار ہی کے دنوں میں آیا۔

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا بھی غیروں نے کھلا اعتراف کیا۔ چنانچہ مولانا عبداللہ العمادی (ولادت ۱۸۷۴ء) نے اپنے رسالہ "البیان" میں لکھا۔ "آٹھویں فروری کو جو زلزلہ آیا تھا اس کے متعلق قادیان کے مذہبی اخبار "بدر" نے ہمارے پاس ایک اشتہار شائع کرنے کو بھیجا ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کی پیشین گوئی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بہت پیشتر کر چکے تھے۔ اور اسی زمانہ میں اخباروں اور رسالوں میں شائع ہو چکی تھی۔ میرزا صاحب کی فراست ایمانی کے ہم بھی قائل ہیں اور ان کی پیشگوئیاں صحیح بھی ہوتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایک طویل اشتہار شائع کرنے کی البیان میں گنجائش نہیں۔" [۲۱]

"براہین احمدیہ" حصہ پنجم (نصرۃ الحق) کی تصنیف اور جنگ عظیم (زلزلہ عظیمہ) کی عظیم الشان پیشگوئی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۰ء سے کتاب "براہین احمدیہ" کی اشاعت کا آغاز فرمایا تھا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ براہین احمدیہ کے چار حصے آپ نے ۱۸۸۴ء تک شائع فرما دیئے۔ اس کے بعد اکیس برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ اس مدت میں حضور اقدسؑ نے اسی کے قریب تالیفات فرمائیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں لیکن اس کتاب کی تکمیل کی طرف توجہ پیدا نہ ہوئی۔ کئی مرتبہ حضور کے دل میں یہ درد بھی پیدا ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گزر گیا۔ اور باوجود اس کے خریداروں کی طرف سے کتاب کے مطالبہ کے لئے بڑا اصرار ہوا۔ اور اس قدر زمانہ التواء میں مخالفوں کی طرف سے بھی سخت سے سخت اعتراضات اٹھائے گئے مگر پھر بھی قضاو قدر کے مصالح سے اس کتاب کی تکمیل نہ ہو سکی [۲۲] لیکن اس سال فروری ۱۹۰۵ء میں تصرف الٰہی سے حضور کا ذہن اس طرف مبذول ہوا اور آپ نے "براہین احمدیہ" کے پانچویں حصہ کی تصنیف کر کے اس کی تکمیل کر دی۔ حضرت اقدسؑ "براہین احمدیہ" کے پہلے چار حصوں کو "عہد نامہ عتیق" اور پانچویں حصے کو "عہد نامہ جدید" قرار دیا کرتے تھے۔ [۲۳]

یہ عظیم الشان تصنیف جو حضورؑ کی وفات کے بعد شائع ہوئی ایک دیباچہ، دو باب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ دیباچہ میں حضورؑ نے کتاب کی تاخیر والتواء کے خدائی اسباب درج فرمائے ہیں۔ پہلا باب معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں ہے۔ اور دوسرا ان نشانوں کے بیان میں جو بذریعہ ان

پیشگوئیوں کے ظاہر ہوئے جو "براہین احمدیہ" میں شائع کی گئی تھیں اور بعد کو پوری شان سے پوری ہوئیں۔ کتاب کے ضمیمہ میں زلزلہ کی پیشگوئی کے متعلق بعض مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ مشہور بنگالی عالم مولانا سید عبدالواحد صاحب برہمن بڑیہ کے سوالات کا بھی مکمل جواب دیا جو انہوں نے اس زمانہ میں حضور کی خدمت میں لکھ کر بھجوائے تھے۔ مولوی سید عبدالواحد صاحب پر ان جوابات نے حق بالکل منکشف کر دیا اور آپ یکم نومبر ۱۹۱۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخل سلسلہ ہو گئے اور پھر پوری عمر تبلیغ حق میں گزار دی۔ [۳۴]

اس کتاب میں حضور نے "زندہ مذہب" اور سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات پر ایسی لطیف روشنی ڈالی ہے کہ انسان اس علمی معجزہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ کتاب میں حضور کی دو طویل مگر مؤثر اردو نظمیں اور ایک عربی نظم بھی شامل ہیں جن میں آپ کے دعاوی اور ان کے دلائل اور نشانات کا نہایت عمدہ رنگ میں خلاصہ آگیا ہے۔

زلزلہ عظیمہ کی زبردست پیشگوئی اور اس کا ظہور جنگ عظیم کی شکل میں

ایک زلزلہ عظیم کے متعلق حضرت اقدسؑ نے "النداء من السماء" اور دوسرے اشتہارات میں جو پیشگوئیاں فرمائیں تھی ان کو مزید تفصیلات حضورؑ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ایک نظم کے آخر میں درج فرمائیں۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا

اک نشان ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد — جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب — اک برہنہ سے نہ یہ ہو گا کہ تا باندھے آزار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے [۴۸] — کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر — نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن — صبح کر دے گی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس — بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی — راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں — سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس — زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار
اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشاں — آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس — اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار [۲۷]

اس زلزلہ عظیمہ کے بارے میں حضور نے اپنی نوٹ بک میں ایک نظم بھی درج فرمائی تھی جس کے چند اشعار یہ تھے۔

وحی حق کے ظاہری لفظوں میں ہے۔ وہ زلزلہ لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانے میں نظیر فوق عادت ہے کہ سمجھائے گا وہ روز شمار
وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
ایک دم میں غمکدے ہو جائیں عشرت کدے شادیاں جو کرتے تھے بیٹھیں گے ہو کر سوگوار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار
اُٹ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار [۲۸]

ایک اہم روایت

یہاں ایک اہم روایت کا درج کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ کی نظم میں "مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن وانس" کی بجائے دراصل یہ مصرعہ لکھا تھا کہ "مضمحل ہو جائیں گی اس خوف سے سب طاقتیں۔" مگر خواجہ کمال الدین صاحب کے اصرار پر حضورؑ نے "طاقتیں" کا مفہوم "جن وانس" کے لفظ سے ظاہر کر کے مصرعہ بدل دیا۔ اس لطیف تصرف سے اصل مطلب میں تو کوئی فرق نہیں آیا مگر اس سے جن و انس کی ایک واقعاتی تعبیر نمایاں ہو گئی۔ وہ ورق جس پر پہلا مصرعہ چھپا تھا رہنے دیا گیا اور اس کی بجائے ترمیم کر کے دوسرا ورق شامل کتاب کر دیا گیا۔ (پہلا ورق شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

زلزلہ عظیمہ میں الہام کے مطابق تاخیر

یہ زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی جس کے متعلق پہلے آپ کو اطلاع ملی تھی کہ آپ کی زندگی میں آئے گا۔ حضور کی دعا کی برکت سے آپ کی زندگی میں ملتوی کر دیا گیا۔ چنانچہ ۲۹/ مارچ کو الہام ہوا۔ "اَخَّرَہُ اللہ الی وقت مسمی" کہ اسے تاخیر میں ڈال دیا گیا ہے۔ [۲۹] مگر یہ تاخیر محض وقتی تھی۔ لہٰذا وہ بالآخر ۱۸/ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں الہام الٰہی کی تمام بیان شدہ علامات صفائی سے پوری ہوئیں اور اس سے تمام دنیا پر حجت تمام ہوئی۔ کانگڑہ کے زلزلہ نے ثابت کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت زمین کی گہرائیوں سے لے کر اس کی سطح تک ہے مگر اس زلزلہ عظیمہ نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح جمادات و نباتات پر حکومت رکھتا ہے ان لوگوں کے دلوں

پر بھی وہی حاکم ہے جو حکومت کے نشہ میں چور ہو کر اپنے آپ کو خدائی سے باہر سمجھتے ہیں۔

زلزلہ عظیمہ سے متعلق مختلف علامات کا جنگ عظیم اول میں پورا ہونا

زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی میں یہ بتایا گیا تھا کہ اس کی ابتداء اس طرح ہو گی کہ کوئی مصیبت نازل ہو گی اور تمام دنیا پر زلزلہ آئے گا۔ چنانچہ اسی طرح اس جنگ کی ابتداء ہوئی۔ ۲۸/ جون ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کا شہزادہ (آرچ ڈیوک فرانس فرڈیننڈ) قتل ہوا جس کے نتیجہ میں عالم گیر جنگ چھڑ گئی۔

دوسری بات اس پیشگوئی میں یہ بتائی گئی تھی کہ اس آفت عظیمہ کا اثر ساری دنیا پر ہو گا۔ چنانچہ یہ بات روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔ اس سے پہلے ایک بھی مصیبت ایسی نہیں آئی جس کا اثر اس وسعت کے ساتھ ساری دنیا پر پڑا ہو۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ پہاڑ اور شہر اڑائے جائیں گے اور کھیت برباد ہوں گے سو ایسا ہی ہوا۔ بیسیوں پہاڑیاں کثرت گولہ باری اور سرنگوں کے لگانے سے مٹ گئیں اور بہت سے شہر برباد ہو گئے۔ جس ملک کی فوج آگے بڑھی اس نے دوسرے ملک کے کھیت اور شہر اجاڑ دیئے۔ سبزہ کا نام و نشاں باقی نہ چھوڑا۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ جانوروں کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے۔ سو ایسا ہی ہوا۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ زمین الٹ پلٹ ہو جائے گی۔ چنانچہ فرانس۔ سرویا اور روس کے علاقوں میں گولہ باری کی کثرت سے بعض جگہ اس قدر بڑے گڑھے پڑ گئے کہ نیچے سے پانی نکل آیا اور اسی طرح خندقوں کی جنگ کے طریق پر زور دینے کی وجہ سے ملک کا ہر حصہ کھد گیا۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ ندیوں کے پانی خون سے سرخ ہو جائیں گے اور خون کی ندیاں چلیں گی۔ سو بلا مبالغہ اسی طرح ہوا۔ بعض دفعہ اس قدر خون ریزی ہوتی تھی کہ ندیوں کا پانی فی الواقعہ میلوں میل تک سرخ ہو جاتا تھا۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ مسافروں پر وہ ساعت سخت ہو گی اور بعض ان میں سے راستہ بھولتے پھریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس وقت جنگ شروع ہوئی ہے اس وقت ہزاروں لاکھوں آدمی دشمنوں کے ممالک میں گھر گئے اور بعض ہزاروں میل کا چکر لگا کر گھروں کو پہنچے اور جنگ کے درمیان بھی بہت دفعہ فوجی سپاہیوں کو بعض ناکوں کے دشمن کے قبضہ میں چلے جانے کی وجہ سے سینکڑوں میل کا سفر کر کے جانا پڑتا تھا اور انگریز سپاہی بوجہ فرانس میں مسافر ہونے کے راستہ بھول جاتے تھے۔ چنانچہ

اس قسم کے حوادث کی کثرت کی وجہ سے آخر فرانسیسی زبان میں ان کی رجمنٹوں وغیرہ کے نام تختوں پر لکھ کران کے گلوں میں لٹکانے پڑے۔

ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ یورپ جو کچھ عمارات تیار کرا رہا ہے وہ مٹادی جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس جنگ نے علاوہ ظاہری عمارتوں کے گرانے کے یورپین تمدن کی بنیادوں کو بھی ہلا دیا۔

ایک علامت اس جنگ کی یہ بتائی گئی تھی کہ تمام بیڑے اس وقت تیار رکھے جائیں گے۔ چنانچہ اس جنگ کے دوران میں برسرپیکار قوموں کے علاوہ دوسری حکومتوں کو بھی اپنے بیڑے ہر وقت تیار رکھنے پڑتے تھے۔

ایک علامت اس جنگ کی یہ بتائی گئی تھی کہ بحری تیاریاں بھی بڑے زور سے ہوں گی۔ چنانچہ جس قدر جہاز اس جنگ میں استعمال ہوئے اس سے پہلے کبھی اس کی مثال نہیں ملتی۔

ایک نشانی اس آفت کی یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اچانک آئے گی۔ چنانچہ بڑے بڑے مدبروں نے اقرار کیا کہ گو وہ ایک جنگ کے منتظر تھے مگر اس قدر جلد اس کے پھوٹ پڑنے کی ان کو امید نہ تھی

ایک علامت یہ تھی کہ جس طرح خدا کا ذکر مٹ گیا ہے اس طرح گھر برباد کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سب سے زیادہ عیاشی میں مبتلا فرانس کا مشرقی علاقہ تھا۔ تمام یورپ کو شراب وہیں سے بہم پہنچائی جاتی تھی اور عیش و عشرت کو پسند کرنے والے کل مغربی ممالک سے وہاں جمع ہوتے تھے۔ سو اسی علاقہ کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ جس طرح خدا کا ذکر وہاں سے مٹ گیا تھا وہاں کے درودیوار اسی طرح مٹادیئے گئے۔

ایک عظیم الشان علامت جو اپنے اندر کئی نشانات رکھتی ہے۔ یہ بتائی گئی تھی کہ اس جنگ میں زار کا حال بہت ہی خراب ہوگا جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی اس وقت کے حالات اس کے الفاظ کے پورا ہونے کے بالکل مخالف تھے۔ مگر پیشگوئی پوری ہوئی اور ہر ایک کے لئے حیرت کا موجب بنی۔ جس وقت روس میں فساد پھوٹا اس وقت زار روس سرحد پر فوجوں کے معائنہ کے لئے گیا ہوا تھا۔ زار روس نے لوگوں میں جوش کی حالت معلوم کر کے گورنر کو سختی کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر اس دفعہ سختی نے خلاف معمول اثر کیا۔ لوگوں کا جوش اور بھی بڑھ گیا۔ بادشاہ نے اس گورنر کو بدل کر ایک اور گورنر مقرر کر دیا اور خود دارالخلافہ کی طرف چلا۔ مگر راستہ میں اسے اطلاع ملی کہ لوگوں کا جوش تیزی پر ہے اور یہ کہ اس کو اس وقت دارالخلافہ کی طرف نہیں آنا چاہیے۔ مگر بادشاہ نے اس نصیحت کی پرواہ نہ کی اور خیال کیا کہ اس کی موجودگی میں کوئی شور نہیں ہو سکتا اور آگے بڑھتا گیا۔ کچھ ہی دور آگے ٹرین گئی تھی کہ معلوم ہوا باغیوں نے دفاتر وزارت پر قبضہ کر لیا ہے اور ملکی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ یہ سب

کچھ ایک ہی دن میں ہو گیا۔ یعنی بارہ ۱۲۔ مارچ ۱۹۱۷ء کی صبح سے شام تک دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اختیار رکھنے والا بادشاہ جو اپنے آپ کو زار کہتا تھا یعنی کسی کی حکومت نہ ماننے والا اور سب پر حکومت کرنے والا، حکومت سے بیدخل ہو کر اپنی رعایا کے ماتحت ہو گیا اور پندرہ مارچ کو مجبوراً اسے اپنے ہاتھ سے یہ اعلان لکھنا پڑا کہ وہ اور اس کی اولاد تخت روس سے دستبردار ہوتے ہیں اور حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق زاروں کے خاندان کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ مگر ابھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعض حصوں کا پورا ہونا باقی تھا۔ نکولس ثانی (زار روس) یہ سمجھتا تھا کہ وہ حکومت سے بیدخل ہو کر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچالے گا اور خاموشی سے اپنی ذاتی جائدادوں کی آمد پر گزارہ کرلے گا۔ مگر اس کا یہ ارادہ بھی پورا نہ ہو سکا۔ پندرہ مارچ کو وہ حکومت سے دستبردار ہوا اور ۲۱/ مارچ کو قید کر کے سکوسیلو بھیج دیا گیا۔ ۲۲/ مارچ کو امریکہ نے ۲۴/ مارچ کو انگلستان۔ فرانس اور اٹلی نے باغیوں کی حکومت تسلیم کرلی اور زار کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ اس کی دوست حکومتوں نے جس کی مدد پر اسے بھروسہ تھا اور جن کے لئے وہ جرمن سے جنگ کر رہا تھا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر اس کی باغی رعایا کی حکومت تسلیم کرلی ہے اور اس کے لئے ایک کمزور سی آواز بھی نہیں اٹھائی۔ مگر اس تکلیف سے زیادہ تکلیفیں اس کے لئے مقدر تھیں تاکہ وہ اپنی زار حالت سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پورا کرے۔ گو وہ قید ہو چکا تھا مگر روس کی حکومت کی باگ شاہی خاندان کے ایک فرد شہزادہ ڈلواد کے ہاتھ میں تھی جس کی وجہ سے قید میں اس کے ساتھ احترام کا سلوک ہو رہا تھا اور وہ اپنے بچوں سمیت باغبانی اور اسی قسم کے دوسرے شغلوں میں وقت گزارتا تھا۔ مگر جولائی میں اس شہزادہ کو بھی علیحدہ ہونا پڑا اور حکومت کی باگ کرنسکی کے ہاتھ میں دی گئی جس سے قید کی سختیاں بڑھ گئیں۔ تاہم انسانیت کی حدود سے آگے نہیں نکلی تھیں۔ لیکن سات نومبر کو بولشوک بغاوت نے کرنسکی کی حکومت کو بھی بیدخل کر دیا اب زار کی وہ خطرناک حالت شروع ہوئی جسے سن کر سنگدل سے سنگدل انسان بھی کانپ جاتا ہے زار سکوسیلو کے شاہی محل سے نکال کر مختلف جگہوں میں رکھا گیا اور آخر ان مظالم کی یاد دلانے کے لئے جو وہ سائبیریا کی قید کے ذریعہ اپنی بیکس رعایا پر کیا کرتا تھا اکیٹیرن برگ بھیج دیا گیا جو ایک چھوٹا سا شہر ہے جو جبل یورال کے مشرق کی طرف واقع ہے اور ماسکو سے ۱۴۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس جگہ وہ سب مشینیں تیار ہوتی ہیں جو سائبیریا کی کانوں میں جہاں روسی پولیٹیکل قیدی کام کیا کرتے تھے استعمال کی جاتی ہیں۔ گویا ہر وقت اس کے سامنے اس کے اعمال کا نقشہ رکھا رہتا تھا۔

صرف ذہنی عذابوں پر ہی اکتفاء نہیں کی گئی بلکہ سوویٹ نے اس کے کھانے پینے میں بھی تنگی کرنا

شروع کر دی اور اس کے بیمار بچہ کو وحشی سپاہی اس کے اور اس کی بیوی کے سامنے نہایت بیدردی سے مارتے اور اس کی بیٹیوں کو بھی نہایت ظالمانہ طور سے دق کرتے۔ آخر ایک دن زارینہ کو سامنے کھڑا کر کے اس کی نوجوان لڑکیوں کی جبراً عصمت دردی کی گئی۔ اور جب زارینہ اپنا منہ روتے ہوئے دوسری طرف کر لیتی تو ظالم سپاہی سنگینیں مار مار کو اس کو مجبور کرتے کہ وہ ادھر منہ کر کے دیکھے جدھر ظالم وحشیوں کا گروہ انسانیت سے گری ہوئی کارروائیوں میں مشغول تھا۔ زار اسی قسم کے مظالم کو دیکھتا اور ان سے زیادہ سختیاں برداشت کرتا ہوا جتنی کہ شاید کبھی کسی شخص پر بھی نازل نہ ہوئی ہوں گی ۱۶/ جولائی ۱۹۱۸ء کو معہ کل افراد خاندان کے نہایت سخت عذاب کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی بات پوری ہوئی کہ ع

"زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار" [۶۰]

ایک غیر احمدی عالم کا اعتراف

مولوی سمیع اللہ صاحب فاروقی اپنے رسالہ "اظہار الحق" میں لکھتے ہیں۔

"اپریل ۱۹۰۵ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ "زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار" یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ زار اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ روس کے کروڑہا بندگان خدا پر خود مختارانہ حکومت کر رہا تھا۔ لیکن چند ہی سال بعد انقلاب روس کے موقعہ پر بالشویکیوں کے ہاتھ سے زار روس کی جو گت بنی وہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا خود مختار بادشاہ پائے بجولاں ہے۔ اس کے خاندان کے تمام ارکان پابند سلاسل ہیں اور باغی اپنی سنگینوں اور بندوقوں سے خاندان شاہی کے ایک ایک رکن کو ہلاک کرتے ہیں۔ جب زار کے تمام بچوں اور بیوی کو باغی تڑپا تڑپا کر مار چکتے ہیں تو زار کو نہایت بے رحمانہ طریق پر قتل کر دیتے ہیں۔" [۶۱]

قادیان میں مولانا ابو النصر آہ اور مولانا ابو الکلام آزاد کی آمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نیا علم کلام ہندوستان میں مقبول ہو رہا تھا جس سے حساس اور دردمند دل رکھنے والے مسلم حلقے متاثر تھے اور غیر مسلموں کے سامنے اسے پیش کرتے تھے۔ ان متاثرین میں مولانا ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) کے بڑے بھائی غلام یاسین مولانا ابو النصر آہ (۱۸۸۲ء ۱۹۰۷ء) بھی تھے۔ مولانا ابو النصر سے صدہا آدمیوں نے بیعت کر رکھی تھی۔ وہ بمبئی میں وائی۔ ایم۔ ایس کے پریچنگ ہال میں ہر ہفتہ جاتے اور غیر مسلموں سے نہایت سرگرم مباحثے کرتے تھے۔ [۶۲] ان مباحثات میں وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام لٹریچر سے استفادہ کرتے تھے۔ اور ان کی بڑی

خواہش تھی کہ قادیان میں آکر کسی وقت حضورؑ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔ [۶۱]

حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۰۲ء میں مولانا ابو النصر نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی ابو الکلام قادیان گئے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دینی مسائل میں مرزا صاحب سے گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو کے دوران میں میرے بھائی ابو الکلام آزاد نے مرزا صاحب سے سخت کلامی کی۔ پاس ہی عینک لگائے ہوئے ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے ابو الکلام کو ڈانٹ کر کہا "چپ کس ہستی کے ساتھ بے ادبانہ کلام کرتا ہے جس کی تعریف رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں" اس عینک والے بزرگ کا بڑا زوردار آواز تھا اور اس کی آواز میں ایک ہیبت تھی جس سے فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ مولانا ابو النصر صاحب نے اپنا یہ خواب مجھے سنایا تو میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس ایک گروپ فوٹو ہے اس میں حضرت مرزا صاحب کی تصویر بھی ہے۔ میں خود بھی اس تصویر میں ہوں۔ اگر میں آپ کو دکھاؤں تو آپ اس بزرگ کو پہچان لیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے انکا چہرہ اچھی طرح یاد ہے۔ دو چار دن کے بعد سیٹھ صاحب وہ فوٹو ان کے پاس لے گئے اور انہوں نے بڑے غور سے دیکھ کر اپنی انگلی سے ان کو بتایا کہ یہ مرزا صاحب ہیں اور عینک لگائے ہوئے بزرگ جنہوں نے میرے بھائی کو ڈانٹا تھا وہ یہ ہیں۔ تب سیٹھ صاحب نے ان کو بتایا کہ ان کا نام مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی ہے۔ ان کی آواز بہت بلند ہے اور ۱۸۹۶ء میں لاہور میں جو جلسہ مذاہب ہوا تھا اس میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون سنانے والے یہی بزرگ ہیں۔

اس خواب کے تین سال بعد وہ اپنے چھوٹے بھائی ابو الکلام آزاد کو لے کر (جن کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی) بمبئی سے انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں شرکت کے لئے لاہور آئے جہاں سے فارغ ہو کر ۲/ مئی ۱۹۰۵ء کو نماز ظہر سے قبل قادیان پہنچے اور نہایت عقیدت کے ساتھ حضور کی خدمت میں باغ میں جہاں آپ مقیم تھے حاضر ہوئے حضرت اقدسؑ ان کا حال دریافت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضورؑ نے ان کو بہت قیمتی نصائح فرمائیں۔ [۶۴] جن سے وہ بہت متاثر ہوئے اور بیعت کر لی۔ مولانا ابو الکلام صاحب آزاد قادیان کے سفر میں ان کے ساتھ نہیں تھے وہ ۲۵/ مئی ۱۹۰۵ء کو قادیان گئے۔ [۶۵] بہر کیف دونوں بھائی مختصر سے قیام اور انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں شرکت کے بعد پنجاب سے واپس بمبئی پہنچے۔ یہاں مولانا ابو النصر آہ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب سے ان کی دکان پر ملے اور بتایا کہ ہم قادیان گئے تھے۔ اور جو واقعہ خواب میں میں نے دیکھا تھا اسی طرح وقوع پذیر ہوا یعنی وہی چھوٹی سی مسجد' مرزا صاحب کے ساتھ گفتگو اور میرے بھائی کی سخت کلامی اور مولوی عبد الکریم صاحب کا ڈانٹنا بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوا جیسا خواب میں دیکھا تھا۔ نیز یہ کہ میں حضرت

مرزا صاحب کی بیعت کر آیا ہوں مگر اخبار میں اعلان نہ کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں۔ کیونکہ ایک تو والدہ صاحب کا خیال ہے اور دوسرے میرے بھائی ابوالکلام کا بیعت نہ کرنا ہے۔ [۲۶]

مولانا ابوالنصر آہ کے تاثرات

مولانا ابوالنصر آہ نے امرتسر کے اخبار "وکیل" میں انہی دنوں مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات شائع کئے۔

"میں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے اور میں شور غذائیں نہیں کھا سکتا تھا مرزا صاحب نے (جب کہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لے آئے) دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی۔ آج کل مرزا صاحب سے قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں (جو خود انہیں کی ملکیت ہے) قیام پذیر ہیں۔ بزرگان ملت بھی وہیں ہیں۔

قادیان کی آبادی تقریباً ۳ ہزار آدمیوں کی ہے مگر رونق اور چہل پہل بہت ہے۔ نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی شاندار اور بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے۔ راستے کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان آئی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے۔ آتے ہوئے مجھے یکہ میں جس قدر تکلیف ہوئی تھی نواب صاحب کے رتھ نے لوٹتے وقت نصف کی تخفیف کر دی۔ اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔ اکرام الضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سلوک کیا۔ اور مولانا حاجی حکیم نور الدین صاحب جن کے اسم گرامی سے تمام انڈیا واقف ہے۔ اور مولانا عبدالکریم صاحب جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔ مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ جناب میر ناصر نواب صاحب دہلوی مرزا صاحب کے خسر ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی ایڈیٹر "ریویو آف ریلیجنز" مولوی یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم۔ جناب شاہ سراج الحق صاحب وغیرہ وغیرہ پرلے درجہ کی شفقت اور نہایت محبت سے پیش آئے۔ افسوس مجھے اور اشخاص کا نام یاد نہیں ورنہ میں ان کی مہربانیوں کا بھی شکریہ ادا کرتا۔ میرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت فوری ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور

مخفی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سپید پگڑی باندھتے ہیں۔ سیاہ یا خاکی لمبا کوٹ زیب تن فرماتے ہیں۔ پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً ۶۶ سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں بہت خوش اعتقاد پایا۔ میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے جن کی ارادت بڑے پایہ کی تھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔

مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا "ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔" (اس وقت کا تبسم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے) میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا۔ اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے کہ حَسِّنْ خُلُقَكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ۔"

میں نے اور کیا دیکھا؟ مگر قلمبند کرنے کا موقع نہیں۔ سٹیشن پر جانے کا وقت سر پر آچلا ہے۔ پھر کبھی بتاؤں گا کہ میں نے کیا دیکھا۔ راقم ا۔ ہ۔" [۶۷]

مولانا ابوالکلام آزاد کے تاثرات

مولانا ابوالنصر آہ نے قادیان سے واپسی کے معاً بعد اپنے تاثرات شائع کر دیئے مگر مولانا آزاد نے کافی عرصہ بعد اپنی سوانح لکھواتے ہوئے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کو اپنے سفر قادیان کے حالات قلمبند کرائے جو ان کی وفات کے بعد کتاب "آزاد کی کہانی" میں شائع ہوئے۔ جہاں مولانا ابوالنصر کے تاثرات صاف واضح اور واقعات کے عین مطابق ہیں وہاں مولانا آزاد کے بیان میں شاید اس وجہ سے کہ برسوں بعد محض اپنی یادداشت سے مرتب کیا گیا تھا کئی خلاف واقعہ باتیں بھی آگئی ہیں۔ "مثلاً انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے شب گزشتہ کا یہ الہام سنایا کہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور کو عمر بھر ایسا کوئی الہام نہیں ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود مولانا نے واقعات کو عمداً مسخ کر کے پیش کیا ہو (جیسا کہ ان کی اس خودنوشت سوانح حیات کے بارے میں رسالہ "الفرقان" بریلی نے تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ وہ سراسر غلط ہیں) افسوسناک بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سوانح میں اپنے بڑے بھائی کے قادیان میں جانے کا اشارہ تک ذکر کرنے سے بھی گریز کیا ہے۔ البتہ ان کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے دوران کوئی ایسا رنگ ضرور اختیار کیا جو حضرت اقدس علیہ السلام پر گراں گزرا۔ جیسا کہ مولانا ابوالنصر آہ کو رؤیا میں دکھایا گیا تھا۔ بہرحال سفر قادیان سے متعلق انہوں نے اپنے تاثرات یہ لکھوائے کہ "سفر پنجاب میں قادیان بھی گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے

دعاوی اور بعض رسالے دیکھ چکا تھا۔ طبیعت میں ہر نئی بات کے تجسس اور واقفیت کا شوق تھا ہی۔ خیال ہوا کہ انہیں بھی دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ بٹالہ گیا اور وہاں سے قادیان روانہ ہوا۔ سخت گرمی شروع ہو چکی تھی اور سڑک بالکل کچی تھی بڑی تکلیف ہوئی۔ وہاں پہنچا تو قصبے کے باہر ہی ایک باغ میں اتارا گیا معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور ان کے وابستہ اشخاص یہیں مقیم ہیں۔ اس سال مشہور کانگڑے کا زلزلہ آیا تھا اور اس کے بعد عرصے تک کچھ کچھ وقفے کے بعد زلزلوں کا ظہور ہوتا رہا تھا۔ یہ زیادہ نقصان رساں نہ تھے لیکن آئندہ کے لئے کھٹکا پیدا ہو گیا تھا۔ زلزلے ہی کی وجہ سے مرزا صاحب عمارات چھوڑ کر باغ میں آ گئے تھے۔ شام کو مغرب کے بعد پہنچا۔ یکے والا مرزا صاحب کا مرید تھا اس لئے وہ ٹھیک منزل مقصود پر لے گیا۔ انجمن کے جلسے میں قادیان کے کئی شخصوں سے ملاقات ہو گئی تھی۔ انہی میں مولوی یعقوب علی ایڈیٹر "الحکم" بھی تھے۔ انہوں نے حسب عادت بہت اصرار کیا تھا کہ میں قادیان جاؤں۔ اور وعدہ لیا تھا کہ روانگی سے پہلے اطلاع دے دینا لیکن میں نے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ ایک درخت کے نیچے چارپائی پر مولوی عبدالکریم مرحوم بیٹھے تھے۔ میں نے ان کو بیساکھی سے جو پاس پڑی تھی پہچان لیا کہ مولوی عبدالکریم ہی ہیں کیونکہ میں پہلے سن چکا تھا۔ ان کے بعض عزیز والد مرحوم کے مرید تھے اور کلکتے میں ذکر کیا کرتے تھے میں ان سے ملا اور اپنے آنے کا مقصد مرزا صاحب کی ملاقات بتایا۔ وہ بڑے اخلاق سے ملے اور فوراً لوگوں سے کہا کہ میرے لئے کھانا لے آئیں۔ اور کہا کہ "اکرام ضیف" تو ہمارا فرض ہے۔ میں یکے کے سفر اور کچی سڑک کی وجہ سے ہچکولوں سے بالکل چور ہو رہا تھا۔ عشاء کی نماز مولوی عبدالکریم صاحب کے پیچھے پڑھ کے ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا اور صبح کو چار بجے اٹھا تو نماز کے چبوترے پر لوگوں کو نماز صبح کے لئے تیار پایا اور اس سے طبیعت متاثر ہوئی۔ نماز کے بعد مرزا صاحب باہر نکلے اور ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔ معتقدین نے ہر طرف سے ہجوم کیا۔ بعض لوگ پاؤں دبانے لگے۔ انہوں نے مولوی نورالدین مرحوم کو بلایا۔ میں ان کا نام مرزا صاحب کی جماعت کے ایک خاص کارکن کی حیثیت سے سن چکا تھا۔ وہ خضاب حنا کی وجہ سے ڈھاٹا باندھے آئے اور مرزا صاحب نے شب گزشتہ کے تازہ الہامات سنانا شروع کئے۔ ایک الہام یہ تھا۔ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" مولوی نورالدین مرحوم سے وہ پوچھتے تھے کہ اس کا مقصد کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر یاد نہیں کہ مولوی صاحب نے کیا جواب دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے حالات پوچھتے رہے اور کہا کہ جب آپ آئے ہیں تو کم سے کم چالیس دن تک ضرور رہیے۔ اس طرح آنے سے اور جلد چلے جانے سے تو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مرزا صاحب اندر چلے گئے اور مولوی عبدالکریم مرحوم نے مجھے پھر مولانا نورالدین صاحب مرحوم اور

جماعت کے بڑے لوگوں سے ملایا۔ نواب محمد علی مالیر کوٹلہ کے بھی وہیں تھے۔ جمعہ کی نماز وہیں ایک میدان میں ہوئی۔ میں گیا تو لوگوں نے مجھے پہلی صف میں جگہ دی۔ اتنے میں مرزا صاحب آئے اور منبر کے جنب میں امام کے مصلے پر بیٹھ گئے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم مرحوم نے خطبہ دیا۔ خطبے کا موضوع یہ تھا کہ بہت سی برکتیں انبیائے سلف میں نہیں آئیں۔ ان سے خدا نے مرزا صاحب کو سرفراز فرمایا۔ ازاں جملہ یہ کہ اعلان و تبلیغ رسالت کے یہ وسائل ان انبیاء کے زمانے میں کہاں تھے۔ ریل، تار، ڈاک، گریمو فون، اخبارات پریس ان وسائل سے کس طرح پر صدا مشرق و مغرب میں پھیلائی جا سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نماز بھی مولوی عبدالکریم نے پڑھائی اور مرزا صاحب صف سے آگے مگر ان سے دو انچ پیچھے تنہا کھڑے رہے۔ نماز کے بعد پھر میری طرف ملتفت ہوئے اور اصرار کیا کہ میں چند دن قیام کروں۔ میں نے معذرت کی اور اسی دن روانگی کا ارادہ ظاہر کیا۔ میرا مقصود اس سفر سے صرف وہاں کا طور طریقہ دیکھ لینے کا تھا تاکہ معلومات سے باہر یہ معاملہ باقی نہ رہے۔ اس سے زیادہ کوئی خواہش نہ تھی۔ وہاں یہ کوشش تھی کہ میں کوئی معین خیال بھی ظاہر کروں۔ مرزا صاحب نے کئی باتیں اپنے دعاوی اور منصب کی نسبت ایسی کہیں جو سامع کو نفیاً یا اثباتاً کسی جانب پر مجبور کرنے والی تھیں لیکن میں خاموش رہا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میری تمام کتابیں تم نے دیکھی ہیں؟ جو رسائل دیکھے ان کا ذکر کیا۔ اس پر انہوں نے چند کتابیں مجھے دینے کے لئے مولوی محمد صادق ایڈیٹر "بدر" سے کہا جو اس صحبت کے نوٹ لے رہے تھے انہوں نے وفات مسیح کا بھی ذکر چھیڑا اور کہا کہ یہی مسئلہ ہے جس کے اعلان نے کسر صلیب کی خبر پوری کر دی۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ سے پہلے بعض مفسرین مثلاً صاحب "اسرار الغیب" اور اس عہد میں مولوی چراغ علی اور سرسید اس کا بڑے زور شور سے اعلان کر چکے ہیں۔

یہ بات ان پر گراں گزری۔ انہوں نے کہا چراغ علی اور سرسید نے جو کچھ کہا وہ صرف مادی رنگ میں تھا اور میں نے اسے روحانی رنگ میں ثابت کیا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی لیکن میں بحث کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ اس طرح کا کوئی جذبہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ میرے خیالات اس وقت سرسید کی تقلید پر مبنی تھے اس لئے ان کے مشن سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک مولوی نور الدین مرحوم اور بعض دیگر وہاں کے اہلیان سے میں ملا۔ واپسی میں نواب محمد علی نے اپنی رتھ بٹالے تک کے لئے دے دی جو کچی سڑک پر بہت آرام دیتی ہے اور واپسی میں مجھے اس سے بہت آرام رہا۔" ۲۸

”آہ نادر شاہ کہاں گیا“

۵/ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو ایک رؤیا میں یہ الفاظ لکھے ہوئے دکھلائے گئے۔ ”آہ نادر شاہ کہاں گیا“ [۴۹] یہ مختصر الفاظ اپنے اندر افغانستان کی حکومت کے متعلق ایک زبردست انقلاب کی پیشگوئی پر مشتمل تھے جو ۸/ نومبر ۱۹۳۳ء کو پوری شان سے پوری ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء میں جب امیر امان اللہ خاں صاحب (ولادت ۱۸۹۲ء) والی افغانستان کی حکومت کا تختہ حبیب اللہ خاں صاحب نے الٹ دیا تو افغانوں نے نادر خاں صاحب (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۳ء) کو فرانس سے بلوا کر تخت حکومت ان کے سپرد کر دیا۔ اس دن سے نادر خاں صاحب نے اپنے خاندانی اور ملکی لقب ”خان“ کو چھوڑ کر ”شاہ“ کا لقب اختیار کیا اور نادر شاہ کہلانے لگے [۵۰] جو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق ایک غیر معمولی تغیر تھا۔ [۵۱] اس کے تین سال بعد ۸/ نومبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت نادر شاہ کو عبدالخالق نامی ایک شخص کے ذریعہ سے مجمع عام میں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح نادر شاہ صاحب کی بے وقت اور اچانک موت سے اہل عالم پکار اٹھے ”آہ نادر شاہ کہاں گیا۔“ [۵۲، ۵۳]

حواشی

۱۔ البدر یکم جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳۔ الحکم ۲۴/۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵
۲۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۳۔ البدر یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵
۳۔ اشتہار ۱۸/ اپریل ۱۹۰۵ء منقول از الحکم ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۳
۴۔ الحکم ۱۷/۱۰ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۳
۵۔ "انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا" میں زیر لفظ "KANGRA" لکھا ہے کہ اس زلزلہ میں کانگڑہ میں ۱۳۳۹ء اور دوسرے مقامات پر بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا۔ "Records of the Geological Survay of India" جلد ۳۲ حصہ ۴ میں زلزلہ کانگڑہ کی تباہ کاریوں کا مفصل تذکرہ ہے
۶۔ بحوالہ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۴
۷۔ بحوالہ الحکم ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۲
۸۔ بحوالہ ۱۷/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱
۹۔ بحوالہ الحکم ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۴
۱۰۔ بحوالہ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۳۔ ان اخبارات کے علاوہ پیسہ اخبار' پرکاش' تہذیب نسواں' پولیس ایڈووکیٹ' مجاز الاسلام' سول اینڈ ملٹری گزٹ اور اردو اخبار وغیرہ نے بھی زلزلہ پر اسی طرز کے تبصرے لکھے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۷۔۸ و ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰ و ۳/ اپریل ۱۹۰۵ء نمبر ۱۰۔ ۱۲)
۱۱۔ سیرت المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۳۳۴
۱۲۔ تحریری بیان لالہ ڈھیروں مل گھڑی ساز مورخہ ۹/ اکتوبر ۱۹۳۲ء/ منقول از سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۰۳۔ ۲۰۴
۱۳۔ البدر ۶/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۳
۱۴۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۸۔ ۱۱
۱۵۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶' ۱۱
۱۶۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۱
۱۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۴ و الفضل ۳۰/ نومبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵
۱۸۔ الحکم ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۳ کالم نمبر ۲۔ بدر ۴/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۳
۱۹۔ الفضل ۱۴/ صلح/ جنوری ۱۹۶۹ء/ ۱۳۴۸ ہش صفحہ ۵
۲۰۔ پیسہ اخبار بحوالہ الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۴
۲۱۔ پیسہ اخبار یکم مئی ۱۹۰۵ء بحوالہ الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱
۲۲۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۶ روایت ۳۲
۲۳۔ الحکم ۳۰/ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۴
۲۴۔ الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۸
۲۵۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۲ و الحکم ۳۰/ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۴
۲۶۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا زیر لفظ (Earthquake)
۲۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بدر ۳/ مئی ۱۹۰۶ء و پمفلٹ "خدا کے قہری نشان" صفحہ نمبر ۷ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
۲۸۔ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱

۲۹۔ اخبار بدر ۳/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۲ کالم نمبر۲۔ ۳
۳۰۔ الوصیت صفحہ ۱۳
۳۱۔ رسالہ "البیان" جلد ۵ نمبر ۳ (۱۵/ صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۱۹۰۶ء)
۳۲۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم دیباچہ
۳۳۔ البدر ۵/ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۳
۳۴۔ بدر ۷/ نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۴ ' وفات ۲۰/ مارچ ۱۹۲۶ء۔ بنگال میں بہت سی احمدیہ جماعتیں آپ کے ذریعہ سے قائم ہوئیں۔ آپ نے اپنی بیعت کے مفصل حالات "جذبات الحق" نامی رسالہ میں لکھے ہیں جو قابل دید ہیں (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء صفحہ ۹ ' الفضل ۲۶/ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۲ و الفضل ۳۰/ مارچ ۱۹۴۳ء۔ الفضل ۲۴/ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۳۱)
۳۵۔ تاریخ۔ ۱۵/ اپریل ۱۹۰۵ء
۳۶۔ حاشیہ "خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو نمونہ قیامت ہو گا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہوا اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا۔"
۳۷۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰ طبع اول
۳۸۔ درثمین اردو
۳۹۔ الحکم ۳۱/ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۱
۴۰۔ ملخصاً از "دعوۃ الامیر" ۲۳۴ تا صفحہ ۲۴۳ جنگ عظیم کے متعلق ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا زیر لفظ "World War"
۴۱۔ رسالہ اظہار حق صفحہ ۲۱
۴۲۔ آزاد کی کہانی ۱۸۱ (بہ روایت مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی) ناشر حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی طبع اول اپریل ۱۹۵۸ء
۴۳۔ مولانا عبدالمجید صاحب سالک اپنی کتاب "یاران کہن" صفحہ ۴۱ میں آغا حشر' نظیر حسن سخا اور ابو نصر آہ کے متعلق لکھتے ہیں "مناظروں کے سلسلے میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا یہ مجمع ایک دفعہ تو فیصلہ ہی کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں"۔
۴۴۔ مفصل ملاحظہ ہو۔ الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ نمبر ۱۱
۴۵۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۳ پر گزشتہ ہفتہ کی خبروں میں لکھا ہے کہ "سیاح قادیان کے بھائی مولانا آزاد بھی ایک روز کے لئے آئے اور واپس گئے۔" اور مولانا آزاد کے اپنے بیان سے ظاہر ہے کہ یہ جمعرات کا دن تھا جو تقویم شمسی کی رو سے ۲۵/ مئی ہی قرار پاتا ہے۔
۴۶۔ الفضل ۱۴/ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۱ حضرت سیٹھ صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں بھائی گویا ایک ساتھ قادیان گئے تھے جو صحیح نہیں ہے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے مولانا ابو النصر آہ ۲/ مئی ۱۹۰۵ء کو اور مولانا ابو الکلام آزاد ۲۵/ مئی ۱۹۰۵ء کو قادیان گئے تھے جب یہ حقیقت ہے تو مولانا ابو النصر نے اپنے خواب کے پورا ہونے کا جو تذکرہ کیا ہو گا وہ اپنے بھائی مولانا آزاد کے بتانے پر ہی کیا ہو گا۔ اندریں صورت ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت سیٹھ صاحبؓ کو بیان کے اس قصہ میں یقیناً سہو ہوا ہے اور ان کی یادداشت میں مولانا ابو النصر آہ کے اصل الفاظ پوری طرح محفوظ نہیں رہ سکے۔ بایں ہمہ پورا بیان اصولی اعتبار سے ایک ناقابل تردید واقعہ ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت سیٹھ صاحبؓ نے یہ واقعہ مولانا آزاد کو جون ۱۹۴۵ء میں بذریعہ خط لکھ کر بھیج دیا تھا اور اپنا یہ خط اخبار الفضل میں بھی شائع کرا دیا۔ مولانا آزاد اس کے بعد تیرہ برس تک زندہ رہے مگر انہوں نے مولانا ابو النصر آہ کے اس خواب کے پورا ہونے کی بابت قطعاً کوئی تردید شائع نہ کی۔

۴۷۔ بحوالہ الحکم ۲۴/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰۔ البدر ۲۵/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۸

۴۸۔ آزاد کی کہانی صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۲

۴۹۔ الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ا کالم نمبر ۴

۵۰۔ دیکھو اخبار "سیاست" ۱۱/ دسمبر ۱۹۲۹ء زوال غازی صفحہ ۴۲۰۔ ۴۲۲ (مولفہ عزیز ہندی۔ مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر۔ سن اشاعت ۱۹۳۳ء)

۵۱۔ سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین معاند اخبار "اہلحدیث" نے ۲۸/ فروری ۱۹۳۰ء کو (جبکہ نادر شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اخبار "الفضل" نے اس کے "نادر شاہ" کہلانے کو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کیا لکھا "شاہ کے لفظ میں پیشگوئی ہے کہ نادر خاں آخر میں نادر شاہ بن جائے گا" (الفضل ۳/ جنوری ۱۹۳۰ء) بات تو بہت معقول ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ افغانستان میں نادر شاہ بولا جاتا ہے۔ کیا افغانستان کی اصطلاح میں بادشاہ کو شاہ کے لقب سے کبھی یاد کیا گیا کیا کبھی عبدالرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ یا امان اللہ شاہ کے القاب کسی نے سنے۔ وہاں تو شاہ کا لقب بادشاہ کے لئے ہے بھی نہیں بلکہ ہم کہیں گے کسی معتبر تحریر میں عبدالرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ وغیرہ نہیں تھے۔ پس اگر یہ الہام افغانستان کے مافی الضمیر کی ترجمانی ہوتی تو شاہ کا لقب نہ ہوتا بلکہ نادر خاں کا لقب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نادر شاہ والا الہام کسی اور موقعہ کے لئے ہے۔"

۵۲۔ چنانچہ انقلاب نے لکھا آہ صد ہزار حسرت و آہ کہ آج افغانستان اپنے بہترین خادم سے محروم ہو گیا" (۱۱/ نومبر ۱۹۳۳ء)
"سیاست" نے لکھا۔ "آہ نادر شاہ خلد آشیاں"۔ (۱۱/ نومبر ۱۹۳۳ء)
اخبار "مدینہ" نے لکھا ہندوستان کے ہوش و حواس پر یہ برقی خبر بجلی کی طرح گری کہ ۸/ نومبر ۳ بجے اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی بادشاہ افغانستان کو کسی غدار وطن نے شہید کر دیا۔ تمام مسلمان غم و افسوس کی تصویر بن گئے" (۱۳/ نومبر ۱۹۳۳ء)

۵۳۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے نادر شاہ کی موت پر "آہ نادر شاہ کہاں گیا" ہی کے عنوان سے "الفضل" (۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء) میں ایک مفصل مضمون لکھا جو ٹریکٹ کی شکل میں شائع ہو گیا تھا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور
حضرت مولوی برہان الدین صاحب کا انتقال
اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد

مخدوم الملت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کا انتقال

عام الحزن ۱۹۰۵ء کا سال عام الحزن کہلانے کا مستحق ہے کیوں کہ اس سال جماعت کے کئی مقتدر بزرگ انتقال فرما گئے۔ مثلاً حضرت منشی عبدالحمید خان صاحب کپور تھلوی (تاریخ وفات ۱۰/ مارچ ۱۹۰۵ء) بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر "البدر" (تاریخ وفات ۲۱/ مارچ ۱۹۰۵ء) مولوی جمال الدین صاحب سید والہ (تاریخ وفات ۲۲/ جولائی ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب (تاریخ وفات ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی برہان الدین صاحب (تاریخ وفات ۳/ دسمبر ۱۹۰۵ء) ان کے علاوہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی بڑی اہلیہ فاطمہ صاحبہ (تاریخ وفات ۲۸/ جولائی ۱۹۰۵ء) اور ان کے صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب (تاریخ وفات ۲۱/ اگست ۱۹۰۵ء) بھی اسی سال فوت ہو گئے۔

یوں تو سلسلہ کو ان سب بزرگوں اور دوستوں کی جدائی کا نقصان پہنچا مگر مخدوم الملت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صاحب صافی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جیسے بلند پایہ علماء اور خدام ملت بزرگوں کی مفارقت نے تو پوری جماعت کو سوگوار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ۱۲/ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ان حوادث کے بارے میں حضورؑ کو الہاماً بتایا تھا کہ "دو شہتیر ٹوٹ گئے" [۱] نیز الہام ہوا "فرع عیسیٰ و من معہ" عیسیٰ اور اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ [۲] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالخصوص مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ چند دن گزرنے کے بعد حضورؑ نے شام کے بعد دوستوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا اور خدام کے عرض کرنے پر فرمایا کہ جب میں باہر دوستوں میں بیٹھا کرتا تھا تو مولوی عبدالکریم صاحب میرے دائیں بیٹھے ہوتے تھے۔ اب میں بیٹھتا ہوں اور مولوی صاحب نظر نہیں آتے تو میرا دل گھٹنے لگتا ہے اس لئے میں نے مجبوراً یہ طریق چھوڑ دیا ہے۔ [۳] مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضورؑ نے معاذ اللہ ان کی وفات پر بے صبری کا اظہار فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ حضورؑ کا تو یہ مقام تھا کہ آپ نے فطری غم کے باوجود دوسروں کو نصیحت فرمائی کہ "مولوی عبدالکریم صاحب کی

موت پر حد سے زیادہ غم کرنا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے۔ کیوں کہ جس سے حد سے زیادہ محبت کی جاتی ہے یا حد سے زیادہ اس کی جدائی کا غم کیا جاتا ہے وہ معبود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایک کو بلا لیتا ہے دوسرا قائم مقام اس کے کر دیتا ہے قادر اور بے نیاز ہے۔" [۴] چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی وفات سے جو جگہ خالی ہوئی تھی اسے پر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ روشن علی صاحب کو کھڑا کر دیا۔ [۵]

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مختصر سوانح

آپ ۱۸۵۸ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام کریم بخش تھا جسے بعد کو حضرت مسیح موعودؑ نے عبدالکریم میں تبدیل کر دیا۔ ابتدائی تعلیم اس زمانہ کے دستور کے مطابق مسجد کے مکتب میں پائی اور قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور پرائیوٹ طور پر ہی عربی اور فارسی علوم کا مطالعہ کرکے ان میں یہاں تک دسترس حاصل کی کہ امریکن مشن سیالکوٹ میں فارسی کے استاد مقرر کئے گئے۔ ایک روز آپ مشنری کلاس کو فارسی پڑھا رہے تھے کہ کسی طالب علم نے قرآن شریف کے متعلق کوئی گستاخی کا کلمہ کہا۔ حضرت مولوی صاحب یہ دیکھ کر جوش میں آگئے اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا چنانچہ اسی بات پر آپ کو سکول سے موقوف کر دیا گیا جس پر آپ نے بورڈ مڈل سکول میں ملازمت اختیار کر لی مگر یہاں بھی آپ نے استعفیٰ دے دیا اور پبلک وعظوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ سیالکوٹ کے راجہ بازار کا چوک آپ کا لیکچر گاہ تھا۔ یہ غالباً ۱۸۸۰ء کی بات ہے۔ آپ کی آواز اتنی دلکش اور مؤثر تھی کہ بعض اوقات ہندو سکھ بھی آپ کی تلاوت قرآنی کو سن کر از خود رفتہ ہو جاتے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے آسمان سے اتر کر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گا رہے ہیں۔ علاقہ بھر میں آپ کا چرچا ہو گیا اور لوگ کثرت سے آپ کے جادو بھرے وعظ میں شریک ہونے لگے۔ جو سنتا مسحور ہو جاتا۔ آپ بہت جلد اپنی خداداد طاقت سے ایک فصیح و بلیغ اور پرجوش مقرر بن گئے اور عربی، فارسی، انگریزی اور اردو میں آپ کو اتنی مہارت حاصل ہو گئی کہ ان زبانوں کے عالم بھی آپ کو داد فصاحت دینے لگے۔ آپ کی تقاریر سے عیسائی مشن تھرا گیا اور انہوں نے ہرچند کوشش کی کہ انہیں اپنی ملازمت میں دوبارہ لے سکیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایک عرصہ سے آپ کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے گہرا تعلق رہا بلکہ آپ ایک دفعہ مسلسل چھ ماہ تک کشمیر میں ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہ تعلق مولوی عبدالکریم صاحب کو بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ کرنے کا موجب بنا۔ [۶] مارچ ۱۸۸۸ء میں حضورؑ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ستمبر ۱۸۹۸ء میں آپ مستقل ہجرت کرکے قادیان آبسے اور حضورؑ کے مکان کے اس حصہ میں

رہائش اختیار کرلی جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے ساتھ ملحق ہے۔ ۷ اس مکان کے نیچے خود حضرت صاحب کا رہائشی کمرہ تھا۔ ۸ یہاں پانچ وقت کی نماز اور جمعہ کی نماز کی امامت آپ ہی کے سپرد ہوئی جس کے فرائض آپ عمر بھر سرانجام دیتے رہے۔ ۹ آپ پہلے نیچری خیالات رکھتے تھے مگر حضرت اقدسؑ کے فیض صحبت نے آپ کے نظریات کو یکسر پلٹ کر جلد ہی زبردست عاشقانہ رنگ پیدا کر دیا تھا اور وہ قومی اور قلمی جہاد کے میدان کے لئے ایک جرنیل بن گئے اور آخر وقت تک وہ اس خدمت میں مصروف عمل رہے۔ ۱۰ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کی وفات پر اس زبردست تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے۔ جب اوائل میں میرے پاس آئے تھے تو سید احمد کے معتقد تھے۔ کبھی کبھی ایسے مسائل پر میری ان کی گفتگو ہوتی جو سید احمد کے غلط عقائد میں تھے۔ اور بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک دن علانیہ کہا کہ آپ گواہ رہیں آج میں نے سب باتیں چھوڑ دیں۔ اس کے بعد وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے۔ ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی۔ کسی امر میں ہمارے ساتھ خلاف رائے کرنا وہ کفر سمجھتے تھے۔ ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ کی محبت تھی اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنی وحی میں کی تھی۔ ان کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گزری تھی اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔ نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں ان کو ایک نوکری دو سو روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ خاکساری کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزار دی۔ صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اسلام پر جو اندرونی بیرونی حملے ہوتے تھے ان کے دفاع میں اپنی عمر بسر کر دی باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی۔ ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا۔ "مسلمانوں کا لیڈر" میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوا کیوں کہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی" ۱۱

ذیابیطس کا حملہ

آپ کی شبانہ روز قلمی و علمی مصروفیات کا نتیجہ تھا کہ زلزلہ کانگڑہ سے قبل آپ کو کثرت پیشاب کا شدید عارضہ ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کی برکت سے افاقہ ہوا ہی تھا کہ ۱۲۔ اگست ۱۹۰۵ء کو آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان ایک چھوٹی سے پھنسی نمودار ہوئی جو پہلے معمولی سمجھی گئی مگر بعد میں اس نے یکایک خطرناک صورت اختیار کرلی۔ ابتداء اس میں کاربنکل (CARBUNCLE) کی علامات پوری پوری نہ پائی جاتی تھیں مگر چند روز بعد وہ

پورا کاربنکل بن گیا۔ ساتھ ہی آپ کی ڈاڑھ میں سخت درد شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب نے (جو تین ماہ کی چھٹی پر قادیان آئے ہوئے تھے) صبح کو ڈاڑھ نکالی اور شام کو پھوڑے کا اپریشن کیا۔ [۱۲] حضرت مولوی صاحبؓ کو اس سے انتہائی تکلیف اور درد و کرب پہنچی اور آپ رات بھر سو نہ سکے۔ یہ رات حضرت اقدسؑ کے لئے بھی انتہائی بے چینی کی رات تھی۔ باوجودیکہ ۲۰/ اگست ۱۹۰۵ء کو الماری کے تختے سے سر کو چوٹ لگنے سے بہت سا خون آپ کا نکل گیا تھا اور پہلے ہی سخت درد تھا نیز دوران سر کی بیماری کی شکایت بھی تھی لیکن حضور اقدسؑ کو مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی تکلیف کا بے حد احساس تھا اور خود نہ صرف اس رات بلکہ کئی راتیں جاگتے گزاریں اور دعاؤں میں مصروف رہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی اس قسم کا اضطراب اور فکر میں نے اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں کیا۔

دعا کا معجزہ اور مولوی صاحبؓ کی کاربنکل سے ہکلی شفایابی

حضرت اقدسؑ کی شبانہ روز دعاؤں کا ایسا معجزانہ اثر ہوا کہ کاربنکل جیسی مہلک بیماری سے آپ ہکلی شفایاب ہو گئے۔ [۱۳] حالانکہ ذیابیطس کا مریض اگر کاربنکل کا شکار ہو جائے اور مریض بوڑھا ہو تو اس کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔ [۱۴]

ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب کا بیان ہے کہ "مولوی صاحب کی یہ ابتدائی بیماری بہت سخت اور خطرناک تھی۔ اس شدت سے اس کا دورہ ہوا کہ میں ایمان سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی صاحب کا اتنی لمبی معیاد یعنی ۵۱ دن تک زندہ رہنا ایک معجزہ تھا۔ اور یہ محض حضرت اقدسؑ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ ۴/ ستمبر ۱۹۰۵ء کو حضرت مولوی صاحبؓ کو کلوروفام سنگھا کر ان کا بڑا آپریشن ہوا جس سے ہاتھ پاؤں سرد اور نبض قریباً ساقط ہو گئی۔ حضورؑ کو اطلاع ہوئی تو آپؑ نے ان کے لئے مشک بھجوایا اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ ادھر آپ نے دعا کے لئے سجدہ میں سر رکھا ادھر مولوی صاحب کی حالت جو نہایت خطرناک تھی اصلاح پکڑنے لگی اور ابھی حضورؑ دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ نبض بالکل درست اور مضبوط ہو گئی۔ اس حیرت انگیز معجزہ کو دیکھ کر ڈاکٹر دنگ رہ گئے۔ اس طرح کا واقعہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بھی پیش آیا جب کہ ان پر غشی کی کیفیت طاری تھی۔ کئی روز سے پیچش تھی کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا اور نبض نامعلوم سی تھی۔ حضرت اقدسؑ کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے دوا بھی دی اور دعا بھی فرمائی۔ ابھی دوا اندر بھی نہ گئی تھی کہ نبض فوراً طاقت میں آگئی اور آپ ہوش میں آگئے۔" [۱۵]

الختصر دعاؤں نے اعجازی اثر دکھایا یہاں تک کہ خود مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے اصل بیماری سے بالکل صحت ہو گئی ہے اور انشاء اللہ دو تین روز تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ [۱۶]

جماعت کے احباب میں بھی ان کی شفایابی نے خوشی اور مسرت کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔

الہامات کے مطابق اور بہشتی مقبرہ میں تدفین

مگر یہ ایک وقتی امر تھا ورنہ دراصل آسمان پر شہنشاہ حقیقی کی طرف سے اپنے دربار میں بلاوے کا حکم صادر ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات میں مولوی صاحبؓ کی واپسی کی متواتر خبریں بھی دی جا رہی تھیں۔ مثلاً ۲/ ستمبر ۱۹۰۵ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔ "سینتالیس سال کی عمر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" [۱۷] (مولوی صاحب کی عمر اس وقت ۴۷ سال کی تھی) اسی روز دوسرا الہام یہ ہوا "اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا۔" [۱۸] ۸/ ستمبر کو الہام ہوا "کفن میں لپیٹا گیا۔" [۱۹] ۹/ ستمبر کو الہام ہوا۔ "اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِھَامُھَا" [۲۰] (یقیناً موت کے تیر خطا نہیں جاتے)۔ ان تمام الہامات میں آپ کی وفات کی اطلاعات موجود تھیں جو تقدیر مبرم تھی۔ اس لئے حضرت مولوی صاحبؓ کو کاربنکل کی بیماری سے پورا افاقہ ہوا ہی تھا کہ آپ ذات الجنب کی بیماری میں مبتلا ہو گئے جس سے ۱۰۶ درجہ بخار ہو گیا [۲۱] اور آپ ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بدھ کے دن اڑھائی بجے کے قریب عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے [۲۲] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی نعش حضرت اقدسؑ کے حکم کے مطابق ۱۲/ اکتوبر کو قبل دوپہر ایک صندوق میں پہلے امانتاً دفن کی گئی کیوں کہ حضورؑ کا منشاء اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق "بہشتی مقبرہ" کے قیام کا تھا اور حضورؑ سب سے پہلے آپ ہی کو اس میں سپرد خاک کرنا چاہتے تھے۔ [۲۳] ۲۶/ دسمبر کو جب کہ بیرون جات سے احمدی دوست جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کثیر تعداد میں حاضر تھے نماز ظہر و عصر کے بعد احباب حضرت مولوی صاحبؓ کا تابوت اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے باغ میں پہنچے۔ اگلے روز ۲۷/ دسمبر کی صبح کو دس بجے کے قریب حضورؑ نے اپنے خدام کو لے کر نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو "بہشتی مقبرہ" میں دفن کیا گیا۔ [۲۴] اس طرح آپ کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا کتبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے کتبہ کے لئے ایک درد انگیز مرثیہ لکھا جو آپ کے مزار مبارک کی لوح پر آج تک موجود ہے۔ اس مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

کے تواں کردن شمار خوبیٔ عبدالکریم — آنکہ جاں داد از شجاعت برصراط مستقیم
حامیٔ دیں آنکہ یزداں نام او لیڈر نہاد — عارف اسرار حق گنجینہ دین قویم
گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد — کم بزاید مادرے با ایں صفا در یتیم
اے خدا برتربت او بارش رحمت ببار — داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم [۲۵]

یعنی عبدالکریم کی خوبیاں کیوں کر گنی جاسکتی ہیں جس نے شجاعت کے ساتھ صراط مستقیم پر جان دی۔ وہ جو دین اسلام کا حامی تھا اور جس کا نام خدا نے لیڈر رکھا تھا وہ خدائی اسرار کا عارف اور دین متین کا خزانہ تھا۔ اگرچہ آسمان نیکوں کی جماعت بکثرت لاتا رہتا ہے مگر ایسا شفاف اور قیمتی موتی ماں بہت کم جنا کرتی ہے۔ اے خدا اس کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرما اور نہایت درجہ فضل کے ساتھ اسے جنت میں داخل کردے۔

محب اور محبوب کی محبت کا پرکیف منظر

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے عشق کا یہ حال تھا کہ بیماری کی عین شدت درد و اضطراب میں حضرت اقدس کی یاد میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کا بیان ہے کہ "جب مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر ہوں اور حضرت صاحب قادیان میں ہیں اور بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زار و قطار رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرت کا چہرہ نہیں دیکھا تم مجھے حضرت صاحب کے پاس کیوں نہیں لے جاتے ابھی سواری منگواؤ اور مجھے لے چلو۔ ایک دن جب ہوش تھی کہنے لگے جاؤ حضرت صاحب سے کہو کہ میں مرچلا ہوں مجھے صرف دور سے کھڑے ہو کر زیارت کرا جائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ میں نیچے حضرت صاحب کے پاس آئی کہ مولوی صاحب اس طرح کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرا دل مولوی صاحب کے ملنے کو نہیں چاہتا؟ مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ام المومنین نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر مجھے دورہ ہو جائے گا۔ خیر حضرت صاحب نے پگڑی منگا کر سر پر رکھی اور ادھر جانے لگے۔ میں جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر آگے چلی گئی تاکہ مولوی صاحب کو اطلاع دوں کہ حضرت صاحب تشریف لاتے ہیں۔ جب میں نے مولوی صاحب کو جا کر اطلاع دی تو انہوں نے الٹا مجھے ملامت کی کہ تم نے حضرت صاحب کو کیوں تکلیف دی؟ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ میں نے کہا کہ آپ نے خود تو کہا تھا انہوں نے کہا وہ تو میں نے دل کا دکھڑا رویا تھا تم فوراً جاؤ اور حضرت صاحب سے عرض کرو کہ تکلیف نہ فرمائیں۔ میں بھاگی گئی تو حضرت صاحب سیڑھیوں کے نیچے کھڑے اوپر آنے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضورؑ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔" [۲۶]

اخبار "پنجہ فولاد" لاہور میں مخدوم الملت مرحوم کی وفات پر حسب ذیل مراسلہ شائع ہوا۔

مولوی عبدالکریم صاحب کی قادیان میں وفات

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش شید زجام دھر مئے کل من علیھا فان

افسوس کہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو قادیان میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کے طائر روح نے ناپائیدار دنیا کو یہ شعر عرفی مرحوم کا سنا کر بعالم آخرت پرواز کیا۔ ع

مشتاب اے غم دنیا کہ مکروم نرسی بکن از دور دواعم کہ شتابان رفتم

مولوی صاحب جوان عمر تھے۔ اور سیالکوٹ کشمیری محلہ میں آپ کا مکان بالمقابل مکان راقم کے تھا۔ عہد طفولیت میں ہی عجیب قسم کے ذہین تھے۔ محلہ کے لڑکوں میں کبھی کھیل وکود میں شامل نہیں ہوئے۔ پہلے مرحوم سرسید کی تہذیب الاخلاق کے گرویدہ بنے رہے۔ پھر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو کر ایسے معتقد اور فنافی البیعت ہوئے کہ وطن سے ہجرت کر کے وہاں ہی سکونت اختیار کرلی اور آخر مرزا صاحب کے قدموں میں ہی جان قربان کردی۔ ان کی زندگی لہو ولعب سے برکنار رہی علمی مجلس کے مشتاق تھے۔ ابتداء میں شعرو سخن کا شوق رہا۔ جب آپ نے پہلے پہل لاہور کو دیکھا تو لاہور کی تعریف میں ایک دلکش نظم فارسی کی لکھی۔ جس میں علاوہ اور صفتوں کے یہ بھی ثابت کیا گیا کہ لاہور کا نام دو زبان سے مرکب ہے لا بزبان عربی۔ ہور بزبان پنجابی۔ یعنی ایسا اور نہیں ہے اس نظم کا اس وقت صرف ایک شعر راقم کو یاد ہے۔

ماہر دیاں بلدہ لاہور دل صافی ربودہ اند بجور

صافی آپ کا تخلص تھا۔ آپ کی ایک غزل فارسی کی راقم کے پاس ہے جو کسی آئندہ پرچہ میں شائع ہوگی۔ ایک دفعہ سیالکوٹ میں چند احباب کا مجمع تھا۔ اور اس شعر کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

بھلا کیونکر کوئی تجھ سے کرے لے کدو دن کی دوستی اک پل میں توڑی

کر لیے۔ کدو۔ توری سبزیات کا نام لے کر شاعر نے مضمون باندھا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم نے بھی ایک شعر سنایا (یہ معلوم نہیں کہ ان کا اپنا شعر ہے یا کسی اور شاعر کا)۔

صاف سینا دیکھ کر درزن کو میں سینا دیا کچھ تو سینے وہ لگی اور کچھ تو میں سینے لگا

راقم کو بھی ایک شعر مولوی سراج الدین احمد ایڈیٹر اخبار زمیندار کا (ان کے والد مرحوم کی زبان سے جو راقم کے مہربان تھے سنا ہوا) یاد تھا جس کو سن کر مولوی صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے اور بار بار پڑھتے تھے اور داد دیتے تھے۔ شعر مذکور یہ ہے۔

ہوا کم خواب ہونا اپنا خاصہ فراق یار میں نینوں کو ململ

کمخواب۔ خاصہ۔ نینون۔ ململ کو کس طرح جدائی کے پیرایہ میں ادائے کیا گیا ہے۔ اکثر موسم گرما میں پچھلے پہر رات کے وقت جب آپ اپنی کوٹھی پر اس مشہور قصیدہ کو (مرحبا سید مکی مدنی العربی) اپنے شوق میں پڑھتے تھے۔ تو محلہ والے لوگ تاثیر آواز سے جو جادو سے کم نہ تھی۔ چونک پڑتے تھے۔ ایک دفعہ اس شعر پر شب معراج عروج تو از افلاک گذشت۔

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی۔ میرا ایک مہمان وجد کی حالت میں بے خود ہو گیا آپ کی خوش الحانی وجادو بیانی یاد کر کر بے اختیار دل سے یہ شعر نکل جاتا ہے۔

آناں کہ بعد زبان سخن گفتند ے آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

مولوی صاحب جس وقت سیالکوٹ کے مہاراجہ والے بازار کے چوک میں با آواز بلند قرآن شریف پڑھ کر وعظ کرتے تھے۔ عام ہندو مسلمان عیسائی جمع ہو جاتے اور شوق سے سنتے تھے۔ قرآن شریف کے عاشق دلدادہ تھے۔ افسوس کہ ضعیف العمر والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ اور جہاں تک راقم کو معلوم ہے (اگرچہ قادیان چلے جانے کے بعد پھر ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا) مرحوم لاولد تھے۔ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کو ان کی دائمی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا ہے اور ان کے دوستوں اور عام مسلمانوں کو عموماً سخت قلق ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے ہر چند دوا اور دعا کی گئی۔ مگر مقدر مبدل نہیں ہو سکتا۔ چوں مبدل شد اعتدال مزاج نہ عزیمت اثر کند نہ علاج۔ زمانہ کئی انقلاب دیکھنے کے بعد کبھی جا کے اس دل و دماغ کا دو سرا پیدا کرے گا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

خداوند تعالیٰ مرحوم کو مغفرت کرے اور اس کے متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔

"راقم لدہا خاں از گھڑتل ضلع سیالکوٹ" (الحکم قادیان ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱)

حضرت مصلح موعود مولانا عبد الکریم صاحب کے بے مثال عاشقانہ رنگ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مولوی عبد الکریم صاحب کو خاص عشق تھا اور ایسا عشق تھا کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب میری عمر ۱۶۔ ۱۷ سال تھی اور جس زمانہ سے میں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے۔ اس وقت میری عمر ۱۲۔ ۱۳ سال کی ہو گی۔ یعنی بچپن کی عمر تھی لیکن باوجود اس کے مجھ پر ایک ایسا گہرا نقش ہے کہ مولوی صاحب کی دو چیزیں مجھے کبھی نہیں بھولتیں ایک تو ان کا

پانی پینا اور ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ان کی محبت۔ آپ ٹھنڈا پانی بہت پسند کرتے تھے اور اسے بڑے شوق سے پیتے تھے اور پیتے وقت غٹ غٹ کی ایسی آواز آیا کرتی تھی کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی نعمتوں کو جمع کر کے بھیج دیا ہے۔ اس زمانہ میں اس مسجد اقصیٰ کے کنویں کا پانی بہت مشہور تھا۔ اب تو معلوم نہیں لوگ کیوں اس کا نام نہیں لیتے۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ کہتے بھئی کوئی ثواب کماؤ اور پانی لاؤ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خود موجود ہوتے تو اور بات تھی ورنہ آپ سیڑھیوں پر آکر انتظار میں کھڑے ہو جاتے اور پھر لوٹا لے کر منہ سے لگا لیتے۔ دوسرے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں اس وقت گویا آپ کے چہرے پر بشاشت اور شگفتگی کا ایک باغ لہرا رہا ہوتا تھا اور آپ کے چہرہ کا ذرہ ذرہ مسرت کی لہر پھینک رہا ہوتا تھا جس طرح مسکرا مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی باتیں سنتے اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے۔ وہ قابل دید نظارہ ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا تو وہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے خاص عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ السلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اب بیٹھتے نہیں تو فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔"[۸۷] حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا بیان ہے۔

"امیر حبیب اللہ خان صاحب نے کابل میں ایک دارلترجمہ قائم کیا اور اس میں قابل اور ماہر فن لوگوں کے جمع کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مخدوم الملت فارسی۔ عربی۔ انگریزی زبانوں میں ایسے ماہر تھے کہ اہل زبان اور قادر الکلام لوگوں کی طرح ان زبانوں پر حکومت رکھتے تھے ایام الصلح کا فارسی ترجمہ مخدوم الملت کی قلم سے ہوا اور آئینہ کمالات میں جو حصہ تبلیغ ہے اس کا فارسی ترجمہ بھی حضرت مخدوم الملت نے کیا۔ غرض جب یہ دارالترجمہ قائم ہوا اور ہندوستان سے لائق آدمیوں کو جمع کرنے کا کام شروع ہوا تو حضرت مخدوم الملت کو مترجم کی اسامی پیش کی گئی اور ایک بیش قرار تنخواہ معاوضہ کے طور پر پیش ہوئی۔ ایسے موقعہ پر ہر شخص کی قدرتی طور پر خواہش ہو سکتی ہے کہ وہ اس عزت کی اسامی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ دربار کابل میں اس سے رسوخ بڑھتا تھا اور ایک بیش قرار معاوضہ ملتا تھا۔ کام محض علمی تھا جو خود ان کو پسند تھا مگر کیا اس تحریک نے مخدوم الملت کے دل پر کچھ بھی اثر کیا؟ ہرگز

نہیں۔ فرمایا "قادیان جو دولت ملتی ہے وہ دنیا کے کسی مقام پر آج نہیں پائی جاتی تیرہ سو برس کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی مرسل کو ہم میں بھیجا اس کی پاک صحبت کو چھوڑ کر سونے چاندی کے سکوں کے لئے نکل جانا مردار دنیا پر منہ مارنا ہے اور اعلیٰ کا ادنیٰ سے تبادلہ ہے۔ خدا کی قسم اگر دنیا کی ساری دولت میرے قدموں پر لا کر ڈھیر کر دی جائے اور اس کے بدلہ میں قادیان سے مجھے الگ ہونے کی خواہش کی جاوے تو میں سونے چاندی کے اس ڈھیر پر پیشاب بھی نہ کروں۔"

غرض نہایت حقارت کے ساتھ اس آفر کو رد کر دیا۔ جیسا کہ مولوی صدر الدین صاحب نے بیان کیا وہ گرمی سے بہت گھبراتے تھے مگر مجھے کہا کرتے تھے۔ شیخ صاحب! یہ گرمی روح میں ایک سکینت اور برودت پیدا کرتی ہے حضرت کی صحبت اکسیر ہے اس کے پاس بیٹھ کر کوئی تکلیف اور غم آ ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا والوں کو کس طرح اس کیفیت کے کیف اور مزہ سے آگاہ کریں۔ یہ ذوقی بات ہے اور ایمان کے بغیر یہ لذت اور کیف حاصل نہیں ہوتا۔ القصہ آپ نے نہ تو اس بیش قرار مشاہرہ کی پرواہ کی اور نہ اس عزت و مرتبہ نے ان کو اپنی طرف کھینچا جو کابل میں آپ کو میسر آ سکتا تھا۔ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ کی صحبت کے لئے دنیا کی حکومت اور دولت کو ہیچ سمجھا اور قادیان سے نہ نکلے اور آئے تو پھر مر کر بھی یہاں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج اور مراتب میں لاانتہا ترقی فرمائے آمین۔"

(الحکم ۱۴ اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۳)

یہ تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے عشق و فدائیت کا عالم تھا۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی بیماری کے دوران میں علاج اور توجہ میں جو نمونہ قائم کیا وہ انبیاء علیہم السلام کی ذات میں تو نظر آتا ہے لیکن کسی اور انسان میں دکھائی نہیں دیتا صبح و شام آپؑ مولوی صاحبؓ کے لئے دعاؤں میں گویا وقف تھے۔ ہر لحہ حضورؑ کی توجہ مولوی صاحب کی طرف رہتی۔ مولوی صاحب کا حال دریافت فرماتے جس چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کرتے یا جس دوا کی ضرورت ہوتی حضورؑ فوراً آدمی بھیج کر لاہور یا امرتسر سے منگوا دیتے۔ حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحب کے علاج معالجہ کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کیا اور کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ گئی جس کی نسبت خیال ہوا کہ مولوی صاحب کے علاج کے لئے مفید ہو گی ان کے لئے بہم نہ پہنچائی گئی ہو۔ [۲۸] حضرت اقدسؑ مولوی صاحبؓ کی تکلیف کو دیکھ نہ سکتے تھے چنانچہ باہر مسجد میں کئی دفعہ فرماتے تھے مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف دیکھ نہیں سکتا۔ چنانچہ آخر مولوی صاحب اسی مرض میں فوت ہو گئے مگر حضورؑ ان کے پاس تشریف نہ لے جا سکے۔ [۲۹]

تالیفات

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی تالیفات یہ ہیں۔ ۱۔ لیکچر گناہ ۲۔ لیکچر (حضرت مسیح موعودؑ نے کیا اصلاح و تجدید کی) ۳۔ سیرت مسیح موعودؑ ۴۔ اثبات خلافت شیخین ۵۔ خلافت راشدہ (حصہ اول) ۶۔ القول الفصیح فی اثبات حقیقتہ المسیح ۷۔ دعوۃ الندوہ ۸۔ خطبات کریمیہ

(مرتبہ عرفانی صاحبؓ) ۹۔ الفرقان (خلافت راشدہ حصہ دوم)

حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کی مختصر سوانح حیات اور اخلاص و فدائیت

حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ غالباً ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ پچیس سال کی عمر میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ قریباً ۱۸۶۵ء میں وطن آکر اہلحدیث تحریک کے پرجوش علم بردار کی حیثیت سے اس مسلک کی اشاعت شروع کردی اور متعدد اہلحدیث جماعتیں قائم کیں۔ ۱۸۶۷ء سے ۱۸۸۶ء تک مرد حق کی تلاش میں سرگرم عمل رہے اور اس سلسلہ میں پہلے موضع باؤلی شریف کے ایک بزرگ کی شاگردی اختیار کی پھر حضرت مولوی عبداللہ صاحبؒ غزنوی کی صحبت میں کئی سال گزارے بعد ازاں حضرت پیر کوٹھہ شریف سے اظہار عقیدت کیا لیکن آپ کو اپنا گوہر مقصود نہ مل سکا۔ آخر ۱۸۸۶ء میں آپ ہوشیارپور کے مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی فراست سے بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضورؑ نے فرمایا ابھی بیعت لینے کی اجازت نہیں۔ ۱۸۹۱ء میں جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضورؑ کے دعویٰ مسیحیت پر فتویٰ کفر لکھا تو ان کے اصرار پر مولوی صاحب نے ایک مشروط فتویٰ لکھا۔ مگر جوں ہی آپ نے حضرت اقدسؑ کی اصل تحریرات مطالعہ کیں تو شرح صدر سے ۲۰ جولائی ۱۸۹۲ء کو حضورؑ کی بیعت کرلی۔ ۲۰ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی صاحب کے رجوع کا صاف طور پر علم ہوچکا تھا مگر انہوں نے پھر بھی مولوی صاحب کا فتویٰ شائع کردیا بلکہ چند ماہ بعد انہیں ۲/ نومبر ۱۸۹۲ء کو ایک خط میں لکھا کہ یہ فتویٰ کا مشروط پہلو اڑا دیں اور صاف اور قطعی لکھیں کہ مرزا صاحب فتاویٰ علماء کے مطابق واقع میں کافر ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے اس خط کے جواب میں ایک مسکت اور مفصل مکتوب لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کا دعویٰ برحق ہے اور آپ جو چھ ماہ سے ان کے خلاف کمربستہ ہیں تو یہ آپ کی طرف سے محض مغلوب الغضبی کا مظاہرہ ہے۔ اللہ آپ کو اہل اللہ کے لعن طعن سے بچائے۔

بیعت کرنے کے بعد حضرت مولوی صاحب ہر سال قادیان میں تشریف لے جاتے۔ حضورؑ فرمایا کرتے کہ "مولوی صاحب آپ کے آنے سے مجھے آرام ملتا ہے۔" حضرت اقدسؑ جب سیر کرکے واپس گھر کی طرف آتے تو آپ آگے بڑھ کر حضورؑ کی نعلین مبارک اپنی کندھے والی چادر سے صاف کردیتے۔ مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی سنایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب کا اخلاص جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں جب حضرت اقدسؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب بھی

وہاں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت اقدسؑ اپنے خدام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضورؑ پر راکھ ڈالی۔ حضور گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحب کے سر پر پڑی۔ آپ پر محویت طاری ہو گئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے "پا اے مائے پا" یعنی بڑھیا اور راکھ ڈالو۔ حضرت اقدسؑ جب سیالکوٹ سے واپس آئے اور آپ حضور کو الوداع کہنے کے بعد پیچھے رہ گئے تو بعض شریروں نے آپ کی بے عزتی کی بلکہ پکڑ کر منہ میں گوبر تک ٹھونس دیا لیکن آپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ فرمایا "او برہانا ایہہ نعمتاں کتھوں" یعنی اے برہان الدین یہ نعمتیں روز روز کہاں میسر آتی ہیں۔ ایک مرتبہ قادیان دارالامان میں حضرت اقدسؑ شہ نشیں پر جلوہ افروز تھے اور حضورؑ کے کلمات طیبات کا سلسلہ جاری تھا اور حضورؑ حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور دوسرے بزرگ بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ مولوی صاحب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بے اختیاری کی وجہ سے ہچکی بندھ گئی۔ حضرت اقدسؑ نے پوچھا کیا بات ہے آپ کیوں روتے ہیں۔ لیکن حضورؑ جتنا پوچھتے آپ اتنا ہی زور سے رونے لگ جاتے۔ آخر بار بار پوچھنے اور تسلی دلانے پر مولوی صاحب نے عرض کیا حضورؑ سب سے پہلے میں باؤلی شریف والوں کی خدمت کرتا رہا پھر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد پیر صاحب کوٹھہ شریف کے پاس گیا اور اب حضورؑ کا خادم اور مرید بنا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا مسیح آ گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرما دی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ اسلام کے لئے قربان کر سکوں (حالانکہ وہ غریب ہی اس لئے ہوئے تھے کہ وہ احمدی ہو گئے تھے) ہم سنا کرتے تھے کہ مسیح آئے گا تو خزانے لٹائے گا اور حضورؑ نے خوب خزانے لٹائے۔ اور پھر کہنے لگے کہ میں تو پھر بھی "جھڈو کا جھڈو" ہی رہا۔ یعنی اب تک ناکارہ کا ناکارہ ہوں۔ یہ کہہ کر پھر چیخیں مار کر رونے لگے۔ [۱۲۱] اس پر حضورؑ نے نہایت شفقت اور محبت سے فرمایا "آپ گھبرائیں نہیں اور کوئی فکر نہ کریں آپ نے جہاں پہنچنا تھا آپ پہنچ گئے ہیں اب رونے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔" مولوی صاحب جب بھی قادیان آتے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس خواہش کا ضرور اظہار فرماتے کہ آپ قادیان میں ہی آ جائیں مگر مولوی صاحب عرض کرتے کہ حضورؑ میں نالائق ہوں اس قابل تو نہیں کہ حضورؑ کی خدمت کر سکوں الٹا اپنا بوجھ آپ پر ڈالوں۔" مولوی صاحب قادیان سے واپسی پر ہمیشہ امرتسر، لاہور وغیرہ احمدی جماعتوں کا دورہ کرتے اور اپنے دوستوں کو تبلیغ کرتے ہوئے جہلم آتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب تمام دینی علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو وغیرہ کے متبحر عالم تھے۔ طب یونانی

میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اردو' فارسی' عربی اور پشتو کے ماہر اور تحریر و تقریر میں یکتائے روزگار تھے۔ مناظروں میں ہمیشہ فریق مخالف آپ کے دلائل سے ساکت و لاجواب ہو جاتے تھے۔ علم حدیث میں آپ کے بہت شاگرد ہوئے جن میں حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی' مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی' مولوی محمد عرفان صاحب ڈونگا گلی مری' مولوی حشمت علی صاحب راجوروی' مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مولوی عبدالرحمٰن صاحب کھیوال' مولوی محمد قاری صاحب جہلمی بہت ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مؤخر الذکر تین اصحاب کو قبول احمدیت کی سعادت بھی بخشی۔ آپ بڑے متوکل انسان تھے اور بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ [۲۲]

مرض الموت

مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کسی لمبی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ مختصر سی علالت سے اچانک وفات پائی۔ حضرت مولوی صاحب نے جب یہ الہام سنا کہ دو شہتیر ٹوٹ گئے" تو انہوں نے ایک شہتیر مولوی عبدالکریم صاحب کو اور دوسرا شہتیر اپنے آپ کو سمجھا۔ آپ رمضان شریف کو ۲۰ تاریخ (بمطابق ۱۹/ نومبر ۱۹۰۵ء) اعتکاف میں بیٹھے۔ اعتکاف کے ایام میں قرآن شریف کا ان کو پہلے سے بھی زیادہ شغف ہو گیا اور دن رات قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے۔ اعتکاف میں یہ الہام ہوا۔ اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ۔ اور بعد اس کے ایک اور الہام ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا امام الوقت تو ایک طرف رہے اب تو ان کے مریدوں کو بھی الہام ہونے لگے۔ پھر ہم اس سچے سلسلہ کی تائید کیوں نہ کریں؟ (۲۸/ نومبر کو) اعتکاف سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے۔ کھانا کھانے کے بعد فرمایا مجھے سردی سی لگی ہے اور رات کو سخت بخار ہو گیا۔ یکم دسمبر بروز جمعہ آپ کی طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ مسجد میں آئے اور بیٹھ کر جمعہ پڑھا۔ ۲/ دسمبر کی رات کو پھر بخار ہو گیا۔ مگر آپ آدھی رات تک مغرب کی طرف منہ کرکے زبانی قرآن شریف پڑھتے رہے۔ ۲ بجے کے قریب آپ سو رہے اور تین بجے اٹھے۔ صبح کی نماز پڑھی اور پھر فرمانے لگے کہ دونوں دروازے کھولو کہ مجھے انتظار ہے۔ پوچھا گیا کس کی؟ جواب نہ دیا۔ اور پھر دو دفعہ پاخانہ کی حاجت ہوئی اور پھر آپ چارپائی پر لیٹ گئے اور آنکھیں کھولیں۔ کلمہ شریف پڑھا اور دو منٹ کے اندر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ [۲۳] ساڑھے چار بجے شام آپ کا جنازہ پڑھا گیا جس میں ۱۳۰۰ احباب نے شرکت کی اور آپ کو جہلم کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ [۲۴]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کا مقام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ کو ۱۹۰۳ء میں ارشاد فرمایا " آپ اپنی پہلی حالت کو یاد کریں جب کہ

آغاز سال ۱۸۸۶ء میں صرف حبتہ للہ کا جوش آپ کو کشاں کشاں یہاں لایا تھا اور آپ پاپیادہ افتاں خیزاں اس قدر دور فاصلہ سے پہلے قادیان پہنچے تھے اور جب ہم کو اس جگہ نہ پایا تو اسی بے تابی و بے قراری کے جوش میں ننگا پو کر کے پیدل ہی ہمارے پاس ہوشیار پور جا پہنچے تھے۔ اور جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو اس وقت ہم سے جدا ہونا آپ کو بڑا شاق گزرتا تھا۔" [۲۵] ازاں بعد آپ کی وفات پر فرمایا۔ "مولوی صاحب ایک صوفی مشرب آدمی تھے۔ اکثر فقراء اور بزرگوں کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب کے استاد کے پاس بھی ایک مدت تک رہے تھے۔ ان کو ایک فقر کی چاشنی تھی۔ قریباً بائیس برس سے میرے پاس آیا کرتے تھے۔ پہلی دفعہ جب آئے تو میں ہوشیار پور میں تھا۔ اس جگہ میرے پاس پہنچے۔ ایک سوزش اور جذب ان کے اندر تھا اور ہمارے ساتھ ایک مناسبت رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے ایک دفعہ قرآن شریف پڑھنا شروع کیا تھا مگر صرف چند سطریں پڑھی تھیں۔ ایک صوفیانہ مذاق رکھتے تھے۔" [۲۶]

ایک عظیم الشان درس گاہ "مدرسہ احمدیہ" کی بنیاد

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہما کی وفات سے جماعت میں جو زبردست خلاء پیدا ہو گیا اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت تشویش ہوئی اور حضورؑ کا ذہن خدائی تصرف کے تحت اس طرف منتقل ہوا کہ آئندہ جماعت میں قادر الکلام اور خدمت دین کرنے والے علماء پیدا کرنے کا کوئی مستقل انتظام ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضورؑ نے ۶/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو فرمایا کہ ہماری جماعت میں سے اچھے اچھے لوگ مرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ جو ایک مخلص آدمی تھے اور ایسا ہی اب مولوی برہان الدین صاحب جہلم میں فوت ہو گئے۔ اور بھی بہت سے مولوی صاحبان اس جماعت میں فوت ہوئے مگر افسوس کہ جو مرتے ہیں ان کا جانشین ہم کو کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر فرمایا مجھے مدرسہ کی طرف دیکھ کر بھی رنج ہی پہنچتا ہے کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ بات اس سے حاصل نہیں ہوئی۔ اگر یہاں سے بھی طالب علم نکل کر دنیا کے طالب ہی بننے تھے تو ہمیں اس کے قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ دین کے لئے خادم پیدا ہوں۔ [۲۷]

احباب سے مشورہ

چنانچہ حضورؑ نے اس صورت حال کا جائزہ لینے اور مزید اصلاحی قدم اٹھانے کے لئے بہت سے احباب بلا کر ان کے سامنے یہ امر پیش فرمایا کہ "مدرسہ (تعلیم الاسلام) میں ایسی اصلاح ہونی چاہئے کہ یہاں سے واعظ اور علماء پیدا ہوں جو آئندہ ان لوگوں کے قائم مقام ہوتے رہیں جو گزرتے چلے جاتے ہیں۔ سب سوچو کہ اس مدرسہ کو ایسے رنگ

میں رکھا جاوے کہ یہاں سے قرآن دان، واعظ اور علماء پیدا ہوں جو دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہوں۔ [58]
حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد پر بعض احباب نے تو یہ رائے دی کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ کر ایک خالص مذہبی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔ خود مدرسہ کے ارباب حل و عقد اس بات پر متفق تھے کہ مدرسہ ختم کر دیا جائے۔ مگر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس خیال کی مخالفت کرتے ہوئے مدرسہ کے قیام و بقا کے لئے انتہائی جدوجہد کی اور حضرت اقدسؑ کے منشاء مبارک کے مطابق یہی مشورہ دیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام قائم رہے مگر اس میں ایسی تبدیلی کر دی جائے کہ حقیقی مقصد کی تکمیل ہو سکے۔ [59]

حضورؑ کا فیصلہ

اس ضمن میں متعدد تجاویز اور ان پر اعتراضات بھی حضورؑ کے سامنے رکھے گئے مگر حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور حضرتؓ صاحبزادہ صاحب کے خیال کو پسند فرماتے ہوئے [60] مدرسہ تعلیم الاسلام میں ہی دینیات کی ایک شاخ کھولنے کا فیصلہ فرمایا [61] اور اس کے لئے حضورؑ نے ۲۶/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جلسہ سالانہ کی تقریر میں نہایت قیمتی ہدایات بھی دیں۔ [62] چنانچہ حضورؑ کے ارشاد سے یہ "شاخ دینیات" جنوری ۱۹۰۶ء کے آخر میں کھل گئی اور اسی شاخ کے قیام سے "مدرسہ احمدیہ" کی بنیاد پڑی۔ [63]

مدرسہ احمدیہ کا آغاز "شاخ دینیات" کی شکل میں

"مدرسہ احمدیہ" یا "شاخ دینیات" کا آغاز نہایت مختصر رنگ میں ہوا۔ ابتداء میں حضرت قاضی سید امیر حسین شاہ صاحب (اول مدرس) اور مولوی فضل دین صاحب (کھاریاں) دو استاد مقرر ہوئے ان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بھی اس میں مدرس ہو گئے۔ [64] "شاخ دینیات" میں پنجم پرائمری پاس طلبہ داخل کئے جاتے تھے۔ اس کی پہلی جماعت میں ۱۰ طلبا داخل ہوئے جس کا اسی سال امتحان ہوا۔ اور ان میں سے نو پاس قرار دئے گئے۔ علاوہ ازیں پانچ طلبہ مزید داخل ہوئے اس طرح ۱۹۰۶ء میں پہلی اور دوسری جماعت کے طلبہ کی مجموعی تعداد ۱۴ ہو گئی۔

جماعت اول کے دینیات کا نصاب یہ تھا۔ ترجمہ قرآن شریف 'بلوغ المرام' رسالہ جات عربی شائع کردہ انجمن حمایت اسلام' مفتاح الادب' ہدیۃ الصرف' دروس النحویہ۔ اس کے علاوہ طب اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی مگر یہ لازمی مضامین نہیں تھے۔ بعض طلبہ طب پڑھتے تھے اور بعض انگریزی۔ طب میں "تشریح الطب" اور "طب احسانی" پڑھائی جاتی تھیں اور انگریزی کا وہی کورس تھا جو اول مڈل کے لئے ان دنوں مقرر تھا۔ انگریزی پڑھنے کے لئے طلبہ کو مڈل کی کلاس میں جانا پڑتا

تھا۔

جماعت دوم کے لئے یہ کتابیں بطور نصاب مقرر تھیں۔ شمائل ترمذی ' مالابد منہ ' عجالہ نافعہ ' اصول شاشی ' دروس نحویہ چہار حصص ' آجرومیہ ' قدوری ' سراجی ' حساب ' اردو گوہر منظوم فارسی ' طب ' تکسیف الحکمتہ ' قانونچہ ' شرح رباعیات یوسفی ' انگریزی میں دوم مڈل کا کورس تھا جو مڈل کے ساتھ مل کر پڑھایا جاتا تھا۔ "شاخ دینیات" کے طلبہ مدرسہ کے دوسرے لڑکوں کی طرح باقاعدہ ورزش میں بھی شامل ہوتے تھے۔ [۶۵]

مدرسہ احمدیہ کی عمارت کا ابتدائی نقشہ

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے "اس وقت یہ عمارتیں (بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کی) نہ تھیں بلکہ یہاں پانی ہوتا تھا اور اس جگہ لوگ نہاتے تھے۔ صرف ایک عمارت تھی جس میں چند کلاسیں پڑھتی تھیں اس میں وہ دو کمرے جو راستہ کی طرف ہیں ' نہیں تھے۔ صرف چار کمرے تھے جو کنوئیں کے سامنے ہیں۔ اب بازار کی طرف جو کمرے ہیں وہ بعد میں بنائے گئے۔ اس وقت نہ بینچ تھے نہ کرسیاں نہ ڈیکس ہوتے تھے نہ میزیں صرف تپڑ (ٹاٹ) ہوتے تھے اور وہ بھی ایلجن ملز کے بنے ہوئے نہیں بلکہ عام تپڑ جو چوہڑے چمار بنا کر بیچتے ہیں۔ وہ عرض میں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی معمولی جسم والا انسان بھی ان پر بیٹھے تو اس کا آدھا جسم نیچے ہو جاتا ہے۔ جانماز استاد کی جگہ ہوتی تھی۔" [۶۶]

یہ مدرسہ احمدیہ جیسی عظیم الشان درس گاہ کی ابتداء تھی جس نے آئندہ چل کر خدا کے فضل اور امام وقت کی روحانی توجہ کی بدولت برصغیر ہندو پاکستان میں بڑے بڑے مقتدر علماء پیدا کئے جنہوں نے اکناف عالم میں اشاعت اسلام کی خدمات سرانجام دیں اور اب بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ [۶۷]

اخبار "وطن" کی ایک تحریک اور اس کا انجام

۱۹۰۵ء کے آخر میں اخبار "وطن" کے ایڈیٹر مولوی انشاء اللہ خاں (۱۸۶۸۔ ۱۹۲۸) نے "ریویو آف ریلیجنز" کی مقبولیت اور عالمگیر اثر دیکھ کر اپنی کسی خارجی مصلحت کے مدنظر تحریک کی کہ اگر آئندہ اس رسالہ میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے مشن کا ذکر نہ ہو تو وہ مسلمانوں کو بھی اس کے بذریعہ اخبار اعانت کی طرف توجہ دلائیں گے [۶۸] اور خود بھی اس کی اشاعت کے لئے دس روپیہ ماہوار ادا کرتے رہیں گے۔ [۶۹] مولوی انشاء اللہ خاں کی اس تحریک پر خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو کے اتفاق رائے سے ان کو اطلاع دی کہ "آپ سے اور آپ کے ہم رائے

دوستوں سے اس حد تک تو متفق ہوں کہ "ریویو آف ریلیجنز کو بلالحاظ فرقہ شائع کیا جائے اور کل مسلمان جو احمدی یا غیر احمدی ہوں اسے اپنا آرگن سمجھ کر اشاعت دین اسلام میں کوشش کریں۔ ایڈیٹر اور دیگر مدیران رسالہ ہذا کا فرض ہو گا کہ آئندہ اس کے صفحات کو خاص دعاوی حضرت مرزا صاحب سے خالی رکھیں۔" انہوں نے ساتھ ہی یہ تجویز کی کہ "ریویو آف ریلجنز" کے علاوہ ایک ضمیمہ شائع کیا جاوے جو الگ سرورق کے ساتھ شائع ہو۔ اس کی قیمت بھی الگ ہو۔ اس میں جو مضامین احمدیہ مذاق کے مطابق ہوں۔ وہ شائع ہوا کریں۔ یہ ضمیمہ صرف احمدی احباب کے لئے شائع ہو گا یا جو خود دعاوی حضرت مرزا صاحب سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں۔ [۵۰] خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم خیال اصحاب کی یہ تجویز جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچی تو حضورؑ نے اسے اس بناء پر رد کر دیا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے۔ [۵۱] علاوہ ازیں یہ خط و کتابت جب الحکم میں شائع ہو کر جماعت کے سامنے آئی تو جماعت نے بھی اپنے ایمان و اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے خلاف زبردست آواز بلند کی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مرکزی اخبار میں مرکزی کارکنوں کی طرف سے غلط قدم دیکھ کر جماعت کی طرف سے منظم رنگ میں زبردست صدائے احتجاج بلند کی گئی [۵۲] بلکہ حضرت اقدسؑ کے مخلص مرید حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورنے ۲۸/ فروری ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں باقاعدہ اس کے خلاف ایک اپیل بھجوائی جس میں عرض کیا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ کے رسول کے خیالات اور تعلیم اور وہ کلام ربانی جو اس رسول پر نازل ہوتا ہے کو چھوڑ دیں گے تو وہ اور کون سی باتیں ہیں جن کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اسلام کوئی دوسری چیز ہے جو اس رسول سے علیحدہ ہو کر بھی مل سکتا ہے۔ کیا احمد سے علیحدہ ہو کر محمد ﷺ کا راستہ مل سکتا ہے... پھر کیا ایسا معاہدہ کرنے والے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانا چاہتے ہیں یا منشی انشاء اللہ خاں کے دو سو خریدار بہم پہنچانے پر ریجھ گئے ہیں؟ کیا اس خدائی سلسلہ کی اشاعت انشاء اللہ خاں کی امداد پر منحصر ہے۔ ریویو پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ یہ ترقی اور مقبولیت مولوی انشاء اللہ خاں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ ہی سب کچھ کر رہا ہے۔ اور حضورؑ کی دعائیں ہیں اور بس۔ ریویو صرف اس واسطے ہے کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیوں کے بناوٹی خدا کو انسان بنادے جس نے بالا خر وفات پائی۔ کیا یہ عقیدہ ظاہر کرنے کے واسطے ان کے پاس کوئی اور راہ ہے جب کہ وہ مسیح موعودؑ کی پاک تعلیم کو ریویو سے علیحدہ کرلیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر منشی انشاء اللہ خاں کے بہم پہنچائے ہوئے خریدار قائم رہ جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ کیا ریویو کے مضامین کی مقبولیت اور قابل تعریف ہونا جناب ایڈیٹر صاحب و مینجر صاحب نے اپنی ذات

تک ہی محدود سمجھ لیا ہے۔ اگر ان کا ایسا خیال ہے تو غلط ہے اور بالکل غلط ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ حضورؑ ہی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ یوں ان کو اختیار ہے کہ وہ علیحدہ رسالہ جاری کر دیں۔ لیکن وہ بھی دوسرے اسلامی رسالوں کی طرح بے مغز اور بے برکت ہو گا.... خدا کے لئے مینجر صاحب ریویو کو حکم دے دیویں کہ وہ اپنے ان خیالات کو چھوڑ دیں ورنہ جو رسالہ یا کتاب یا اخبار ہمارے سردار حضرت مسیح موعود کے ذکر اور تعلیم سے خالی ہے وہ ہمارا نہیں۔" ۵۳

مولوی انشاء اللہ خان کی مخالفت

مولوی انشاء اللہ خان نے جب اپنی تجویز کا یہ حشر دیکھا کہ جماعت کا کوئی مخلص فرد ان کی تحریک پر رضامند ہونے کے لئے تیار نہیں تو انہوں نے جماعت احمدیہ پر تنگ ظرفی کا الزام دے کر مخالفت شروع کر دی اور اخبار میں لکھا کہ ان کی تحریک کے باعث بہت سے لوگوں نے ریویو کی اعانت کے چندے قادیان بھیج دیئے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ گویا چندوں کی بھاری رقوم تھیں جو ہضم کر لی گئیں۔ حالانکہ اصل واقعہ تھا کہ اخبار "وطن" کی تحریک پر چندہ دینے والے صرف چار اصحاب تھے جن میں سے دو تو احمدی تھے۔ تیسرے شخص منشی امام بخش صاحب تھے جنہوں نے جواباً لکھا کہ "میں نے جو چندہ دیا وہ حب اسلام کی خاطر تھا اور میں ہرگز اس کو واپس لینے پر آمادہ نہیں بلکہ اس کو باعث شرم سمجھتا ہوں۔" چوتھے کو لکھا گیا کہ چندہ واپس لے لیں مگر اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ۵۴

مولوی انشاء اللہ خاں پر فتویٰ کفر

مولوی انشاء اللہ خان کی تحریک اور مخالفت دونوں دراصل محض ذاتی مصالح کی بناء پر تھیں۔ خدمت اسلام کا جذبہ اس میں کار فرما نہیں تھا۔ وہ خالص دنیادار آدمی تھے اور دین کے نام پر دنیا کمانے کے فن میں ماہر۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب اخبار "الحکم" نے مولوی انشاء اللہ خاں کے صلح پسند مسلمان اور ہمدرد اسلام ہونے کی قلعی کھولنے کے لئے ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۶ء کو ایک کھلی چٹھی میں یہ راز کھولا کہ مولوی انشاء اللہ خاں اپنے تئیں تبلیغ اسلام کے شیدائی اور مسلمانوں کے حامی بتا کر اشاعت کفر کر رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ وہ اسلام کے بدترین مخالف پادریوں مثلاً میور اور ٹسڈل وغیرہ کی دل آزار کتابوں کی محض روپیہ کے لالچ میں اصل قیمت سے بھی زیادہ قیمت پر فروخت کر کے کفر و الحاد کو ملک میں پھیلا رہے ہیں۔ ۵۵ مولوی انشاء اللہ خاں کی اس نازیبا حرکت کے واضح ہونے پر روزنامہ "پیسہ اخبار" (۱۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء) اور اخبار "زمیندار" (یکم اکتوبر و ۶/ اکتوبر ۱۹۰۶ء) نے مولوی انشاء اللہ خاں پر سخت تنقید کی۔ ۵۶ اس کے چند دن بعد الٰہ آباد کے نامی علماء محمد بشیر صاحب، سید محمد عبدالسلام صاحب، سید محمد صاحب، عبدالوہاب صاحب، ابو محمد عبدالحق صاحب اور تلطف حسین صاحب نے

صریح طور پر ایڈیٹر "وطن" پر کافر، ضال و مضل اور دشمن اسلام ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ [57]

ایڈیٹر "وطن" کا رجوع

۱۹۰۶ء میں ایڈیٹر "وطن" نے ریویو کے متعلق معاہدہ کی تنسیخ کو تنگ دلی پر محمول کیا تھا مگر ۱۹۱۲ء میں انہوں نے اپنے اس خیال سے رجوع کر لیا۔ بات یہ ہوئی کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کی کوششوں کو تیز تر کرنے کی خاطر نظارت المعارف القرآنیہ دہلی نے ووکنگ مشن کی اعانت کے لئے دو مسلمان واعظ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا جس پر ایڈیٹر "وطن" نے لکھا۔

"ضرور غیر احمدی واعظوں کا احمدی واعظ و مناد کے ساتھ مل کر کام کرنا منتج خرابی ہوگا اور جو کچھ اس کام پر سرمایہ لگایا جا رہا ہے وہ سب ضائع ہو جائے گا..... نظارت المعارف القرآنیہ دہلی اپنے واعظوں کو کسی اور ملک میں بھیجے یا وہ ملک کے اندر ہی کروڑہا جاہل اور دین و دیانت سے غافل لوگوں کا سدھار کرے تو اچھا ہے۔" [58]

حواشی

۱۔ بدر ۱۴/ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۱' الحکم ۱۰/ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۴ پر یہ الہام ان الفاظ میں شائع ہوا "دو شہتیر ٹوٹ جائیں گے"
۲۔ بدر ۱۷/ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲
۳۔ الفضل ۱۸/ دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵ کالم ۳ اور رسالہ "جامعہ احمدیہ" سالنامہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۳
۴۔ بدر ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۳
۵۔ الفضل ۱۸/ دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵ کالم ۳ اور رسالہ "جامعہ احمدیہ" سالنامہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۳
۶۔ رسالہ "اصحاب احمدیہ" جلد اول صفحہ ۲۔۳' رسالہ "جامعہ احمدیہ" (سالنامہ ۱۹۳۰ء)
۷۔ تاریخ احمدیت حصہ دوم میں ۱۸۹۳ء سن ہجرت لکھا گیا تھا مگر بعد میں خود حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا ۱۶/ جولائی ۱۹۰۳ء کا ایک عدالتی بیان ملا ہے جس میں انہوں نے اپنی مستقل ہجرت کا زمانہ ستمبر ۱۸۹۸ء بتایا۔ اس بیان میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے قبل بھی میں قادیان میں آیا کرتا تھا اور بسا اوقات سات آٹھ مہینے تک بھی رہتا تھا (ملاحظہ ہو نقل مسل مقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم دین)
۸۔ سیرت المہدی طبع دوم صفحہ ۲۸۹
۹۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۴۷
۱۰۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کے اس عاشقانہ رنگ کی ایک عجیب مثال مکرم فضل دین صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ نے مؤلف ہذا سے یہ بیان کی کہ ان کے والد حضرت میاں فیروز الدین صاحب (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۵۴ء) ساکن شہر سیالکوٹ نے ان کو بتایا کہ میاں نظام الدین صاحب آف سیالکوٹ نے ان سے ذکر کیا کہ قریباً ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ مسجد مبارک سے متصل کمرہ میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ سیدنا محمود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سامنے سے گزرے۔ میں نے عرض کیا کہ صاحبزادہ کہاں پڑھتے ہیں۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے بیساختہ جواب دیا جہاں ان کے والد پڑھتے ہیں۔ (یعنی آسمانی آقا کی درس گاہ میں)
۱۱۔ بدر ۱۲/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ کالم ۱' الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۱۔۳
۱۲۔ الحکم ۳۱/ اگست ۱۹۰۵ء و الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۴
۱۳۔ الحکم ۲۴/ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۳ نیز ۳۱/ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۱
۱۴۔ مخزن حکمت مؤلفہ ڈاکٹر حکیم شمس الاطباء غلام جیلانی صاحب زیر لفظ شب چراغ
۱۵۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۱۔۲
۱۶۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۲
۱۷۔ الحکم ۱۰۔ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۱
۱۸۔ تتمہ "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۲۶
۱۹۔ بدر ۷/ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲
۲۰۔ الحکم ۱۰/ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲
۲۱۔ الحکم ۳۱/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۴
۲۲۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۱
۲۳۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۴
۲۴۔ الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۲۔۳
۲۵۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ کالم ۱

۲۶۔ سیرۃ المہدی جلد اول (طبع اول) صفحہ ۲۸۸
۲۷۔ الفضل یکم جون ۱۹۳۳ء صفحہ ۶
۲۸۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۴۔۵
۲۹۔ سیرۃ المہدی (طبع دوم) صفحہ ۲۸۸
۳۰۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "آئینہ کمالات اسلام" میں آپ کے نام ۳۹ نمبر پر اور ضمیمہ "انجام آتھم" میں ۸۴ نمبر پر درج فرمایا ہے۔
۳۱۔ الفضل ۱۷/ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵۔۶
۳۲۔ غیر مطبوعہ سوانح مولانا برہان الدین صاحبؓ از مولوی عبد المغنی صاحبؓ امیر جماعت جہلم خلف الرشید مولوی برہان الدین صاحبؓ سے ماخوذ
۳۳۔ غیر مطبوعہ سوانح مولانا برہان الدین صاحبؓ از مولوی عبد المغنی صاحبؓ امیر جماعت جہلم خلف الرشید مولوی برہان الدین صاحبؓ سے ماخوذ (یہ سوانح ماہنامہ "انصار اللہ" اگست ستمبر ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے)
۳۴۔ الحکم ۱۷/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ کالم ۳۔۴
۳۵۔ البدر یکم/ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۵۲ کالم ۲
۳۶۔ بدر ۸/ دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم ۲۔۳
۳۷۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ صفحہ ۶۲
۳۸۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم ۳ صفحہ ۶۲۔۶۳ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ
۳۹۔ الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۶۵ کالم ۴
۴۰۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱
۴۱۔ بدر ۱۲/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ کالم ۳' حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے مکتب میں ہمیشہ پانچ دس طلباء کی کلاس آپ سے دینیات کی تحصیل کرتی رہتی تھی جو اس شاخ کے علاوہ تھی چنانچہ ۱۹۰۵ء کے بعض طلبہ یہ تھے۔ مولوی غلام نبی صاحب' حافظ روشن علی صاحبؓ' میاں غلام محمد صاحب کشمیری' ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب' سید عبد الحی عرب صاحب' عبد الرحمٰن صاحب واتوی' محمد جی صاحب ہزاروی' محمد شاہ صاحب' ابو سعید عرب صاحب' محمد یار صاحب۔ (بدر ۱۲/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ کالم ۳)
۴۲۔ الحکم ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔۲
۴۳۔ رسالہ "تعلیم الاسلام" جلد ا صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱
۴۴۔ رسالہ "تعلیم الاسلام" جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و الفضل ۲۶/ جنوری ۱۹۳۳ء صفحہ ۹ کالم ۱۔۲
۴۵۔ رسالہ "تعلیم الاسلام" جلد اول نمبر ۵ صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲' جلد دوم صفحہ ۳۲۲
۴۶۔ الفضل ۲۲/ دسمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۶ کالم ۱۔۲
۴۷۔ خلافت اولیٰ میں چونکہ اس درس گاہ کو مستقل ادارہ کی حیثیت حاصل ہوئی اس لئے اس کے مفصل کوائف کا تذکرہ بھی خلافت اولیٰ کے حالات میں کیا جا رہا ہے' انشاء اللہ تعالیٰ۔
۴۸۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۲
۴۹۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۲
۵۰۔ الحکم ۲۴/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۲۔۳
۵۱۔ الفضل ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۱ کالم ۲
۵۲۔ الحکم ۱۷/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲' ۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء کالم ۲ و ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۹ ک ۱۔۲
۵۳۔ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ کالم ۳۔۴

۵۴۔ ریویو آف ریلیجنز اردو۔ نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴۳۹

۵۵۔ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸

۵۶۔ الحکم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۱۔۲

۵۷۔ الحکم ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۹۔۱۰

۵۸۔ بحوالہ الفضل ۱۱/ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۳ کالم ۳

آخری سفر دہلی

لدھیانہ اور امرتسر میں پبلک لیکچر

سفر دہلی اور لدھیانہ اور امرتسر میں پبلک لیکچر

حضرت میر ناصر صاحب دہلی سے ہجرت کر کے قادیان آچکے تھے اور برسوں سے کوئی تقریب ایسی پیدا نہ ہو سکی تھی کہ حضرت ام المومنین اپنے عزیز و اقارب سے مل سکیں۔ حضورؑ نے کئی بار سفر کا ارادہ بھی کیا مگر اسے ملتوی کر دینا پڑا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی وفات کے بعد حضورؑ نے دوبارہ سفر دہلی کا فیصلہ فرمایا جس کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ ان دنوں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن بھی دہلی کے ڈفرن ہسپتال میں متعین تھے۔ [1] ۲۱/ اکتوبر کی رات حضورؑ نے رؤیا میں دیکھا کہ "دہلی گئے ہیں تو تمام دروازے بند ہیں۔" پھر دیکھا کہ ان پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی شخص کچھ تکلیف دینے والی چیز میرے کان میں ڈالتا ہے۔ میں نے کہا تم مجھے دکھ کیا دیتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ دکھ دیا گیا ہے۔ [2]

روانگی حضورؑ پروگرام کے مطابق ۲۲/ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان سے روانہ ہوئے [3] حضورؑ کے اہل بیت اور خادمات کے علاوہ مندرجہ ذیل خدام کو آپ کے ہم سفر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (۱) مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی (۲) سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مالک ساجن کوٹھی مدراس (۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن شاہ پور (۴) مولوی عبد الرحیم صاحب میرٹھی (۵) مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر (۶) خلیفہ رجب الدین صاحب لاہوری (۷) شیخ غلام احمد صاحب نو مسلم (۸) بابو نور الدین صاحب کلرک ڈاک خانہ (۹) شیخ حامد علی صاحب (۱۰) شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم۔ مخلصین حضورؑ کی مشایعت میں دور تک ساتھ آئے۔ اور بعض طالب علم تو حضرت اقدس کی سواری کے ساتھ ساتھ بٹالہ تک دوڑتے چلے گئے۔

بٹالہ اسٹیشن حضرت اقدسؑ کی روانگی کی خبر کسی طرح سیکھواں بھی پہنچ گئی تھی اور وہاں سے میاں جمال دین صاحب اور منشی عبد العزیز صاحب پٹواری بھی شرف زیارت کے لئے آگئے۔ حضرت اقدسؑ دس بجے کے بعد بٹالہ پہنچے۔ [4] یہاں حضورؑ اور دیگر احباب نے کھانا کھایا اور

مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی کی اقتداء میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع و قصر کر کے پڑھیں۔

بٹالہ سے امرتسر بٹالہ سے گاڑی ایک بج کر ۳۵ منٹ پر روانہ ہوئی۔ روانگی سے پہلے صرف دہلی روانگی کا تار دیا گیا کیوں کہ کچھ عرصہ قبل جب کہ احباب کو حضورؑ کے سفر دہلی کی اطلاع ملی پھگواڑہ' پھلور' لدھیانہ کے اسٹیشنوں پر کئی کئی دن تک خدام' حاضر رہے اور آخر انتظار کے بعد بنگہ ضلع جالندھر کی جماعت قادیان میں آ پہنچی تھی۔ حضرت اقدسؑ نے اسی بناء پر کسی اور جگہ اطلاع دینے کی اجازت نہ دی۔ گاڑی بٹالہ سے امرتسر پہنچی۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کپورتھلہ سے منشی ظفر احمد صاحب اور منشی اروڑا خاں صاحب اور ڈاکٹر فیض قادر صاحب حاضر ہوئے۔ جماعت امرتسر کے مخلص فرد ڈاکٹر عباد اللہ صاحب کو خبر ہوئی۔ وہ دوڑے ہوئے اسٹیشن پہنچے اور حضورؑ کی خدمت میں جماعت امرتسر کی طرف سے کھانے کی درخواست کی جسے حضورؑ نے قبول فرما لیا اور وہ نماز مغرب کے وقت پر تکلف کھانا تیار کر کے لے آئے۔

دہلی کو روانگی رات کے نو بجے کے قریب گاڑی امرتسر اسٹیشن سے دہلی کو روانہ ہوئی [۵] اور مختلف منازل طے کرتی ہوئی بالاخر دوسرے روز (۲۳/ اکتوبر کو) قریباً تین بجے بعد دوپہر دہلی پہنچی۔ [۶]

دہلی میں ورود دہلی میں اس وقت میر قاسم علی صاحب' ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی اور دیگر چند احمدی تھے جنہوں نے اگرچہ الف خاں سیاہی والے کا مکان (واقع چتلی قبر متصل مسجد سید رفاعی صاحب) کرایہ پر پہلے سے لے لیا تھا۔ [۷] مگر چونکہ ان کو بٹالہ سے روانگی کے وقت کا تار نہیں مل سکا تھا اس لئے اسٹیشن پر کوئی صاحب استقبال کے لئے بھی موجود نہ تھے۔ مزید یہ کہ حضورؑ کی تشریف آوری سے قبل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ)' حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب تو دہلی سے پہلی ٹرین سے واپس قادیان کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ امرتسر اسٹیشن پر ان کو پتہ چلا کہ حضرت اقدسؑ تو دہلی تشریف لے گئے ہیں چنانچہ وہ اگلی گاڑی سے دہلی واپس آئے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دہلی اسٹیشن پر قدم رکھا تو خاندان یا جماعت کے افراد میں سے کوئی موجود نہ تھا جس پر باقی ہمراہی تو بہت حیران ہوئے مگر حضورؑ کو کچھ بھی ملال نہ ہوا اور آپؑ پلیٹ فارم پر اپنے اہل بیت کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ پھر آہستہ آہستہ شہر کو چل پڑے تھوڑی دور گئے تھے کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب گوڑیانوی بھی آ ملے۔ جب الف خاں سیاہی والے کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ سب ہی دروازے بند ہیں۔ مکان بالکل خالی پڑا تھا مگر ڈاکٹر صاحب نے پوری مستعدی سے تمام ضروری اشیاء کا انتظام کر دیا۔

بزرگانِ امت کے قبور کی زیارت

دوسرے روز صبح مفتی صاحبؓ نے بعض احباب کی خواہش پر سیر دہلی کی اجازت چاہی تو حضورؑ نے فرمایا لہو و لعب کے طور پر پھرنا درست نہیں یہ فضول بات ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں یہاں اکثر اولیاء اللہ اور اکابر امت کے مزار ہیں ان پر جانے کا ہمارا بھی ارادہ ہے وہاں ہو آئیں۔ ایک فہرست ان مزاروں کی تیار کر لی جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے نام لکھوائے گئے۔ (۱) خواجہ باقی باللہ صاحبؒ (۱۵۲۴ء۔ ۱۵۶۴ء) (۲) خواجہ میر درد صاحبؒ (وفات ۱۷۸۵ء) (۳) شاہ ولی اللہ صاحبؒ (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۳ء) (۴) خواجہ نظام الدین اولیاء صاحبؒ (۱۲۳۸ء۔ ۱۳۲۵ء) (۵) جناب خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکیؒ (وفات ۱۲۳۵ء) (۶) مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (وفات ۱۳۵۶ء) فہرست تیار ہونے پر گاڑیاں منگوائی گئیں اور حضرت اقدسؑ اپنے بعض خدام کے ساتھ جن میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بھی تھے روانہ ہوئے۔ راستہ میں فرمایا۔ قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے سنت ہے۔ یہ ثواب کا کام ہے اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آ جاتا ہے اور اس سے اس کے دل پر عمدہ اثر پڑتا ہے۔ انسان اس دنیا میں ایک مسافر ہے آج زمین پر ہے تو کل زمین کے نیچے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان قبر پر جاوے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ انسان قبر پر جا کر اہل قبر کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا کرے۔ درود شریف بھی ایک دعا ہے۔ حضورؑ کچھ وقت کے بعد قبرستان تک پہنچ گئے۔ [۸] وہاں بہت سی قبریں ایک دوسری کے قریب قریب اور اکثر زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ حضرت اقدسؑ نہایت احتیاط سے ان قبروں کے درمیان سے چلتے تھے۔ حضرت باقی باللہؒ کے مزار پر پہنچ کر حضورؑ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا کی۔ دعا کے بعد مفتی محمد صادق صاحبؓ نے عرض کیا کہ قبر پر کیا دعا کرنی چاہئے۔ فرمایا صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہئے اور اپنے واسطے بھی خدا سے دعا کرنی چاہئے۔ انسان ہر وقت دعا کرنے کا محتاج ہے۔ قبر کے سرہانے کی طرف خواجہ صاحب کے متعلق ایک نظم لکھی تھی جو حضورؑ کی ہدایت پر مفتی صاحب نے نقل کر لی۔ حضرت اقدسؑ نے اس موقعہ پر فرمایا خواجہ باقی باللہؒ بڑے مشائخ میں سے تھے۔ شیخ احمد سرہندیؒ کے پیر تھے۔ نیز فرمایا۔ خواجہ باقی باللہ صاحبؒ کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے بھی کم عمر پائی تھی۔ [۹] الغرض حضورؑ خواجہ صاحبؒ کے مزار پر دعا کر کے واپس اپنی فرودگاہ پر تشریف لے آئے۔

اگلے دن ۲۵/ اکتوبر کو حضورؑ کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی اس لئے باہر تشریف نہ لے گئے۔ ۲۶/

اکتوبر کو حضورؑ خواجہ میر دردؒ کے مزار پر جماعت کو ساتھ لے گئے اور لمبی دعا کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؒ اور آپ کے والد حضرت شاہ عبد الرحیمؒ (۱۶۴۴ء۔ ۱۷۱۹ء) کے مزار پر گئے اور بہت دیر تک دعا میں مصروف رہے۔ ۲۹/ اکتوبر کو شاہ نظام الدین صاحب محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ [10] اس وقت وہاں کے سجادہ نشینوں میں سے صاحبزادہ سید غلام معین الدین نظامی کے علاوہ خواجہ حسن نظامی صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے نہایت محبت و خلوص سے تمام مقامات دکھائے اور ہر مقام کے تاریخی حالات عرض کئے اور اپنے خاص حجرے میں بھی حضرت اقدسؑ اور خدام کو لے گئے اور ایک کتاب بنام "شواہد نظامی" پیش کی بلکہ حضورؑ کے وہاں تشریف لے جانے سے پیشتر مکان پر آکر یہ بھی عرض کی۔ آپ جب وہاں آئیں تو اپنے اصحاب کے ساتھ میری دعوت قبول فرمائیں (خواجہ صاحب حضورؑ کی دہلی سے روانگی کے وقت پر بھی اسٹیشن پر موجود تھے) حضرت اقدسؑ نے شاہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ اور امیر خسروؒ (۱۲۵۳۔ ۱۳۲۵ء) کے مزار پر فاتحہ پڑھا۔ [11]

حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی آمد کا ایمان افروز واقعہ

اسی روز حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ قادیان سے دہلی پہنچے۔ حضورؑ کو نقرس کی تکلیف ہو گئی تھی اس لئے ان کو تار دیا گیا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ آپ کے سفر دہلی کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو تار دلوائی کہ فوراً دلی پہنچ جائیں۔ تار لکھنے والے نے تار میں امیجی ایٹ (Immediate) یعنی بلا توقف کے الفاظ لکھ دئے۔ حضرت خلیفہ اول کو جب یہ تار پہنچی تو اس وقت آپ اپنے مطب میں تشریف رکھتے تھے۔ تار کے ملتے ہی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ حضرت صاحبؑ نے بلا توقف بلایا ہے میں جاتا ہوں اور گھر میں قدم تک رکھنے کے بغیر سیدھے اڈہ خانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ اس وقت نہ جیب میں خرچ تھا اور نہ ساتھ کوئی بستر وغیرہ۔ گھر والوں کو اطلاع ملی تو پیچھے سے ایک کمبل تو کسی شخص کے ہاتھ بھجوا دیا مگر خرچ کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور شاید اس وقت گھر میں کوئی رقم ہو گی بھی نہیں۔ اڈہ خانہ پہنچ کر حضرت خلیفہ اول نے یکہ لیا اور بٹالہ پہنچ گئے مگر ٹکٹ خریدنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ چونکہ گاڑی میں کچھ وقت تھا آپ خدا پر توکل کرکے اسٹیشن پر ٹہلنے لگ گئے۔ اتنے میں غالباً ایک ہندو رئیس آیا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر عرض کی کہ میری بیوی بہت بیمار ہے آپ تکلیف فرما کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور اسے میرے گھر پر دیکھ آئیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو امام کے حکم پر دلی جا رہا

ہوں اور گاڑی کا وقت ہونے والا ہے میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ اس نے بمنت عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو یہیں سٹیشن پر لے آتا ہوں آپ اسے یہیں دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا اگر یہاں لے آؤ اور گاڑی میں کچھ وقت ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو سٹیشن پر لایا اور آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ یہ ہندو رئیس چپکے سے گیا اور دلی کا ٹکٹ لا کر حضرت خلیفہ اول کے حوالہ کیا اور ساتھ ہی معقول نقدی بھی پیش کی۔" ۱۳

بعض علماء کا حضورؑ کی مجلس میں آنا

دہلی میں قیام کے دوران میں بعض علماء بھی حضورؑ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۵ء بعد نماز ظہر ایک صاحب عبد الحق صاحب چند طالب علموں کے ساتھ آئے۔ چند اور بھی دہلی والے آموجود ہوئے۔ عبد الحق صاحب نے اپنی تشفی کے لئے سوال کیا کہ کیا آپ خود مسیح اور مہدی ہونے کے مدعی ہیں؟ حضورؑ نے اس کا بڑا لطیف جواب دیا اور ان کو توجہ دلائی کہ اس وقت عیسائیت اسلام کو کھا رہی ہے۔ آیا عیسوی مذہب کی بیخ و بن اس سے اکھڑ سکتی ہے کہ ہم عیسائیوں کی طرح حضرت مسیحؑ کو آسمان پر تسلیم کریں یا اس طرح کہ ہم عیسائیوں کے سامنے ثابت کر دیں کہ جس شخص کو تم اپنا معبود مانتے ہو وہ دوسرے انبیاء کی طرح مدفون ہے اور اس کی قبر بھی موجود ہے۔ اس بات کا عبد الحق صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر حضورؑ کے ہاتھ چوم لئے اور کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ اپنا کام کئے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب ہوں گے۔ ۱۴

اگلے روز (۲۵/ اکتوبر کو) ایک اور مولوی صاحب آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ آپ نے اپنا فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ حضورؑ نے اس سوال کے جواب میں مفصل تقریر فرمائی اور بتایا کہ "جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد ﷺ کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد آنحضرت ﷺ کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔ بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔ آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔ خدا کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔" ۱۵

۲۱/ اکتوبر کو حضرت اقدسؑ نے ایک لمبی تقریر فرمائی۔ چند مولویوں نے تقریر کے بعد حضرت اقدسؑ سے ایک تحریر لکھوائی کہ حضورؑ کیوں مسیحؑ کی وفات کے قائل ہیں؟ ۱۶-۱۷

دہلی میں خدام کی آمد حضورؑ کے سفر دہلی کی خبر سن کر لاہور' مظفر نگر' میرٹھ' گڑھی پختہ (ضلع مظفر گڑھ یوپی) پٹیالہ' انبالہ' لدھیانہ' اٹاوہ' امروہہ' شاہ آباد ضلع ہردوئی' بلب گڑھ ضلع دہلی' لارنس پور' رعیہ ضلع سیالکوٹ اور بعض دیگر مقامات کے بہت سے خدام پہنچ گئے۔ لدھیانہ سے مولوی عبدالقادر صاحب بطور نمائندہ آئے اور درخواست کی کہ حضورؑ واپسی پر لدھیانہ بھی قیام فرماویں جسے حضورؑ نے منظور فرمالیا۔ جماعت پٹیالہ کی طرف سے منشی عبدالغنی صاحب آفیسر فراش خانہ نے بھی پٹیالہ میں قیام کی درخواست کی۔ [۱۸]

حیرت صاحب کا بیہودہ چیلنج یکم نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا حیرت صاحب دہلوی نے "کرزن گزٹ" میں حضرت اقدسؑ کے خلاف سخت زہر اگلا اور مناظرہ کا چیلنج بھی دیا۔ حضرت اقدسؑ نے ان کی گزشتہ آزاد اسلامی اور نمائشی طبیعت کو دیکھ کر اعراض ہی مناسب سمجھا۔ البتہ جماعت دہلی کی طرف سے اشتہار دیا گیا کہ مرزا حیرت صاحب محض ایک اخبار نویس ہیں لہذا ان کے ساتھ "حیات و وفات مسیح" کے موضوع پر ایڈیٹر اخبار الحکم و بدر مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔ مرزا حیرت صاحب نے جوابی اشتہار دیا کہ میں ایسی بحثوں کو بیکار سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیحؑ ایک بار نہیں سو بار فوت ہو جائیں۔ ہاں ایک شخص کو خواہ مخواہ عیسیٰ ابن مریم تسلیم کر لینا بحث طلب ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ "بحث طلب" معاملہ بھی جسے موضوع بحث بنانے کے لئے انہوں نے یہ اشتہار دیا تھا ان کی نگاہ میں اصولی نہیں تھا اور نہ چنداں اہمیت تھی۔ کیوں کہ وہ خود ہی ایک سال قبل ۲۳/ اپریل ۱۹۰۴ء کو اپنے اخبار "کرزن گزٹ" میں لکھ چکے تھے "جو جدید مسائل مرزا صاحب اب تک پیش کر چکے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں اس لئے کہ ہم ان مسائل کو بہت معمولی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کے حریفوں نے بہت سی ضخیم ضخیم کتابیں ان مسائل میں لکھ دی ہیں اور مرزا صاحب سے کئی سال تک ان کی بابت تو تو میں میں رہی مگر ہمارے خیال میں وہ باتیں ایسی نہیں ہیں جن کا ذکر بھی کیا جاوے۔ ہم نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے ان معاملات میں مرزا صاحب ہی کو ڈگری دیتے ہیں۔" [۱۹]

نیز لکھا۔ "تیسری بات یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں۔ اچھا ہم تسلیم کرتے ہیں آپ مثیل مسیح ہی سہی جب کہ حضور انور ﷺ کی مرحوم امت کا ہر فرد مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہے اور ہو سکتا ہے پھر اگر مرزا صاحب مثیل مسیح ہو گئے تو کیا غضب ہو گیا ہمیں اس کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔" [۲۰]

دہلی کے دروازے بند رہے دہلی میں حضورؑ کا کوئی پبلک لیکچر نہیں ہوا۔ ہاں عام تقریریں ضرور ہوئیں۔ ایک درجن کے قریب بیعتیں بھی ہوئیں۔
بھائی عبد الرحیم صاحب کا بیان ہے کہ "ایک شخص بیعت کے لئے آیا اور اس نے عرض کی کہ حضورؑ یہاں بیعت کرنا اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے اس لئے بیعت سے پہلے گھر جا کر اپنی بیوی سے فیصلہ کرلوں۔ وہ گھر گیا اور اس نے اپنی بیوی کے پاس ذکر کیا۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے ساتھ بیعت کرلوں گی۔ اس طرح ہر دو نے بیعت کی۔" [۲۱] دہلی میں احباب کے اصرار پر حضرت حکیم الامت نور الدین صاحبؓ کے لیکچر کی تجویز ہوئی۔ ۳/ نومبر کو اس کی اجازت کے لئے کوشش کی گئی مگر معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے اتوار تک لیکچر نہیں ہو سکتا۔ [۲۲] الغرض دہلی والوں نے اس موقع سے کوئی خاص فائدہ نہ اٹھایا اور جیسا کہ حضورؑ کو قبل از وقت بتا دیا گیا تھا دہلی کے دروازے مقفل ہی رہے۔

واپسی حضورؑ ۴/ نومبر ۱۹۰۵ء کی شام کو دہلی سے روانہ ہو کر ۵/ نومبر ۱۹۰۵ء کو ۱۱ بجے کے قریب لدھیانہ پہنچے۔ [۲۳]

لدھیانہ میں قیام اور لیکچر

دہلی کے برعکس لدھیانہ میں حضورؑ کی زیارت کے لئے اسٹیشن پر استقبال کرنے والے ہزاروں لوگ ہر طبقہ ہر عمر اور ہر مذاق کے موجود تھے۔ چنانچہ ایک مقامی اخبار نے لکھا کہ ایک میلہ لگا ہوا تھا اور پولیس والے بھی عاجز آگئے۔ حضورؑ انور ایک بڑی کوٹھی میں (جو سڑک کے کنارے واقع تھی) مقیم ہوئے۔ یہاں بھی لوگوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا تھا۔

گرد و نواح کے اضلاع سے بہت سے احمدی جمع ہو گئے۔ جماعت لدھیانہ نے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ مخالفین کی طرف سے سب و شتم سے بھرے ہوئے اشتہار شائع ہوئے جن کا جواب ایڈیٹر الحکم نے بذریعہ اشتہار دیا۔ اسی روز (۵/ نومبر کی شام کو) یہ تجویز ہوئی کہ حضرت اقدسؑ کا ایک پبلک لیکچر ہو۔ راتوں رات جماعت احمدیہ لدھیانہ نے پوری مستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ اشتہار چھپوا کر چسپاں کروائے اور علی الصبح تقسیم بھی کر دیا۔ وقت مقررہ پر ہزاروں لوگ متصل مکان آریہ سکول محاذ کمیٹی باغ کے احاطہ میں جہاں لیکچر قرار پایا تھا جمع ہو گئے۔ [۲۴]

حضرت اقدسؑ نے ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک اسلام کی خوبیوں اور سلسلہ احمدیہ حقہ کی صداقت پر ایک پر معارف تقریر فرمائی۔ [۲۵] حضورؑ کی تقریر کے آخری الفاظ یہ تھے۔
"میرے نشانات تھوڑے نہیں۔ ایک لاکھ سے زیادہ انسان میرے نشانوں پر گواہ ہیں اور زندہ ہیں۔

میرے انکار میں جلدی نہ کرو ورنہ مرنے کے بعد کیا جواب دو گے؟ یقیناً یاد رکھو خدا سر پر ہے اور وہ صادق کو صادق ٹھہراتا اور کاذب کو کاذب۔" [۲۶] حضورؑ کے لیکچر کے بعد مولوی عبدالصمد پٹیالوی نے ایک نظم حضورؑ کی تصدیق میں پڑھی۔ ازاں بعد مصری شاہ صاحب ساکن نواں شہر ضلع جالندھر نے اپنا یہ رؤیا حلفاً بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے حضرت مسیح موعودؑ کے مدارج کو سنا اور تصدیق فرمائی تھی۔ [۲۷]

امرتسر میں قیام اور لیکچر

حضرت اقدسؑ ۸/ نومبر کی صبح کو لدھیانہ سے روانہ ہوئے اور امرتسر تشریف لائے جہاں حضورؑ نے دو روز تک اس مکان میں قیام فرمایا جہاں ۱۸۹۳ء کے مباحثہ جنگ مقدس کے دوران ٹھہرے تھے۔ [۲۸] ۹/ نومبر کی صبح امرتسر میں بھی حضورؑ کی ایک تقریر ہونا قرار پائی۔ جماعت امرتسر نے اس لیکچر کے لئے اشتہار بھی دیا کہ عالی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ہماری درخواست پر ایک پبلک وعظ اسلام کے زندہ مذہب ہونے اور اس کے انوار و برکات کے بارے میں کرنا منظور فرما لیا ہے۔ چونکہ یہ جلسہ محض تبلیغ حق کی خاطر ہوگا اور اس سے کوئی غرض مباحثہ یا مناظرہ نہیں ہے اس لئے کسی شخص کو اس میں بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ [۲۹]

لیکچر کے لئے رائے کنھیا لال صاحب وکیل کا لیکچر ہال لیا گیا تھا۔ ۸ بجے کے بعد حضورؑ نے تقریر شروع فرمائی پہلے یہ بیان فرمایا کہ قریباً چودہ سال پہلے مجھ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور مولوی عبدالحق غزنوی نے میرے ساتھ مباہلہ کیا جس کے بعد خدا تعالیٰ نے میری بہت مدد فرمائی۔ تین لاکھ سے زیادہ آج میرے مرید ہیں اور کثرت سے مخلصین میرے ساتھ ہیں۔ مخالفوں کی زبردست کوششوں اور منصوبوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔ غرض پون گھنٹہ کے قریب حضورؑ نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضورؑ نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر شروع کرنا چاہا تو مخالفین نے (جن میں غزنوی گروہ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی پارٹی کے لوگ شامل تھے اور جو پہلے سے منصوبہ کر کے آئے تھے) ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ بعض نے تالیاں بجائیں' سیٹیاں ماریں اور فحش گالیاں دینا شروع کر دیں۔ امرتسر کے رؤساء نے کھڑے ہو کر بار بار ان کو سمجھایا مگر کسی نے ایک نہ سنی اور اس قدر شور برپا کیا کہ لیکچر بند کرنا پڑا۔ حضورؑ گاڑی میں سوار ہوئے تو ہر طرف سے پتھر اور اینٹیں برسانا شروع کر دیں۔ [۳۰] عین سنگ باری کے دوران میں ایک آدمی نے زور سے السلام علیکم کہا۔ حضورؑ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اس نے کہا میں نے وہ سلام پہنچایا ہے جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مہدی آئے تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔

حضورؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا الحمد اللہ کہ رسول کریمؐ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ پتھر بھی قوم نے برسائے اور السلام علیکم بھی پہنچ گیا۔ [۴۲۱]

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ کا چشم دید بیان

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ اہل امرتسر کچھ حاصل نہ کر سکے۔ لوگ لیکچر سننے کے لئے آئے۔ اپنے ساتھ اینٹیں' پتھر اور ٹوٹے ہوئے جوتے لائے۔ اور بڑے بڑے مولویوں کے سکھانے پر لوگ شور کرتے رہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام سفر میں تھے اس واسطے روزہ نہیں رکھا تھا۔ ابھی گھنٹہ بھر لیکچر نہ ہوا تھا کہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے ایک چائے کی پیالی پیش کی۔ جوں ہی حضور علیہ السلام نے اسے اٹھایا اور گھونٹ پیا تمام لوگوں نے شور ڈال دیا۔ بعض رئیسوں نے کہا کہ ہمارے شہر والو! دیکھو تم کیا نمونہ دکھلا رہے ہو یہ بہتر نہیں۔ مگر کون سنتا تھا اس طرح شور پڑتا رہا۔ آخر حضور علیہ السلام اٹھ کر ایک راستہ سے تشریف لے گئے اور کہلا بھیجا اب ہم ان کو کوئی لیکچر نہ سنائیں گے اس لئے تمام لوگ اس مکان سے نکال دیئے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی لائی گئی تاکہ حضور علیہ السلام اپنے ڈیرہ کو تشریف لے جائیں۔ لوگ دکانوں پر چڑھے ہوئے تھے سب کے ہاتھ میں اینٹ' پتھر اور پرانے جوتے تھے۔ جوں ہی حضور علیہ السلام بند گاڑی میں سوار ہوئے گاڑی پر پتھروں' اینٹوں' جوتوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ گاڑی نکل گئی اور جماعت احمدیہ کے تمام آدمی پیچھے رہے۔ راستہ میں بڑے سخت حملے ہوئے۔ چنانچہ ایک شخص نے لاٹھی سے بڑے زور سے گاڑی پر حملہ کیا۔ بابو غلام محمد صاحب ٹائم کیپر لاہوری جو کہ گاڑی کے پائدان پر کھڑے تھے فوراً آگے آ گئے۔ ان کو کسی قدر چوٹ لگی۔ مولوی محمد علی صاحب اپنا سوٹا لئے ہوئے پیچھے بھاگ رہے تھے لوگوں نے یہ سمجھا کہ کوئی مخالف مرزا صاحب پر حملہ کرنے کے لئے لاٹھی لے کر بھاگ رہا ہے اس لئے وہ بھی بچ گئے ورنہ نہ معلوم کیا ہوتا کیوں کہ وہ اکیلے تھے۔ تمام مخالف دکانوں پر چڑھے ہوئے اینٹیں' پتھر برسا رہے تھے اور جہاں سے گزرتے تھے وہ سب گاڑی کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ حضرت میاں محمود احمد صاحب (حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) فرماتے تھے کہ ہم گاڑی کی کھڑکی بند کرتے تھے ادھر اس پر پتھر پڑتا تھا اور پھر کھل جاتی تھی۔ الغرض گاڑی والا اینٹ کھاتا ہوا گاڑی کو بھگا کر لے گیا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب کو بھی ایک دو ٹوٹی ہوئی جوتیاں لگیں۔ حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ کے لڑکے کے سر پر بھی اینٹ لگی مگر یہ سب خفیف تھیں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے ناخن پر بھی ضرب آئی تھی مگر یہ سب ضربیں کچھ نہ تھیں۔۔ خیر یہ ایک سنت باقی تھی وہ بحمد اللہ پوری ہوئی اور کسی کو ضرب نہ آئی۔ لیکچر حضور علیہ السلام نے یہاں سے شروع فرمایا تھا۔ میں خدا تعالیٰ کا بڑا شکر کرتا ہوں۔ میں یہاں

چودہ سال کے بعد آیا ہوں۔ پہلے جب میں آیا تھا تو اتنے مرید تھے جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے اور اب میں چار لاکھ سے زیادہ مرید لے کر آیا ہوں۔ یہ وہ کامیابی ہے جو غزنوی کے مباہلہ کا انجام ہوا۔ الغرض نشان بیان کرتے کرتے طاعون کا ذکر فرما رہے تھے کہ لیکچر ختم ہوا۔ دہلی میں حضور علیہ السلام نے رؤیا میں سخت زلزلہ دیکھا جس کی تعبیر حضور علیہ السلام نے غم' رنج اور ہم فرمائی تھی۔ پھر دیکھا تھا کہ تالی (چابی) گم ہو گئی تھی۔ اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے ایک خط میں (جو مولوی محمد علی صاحب کے نام لکھا تھا) تحریر فرمایا تھا کہ خطرہ ہے کہ راستہ میں کوئی امر مکروہ پیش نہ آوے۔ یہ رؤیا بھی پوری ہوئی۔ [۴۲]

احباب امرتسر کی مہمان نوازی

امرتسر کی غریب جماعت نے حضورؑ اور حضورؑ کے خدام کی مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ حضورؑ کے لیکچر کی خبر سن کر اطراف سے بہت سے دوست امرتسر میں جمع ہو گئے تھے۔ جماعت امرتسر نے بھی نہایت ہمت' حوصلہ اور فراخ دلی کے ساتھ سب کی خدمت کی۔ کھانے' پینے اور رہائش گاہ کے انتظامات سب خاطر خواہ تھے۔ [۴۳]

قادیان کی طرف مراجعت

حضورؑ اسی روز امرتسر سے بٹالہ تشریف لے گئے اور دوسرے روز ۱۰/ نومبر کو بٹالہ سے ۸ بجے صبح روانہ ہو کر بخیر و عافیت ۱۲ بجے کے قریب دارالامان پہنچے۔ [۴۴]

مسلمانان عالم کے بین الاقوامی اتحاد کے لئے الہام

۲۰/ نومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ پر الہام نازل ہوا "اِنِّیْ مَعَکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ" سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو "عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ" [۴۵] اس مبشر الہام میں حضور کو بتایا گیا کہ مسلمانان عالم میں بین الاقوامی اتحاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ایک عظیم مقصد ہے جو حضورؑ کی جماعت کے ذریعہ سے بالآخر پوری شان و شوکت کے ساتھ پورا ہو کر رہے گا۔ انشاء اللہ۔ [۴۶ تا ۴۷]

حواشی

۱۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ ۲ و بدر ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲
۲۔ الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ او بدر ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ ۲
۳۔ بدر ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۴
۴۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ کالم ۳
۵۔ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵ کالم ۲
۶۔ الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم او بدر ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۳
۷۔ الحکم ۲۱/ ۱۴ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۱
۸۔ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ ۲' الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲
۹۔ بدر ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲
۱۰۔ الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲
۱۱۔ بدر ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۱
۱۲۔ جب حضرت اقدسؑ دہلی سے قادیان واپس آئے تو حضورؑ نے خواجہ حسن نظامی صاحب کے زبانی اصرار اور تحریری درخواست کے جواب میں (جو انہوں نے بعد کو بذریعہ ڈاک قادیان بھیجی تھی) مندرجہ ذیل تحریر بھجوائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبین وآلہ و اصحابہ و جمیع عبادۃ الصالحین امابعد شعبان المبارک ۱۳۲۳ھ میں مجھے جب دہلی جانے کا اتفاق ہوا تو مجھے ان صلحاء اور اولیاء الرحمٰن کے مزاروں کی زیارت کا شوق پیدا ہوا جو خاک میں سوئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب مجھے دہلی والوں سے محبت اور انس محسوس نہ ہوئی تو میرے دل نے اس بات کے لئے جوش مارا کہ وہ ارباب صدق و صفا اور عاشقان حضرت مولیٰ جو میری طرح اس زمین کے باشندوں سے بہت سا جور و جفا دیکھ کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے ان کی متبرک مزاروں کی زیارت سے اپنے دل کو خوش کر لوں۔ پس میں اسی نیت سے حضرت خواجہ شیخ نظام الدین ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرک پر گیا۔ اور ایسا ہی دوسرے چند مشائخ کی متبرک مزاروں پر بھی۔ خدا ہم سب کو اپنی رحمت سے معمور کرے۔ آمین ثم آمین"
الراقم عبداللہ الصمد غلام احمد المسیح الموعود من اللہ الاحد القادیانی ۱۲/ نومبر ۱۹۰۵ء (بدر ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۱)
۱۳۔ الفضل ۶/ دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۴۔ ۵
۱۴۔ بدر ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳
۱۵۔ بدر ۳/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳۔ ۴
۱۶۔ بدر ۳/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳۔ ۴
۱۷۔ تحریر کا متن بدر ۶/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ پر شائع ہوا۔
۱۸۔ الحکم ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ گڑھی پختہ ایک قصبہ ہے جو تحصیل کیرانہ ضلع مظفر نگر (یوپی) میں واقع ہے اور تھانہ بھون کے قریب ہے۔
۱۹۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ ۳
۲۰۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ ۳
۲۱۔ مکتوب بھائی عبدالرحیم صاحب مرقومہ آخر ۱۹۰۵ء (اصل خط قاضی محمد یوسفؓ صاحب پشاوری کے ریکارڈ میں ہے)
۲۲۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۱
۲۳۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۲

۲۴۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ و سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۷۲ (مفصل اشتہار کے لئے ملاحظہ ہو بدر ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲۔ ۳)

۲۵۔ بدر ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۲

۲۶۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۱۔ بدر ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۲

۲۸۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۳

۲۹۔ مفصل اشتہار کے لئے ملاحظہ ہو بدر ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ کالم ۳

۳۰۔ بدر ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ کالم ۲۔ ۳

۳۱۔ (روایت حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ) سیرۃ احمد صفحہ ۱۲ مرتبہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ

۳۲۔ خط حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب مرقومہ آخر ۱۹۰۵ء اصل قاضی محمد یوسف صاحبؓ ہوتی مردان کے ریکارڈ میں محفوظ ہے

۳۳۔ بدر ۱۵/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ کالم ۲

۳۴۔ از خط حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نیز الحکم ۱۷/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ کالم ۲

۳۵۔ بدر ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱

۳۶۔ حضرت اقدسؑ نے اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے انہی دنوں فرمایا۔ "یہ امر جو ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دین واحد۔ یہ ایک خاص قسم کا امر ہے۔ احکام اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی رنگ میں ہوتے ہیں جیسے نماز پڑھو' زکوٰۃ دو' خون نہ کرو وغیرہ اس قسم کے اوامر میں ایک پیشگوئی بھی ہوتی ہے کہ گویا بعض ایسے بھی ہوں گے جو اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ جیسے یہود کو کہا گیا کہ توریت کو محرف و مبدل نہ کرنا۔ یہ بتاتا ہے کہ بعض ان میں سے کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض یہ امر شرعی ہے اور یہ اصطلاح شریعت ہے۔ دوسرا امر کونی ہوتا ہے اور یہ احکام اور امر قضاء و قدر کے رنگ میں ہوتے ہیں جیسے قلنا یا نار کونی بردا و سلاما اور وہ پورے طور پر وقوع میں آگیا۔ اور یہ امر جو میرے اس الہام میں ہے یہ بھی اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانان روئے زمین علیٰ دین واحد جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے ہاں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان میں کوئی کسی قسم کا بھی اختلاف نہ رہے۔ اختلاف بھی رہے گا مگر وہ ایسا ہوگا جو قابل ذکر اور قابل لحاظ نہیں۔" (الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

۳۷۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب لکھتے ہیں۔ "جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جس کی زندگی کا ایک بڑا مقصد آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے جو چیز تحریر میں آچکے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا تھا۔" (ستارہ صبح ۸/ دسمبر ۱۹۱۶ء بحوالہ رسالہ "ظفر علی خاں کی گرفتاری" صفحہ ۵ مرتبہ حبیب الرحمٰن عرف خان کابلی احمد افغانی مطبوعہ ۲۷/ مارچ ۱۹۳۷ء)

قرب وصال سے متعلق الہامات

تحریک الوصیت کی بنیاد

اور

نظام خلافت کے قیام کی پیشگوئی

قرب وصال سے متعلق الہامات و رؤیا۔ "الوصیت" کی تصنیف و اشاعت اور نظام خلافت کے قیام کی پیش گوئی

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر فرمایا کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گزر رہا ہے۔ چنانچہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضورؑ نے رؤیا میں دیکھا کہ "ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفی اور مقطر پانی ہے۔" اس کے ساتھ ہی الہام ہوا "آب زندگی" [1] پھر الہام ہوا "خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی" [2] دسمبر ۱۹۰۵ء میں صاف بتایا گیا قرب اجلک المقدر (یعنی تیری اجل مقدر آگئی ہے) [3] بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔ [4]

دسمبر ۱۹۰۷ء میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مزید اس حادثہ کی تعیین میں یہ الہام ہوا "ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقی" [5]

"الوصیت" کی تصنیف

ان الٰہی خبروں کی بناء پر حضورؑ نے ۲۰/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو "الوصیت" کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں ان الہامات کا تذکرہ کر کے حضورؑ نے جماعت کو نہایت شفقت بھرے الفاظ میں اپنے اندر روحانی انقلاب برپا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کے ظہور کی خوش خبری دی چنانچہ لکھا۔ "یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی (خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے) اور غلبہ سے

مراد یہ ہے کہ جیساکہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کو دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول۔ خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کو ہاتھ دکھلاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیساکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جب کہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدے کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے بڑا ماتم برپا ہوا جیساکہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔ سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین

مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جاویں کیوں کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیوں کہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدے کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔" [۶]

دین واحد پر جمع کرنے کی وصیت

"الوصیت" میں حضورؑ نے جماعت کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ۔ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء' ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" [۷]

بہشتی مقبرہ کا قیام

آنحضرت ﷺ نے مسیح محمدی کے متعلق پیش گوئی فرمائی تھی "يُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِى الْجَنَّةِ" [۸] یعنی وہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کے جنت میں درجات کے بارے میں اطلاع دے گا۔ اس پیش گوئی میں مخبر صادق ﷺ نے نہایت لطیف پیرایہ میں ایک بہشتی مقبرہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا جو مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مقدر تھا۔ چنانچہ عین اس خبر کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ۱۸۹۸ء کے قریب ایک کشف ہوا جس کی تفصیل آپ کے الفاظ میں یہ تھی "مجھے ایک جگہ

دکھلادی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ [۹] ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔" [۱۰]

حضورؑ نے حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے نام ۶/ اگست ۱۸۹۸ء کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ۔

"میرے دل میں خیال ہے کہ اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص طور پر ایک قبرستان بنایا جائے جس طرح مدینہ میں بنایا گیا تھا۔ بقول شیخ سعدیؒ کہ "بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم" یہ بھی ایک وسیلہ مغفرت ہوتا ہے جس کو شریعت میں معتبر سمجھا گیا ہے۔ اس قبرستان کی فکر میں ہوں کہ کہاں بنایا جائے۔ امید ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی جگہ میسر کردے گا اور اس کے اردگرد ایک دیوار چاہئے۔" [۱۱] اس لحاظ سے آپ ۱۸۹۸ء سے ایک خاص قبرستان کی بنیاد کے لئے کوشاں تھے مگر چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التواء میں رہی۔ [۱۲] بالآخر اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کے ماتحت اس کا قیام دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر میں عمل میں آیا جس کا فوری موجب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا انتقال اور خود حضورؑ کے قرب وصال کے الہامات تھے۔

بہشتی مقبرہ اور اس میں دفن ہونے کی شرائط کا اعلان

حضورؑ نے اپنی ملکیتی زمین الٰہی حکم کی تعمیل میں مقبرہ کے لئے وقف فرمادی اور رسالہ الوصیت میں اس میں دفن ہونے والوں کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا اعلان فرمایا۔

"چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا انزل فیھا کُلّ رَحْمَۃٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتار دی گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ [۱۳] اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگادیے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راست بازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجالانا ہوگا۔"

۱۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی

تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہو گی اور اس کے خوش نما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائے گا۔ اور اس قبرستان سے شمال کی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گزر گاہ ہے اس لئے وہاں ایک پل تیار کیا جائے گا اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہو گا۔ سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہو گا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض ان لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نور الدین صاحب کے پاس آنا چاہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہو گا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہو گا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہو گا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ لیکن اس سے کم نہیں ہو گا۔ اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔ اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہو گا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اور جائز ہو گا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال

جمع کیوں کر ہوں گے اور ایسی جماعت کیوں کر پیدا ہوگی جو ایمان داری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانے کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گزارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ ان میں سے دیا جائے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف مسلمان ہو۔

۴۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔" [۱۴]

الوصیت میں حضورؑ نے یہ بھی لکھا کہ "میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔" [۱۵] نیز تحریر فرمایا "یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہ ہوں گے۔"

مقبرہ کی غرض "الوصیت" میں حضورؑ نے اس مقبرہ کی غرض یہ لکھی کہ "خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔" [۱۶]

نظام الوصیت کے متعلق ایک عظیم الشان پیش گوئی حضورؑ نے الوصیت میں ہی پیش گوئی فرمائی "یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیوں کر ہوں گے اور ایسی جماعت کیوں کر پیدا ہوگی جو ایمان داری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں۔" [۱۷]

نظام نو کی بنیاد تحریک الوصیت دراصل دنیا کے نظام نو کی بنیاد ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے نائب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۴۲ء میں اس کی وضاحت میں فرمایا تھا "جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیوں کہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی۔ جوانوں کی باپ ہوگی۔ عورتوں کا سہاگ ہوگی۔ اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب' نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔" ۱۸

صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد

"بہشتی مقبرہ" کی آمد کی حفاظت' اسے فروغ دینے اور خرچ کرنے کے لئے حضورؑ نے ایک انجمن بنائی جس کا نام "انجمن کار پردازان مصالح بہشتی مقبرہ" تجویز فرمایا اور اس سلسلہ میں بعض خاص ہدایات دے کر الوصیت کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کر کے لکھا کہ "یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیوں کہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔" یہ انجمن کوئی دینوی یا جمہوری طرز کی کوئی انجمن نہیں تھی بلکہ ان اموال کی حفاظت اور توسیع اور اشاعت اسلام کی غرض سے بنائی گئی تھی جو نظام الوصیت کے نتیجہ میں جماعت کو عطا ہونے والے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مشورہ دیا کہ بہشتی مقبرہ والی انجمن کو قانونی وسعت دے کر دوسرے جماعتی اداروں (مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور مدرسہ تعلیم الاسلام وغیرہ) کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ رکھا جائے۔ جماعتی تنظیم کے اعتبار سے یہ ایک معقول اور مفید تجویز تھی اس لئے حضورؑ نے اسے قبول بھی فرما لیا اور ۳۱/ جنوری ۱۹۰۶ء تک اس کے قواعد و ضوابط تجویز کر لئے گئے جو ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء کی "الحکم" اور ۱۶/ فروری ۱۹۰۶ء کے "بدر" میں جماعت کی اطلاع کے لئے شائع بھی کر دئے گئے۔ اس طرح اصل "انجمن کار پرداز مصالح قبرستان" میں ہی دوسرے تمام جماعتی ادارے مدغم کر کے موجودہ صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ اور قواعد ضوابط کے مطابق پہلی وصیت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی کی منظور کی گئی۔ ۱۹

انجمن کا نظم و نسق صدر انجمن احمدیہ کے زیر انتظام چار مجالس انتظامیہ قواعد میں شامل کی گئیں۔ مجلس اشاعت اسلام۔ مجلس کارپردازان مصالح قبرستان۔ مجلس تعلیم، مجلس انتظام امور متفرقہ۔

مجلس معتمدین کے ارکان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجلس معتمدین کے مندرجہ ذیل عہدیدار ارکان نامزد فرمائے۔

۱۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی (پریذیڈنٹ) ۲۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی (سیکرٹری) ۳۔ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب (قانونی مشیر) ۴۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (رکن) ۵۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی (رکن) ۶۔ خان صاحب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ (رکن) ۷۔ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراس (رکن) ۸۔ مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور (رکن) ۹۔ میر حامد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ عدالت ضلع سیالکوٹ (رکن) ۱۰۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہاؤس لاہور (رکن) ۱۱۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور (رکن) ۱۲۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن) ۱۳۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن) ۱۴۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن (رکن) [۲۰]

جماعت کا انتظامیہ ادارہ الغرض "صدر انجمن احمدیہ" جماعت کا محض انتظامیہ ادارہ تھا جس کے ذمہ بہشتی مقبرہ اور دوسرے صیغوں کے اموال کی حفاظت کا کام کیا گیا۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے پہلے جنرل سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب نے انجمن کی پہلی سالانہ رپورٹ میں یہ بات واضح کرتے ہوئے لکھا تھا "اس مجلس کے چودہ ممبر ہیں جن کو حضرت صاحبؑ نے خود مقرر فرمایا اور ان کے امیر یعنی میر مجلس اپنی فراست سے اس عظیم الشان انسان کو قرار دیا جو علم الٰہی میں آپ کے بعد آپ کا خلیفہ ہونے والا تھا اور جو اس وقت ہم سب کے امیر اور مقتدر ہیں۔ اس مجلس کے سپرد حضرت اقدسؑ نے اس سلسلہ کے کل انتظامی کاروبار کو کیا۔" [۲۱]

اشتہار "تبلیغ الحق"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی شخص نے حضورؑ کے کسی نادان مرید کے متعلق یہ افسوس ناک خبر دی کہ اس نے سید الشہداء حضرت امام حسن علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔

حضرت اقدسؑ کو آنحضرت ﷺ سے عشق کامل تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو حضرت ابو بکر

صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت امام حسن ؓ اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے بے نظیر محبت و عقیدت تھی اور آپ ان کے بارے میں خفیف سی بے حرمتی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضور ؑ سے پوچھا کہ کیوں نہ ہم آپ کو مدارج میں شیخین سے افضل سمجھا کریں۔ اس کے جواب میں حضور ؑ نے چھ گھنٹے تک ایک پر جلال تقریر فرمائی اور بتایا کہ "میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ ؓ) کا مداح اور خاک پا ہوں جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اور شخص پا نہیں سکتا۔ کب دوبارہ محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقعہ ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔" [۲۲]

اسی طرح پنج تن پاک کے متعلق تو آپ ؑ کا مشہور شعر ہے۔

جان و دلم فدائے جمال محمد ؐ است خاکم نثار کوچہ آل محمد ؐ است

یعنی میرے جان و دل محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال پر فدا ہیں اور میری خاک کوچہ آل محمد ؐ پر نثار!!

اسی الفت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضور ؑ نے ۸/ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو "تبلیغ الحق" کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار دیا جس میں اس نام نہاد مرید کی اس حرکت پر انتہائی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھے یہ امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راست باز کے منہ سے ایسے خبیث کلمے نکلے ہوں مگر ساتھ اس کے دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے ورد تبرہ اور لعن و طعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو..... بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے..... بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں؟ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین ؓ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ

دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیوں کہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کیا جائے اور جو حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیوں کہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔" [۲۳]

"احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے"

۲۶/ دسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمان خانہ جدید کے بڑے کمرے میں احباب جماعت کا ایک اجلاس اس غرض کے لئے منعقد ہوا کہ "مدرسہ تعلیم الاسلام" کی اصلاح کے مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے متعدد احباب نے اس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ضمناً ایک احمدی نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے سلسلہ اور دوسرے مسلمانوں میں صرف مسئلہ حیات و وفات مسیحؑ کا فرق ہے اس کے سوا کوئی امر اصولی طور پر موجب نزاع نہیں ہے۔ [۲۴]

حضورؑ نے اگرچہ اس اجلاس کے آخر میں دوپہر سے قبل ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے زیر بحث سوال کے علاوہ جماعت کے مقام و منصب اور بعض متفرق امور پر مبسوط روشنی ڈالی [۲۵] مگر خصوصاً اس شبہ کے ازالہ کے لئے دوسرے روز یعنی ۲۷/ دسمبر ۱۹۰۵ء کو نماز ظہر و عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں ایک پر معارف تقریر فرمائی جو بعد میں "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس تقریر میں حضورؑ نے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ "وفات مسیحؑ میں اسلام کی زندگی ہے" متعدد ایسی علمی اور عملی غلطیوں کی نشان دہی کی جن کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا اور واضح کیا کہ "بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان

نہیں جانتا جب تک کہ وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں۔ اور اس مطلب کے واسطے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصل اسلام پھر دنیا میں قائم کروں۔ یہ فرق ہے ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان۔ ان کی حالت وہ نہیں رہی جو اسلامی حالت تھی۔ یہ مثل ایک خراب اور نکمے باغ کے ہو گئے۔ ان کے دل ناپاک ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو۔" [۲۶]

۱۹۰۵ء کے بعض صحابہ

۱۹۰۵ء کے بعض جلیل القدر صحابہ کے نام یہ ہیں۔

چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات۔ [۲۷] بابو فقیر علی صاحب اسٹیشن ماسٹر۔ [۲۸] چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹی۔ [۲۹] مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری [۳۰] چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی [۳۱]

ماموریت کا پچیسواں سال

انقلاب ایران سے متعلق پیش گوئی

۱۹۰۶ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ۱۵/ جنوری ۱۹۰۶ء کو الہام نازل ہوا۔ "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" یعنی شاہ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔ [۲۲]

جب یہ الہام ہوا شاہ ایران مظفر الدین شاہ (۱۸۵۳ـ۱۹۰۷ء) کی حالت بالکل محفوظ تھی کیوں کہ وہ ۱۹۰۵ء میں عوامی مطالبات قبول کر کے پارلیمنٹ کے قیام کا اعلان کر چکے تھے اور ایران بھر میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں کہ شاہ نے کسی قسم کی خون ریزی کے بغیر ملک کو حقوق نیابت عطا کر دئے ہیں۔ باقی دنیا بھی اس نئے تجربے پر جو جاپان کو چھوڑ کر باقی ایشیائی ملکوں کے لئے بالکل نیا تھا۔ شوق و امید کی نظریں لگائے بیٹھی تھی۔ ایران اپنی نئی آزادی پر اور شاہ مظفر الدین اپنی قبولیت پر خوش ہو رہے تھے کہ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں قومی اسمبلی کا افتتاح ہوا۔ شاہ اس کے چند ماہ بعد ۸/ جنوری ۱۹۰۷ء کو رحلت کر گئے۔ [۲۳] اور مرزا محمد علی تخت نشین ہوئے۔ محمد علی مرزا نے تخت پر بیٹھتے ہی مجلس کے استحکام اور نیابتی حکومت کے دوام کا اعلان کیا لیکن چند دن بعد ہی ایران میں فتنہ و فساد کے آثار نظر آنے لگے اور بادشاہ نے تہران چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اس تغیر مکانی کے وقت بادشاہ کی محافظ فوج اور قوم پرستوں کے درمیان اختلاف ہو گیا جس پر بادشاہ نے پارلیمنٹ موقوف کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کے دلدادوں نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور خانہ جنگی شروع کر دی۔ بادشاہ نے خزانہ اور اسباب روس میں بھیجنا شروع کر دیا اور پورا زور لگایا کہ بغاوت فرو ہو جائے مگر یہ ملکی فساد اور بڑھتا گیا۔ جنوری ۱۹۰۹ء میں اصفہان کے علاقہ میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی اور بختیاری سردار بھی قوم پرستوں کے ساتھ مل گئے اور شاہی افواج کو سخت شکست ہوئی۔ بادشاہ نے مجبوراً حکومت نیابتی کی حفاظت کا عہد کیا اور بار بار اعلان کئے کہ وہ استبدادی حکومت کو ہرگز قائم نہیں کرے گا مگر خدا کے وعدے کب ٹل سکتے تھے ایوان کسریٰ میں گھبراہٹ بڑھتی گئی حتیٰ کہ بادشاہ کی محافظ فوج بھی بادشاہ کو

چھوڑ کر خود باغیوں سے مل گئی اور بادشاہ کو اپنے حرم سمیت ۱۵/ جولائی ۱۹۰۹ء کو روسی سفارت گاہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ [۳۴] اس طرح اڑھائی سال کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا الہام "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" نہایت واضح طور پر پورا ہو گیا۔

مرزا محمد علی کا حملہ اور ناکامی مرزا محمد علی نے معزول ہونے کے بعد اپنا تخت دوبارہ حاصل کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر ۱۷/ جون ۱۹۱۱ء کو بحیرہ کیسپین کے کنارے واقع شہر (GUMESH TEPE) پر اترا۔ عین اس وقت اس کے بھائی سالار الدولہ نے بھی یکایک کردستان میں بغاوت کے شعلے بلند کر دیئے اور دونوں نے دو اطراف سے دارالخلافہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا مگر جلد ہی دونوں کی فوجیں پسپا ہو گئیں۔ [۳۵]

حضرت سید محمد اسحٰق صاحبؓ کی شادی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۴/ فروری ۱۹۰۶ء کو رؤیا میں دیکھا کہ سید محمد اسحٰق صاحب (خلف الرشید حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ) اور صالحہ خاتون صاحبہ (بنت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب) کے نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔ [۳۶] اسی قسم کی رؤیا حضرت ام المومنینؓ کو بھی ہوئی حالانکہ قبل ازیں اس تعلق میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس رؤیا کی بناء پر صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب کو تحریک فرمائی اور دوسرے ہی دن (۵/ فروری) کو نکاح کی تقریب عمل میں آگئی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے نماز ظہر و عصر کے جمع کرنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں ایک خاص جوش کے ساتھ خطبہ نکاح پڑھا۔ حضرت اقدسؑ بھی اس وقت رونق افروز تھے۔ [۳۷] یہ موقعہ جماعت کے لئے دوہری خوشی کا تھا کیوں کہ اس دن عید الاضحیٰ بھی تھی اور کپور تھلہ، لاہور، امرتسر، سیالکوٹ، رعیہ ضلع سیالکوٹ، بہبو والی ضلع ہوشیار پور اور دوسرے مقامات سے کئی احباب قادیان میں حاضر تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے ماموں کی شادی پر فی البدیہہ ایک دعائیہ نظم بھی کہی۔ [۳۸]

اولاد حضرت صالحہ خاتون صاحبہ کے بطن سے یہ اولاد ہوئی۔ [۳۹]
۱۔ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ، ۲۔ سیدہ سیدہ بیگم صاحبہ، ۳۔ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ، ۴۔ سید داؤد احمد صاحب، ۵۔ سید مسعود احمد صاحب، ۶۔ سید محمود احمد صاحب، ۷۔ سیدہ آنسہ بیگم صاحبہ۔

تقسیم بنگال کی تنسیخ کے متعلق خبر

لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں صوبہ بنگال کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ انڈین نیشنل کانگرس نے لارڈ کرزن سے اس اعلان کی واپسی کا پر زور مطالبہ کیا مگر لارڈ کرزن نے جواب دیا کہ "یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔" [۶۰] اس پر ملک میں جا بجا دہشت انگیز اور انقلاب پسند انجمنیں قائم ہو گئیں۔ [۶۱] بم سازی اور یورپین افسروں کے قتل کی سازشیوں نے زور پکڑا۔ لارڈ منٹو نے یہ ہنگامے دیکھ کر ہندوستانیوں کو بعض حقوق دینے کا فیصلہ کر لینے کے باوجود مطالبہ تنسیخ ماننے سے بالکل انکار کر دیا۔ [۶۲]

عین اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ۱۱/ فروری ۱۹۰۶ء کو الہاماً بتایا گیا۔ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہو گی۔" [۶۳]

پیش گوئیوں پر ہندوؤں کا تمسخر

یہ الہام اس درجہ مخالف ماحول اور بالکل غیر متوقع فضا میں ہوا کہ بعض ہندوؤں نے اس کا برملا تمسخر اڑایا۔ چنانچہ اخبار "پرکاش" نے اپنی فروری ۱۹۰۶ء اور ۶/ مارچ ۱۹۰۶ء کی اشاعتوں میں لکھا۔ "تقسیم بنگال منسوخ ہو جائے گی" ناظرین اس نوٹ کی سرخی کو دیکھ کر حیران ہوں گے اور پوچھیں گے کہ کیا مسٹر جان مارلے نے کوئی تار بھیجا ہے کہ یہ تقسیم منسوخ کر دی جائے گی؟ ہم ان کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ نے اپنے عمل سے کوئی ایسی امید نہیں دلائی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو الہام ہوا ہے کہ تقسیم بنگال کے متعلق لوگوں کی دلجوئی کی جائے گی۔ سوال پیدا ہو گا کہ جب بنگالی گورنمنٹ کی خدمت میں پروٹسٹ بھیج چکے کوئی نہ سنی گئی جلسے کر چکے، تقریریں کر چکے، کوئی شنوائی نہ ہوئی بطور دھمکی کے وہ انگریزی اشیاء کا استعمال بھی قطعاً ناجائز قرار دے چکے پھر بھی کچھ نہ بنا تو مرزا صاحب کے اس ڈھونگ سے کچھ بن جائے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا الہام اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

"ہندوستان کی پولیٹیکل امیدوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ پچھلے منگل وار کو مسٹر ہربرٹ رابرٹس نے تقسیم بنگال کے سوال پر ترمیم پیش کی۔ مسٹر مارلے وزیر ہند نے سوال کو از سر نو چھیڑنے سے انکار کر دیا۔ وجہ جو دی ہے اس کو پڑھ کر تو ایک بچہ بھی ہنس دے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ گو تقسیم بنگال کی تجویز لوگوں کی خلاف مرضی پاس کی گئی ہے لیکن چونکہ اب جوش کم ہو جانے لگا ہے اس لئے اس سوال کو میں چھیڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ملک کو اب آرام اور چین کی ضرورت ہے۔ حیرت ہے کہ جب جوش کی

وجہ دور نہ ہوئی تو جوش کیسے ٹھنڈا پڑے گا۔" مسٹر مارلے کے جواب کے ساتھ ایک اور معاملہ کا تعلق ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی بابت بنگال ہے۔ اس جواب نے مرزا صاحب کی پیش گوئی کو قطعی طور پر غلط ثابت کر دیا ہے۔ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ بنگالیوں کی دل جوئی ہو گی۔ ان کو شاید یہ الہام اس لئے ہوا تھا کہ لبرل گورنمنٹ طاقت میں آگئی تھی لیکن کیا خیال تھا کہ ان کے سر پر اتنی جلدی آفت نازل ہو گی اور انہیں دنیا کے سامنے روسیاہ ہونا پڑے گا۔ گورنمنٹ نے تقسیم بنگال کے متعلق اتنی دل جوئی ضرور کی کہ ان کی پولی ٹیکل امیدوں کا ہی بالکل خاتمہ کر دیا۔ ۶۴

پیش گوئی کا پورا ہونا

خدائی پیش گوئی پر یہ تمسخر اور ہنسی جاری تھی کہ چار سال بعد حالات نے یکایک ایسا پلٹا کھایا کہ "تقسیم بنگال" جسے حکومت اور عوام دونوں ایک "طے شدہ" مسئلہ قرار دئے بیٹھے تھے اللہ تعالیٰ کے زبردست ہاتھ سے منسوخ کر دی گئی اور وہ اس طرح کہ شہنشاہ ہند جارج پنجم (۱۸۶۵۔ ۱۹۳۶ء) ۷ / دسمبر ۱۹۱۱ء کو ہندوستان کے قدیم دارالسلطنت دہلی میں پہنچے اور ۱۲ / دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک عظیم الشان دربار منعقد کر کے اس میں تقسیم بنگال کی منسوخی کا از خود اعلان کر کے ایک دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کیوں کہ ہندوستان کے عوام تو رہے ایک طرف خود برطانوی پارلیمنٹ کے ممبروں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شہنشاہ معظم اپنے خصوصی اختیارات سے ایسی اہم تبدیلی کریں گے۔ چنانچہ جب اس تاریخ کو دارالعلوم اور دارالامراء میں یہ شاہی اعلان سنایا گیا تو دارالامراء کے ممبر لارڈ لینڈوں نے کہا کہ یہ تبدیلیاں اہم اچانک اور جلد بازی سے عمل میں لائی گئی ہیں۔ زیادہ اہم یہ اس لئے ہیں کہ وہ خاص شہنشاہ کی حسب مرضی کی گئی ہیں۔" ۶۵

ایک انگریز مصنف کا بیان

ہیرلڈ نکلسن (Herold Nicholson) ایک انگریز مصنف لکھتا ہے "دربار کے خاتمہ پر جب وائسرائے نے اپنی تقریر ختم کی تو حاضرین کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ ملک معظم خود اٹھے اور انہوں نے بلند آواز اور واضح الفاظ میں تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان کیا۔" (ترجمہ) ۶۶

اخبارات کی رائے

ہندوستان کے اخبارات نے بھی اس اعلان پر صاف تسلیم کیا کہ (جیسا کہ مامور وقت کی پیش گوئی میں بتایا گیا تھا) واقعی بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ہے۔ ۶۷

دوسری بار دلجوئی

تقسیم بنگال کی تنسیخ مسلمانوں کو طبعاً ناگوار گزری کیوں کہ بنگال کی تقسیم سے وہ سمجھتے تھے کہ لازمی طور پر مشرقی بنگال کے پامال شدہ حقوق نمایاں حیثیت اختیار کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دل جوئی کا سامان یوں کیا کہ حکومت نے ڈھاکہ یونیورسٹی

قائم کردی اور کونسل میں کچھ نشستیں بھی ان کے لئے بڑھادیں جس سے مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن زیادہ مضبوط ہو گئی۔ [۶۸]

"چشمہ مسیحی" کی تصنیف واشاعت

بانس بریلی کے ایک ناواقف مسلمان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اس نے عیسائی پادری کی کتاب "ینابیع الاسلام" سے متاثر ہو کر اسلام پر اپنے شک کا اظہار کیا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اس خط کے جواب میں ۹/ مارچ ۱۹۰۶ء کو "چشمہ مسیحی" کے نام سے ایک لطیف تصنیف شائع فرمائی جس میں "ینابیع الاسلام" کے وساوس کا مسکت جواب دیا اور لکھا۔

"میں سخت متعجب ہوں کہ آپ ایسے شخص کی تحریروں سے کیوں متاثر ہوئے۔ یہ لوگ ان ساحروں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے موسیٰ نبی کے سامنے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھادئے تھے مگر چونکہ موسیٰ خدا کا نبی تھا اس لئے اس کا عصا ان تمام سانپوں کو نگل گیا۔ اسی طرح قرآن شریف خدا تعالیٰ کا عصا ہے وہ دن بدن رسیوں کے سانپوں کو نگلتا جاتا ہے اور وہ دن آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ ان رسیوں کے سانپوں کا نام ونشان نہیں رہے گا۔ صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے یہ کوشش اس کی اس کوشش کے ہزارم حصہ پر بھی نہیں جو ایک فاضل یہودی نے انجیل دریافت کرنے کے لئے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود اور بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہٖ نقل کر دی گئی ہیں اور اس فاضل نے دکھلا دیا ہے کہ درحقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے۔ درحقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر پہاڑی تعلیم کو جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہے طالمود سے اخذ کرنا لفظ بلفظ ثابت کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے وہ مسروقہ عبارتیں نقل کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔"

کتاب کے خاتمہ میں حضورؑ نے نجات حقیقی کے بیان میں ایک مفصل نوٹ لکھا جس سے اسلام کی فضیلت پر نہایت عمدہ پیرایہ میں روشنی پڑتی ہے۔ حضورؑ نے بالآخر مسلمانوں کو توجہ دلائی۔

"ہمارے نبی ﷺ اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیوں کہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردہ ہیں۔ کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت ﷺ کا روحانی فیضان قیامت تک جاری

ہے اس لئے باوجود اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔" [۶۸]

حواشی

۱۔ ریویو دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴۸۰' بدر ۸/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ا کالم ا
۲۔ بدر ۲۰/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۳ و الحکم ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ا
۳۔ بدر ۸/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ا
۴۔ الوصیت و الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۷ کالم ا
۵۔ بدر ۱۹/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ و الحکم ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴
۶۔ الوصیۃ صفحہ ۴۔۶' الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۷۔۸
۷۔ الوصیۃ صفحہ ۸ الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ کالم ا
۸۔ صحیح مسلم جلد ۲ مصری صفحہ ۵۱۵ (اس کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو مضمون مولوی محمد احسن صاحب امروہی بدر ۳۱/ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ا)
۹۔ اس کشف کے بارے میں ۱۸۹۸ء کی تعیین کا اندازہ حضورؑ کے خط مطبوعہ مکتوب احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ ۸۶ سے کیا گیا ہے۔
۱۰۔ الوصیت
۱۱۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۸۶
۱۲۔ الوصیت
۱۳۔ بعد میں اعتراض کیا گیا کہ اس نوع کا قبرستان رسول خداؐ کے زمانہ میں کیوں نہ بنایا گیا؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مئی ۱۹۲۶ء میں اس کا مفصل جواب دیا۔ ملاحظہ ہو الفضل ۸/ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۵۔۶
۱۴۔ الوصیت صفحہ ۱۶۔۱۸' الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰۔۱۱
۱۵۔ الوصیت ۱۶/ ۷ او الحکم ۱۷/ ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ کالم ۲
۱۶۔ الوصیت صفحہ ۱۹' الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰۔۱۱
۱۷۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت کا مسودہ تحریر کر کے خواجہ کمال الدین صاحب کو دیا۔ خواجہ صاحب جب پڑھتے پڑھتے اس عبارت تک آئے تو وہ بے خود ہو گئے اور اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر کہنے لگے۔ واہ واہ مرزا تو نے احمدیت کی جڑوں کو مضبوط کر دیا ہے (بحوالہ "نظام نو" تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)۔
۱۸۔ نظام نو تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳
۱۹۔ الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۔ یاد رہے کہ الوصیت کی اشاعت کے معاً بعد ہی وصیتوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور عملاً پہلی وصیت نور الدین صاحب ولد اللہ بخش صاحب آف لاہور نے کی تھی۔ (الحکم ۱۳/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱)
۲۰۔ بدر ۲۳/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۶۔۷
۲۱۔ سالانہ رپورٹ "صدر انجمن احمدیہ" ۸۔۱۹۰۷ء صفحہ ۲
۲۲۔ اخبار الحکم ۱۷/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۵ کالم ا
۲۳۔ الحکم ۱۰/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و بدر ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳
۲۴۔ الحکم ۱۷/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ا
۲۵۔ حضورؑ کی یہ مفصل تقریر ۱۷' ۲۴' ۳۱/ جنوری و ۱۰/ فروری ۱۹۰۶ء کے الحکم میں چھپی
۲۶۔ بدر ۲۳/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ کالم ۲۔۳
۲۷۔ ولادت ۱۸۷۸ء وفات ۲۴/ مئی ۱۹۵۷ء۔ صاحب کشف و الہام بزرگ تھے۔ آپ نے ایک خواب کی بناء پر احمدیت قبول کی۔

آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا پیغمبر خدا ﷺ کا روضہ ہے اور حضور ﷺ حضرت مرزا صاحب کی شکل میں باہر تشریف لائے اور مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ عمر میں بارہ سالہ نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے خیال کیا حضور ﷺ کس طرح زندہ ہو گئے ہیں تو خود ہی سوچا کہ مرزا صاحب جو بروز کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ یہی واقعہ نہ ہو۔ آپ برسوں تک گجرات کے امیر جماعت کے کامیاب فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (الفضل ۲۳، ۲۴/ جولائی ۱۹۵۷ء روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۱۰ صفحہ ۶۶۔ ۶۷)

۲۸۔ والد جناب مولوی نذیر احمد علی صاحب رئیس التبلیغ افریقہ۔ ولادت ۱۸۷۹ء وفات ۱۳/ دسمبر ۱۹۵۹ء منشی عبدالغنی صاحب اوجلوی نے ان کو حضورؑ کا اشتہار "الانذار" بھجوایا جس سے متاثر ہو کر بذریعہ خط انہوں نے بیعت کر لی۔ نومبر ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ قادیان آئے اور حضرت اقدسؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے (روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۱۔ ۱۸۵) قادیان کے سب سے پہلے اسٹیشن ماسٹر آپ ہی تھے۔ نیکی، تقویٰ، دیانت داری اور راست بازی میں آپ ایک مثالی ریلوے ملازم مشہور تھے۔ (تفصیلی حالات اصحاب احمد جلد سوم طبع دوم مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے میں ملاحظہ ہوں)۔

۲۹۔ ولادت ۱۸۷۷ء وفات ۷/ اگست ۱۹۶۱ء۔ بیعت سے دو برس بعد مسیح موعود علیہ السلام کی قادیان میں زیارت کی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۶/ مئی ۱۹۰۹ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور مدرس متعین ہوئے اور ۱۹۳۸ء تک ابتداء مدرس پھر ہیڈ ماسٹر بعد ازاں فیجر نصرت گرلز سکول کی حیثیت سے تعلیمی و انتظامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے مولوی محمد جی صاحب فاضل کی مدد سے ایک لغت "تسہیل العربیہ" کے نام سے شائع کی جو مقبول ہوئی۔ (اصحاب احمد جلد ۸)

۳۰۔ ولادت اکتوبر ۱۸۷۳ء وفات ۱۷/ امان ۱۳۴۳ہش (۱۷/ مارچ ۱۹۶۴ء) سلسلہ احمدیہ کے صاحب کشف و الہام بزرگ تھے جن کی پوری زندگی تبلیغ اسلام و احمدیت میں گزری۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۲ء تک پنجاب میں تبلیغی خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک سندھ کے پہلے امیر التبلیغ کی حیثیت سے سرفروشانہ کارنامے سرانجام دئے اور ساٹھ کے قریب جماعتیں قائم کیں۔ حضورؓ نے اس زمانہ میں آپ کو بیعت لینے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۸ء تک آپ مرکز میں ابتداء واعظ مقامی پھر متفرق کلاس کے معلم اول رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ نے اپنی سوانح اور تبلیغی جدوجہد کے حالات "حیات بقاپوری" کے نام سے اپنی زندگی میں شائع فرمادئے تھے جو بہت ایمان افروز اور معلومات افزاء ہیں۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۲۱۱۔ ۲۳۴)

۳۱۔ ولادت ۱۸۹۲ء، سن زیارت ۲۳/ اگست ۱۹۰۷ء ماسٹر صاحب کو قریباً نصف صدی تک سلسلہ احمدیہ کی علمی خدمت کرنے کا موقع ملا ہے ۱۹۱۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ملازم ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں سیکنڈ ماسٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس درمیانی عرصہ میں آپ کو پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، نائب ناظر تعلیم اور نائب ناظر امور عامہ وغیرہ عہدوں پر بھی وقتاً فوقتاً کام کرنا پڑا۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ایڈیٹر رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" افسر لنگر خانہ، نائب ناظر تالیف و تصنیف اور لیکچرار جامعہ نصرت کالج ربوہ کے فرائض بھی سرانجام دئے ہیں۔ (وفات ۱۴۔ جنوری ۱۹۷۹ء)

۳۲۔ الحکم ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ا کالم ۴

۳۳۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" (زیر لفظ مظفر الدین)

۳۴۔ ملخصاً از دعوۃ الامیر صفحہ ۲۰۴۔ ۲۰۵ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا بر۔ ٹینیکا" زیر لفظ (Persia)

۳۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" زیر لفظ (Persia)

۳۶۔ بدر ۹/ فروری ۱۹۰۶ء حصہ ۲۔ ۵

۳۷۔ بدر ۹/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ ۵

۳۸۔ الحکم ۱۰/ فروری صفحہ ۱۱ کالم ۲۔ ۳

۳۹۔ سلسلہ احمدیہ کی نہایت بلند مقام رکھنے والی خاتون تھیں۔ اپنے قابل فخر شوہر کی زندگی میں ان کے شانہ بشانہ خدمت دین، خلق اللہ کی فلاح، یتامیٰ اور مساکین کی نگہداشت اور غرباء کی امداد کے لئے مصروف رہیں۔ ان کی وفات کے بعد بھی اپنے اس عظیم

الشان مشن کو آخر دم تک جاری رکھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو رؤیا و کشوف کی نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ کی شخصیت جماعت کی خواتین میں مسلمہ طور پر بڑی ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔
سال ہا سال تک "لجنہ اماء اللہ" کی نائب صدر رہیں اور احمدی عورتوں کی تعلیم اور اخلاقی اور دینی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ جلسہ سالانہ پر عورتوں کے قیام و طعام کے جملہ انتظامات آپ ہی کی نگرانی میں ہوتے تھے۔ غرض کہ اپنی عظمت و وجاہت کے لحاظ سے عہد نبوی کی صحابیات کا جیتا جاگتا نمونہ اور جماعت کی نہایت برگزیدہ ہستی تھیں۔ ۸/ ستمبر ۱۹۵۲ء کو آپ نے انتقال فرمایا اور ربوہ کے مقبرہ خاص میں دفن ہوئیں۔

۴۰۔ حیات محمد علی جناح از سید رئیس احمد جعفری کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے برطانوی وزیر خارجہ نے بھی انہیں تاثرات کا اظہار کیا تھا۔

۴۱۔ کتاب "LIFE AND TIMES OF TILAK" کے صفحہ ۱۵۰ میں لکھا ہے کہ لارڈ کرزن کے فیصلہ تقسیم بنگال کے طول و عرض میں ایک زبردست آگ لگا دی تھی۔

۴۲۔ تاریخ ہند صفحہ ۲۳۰

۴۳۔ "بدر" ۱۶/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ الحکم ۱۷/ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۱

۴۴۔ بحوالہ اخبار بدر ۴/ جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۳۔ ۴

۴۵۔ بحوالہ الحکم ۲۱/ دسمبر ۱۹۱۱ء

۴۶۔ "King George v his life and reigin" صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ کانسٹیبل اینڈ کمپنی لنڈن

۴۷۔ اخبار "عام" نے لکھا۔ "حضور شہنشاہ معظم نے دیکھ لیا کہ اہل بنگال کی بیزاری نہ تو مصنوعی ہے اور نہ ہی بے جا ہے اور دربار کارونیشن (تاج پوشی) کی رعایتوں میں اس کے متعلق ایسی دل جوئی فرمائی ہے گویا کہ ایک اشارہ سے تمام بنگالہ میں شب تاریک کو روز روشن کا نہس مکھ نظارہ بنا دیا ہے۔" پایونیر (الہ آباد) نے لکھا۔ "تقسیم بنگال منسوخ ہو گئی ہے اور بنگالیوں کی منہ مانگی مراد ملی ہے۔" لیڈر الہ آباد نے لکھا "تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا گیا ہے گویا بنگالیوں کے زخمی دل پر مرہم رکھ دیا گیا ہے۔" انڈین ڈیلی ٹیلی گراف نے لکھا "معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم بنگال کی منسوخی کے سوال پر غور کرتے ہوئے بنگالیوں کی دلجوئی کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے ورنہ ہمارا خیال ہے کہ اگر لبرل فریق کی بجائے آج کنسرویٹو فریق برسر حکومت ہوتا تو تقسیم بنگال کی منسوخی کا فیصلہ ہرگز نہ کیا جاتا۔" (بحوالہ اخبار الحکم ۲۱/ دسمبر ۱۹۱۱ء)

ایک غیر احمدی عالم کا اقرار

مولوی سمیع اللہ صاحب فاروقی لکھتے ہیں۔ "۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وائسرائے بہادر کے اس اقدام سے بنگالی مشتعل ہو گئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ بنگال کو دوبارہ متحد کر دیا جائے۔ وائسرائے نے انکار کیا۔ بنگالیوں نے انارکی شروع کر دی۔ چنانچہ صوبہ بنگال میں تشدد کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ انارکسٹ پارٹی نے بم سازی اور بم باری شروع کر دی۔ کئی انگریزوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ پولیٹیکل ڈاکوؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا الغرض بنگال کی حالت بے حد خطرناک ہو گئی لیکن وائسرائے صاحب نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وہ تقسیم بنگال کو ہرگز منسوخ نہ کریں گے۔ اس حالت میں کون سمجھ سکتا تھا کہ وائسرائے کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا اور بنگالیوں کی دل جوئی ہو گی۔ مگر قارئین متعجب ہوں گے کہ ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کو اطلاع ملی کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہو گی" اس کے بعد بھی حکومت کی طرف سے یہی کہا جاتا تھا کہ اس حکم میں کوئی ترمیم نہ ہو گی۔ لیکن ۱۹۱۱ء میں شاہ جارج پنجم ہندوستان میں تشریف لائے اور آپ نے تقسیم بنگال کو منسوخ کر کے بنگالیوں کی دلجوئی کر دی۔ گویا پانچ سال بعد خود بادشاہ سلامت کے ہاتھوں مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ یقیناً اس پیش گوئی کے پورا ہونے میں صاحب نظر لوگوں کے لئے ایک سبق ہے اور اصحاب دانش کے لئے غور و فکر کا موقعہ ہے۔" (اظہار حق صفحہ ۱۸)

۴۸۔ پاکستان کے مشہور اہل قلم جناب رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں۔ "حکومت نے تقسیم کا اعلان منسوخ کر دیا لیکن دل ہی دل میں وہ نادم بھی تھی۔ اپنی کمزوری اور بزدلی کو محسوس بھی کر رہی تھی۔ اپنی خفت کو مسلمانوں کی اشک شوئی کر کے مٹانا چاہتی تھی۔

چنانچہ ڈھاکہ یونیورسٹی قائم کی اور اس یونیورسٹی کو اقامتی درس گاہ کی حیثیت سے قائم کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ و دینیہ کی تعلیم کا کافی بندوبست کیا۔ علاوہ ازیں کونسل میں ان کی کچھ نشستیں بھی بڑھادیں اور نسبتاً ان کے ساتھ مراعات اور دل جوئی کا طریقہ اختیار کیا۔" (حیات محمد علی جناح مؤلفہ رئیس احمد جعفری)

۴۹۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۷۵ (طبع اول)

رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء

رسالہ "تشحیذ الاذہان" کا اجراء

یکم مارچ ۱۹۰۶ء سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ادارت میں ایک سہ ماہی رسالہ کا اجراء ہوا جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے انجمن "تشحیذ الاذہان" ہی کے نام پر "تشحیذ الاذہان" رکھا۔ اس رسالہ کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد تھے۔

۱۔ اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔
۲۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ نصائح جو گھر میں کہے جاتے ہیں شائع کرنا۔
۳۔ اسلام اور خصوصاً سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کا تہذیب کے ساتھ رد کرنا۔
۴۔ مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں درج کرنا۔
۵۔ مسائل شرعیہ کا اندراج تا ناواقف لوگ واقفیت حاصل کریں۔
۶۔ اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ہرگز ہرگز متصور نہیں ہوگا اور جو آمد بھی ہوگی اشاعت اسلام میں خرچ کی جائے گی۔[1]

اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے پرجوش خیر مقدم

"ریویو آف ریلیجنز" کی طرح اس رسالہ کا بھی اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ چنانچہ۔

۱۔ مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے جس کا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع ہو گیا ہے اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس میں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲/ (آنے) ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدسؑ کے صاحبزادہ ہیں اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین

دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔"

"اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اس موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں یہی دعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں کیوں کہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر تو چاہئے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افتراء کرتا ہے تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے افتراء کو چھپا بھی لے مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت اور سکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ پس اگر افتراء ہو تو ضرور ہے کہ وہ افتراء کسی نہ کسی وقت اس کے اپنے بچوں یا بیوی پر ظاہر ہو جائے۔ اے بدقسمت لوگو! غور کرو! کیا مفتری کی اولاد جو اس کے افتراء کے زمانہ میں پرورش پائے ایسی ہوا کرتی ہے؟ کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں الٹی ہو گئی ہیں۔ غور کرو! کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟" [۲]

۲۔ مولوی عبداللہ العمادی نے لکھا۔

مارچ ۱۹۰۶ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ماہوار اردو میں شائع ہوتا ہے۔ جس غرض کے لئے یہ رسالہ جاری ہوا ہے وہ نہایت اہم ہے لیکن جس طرز پر اس کی ابتداء ہوئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور اس کو کامیابی ہوگی۔ مضامین زوردار ہیں اور

بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اس کو ایڈٹ کرتے ہیں۔" [۳]

۴۔ اخبار "نیر اعظم" (مراد آباد) نے لکھا۔

"بلا مبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہئے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجراء سے بہت مدد ملے گی۔" [۴]

تشحیذ الاذہان کی خدمات

یہ رسالہ ابتداء میں سہ ماہی تھا مگر اگلے ہی سال ماہوار کر دیا گیا اور قوم کی توقعات کے عین مطابق بہت جلد کامیاب رسالوں کی صف اول میں شمار ہونے لگا۔ اس زمانہ میں آپ کے زیر ادارت بڑے بڑے معرکتہ الاراء مضمون نکلے۔ ۱۹۱۴ء میں "تشحیذ الاذہان" کے ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکے مقرر ہوئے جنہوں نے آٹھ سال تک ادارتی فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دئے۔ آخر مارچ ۱۹۲۲ء میں اسے "ریویو آف ریلیجنز" اردو میں مدغم کر دیا گیا۔ [۵]

چراغ الدین جمونی کی ہلاکت کا نشان

ایک شخص چراغ الدین جمونی نے جو پہلے احمدی تھا ۱۹۰۲ء میں احمدیت کو چھوڑ کر نبی و رسول ہونے کا ادعا کیا۔ حضرت مسیح موعود کو الہاماً بتایا گیا کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو ہلاک ہو جائے گا۔ [۶] اس آسمانی خبر کے کچھ عرصہ بعد اس نے حضورؑ کے خلاف مباہلہ کی ایک دعا لکھی۔ خدا کی قدرت! مضمون مباہلہ کی کاپی کاتب کے لکھنے کے بعد ابھی پتھر پر بھی نہیں جمی تھی کہ اس کے دونوں لڑکے طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے اور آخر ۴/ اپریل ۱۹۰۶ء کو وہ خود بھی طاعون کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ [۷]

عبدالحکیم پٹیالوی کا جماعت سے اخراج، اس کی پیش گوئی اور انجام

ریاست پٹیالہ کا ایک شخص ڈاکٹر عبدالحکیم چراغ الدین جمونی کی طرح پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل تھا جس نے یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ معاذ اللہ نجات اخروی کے حصول کے لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر ایک جو خدا کو وحدہ لاشریک جانتا ہے گو آنحضرت ﷺ کا مکذب ہے وہ نجات پائے گا۔ [۸] یہ عقیدہ چونکہ احمدیت کی تعلیم کے سراسر منافی اور گستاخانہ تھا اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۰/ اپریل ۱۹۰۶ء کو اعلان شائع کیا کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر

لیں۔ نیز "حقیقتہ الوحی" میں اس کے اس عقیدہ کا ابطال کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعلان

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان کا مکمل متن یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمام جماعت احمدیہ کے لئے اعلان

چونکہ ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ میں داخل تھا نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اور ان باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کیں منہ پھیر لیا بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی دکھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ ور کے کسی کی زبان اور قلم سے نہیں نکل سکتے۔ اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھ کو ایک حرام خور اور بندہ نفس اور شکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانے والا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے پیروں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ اور بہت سی ایسی گالیاں دیں جو ایسے مخالف دیا کرتے ہیں جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ پیش گوئیاں جن پر ناز کیا جاتا ہے کچھ چیز نہیں۔ مجھ کو ہزارہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں جو پوری ہو جاتی ہیں۔ غرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزاری کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جس طرح اپنی ناپاک بدگوئی کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کے لئے اس اشتہار میں گنجائش نہیں۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی غرض سے جھوٹ بھی پیٹ بھر کے بولا ہے مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگو لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ اگر جیسا کہ مجھے اس نے دغاباز، حرام خور، مکار، فریبی اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے اور طریق اسلام اور دیانت اور پیروی آنحضرت ﷺ سے باہر مجھے کرنا چاہا ہے اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے مضر ٹھہرایا ہے۔ بلکہ مجھے محض شکم پرور اور دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں تو میں اس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑے گا جو مرید ہو کر اور پھر مرتد ہو کر اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے والے جیسے چوہڑے اور چمار جو شکم پرور کہلاتے ہیں اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے ان کی مانند مجھے بھی محض شکم پرست اور بندہ نفس اور حرام خور قرار

دیتا ہے۔

اب میں ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا اور خدا کی شہادت کا منتظر ہوں۔ اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں۔

اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اب چونکہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمر بن ہشام آنحضرت ﷺ کی عزت اور جان کا دشمن تھا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر لیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہو گا۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔ آمین' آمین' آمین۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ

از قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب [۹]

عبدالحکیم کی پیش گوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۹۰۵ء سے قرب وصال کے مسلسل الہامات ہو رہے تھے بلکہ جیسا کہ اوپر مفصل ذکر آچکا ہے۔ یہاں تک بتایا جا چکا تھا کہ آپ کی زندگی کے صرف دو تین گھونٹ باقی ہیں اور اسی لئے حضورؑ نے "الوصیت" بھی شائع فرمادی تھی۔ عبدالحکیم نے اپنی ولایت کا سکہ جمانے کے لئے یہ موقعہ غنیمت سمجھا اور ان الہامات کی بناء پر اپنی طرف سے بھی ایک پیش گوئی شائع کر دی کہ "مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔ [۱۰]

اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو"

حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۶/ اگست ۱۹۰۶ء کو "خدا سچے کا حامی ہو" کے عنوان سے ایک اشتہار دیا جس میں حضورؑ نے خدا سے علم پا کر اس کی نسبت یہ الہامی پیش گوئی شائع فرمائی "خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّ کَاذِبٍ اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَّ صَادِقٍ۔" [۱۱]

پہلی پیش گوئی کی منسوخی

یہ الہام شائع ہوا تو عبدالحکیم نے اپنی پہلی پیش گوئی منسوخ کر کے ایک اور پیش گوئی کی کہ "اللہ تعالیٰ نے اس کی شوخیوں اور

نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں سے جو ۱۱/ جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہونی تھی دس مہینے اور گیارہ دن کم کر دئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا "مرزا آج سے ۱۴ ماہ تک۔ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔" [۱۲]

حضرت مسیح موعودؑ کا اشتہار

اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو بتایا کہ دشمن اپنی اس خبر میں بھی ناکام و نامراد رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اس خدائی بشارت کے ماتحت ۵/ نومبر ۱۹۰۷ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں یہ خدائی وعدہ شائع کیا کہ "دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھادوں گا۔" نیز فرمایا "یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن کے ساتھ غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے مگر میری نسبت لکھا ہے کہ "دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی۔" [۱۳]

پیش گوئی کی بار بار منسوخی

اس اشتہار کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنی دوسری پیش گوئی کو بھی منسوخ قرار دے کر ایک تیسری پیش گوئی شائع کی کہ "مرزا ۲۱ ساون ۱۹۶۵ مطابق (۴/ اگست ۱۹۰۸ء) تک ہلاک ہو جائے گا۔" [۱۴] مگر عبدالحکیم اس تیسری پیش گوئی پر بھی قائم نہ رہا اور ۴/ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱ ساون ۱۹۶۵ تک کی میعاد بھی منسوخ کی گئی۔

عبدالحکیم کی نئی پیش گوئی

اب عبدالحکیم نے اپنی تیسری پیش گوئی کو بھی منسوخ کرتے ہوئے ایک نئی اور آخری پیش گوئی یہ شائع کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ۴/ اگست تک نہیں ۴/ اگست کو واقع ہوگی۔ چنانچہ لکھا۔

"مرزا ۲۱/ ساون سمت ۱۹۶۵ کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔" [۱۵]

مولوی ثناء اللہ نے اپنے اخبار "اہل حدیث" میں ڈاکٹر عبدالحکیم کے یہ الہامات شائع کر کے لکھا۔

"آہ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارا اس خبر کے شائع کرنے سے دل دکھتا ہے مگر کیا کریں واقعات کا اظہار ہے۔ ہمارا ماتھا اس وقت اس بد خبر کے سننے کے لئے ٹھنکا تھا جب مرزا صاحب نے اپنا آخری وصیت نامہ شائع کیا تھا۔" [۱۶]

ان الفاظ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس طرز کی پیش گوئیوں میں کوئی قدرت و ندرت کا اظہار نہیں تھا بلکہ جب سے حضور علیہ السلام نے وصیت شائع فرمائی مولوی

ثناء اللہ صاحب جیسے معاند بھی یہ سمجھنے لگے تھے کہ حضور کی وفات کا وقت اب قریب آگیا ہے۔ پس عبدالحکیم کی پیش گوئی کرنا محض سرقہ، شرارت اور چالاکی کا ایک مظاہرہ تھا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کا جھوٹا ہونا کھل گیا

ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس آخری خود ساختہ پیش گوئی کے درحقیقت دو اجزاء تھے۔ اول۔ حضرت اقدس ۴/ اگست تک یقینی طور پر زندہ رہیں گے۔ دوم۔ ۴/ اگست ۱۹۰۸ء کو بہرحال فوت ہو جائیں گے۔ خدائے حکیم و خبیر نے جو اپنے پیارے مسیح سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ میں دشمنوں کو جھوٹا کروں گا۔ عبدالحکیم کی پیش گوئی کے دونوں اجزاء کو یوں باطل کر دیا کہ حضور اپنے بعض گزشتہ الہامات کی بناء پر ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرما گئے اور صاف طور پر واضح کر دیا کہ عبدالحکیم کاذب و مفتری انسان ہے۔ یہ حقیقت اتنی واضح اور نمایاں تھی کہ "پیسہ اخبار" کے ایڈیٹر کے علاوہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اس کا اقرار کیا۔ چنانچہ لکھا "ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہیہ پیش گوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کے اہل حدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱/ ساون یعنی ۴/ اگست کو مرزا مرے گا تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر "پیسہ" اخبار نے ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ ۲۱/ ساون کو کی بجائے ۲۱/ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔" [۱۷]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد عبدالحکیم نے پیش گوئی کی کہ (۱) یعقوب (مراد شیخ یعقوب علی صاحب تراب۔ ناقل) کی موت قریب ہے۔ (۲) مولوی نورالدین صاحب ۱۱/ جنوری ۱۹۱۱ء تک فوت ہو جائیں گے [۱۸] مگر یہ مفتریانہ بات بھی سراسر غلط نکلی۔

عبرتناک موت

عبدالحکیم نے ۳۰/ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو اپنا یہ الہام شائع کیا کہ "مرزا پھیپھڑے کے مرض سے ہلاک ہو گیا۔" [۱۹] حضرت اقدس کو تو باوجود انتہائی علمی مشاغل و مصروفیات کے خدا نے اس مرض سے محفوظ رکھا مگر وہ خود یکم جون ۱۹۲۰ء کی شب کو گمنامی کی حالت میں سل کی مرض میں چند ماہ مبتلا رہ کر اپنے الہامات کی صریح ناکامی اور سلسلہ احمدیہ کی کامیابی دیکھتا ہوا چل بسا۔

عبدالحکیم کو بیماری اور موت کی حالت میں دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ نہایت ہی خوفناک اور دل ہلا دینے والا نظارہ تھا۔ مرنے سے پہلے ہی بہت تعفن پیدا ہو گیا تھا اور موت کے بعد تو یہ حالت تھی کہ کوئی شخص غسل تک دینے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ [۲۰]

حواشی

۱۔ تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۱ سرورق ۴
۲۔ ریویو اردو مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۷۔۱۱۹
۳۔ رسالہ البیان لکھنؤ جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۰۴
۴۔ تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ج
۵۔ الفضل ۹/ مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۹
۶۔ دافع البلاء صفحہ ۲۳ حاشیہ ۱۔۲
۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۷۷۔۳۷۸ (طبع اول)
۸۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۰۹ و الذکر الحکیم نمبر ۴
۹۔ اخبار الحکم نمبر ۱۵ جلد ۱۰۔ ۳۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۲
۱۰۔ کانا دجال صفحہ ۵۰
۱۱۔ الحکم ۱۷/ اگست ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۲
۱۲۔ "اعلان و اتمام الحجۃ و تکملہ" صفحہ ۶ مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں
۱۳۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶
۱۴۔ اعلان الحق صفحہ ۸
۱۵۔ پیسہ اخبار لاہور ۱۵/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ کالم ۲
۱۶۔ اہل حدیث ۱۵/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ و اعلان الحق صفحہ ۹ از عبدالحکیم پٹیالوی
۱۷۔ اہل حدیث ۱۲/ جون ۱۹۰۸ء
۱۸۔ ضمیمہ الحکم ۱۴/ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۲
۱۹۔ اعلان الحق صفحہ ۸
۲۰۔ الفضل ۱۶/ ستمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۳، ۴

"حقیقۃ الوحی" کی تصنیف

"حقیقۃ الوحی" کی تصنیف و اشاعت

۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دور مسیحیت کے سب سے ضخیم اور جامع کتاب "حقیقۃ الوحی" تصنیف کرنا شروع فرمائی جس میں قرآنی حقائق و معارف کے علاوہ اپنی صداقت کے دو سو سے زائد آسمانی نشانات درج فرمائے۔ یہ بے نظیر کتاب ۱۵/ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔

وجہ تصنیف اس عظیم الشان کتاب کی وجہ تصنیف حضورؑ کے الفاظ میں یہ تھی۔ "اس زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور کن حالتوں میں اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا۔ اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب.... سو ان کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی فضل کی بارشیں ان پر ہوتی ہیں اور خدا کی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے ان میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم اس رسالہ میں انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے ناراست اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں.... یہ وہ خرابیاں ہیں جو اس ملک میں بہت بڑھ گئی ہیں اور ایسے لوگوں میں بجائے دین داری اور راست بازی کے بے جا تکبر اور غرور پیدا ہو گیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھوں۔"[1]

یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک عظیم شاہکار ہے جس سے حضورؑ کی سچائی بھی سورج کی طرح ثابت ہو جاتی ہے اور اسلام کا زندہ مذہب ہونا بھی!

کتاب کے چار باب

وحی کی حقیقت واضح کرنے کے لئے حضورؑ نے یہ کتاب چار ابواب میں تقسیم فرمائی۔ باب اول ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

باب دوم ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہے لیکن بڑا تعلق نہیں۔ باب سوم ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفی طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہوتا ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم اور اصفی تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ نبیوں اور رسولوں کا تعلق ہوتا ہے۔ باب چہارم حضورؑ کے اپنے حالات کے بیان میں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضورؑ کو ان اقسام ثلاثہ میں سے کس قسم میں داخل فرمایا ہے؟ [۲]

سوالات کے جوابات اور تعریف نبوت میں تبدیلی کا واضح ترین بیان

شاہ جہان پور میں ایک عالم ابو یحییٰ مولوی محمد صاحب رہتے تھے۔ [۳] جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں (حافظ سید مختار احمد صاحب شاہ جہان پوری کے توسط سے) نو سوالات لکھ کر بھجوائے اور نہایت انکسار سے ان کے جواب کی درخواست کی۔ اپنے خط میں انہوں نے مصلحتاً اپنا نام "منشی برہان الحق" لکھا۔ [۴] حقیقتہ الوحی ان دنوں زیر تصنیف تھی اس میں مولوی محمد صاحب کے سوالات کے بھی مفصل جواب دیئے۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے دیئے ہوئے سب ہی جوابات اپنے اندر ایک خاص شان رکھتے تھے۔ مگر پہلے سوال کے جواب کو یہ بھاری خصوصیت حاصل تھی کہ حضورؑ نے اس میں "ایک غلطی کا ازالہ" کے بعد تعریف نبوت میں تبدیلی کا دوسری بار واضح ترین اعلان فرمایا۔ [۵] نیز آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم (سورۃ الجمعہ) کی تفسیر لکھتے ہوئے لکھا۔

"اس سے یہ ثابت ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہوگا.... بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیش گوئی ہے.... ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے لہٰذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت ﷺ کا بروز ہے۔" [۶]

الاستفتاء

حضرت اقدس علیہ السلام نے اسلام اور فقہائے ملت خیر الانام تک دعوت حق پہنچانے کے لئے فصیح و بلیغ عربی میں ایک رسالہ "الاستفتاء" لکھا اور اسے "حقیقتہ الوحی" کے

آخر میں بطور ضمیمہ شامل فرمایا۔ "الاستفتاء" میں حضورؑ نے نہایت درجہ درد کے ساتھ اپنی تائید میں نشانات سماوی کے ظہور کی مثالیں دے دے کر ان سے فتویٰ طلب فرمایا ہے کہ کیا ایسا انسان بھی مفتری قرار دیا جاسکتا ہے جس کی تائید میں آسمانی نشانات بکثرت نازل ہو رہے ہوں؟

پادری احمد مسیح کی مباحثہ میں ناکامی اور مباہلہ سے گریز

دہلی میں ایک صاحب احمد مسیح تھے جو بشپ جارج ایلفرڈ لیفرائے کے ذریعہ سے اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ [۷] پادری صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص مرید میر قاسم علی صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ دہلی سے مباحثہ ہوا جس کا موضوع تھا۔ "آیا مسیح علیہ السلام واقعی صلیب پر قتل ہوئے یا نہیں؟" میر صاحب نے پرزور دلائل سے ثابت کر دیا کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے زندہ سلامت اترے اور اپنی طبعی عمر پاکر کشمیر میں آکر مرے اور یہیں دفن ہوئے۔ مباحثہ کے چیئرمین مسٹر مارٹن تھے۔ [۸]

اس مباحثہ میں پادری احمد مسیح کو یہاں تک شکست فاش ہوئی کہ نہ صرف سامعین نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ پادری احمد مسیح صاحب بالکل لاجواب ہو گئے بلکہ خود پادری صاحب کو اپنی تقریر میں اقبال کرنا پڑا کہ میں ہار گیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کہا "صاحبو! میرا ہار جانا ایسا نہیں ہے جو میرے لئے باعث ندامت ہو کیوں کہ میں تو سرے سے اندھا ہوں اور اندھے بے حیا ہوتے ہیں۔ شرم و حیا کے محسوس کرنے کے واسطے آنکھوں کی ضرورت ہے جو ندارد ہیں پر مجھے ہار جانے کا کیا غم۔" [۹] پھر کہا "آپ نے بغیر سوچے جلدی سے سید صاحب کی ڈگری تو کر دی مگر یہ نہ جانا کہ اس ڈگری دینے سے ہم کو سید صاحب کے مذہب اور عقائد کا مان لینا بھی ضروری ہو گیا۔ پس میں بھی سید صاحب کو ہی ڈگری دیتا ہوں کہ آپ نے ایک کثیر جماعت سے عقائد احمدیہ کو منوا لیا۔" [۱۰]

اس اعتراف شکست کے باوجود پادری احمد مسیح نے یہ تعلی کی کہ "اگر میں ہار گیا تو میرے پر دین مسیح کے دلائل ختم نہیں ہوئے۔ میرا ہارنا قوم کا ہارنا نہ سمجھا جائے اور لوگ مسیحی قوم میں بڑے بڑے فاضل ہیں وہ ہر ایک بحث کو بخوبی طے کر سکتے ہیں۔" [۱۱]

میر قاسم علی صاحب نے کھلا چیلنج دیا کہ کوئی نامی گرامی پادری صاحب میدان مقابلہ میں آئیں میں ان سے بھی مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوں مگر کسی پادری کو سامنے آنے کی جرات نہ ہو سکی۔

حضرت مسیح موعودؑ کو پادری احمد مسیح کی دعوت مباہلہ اور حضورؑ کی طرف سے منظوری کا اعلان

آخر جب دلائل و براہین کے ذریعہ سے حجت پوری ہو گئی تو میر قاسم علی صاحب نے پادری احمد مسیح کو مباہلہ کے لئے للکارتے ہوئے ۱۲/ اپریل ۱۹۰۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا۔ [۱۲] پادری احمد مسیح نے اس کے جواب میں اشتہار لکھا کہ "مباہلہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے ہو گا۔" [۱۳] یہ اشتہار حضورؑ کی خدمت میں ۲/ جون ۱۹۰۶ء کو پہنچا جس پر حضورؑ نے ۵/ جون ۱۹۰۶ء کو "درخواست مباہلہ منظور" کے عنوان سے مفصل اشتہار دیا کہ "دہلی کے سواد وسری جگہ کے تو شاید احمد مسیح کے نام سے بھی واقف نہ ہوں پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گمنام آدمی سے مباہلہ کا کیا فائدہ ہو گا۔ وہ اپنے مباحثہ کا اثر صرف اپنی ہی ذات تک مانتا ہے تو مباہلہ کا اثر اس کی قوم پر کیوں کر سمجھا جاوے گا۔ اور علاوہ بریں وہ تو پہلے ہی سے اندھا ہے اور احمد مسیح اپنے اس درخواست میں کوئی وجہ نہیں بتاتا کہ میر قاسم علی صاحب سے کیوں مباہلہ نہیں کرتا جب کہ مباحثہ اس سے کیا ہے.... احمد مسیح کو اگر مباہلہ کرنا ہی ہے تو وہ میرے مرید میر قاسم علی صاحب سے بطور خود کرے جس نے اس کو دعوت کی ہے۔ لیکن اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس صورت میں منظور کر سکتا ہوں جب لاہور' کلکتہ' مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان (جو اپنے عہدہ' واقفیت' رسوخ اور اثر کی وجہ سے زیادہ قابل قدر ہیں) ایسی درخواست کریں۔ کیوں کہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہو گا نہ کہ فرد واحد پر۔" [۱۴]

چھ روز کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے حق و باطل کے فیصلہ کی غرض سے یہ اعلان بھی کر دیا کہ آپ پادری احمد مسیح سے براہ راست بھی مباہلہ کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ چاروں بشپ صاحبان یا پھر کم از کم لاہور کے بشپ صاحب ہی اخبار "پاؤنیر" یا "سول" میں اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب ہونا ہمارا مغلوب ہونا سمجھا جائے گا۔ [۱۵] مگر پادری احمد مسیح صاحب جو قبل ازیں مباحثہ میں اپنی شکست کو خود اقرار کر چکے تھے درخواست مباہلہ کر کے فرار اختیار کر گئے اور عیسائی دنیا پر ایک بار پھر حجت تمام ہوئی۔

صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب کی ولادت اور وفات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قریباً ۱۸۶۵ء سے الہام ہو چکا تھا کہ ترى نسلا بعيدا یعنی تو دور کی نسل بھی دیکھے گا۔ [۱۶] ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۵ء [۱۷] اور اپریل ۱۹۰۶ء [۱۸] میں وحی نازل ہوئی "انا

نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ - یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو "نافلہ" ہو گا۔ حضورؑ نے اس کی تعبیر میں فرمایا "ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیوں کہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔" ۱۹

ان الٰہی بشارتوں اور پیش گوئیوں کے مطابق ۱۶ / مئی ۱۹۰۹ء کو بوقت ۷ بجے شام صاحبزادہ مرزا محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاں صاحبزادہ نصیر احمد پیدا ہوئے۔ ۲۰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "حقیقۃ الوحی" میں اس نشان کا بیالیسویں نمبر پر تذکرہ فرمایا۔

"تری نسلاً بعیداً" کی پیش گوئی کا پورا ہونا

گو صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب نے چند ماہ بعد وفات پائی تاہم اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ کے الہام کی یہ تعبیر کہ سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا پوری شان سے پوری ہو گئی۔ مگر چونکہ پیش گوئیاں ذوالوجوہ ہوتی ہیں اس لئے قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ اس کا ظہور کس رنگ میں ہو گا۔ کیوں کہ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ کے معنی عربی زبان کے لحاظ سے یہ ہو سکتے ہیں کہ ہم تمہیں ایک ایسے پوتے کی بشارت دیتے ہیں جو عظیم الشان ہو گا۔ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

الہام "تری نسلاً بعیداً" کے مطابق خدا کے فضل سے حضورؑ کی نسل بعید نومبر ۱۹۶۱ء تک ۱۸۵ کی تعداد تک پہنچ چکی ہے۔ ۲۱ ۲۲

حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی شادی

حضرت سید محمد اسحاق صاحبؓ کی شادی کے چھ ماہ بعد اسی سال ان کے بڑے بھائی حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن سے ہوئی۔ برات جو میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ پر مشتمل تھی سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ گئی۔ ۲۳ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اس جگہ شادی پر راضی نہ تھے جس پر حضورؑ نے ان کو خط لکھا "میرے نزدیک اور میری رائے میں یہی بہتر ہے کہ اس رشتہ کو مبارک سمجھو اور اس کو قبول کر لو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔" ۲۴ چنانچہ انہوں نے بسرو چشم حضورؑ کے فرمان کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضرت میر صاحب کی دوسری شادی حضرت مرزا محمد شفیع صاحبؓ کے ہاں ہوئی جس سے آپ کے ہاں یہ اولاد پیدا ہوئی۔

۱۔ سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ ۲۔ سید محمد احمد صاحب ۳۔ سید سید احمد صاحب ۴۔ سید امین احمد

صاحب ۵۔ سیدہ امۃ اللہ صاحبہ ۶۔ سیدہ طیبہ صاحبہ ۷۔ سیدہ امۃ القدوس صاحبہ ۸۔ سیدہ امۃ الهادی صاحبہ ۹۔ سیدہ امۃ السمیع صاحبہ ۱۰۔ سیدہ امۃ الرفیق صاحبہ۔

"تجلیات الہیہ" کی تصنیف اور سلسلہ احمدیہ کے عالم گیر غلبہ کی پیش گوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمہ مسیحی کے ساتھ وسط مارچ میں "تجلیات الہیہ" کے نام سے ایک اور مختصر رسالہ بھی تالیف فرمایا جو نامکمل رہا اور حضورؑ کی زندگی میں شائع نہ ہوا۔ آخر کئی سالوں کے بعد ۲۹/ جون ۱۹۲۲ء کو اسی نامکمل صورت میں شائع ہوا۔ یہ مختصر رسالہ نامکمل ہونے کے باوجود اتنے حقائق و معارف پر حاوی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور خدائی تجلیات کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ آئندہ پانچ زلازل کے متعلق پیش گوئی' چار لاکھ حقیقی مسلمانوں کا آپ کے ہاتھ پر معاصی اور گناہوں اور شرک سے توبہ کرنے اور اپنے دعویٰ نبوت کی دلیل وغیرہ امور کے واضح بیان ہے۔ اور یہ عظیم الشان پیش گوئی فرمائی ہے کہ۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔" [۲۵]

رسالہ "تعلیم الاسلام" کا اجراء

جولائی ۱۹۰۶ء میں قادیان سے ایک اور رسالہ "تعلیم الاسلام" جاری ہوا۔ اس سے قبل یہاں

سے تین رسائل "ریویو آف ریلیجنز" (اردو، انگریزی) "طبیب حاذق" اور "تشحیذ الاذہان" نکل رہے تھے اب ان کی تعداد چار ہو گئی۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ تھے اور یہ ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اہتمام سے شائع ہوتا تھا۔ رسالہ کی اصل غرض و غایت تفسیر قرآن تھی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے درس کے نوٹ اور آپ کی عربی تفسیر کا خلاصہ اور حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کی تفسیر اس میں درج ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت اقدسؑ کے الہامات اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق خبریں بھی ہوتی تھیں [۲۶]۔ مئی ۱۹۰۷ء میں یہ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ساتھ بطور ضمیمہ چھپنے لگا۔ افسوس یہ قیمتی تفسیر صرف سورۃ انعام تک شائع ہو سکی۔

احیائے موتیٰ کا ایک نشان

اس سال حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی کی شفایابی کا اعجازی نشان ظاہر ہوا۔ اس نشان کی تفصیل حضرت اقدسؑ ہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

"میرے ایک صادق دوست اور نہایت مخلص جن کا نام ہے سیٹھ عبد الرحمٰن تاجر مدراس۔ ان کی طرف سے ایک تار آیا کہ وہ کاربنکل یعنی سرطان کی بیماری سے جو ایک مہلک پھوڑا ہوتا ہے بیمار ہیں۔ چونکہ سیٹھ صاحب موصوف اول درجہ کے مخلصین میں سے ہیں اس لئے ان کی بیماری کی وجہ سے بڑا فکر اور بڑا تردد ہوا۔ قریباً ۹ بجے دن کا وقت تھا کہ میں غم اور فکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دفعہ غنودگی ہو کر میرا سر نیچے کی طرف جھک گیا اور معاً خدائے عزوجل کی طرف سے وحی ہوئی کہ "آثار زندگی۔" بعد اس کے ایک اور تار مدراس سے آیا کہ حالت اچھی ہے کوئی گھبراہٹ نہیں۔ لیکن پھر ایک اور خط آیا کہ جو ان کے بھائی صالح محمد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جس کا یہ مضمون تھا کہ سیٹھ صاحب کو پہلے اس سے ذیابیطس کی بھی شکایت تھی۔ چونکہ ذیابیطس کا کاربنکل اچھا ہونا قریباً محال ہے اس لئے دوبارہ غم اور فکر نے استیلاء کیا اور غم انتہاء تک پہنچ گیا۔ اور یہ غم اس لئے ہوا کہ میں نے سیٹھ عبد الرحمٰن کو بہت ہی مخلص پایا تھا اور انہوں نے عملی طور پر اپنے اخلاص کا اول درجہ پر ثبوت دیا تھا اور محض دلی خلوص سے ہمارے لنگر خانہ کے لئے کئی ہزار روپیہ مدد کرتے رہے تھے جس میں بجز خوشنودی خدا کے اور کوئی مطلب نہ تھا اور وہ ہمیشہ صدق اور اخلاص کے تقاضا سے ماہواری ایک رقم کثیر ہمارے لنگر خانہ کے لئے بھیجا کرتے تھے اور اس قدر محبت سے بھرا ہوا اعتقاد رکھتے تھے کہ گویا محبت اور اخلاص میں محو تھے اور ان کا حق تھا کہ ان کے لئے بہت دعا کی جائے۔ آخر دل نے ان کے

لئے نہایت درجہ جوش مارا جو خارق عادت تھا اور کیا رات اور کیا دن میں نہایت توجہ سے دعا میں لگا رہا تب خدا تعالیٰ نے بھی خارق عادت نتیجہ دکھلایا اور ایسی مہلک مرض سے سیٹھ عبد الرحمن صاحب کو نجات بخشی گویا ان کو نئے سرے سے زندہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا سے بڑا معجزہ دکھلایا ورنہ زندگی کی کچھ بھی امید نہ تھی۔ اپریشن کے بعد زخم کا مندمل ہونا شروع ہو گیا اور اس کے قریب ایک نیا پھوڑا نکل آیا جس نے پھر خوف اور تہلکہ میں ڈال دیا تھا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کاربنکل نہیں۔ آخر چند ماہ کے بعد بکلی شفا ہو گئی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہی مردہ کا زندہ ہونا ہے۔ کاربنکل اور پھر اس کے ساتھ ذیابیطس اور عمر پیرانہ سالی اس خوف ناک صورت کو ڈاکٹر لوگ خوب جانتے ہیں کہ کس قدر اس کا اچھا ہونا غیر ممکن ہے۔ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ اور اس کی صفات میں سے ایک احیاء کی سنت بھی ہے۔ [۲۷]

سید محمد یوسف بغدادی سیاح اور شیخ محمد چٹو صاحب کی قادیان میں آمد

حکیم محمد حسین صاحب قریشی کے دادا شیخ محمد چٹو صاحب ابتداء سرگرم اہل حدیث تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حسن ظن ہوا۔ مگر عمر کے آخر میں چکڑالوی ہو گئے تھے۔ قریشی صاحب اخیر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں اپنے دادا اور دو اور چکڑالویوں کو جن میں سے ایک سید محمد یوسف بغدادی سیاح کہلاتے تھے قادیان میں لائے شیخ محمد چٹو صاحب نے حضرت اقدسؑ سے آپ کے دعویٰ امامت کا ثبوت قرآن شریف سے مانگا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ جن دلائل سے آپ نے قرآن شریف کو سچا مانا ہے انہی دلائل کے ذریعہ سے پھر میری سچائی کو پرکھ لیں۔ شیخ محمد چٹو صاحب تو اس کا کوئی جواب نہ دے سکے البتہ سیاح صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا کہ میں مباہلہ کرتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ پہلے میری ایک کتاب پڑھ لیں پھر بڑے شوق سے مباہلہ کر لیں۔ سیاح صاحب نے کہا کہ ابھی میں دو گھنٹہ میں کتاب پڑھ لیتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ بے شک دو گھنٹہ میں مطالعہ کر لیں میں بعد ازاں چند ایک سوال کروں گا جن سے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ مضمون کتاب کو سمجھ گئے ہیں۔ اس پر سیاح صاحب نے معذرت کر دی اور قادیان میں مزید قیام کا ارادہ ملتوی کر کے واپس چلے آئے اور لاہور میں آکر رسالہ "اشاعت القرآن" [۲۸] میں اصل واقعات کو چھپا کر لکھ دیا کہ مرزا صاحب مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی کے ساتھ مباحثہ کر لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی طرف سے یہ ناانصافی دیکھی تو ان کو دوبارہ دعوت مبابلہ دی [۲۹] اور مباحثہ کے متعلق مفتی محمد صادق صاحبؓ نے لکھا کہ حضرت اقدسؑ اپنی کتاب "انجام آتھم" میں مباحثات بند کر چکے ہیں۔ ہاں اگر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اپنے شبہات کا ازالہ کرانا چاہیں تو وہ مہذب رنگ میں درخواست کریں اور بتائیں کہ حضورؑ کا دعویٰ قرآن مجید کے کن نصوص قطعیہ کے خلاف ہے؟ مگر عبداللہ صاحب چکڑوالوی اس تجویز سے آمادہ نہ ہوئے اور شیخ محمد چٹو صاحب اس کے بعد جلد ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ [۳۰]

نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی دوسری بیوی محترمہ امتہ الحمید بیگم کا ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو انتقال ہوا تھا۔ [۳۱] ان کی وفات کے بعد حضرت نواب صاحب اپنی اکلوتی بیٹی بو زینب بیگم صاحبہ کی شادی کے متعلق بہت متفکر تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس معاملہ میں بہت خیال تھا اور اکثر فکر کے ساتھ اس کا گھر میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت اقدسؑ کو اس طرف خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ حضورؑ نے صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق حضرت نواب صاحب کو پیغام دیا جسے انہوں نے بسرو چشم قبول کر لیا۔ حضرت نواب صاحب کے غیر احمدی بھائی اور دوسرے عزیز بہت ناراض ہوئے مگر حضرت نواب صاحب نے اس کی قطعاً پروانہ کی اور فرمایا۔

"اگر شریف احمد ٹھیکرا لے کر گلیوں میں بھیک مانگ رہا ہوتا اور دوسری جانب ایک بادشاہ رشتہ کا خواستگار ہوتا تب بھی میں شریف احمد ہی کو بیٹی دیتا۔" [۳۲-۳۳]

نکاح ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۶ء (بمطابق ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ) بعد نماز عصر نئے مہمان خانے کے صحن میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضورؑ کے قادیان میں موجود خدام موجود تھے۔ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا اور ایک لطیف اور پر از معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔ [۳۴]

شادی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی شادی ۹۔ مئی ۱۹۰۹ء کو ہوئی اور ولیمہ ۱۰۔ مئی ۱۹۰۹ء کو۔ [۳۵]

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ "بو زینب بیگم صاحبہ کا رخصتانہ نہایت سادگی سے ہمارے دارالمسیحؑ سے ملحق مکان سے عمل میں آیا۔ حضرت اماں جان نے سامان کپڑا زیور وغیرہ ہمارے

ہاں بھجوادیا تھا اور چونکہ نواب صاحب کا منشاء تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح رخصتانہ ہو۔ سو دلہن تیار ہو گئی تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصائح کیں اور پھر مجھے کہا کہ حضرت ام المومنین کی طرف چھوڑ آؤں۔ سیدہ ام ناصر صاحبہ والے صحن میں جو سیدہ ام وسیم صاحبہ کی طرف سے سیڑھیاں اترتی ہیں وہاں حضرت اماں جان نے استقبال کیا اور دلہن کو دارالبرکات میں لے گئیں۔" [۲۶]

اولاد صاجزادی بو زینب بیگم صاحبہ کے بطن سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی۔

۱۔ صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب (ولادت ۱۳/ مارچ ۱۹۱۱ء)

۲۔ صاجزادہ مرزا ظفر احمد صاحب (ولادت ۱۰/ جولائی ۱۹۱۳ء)

۳۔ صاجزادہ مرزا داؤد احمد صاحب (ولادت ۲۰/ اگست ۱۹۱۴ء)

۴۔ صاجزادی امتہ الودود صاحبہ (ولادت ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۸ء وفات ۲۰۔ جون ۱۹۴۰ء)

۵۔ صاجزادی امتہ الباری صاحبہ (ولادت ۱۷/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

۶۔ صاجزادی امتہ الوحید بیگم صاحبہ (ولادت ۲۱/ اگست ۱۹۳۵ء) [۲۷]

۱۹۰۶ء کے بعض صحابہ

۱۹۰۶ء کے بعض جلیل القدر صحابہ یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت صاجزادہ مرزا عزیز احمد صاحب۔ [۲۸] ۲۔ مولوی علی احمد صاحب بھاگل پوری [۲۹] ۳۔ سردار محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) [۳۰] ۴۔ مولوی علی احمد صاحب حقانی [۳۱] ۵۔ ماسٹر محمد علی صاحب اظہر۔ [۳۲]

حواشی

۱۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۔ ۲
۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۔ ۵
۳۔ اہل حدیث تھے۔ حدیث کی سند سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے' طب حکیم اجمل خان صاحب کے بڑے بھائی عبدالمجید صاحب سے حاصل کی تھی۔ درس و تدریس اور مطب کا شغل تھا۔ شاہ جہان پور میں دفن ہیں
۴۔ اسی لئے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸ پر یہی نام درج ہے
۵۔ حقیقۃ الوحی (طبع اول)
۶۔ حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۲۷
۷۔ بشارت السندوپاکستان صفحہ ۲۱۹
۸۔ بحوالہ الحکم ۳۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲
۹۔ بحوالہ الحکم ۳۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲
۱۰۔ بحوالہ الحکم ۳۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲
۱۱۔ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ ۲
۱۲۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم ۳
۱۳۔ الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱
۱۴۔ بدر ۱۰/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔ ۳ و الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱
۱۵۔ الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱
۱۶۔ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۹۔ ۳۰' ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰ طبع اول
۱۷۔ بدر ۲۹/ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و الحکم ۱۰/ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱
۱۸۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۲
۱۹۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۲
۲۰۔ الحکم ۳۱/ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱
۲۱۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ پوتے ۳۰' پوتیاں ۱۸' پڑپوتے ۲۸' پڑپوتیاں ۴۴' نواسے ۵' نواسیاں ۱۱' پڑنواسے ۹' پڑنواسیاں ۵' پوتیوں کے بیٹے ۱۵' پوتوں کی بیٹیاں ۱۴' پڑپوتوں کے بیٹے ۲' پڑپوتوں کی بیٹیاں ۱' پڑپوتیوں کے بیٹے ۲' پوتوں کے نواسے ۱ (ملاحظہ ہو "شجرہ طیبہ" شائع کردہ قریشی محمد حنیف قمر علوی سائیکل سیاح متوطن موضع کنڈور ضلع میرپور آزاد کشمیر حال ربوہ۔ تاریخ اشاعت ۲۰/ نومبر ۱۹۶۱ء)
۲۲۔ نومبر ۱۹۶۱ء سے جون ۱۹۷۱ء تک خاندان مسیح موعود علیہ السلام میں قریباً پچاس وجودوں کا اضافہ ہوا۔
۲۳۔ بدر ۱۹/ جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ و بدر ۲۶/ جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۷
۲۴۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۲۲۸۔ ۲۳۱
۲۵۔ تجلیات الہیہ صفحہ ۲۱ (طبع اول)
۲۶۔ رسالہ تعلیم الاسلام جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۲۷۹
۲۷۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۵۔ ۳۲۷ (طبع اول)
۲۸۔ انجمن مسلم اہل الذکر و القرآن ماہنامہ جو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے خیالات کا ترجمان تھا اور مولوی صاحب کے بعد عرصہ تک مولوی حشمت العلی صاحب دہلوی کی زیر ادارت بازار سریانوالہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔

۲۹۔ بدر ۱۷/ جنوری ۱۹۰۷ء
۳۰۔ الحکم ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲
۳۱۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۶
۳۲۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۶
۳۳۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۷ (مفصل خطبہ کے لئے ملاحظہ ہو بدر ۱۳/ دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸)
۳۴۔ بدر ۱۳۔ مئی ۱۹۰۹ء صفحہ ۲ کالم
۳۵۔ شیخ صاحب موصوف کی عمر کے آخری ایام چکڑالویوں سے لڑنے جھگڑنے میں گذرے (پوری تفصیل رسالہ اشاعت القرآن ۱۵۔ اپریل و مارچ ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۸۔۲۹ میں مذکور ہے)
۳۶۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۹
۳۷۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۱
۳۸۔ ولادت ۳/ اکتوبر ۱۸۹۰ء۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے فرزند اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے ا حضرت اقدسؑ کو آپ کی بیعت کے بارے میں سات برس قبل ۲۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو یہ خواب دکھایا گیا کہ "ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴ صفحہ ۲ از اشتہار ۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء) سو اس خواب کے مطابق مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحبزادہ موصوف نے حضورؑ کے دست مبارک پر بیعت کرلی (الحکم ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) ان کی بیعت کا پیغام لے کر حضورؑ کی خدمت میں گئے تھے اور حضورؑ نے اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا (الفضل ۷/ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱ کالم ۲) اور غالباً دوسرے ہی روز اپنے گھر میں ان کی دعوت کی جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب بھی شامل تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا بیان ہے "دو تخت بچھے ہوئے تھے ان پر ایک چاندنی بچھی ہوئی تھی ہم نے وہاں کھانا کھایا۔ حضرت ام المومنین کھانا نکال کر دے رہی تھیں اور حضرت صاحب پاس ہی ٹہل رہے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے نہایت خوش نظر آتے تھے۔ یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر کچھ یاد آتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے میری طرف اشارہ کرکے حضرت خلیفۃ ثانی سے کہا "محمود یہ تمہارا بھتیجا ہے" صاحبزادہ موصوف کو حضرت صاحب زادہ مرزا بشیر الدین صاحب کی برات میں بھی شمولیت کا فخر حاصل ہوا (روایات صحابہ "غیر مطبوعہ جلد ۷ صفحہ ۷۷۔۷۹) ۲/ فروری ۱۹۳۰ء کو آپ کا نکاح محترمہ نصیرہ بیگم صاحبہ (بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ) سے ہوا۔ خطبہ نکاح خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (الفضل ۷/ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۸۔۱۱) آپ ایک لمبا عرصہ ایک ممتاز فرض شناس اور دیانت دار افسر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت میں رہے اور بالآخر اے۔ ڈی۔ ایم۔ کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۶/ جولائی ۱۹۴۹ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ناظر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں (اب کتاب کی طبع ثانی کے دوران مئی ۱۹۷۱ء (ہجرت ۱۳۵۰ ہش) سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اس خدمت سے سبکدوش ہوئے اور آپ کی شاندار خدمات کے اعتراف کے لئے ۱۲/ ہجرت کو ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔ (وفات ۲۵۔ جنوری ۱۹۷۳ء)
۳۹۔ ولادت ۱۸۷۹ء وفات ۲۲/ جون ۱۹۵۷ء۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب کہ آپ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر ایمان لانے کا بھری مجلس میں اعلان کیا جس پر آپ کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ آخر دم تک نہایت پامردی اور ثابت قدمی سے حق و صداقت پر قائم رہے۔ بڑے منکسر المزاج، خلیق اور ملنسار بزرگ تھے۔ میاں عبدالرحیم احمد صاحب ایم۔ اے۔ جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف دامادی حاصل ہوا آپ ہی کے فرزند ہیں۔ مقبرہ خاص ربوہ کے خاص قطعہ صحابہ میں آپ کا مزار ہے۔
۴۰۔ سکھوں سے مسلمان ہوئے۔ وسط ۱۹۰۶ء میں قادیان آکر حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت مولوی

نور الدین صاحبؓ نے ان کو حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؑ ان کے مسلمان ہونے کے حالات سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ ان کا لیکچر ہونا چاہئے چنانچہ انہوں نے ۲۹/ جون ۱۹۰۶ء کو مسجد اقصیٰ میں لیکچر دیا۔ جو آپ کا پہلا لیکچر تھا (روایات صحابہ رجسٹر ۱۱ صفحہ ۱۹۷۔ ۲۰۰ و بدر ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی تصنیف "چشمہ معرفت" میں سکھ مذہب کے لئے جو مواد مطلوب تھا وہ اکثر و بیشتر شیخ صاحب ہی نے مہیا کیا جس پر حضورؑ نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ شیخ صاحب کی پوری عمر سکھوں کو تقریر و تحریر کے ذریعہ سے پیغام اسلام پہنچاتے ہوئے گزری۔ آپ نے ہندی اور گورمکھی دونو زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور رسول مقبول ﷺ کی سیرت مقدسہ شائع کی جو بہت مقبول ہوئی۔ علاوہ ازیں دو درجن کے قریب کتب بھی لکھیں۔ خلافت اولیٰ کے عہد میں آپ نے سکھوں میں تبلیغ اور سکھ مسلم اتحاد کی غرض سے ایک اخبار "نور" شروع کیا جو ۱۹۴۸ء کے آغاز تک آپ کی ادارت میں باقاعدہ جاری رہا۔ قادیان سے آپ ہجرت کر کے گوجرانوالہ میں پناہ گزین ہوئے اور ابھی اخبار کے دوبارہ اجراء پر تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ ۶/ مئی ۱۹۵۲ء کو بعمر ۶۴ سال آپ کا انتقال ہو گیا۔

۴۱۔ ولادت ۱۸۶۵ء وفات ۲۵/ فروری ۱۹۱۷ء۔ سلسلہ کے ایک پرجوش مقرر مخلص خادم اور بلند پایہ شاعر اور دبلے پتلے اکہرے جسم اور متوسط قد کے نہایت سنجیدہ و متین بزرگ تھے۔ آپ کا کلام "گلدستہ حقانی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ عمر بھر محکمہ تعلیم کی ملازمت میں رہے۔ آپ کی نیکی' تقویٰ شعاری کا یہ اثر تھا کہ آپ کے بہت سے شاگرد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جماعت احمدیہ راولپنڈی کے پریذیڈنٹ اور امام الصلوۃ بھی تھے۔ (رسالہ رفیق حیات اگست ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۔ ۴)

۴۲۔ ولادت غالباً ۱۸۸۷ء۔ قریباً بائیس سال تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر کام کیا۔ اس دوران میں کئی سال تک ٹیوٹر بھی رہے۔ یکم نومبر ۱۹۶۲ء کو انتقال فرمایا اور ربوہ کے خاص قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑے مخلص متدین اور سادہ طبیعت بزرگ تھے۔ تبلیغ کا بڑا جوش تھا۔ آپ کے ایک فرزند قریشی سعید احمد صاحب اظہر سلسلہ کے مربی ہیں۔

ماموریت کا چھبیسواں سال

طاعون کا اشد معاندین سلسلہ پر سخت حملہ اور ان کی پے در پے ہلاکت

(۱۹۰۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ملک میں طاعون کا زور ہر طرف بڑھتا جا رہا تھا اور مرنے والوں کی سالانہ تعداد پچھلے چند سالوں میں ہزاروں سے نکل کر لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس عام تباہی کے علاوہ طاعونی حملے کا حیران کن پہلو یہ تھا کہ ایک طرف جماعت احمدیہ کے افراد عموماً اور "الدار" خصوصاً بالکل محفوظ و مصئون تھے مگر دوسری طرف سلسلہ حقہ کے اشد مخالفین نہایت تیزی کے ساتھ اس کی زد میں آرہے تھے ان میں سے ایک کثیر حصہ ان معاندین کا تھا جنہوں نے حضور علیہ السلام کے خلاف مباہلہ کیا یا بد دعا کی اور پھر خود ہی طاعون سے ہلاک ہو گئے۔

بعض معاندین جو ہلاک ہوئے

۱۔ مولوی رسل بابا امرتسری جس نے حضورؑ کے خلاف گندی کتاب لکھی اور بد زبانی سے کام لیا تھا۔ طاعون کا شکار ہوا۔ ۲۔ موضع بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد میں ایک شخص نور احمد رہتا تھا جس نے تعلی کی کہ طاعون ہمیں نہیں مرزا صاحب کو ہلاک کرنے آئی ہے۔ اس پر ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ مر گیا۔ ۳۔ مولوی زین العابدین نے ایک احمدی سے مباہلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ خود' اس کی بیوی داماد وغیرہ گھر کے ستر افراد طاعون کا شکار ہو گئے۔ ۴۔ حافظ سلطان سیالکوٹی اپنے خاندان کے نو دس افراد سمیت طاعون سے رخصت ہوا۔ ۵۔ حکیم محمد شفیع سیالکوٹی طاعون کا شکار ہوا اور اس کی بیوی اس کی والدہ اور اس کا بھائی سب یکے بعد دیگرے طاعون سے مر گئے۔ ۶۔ مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ دہنی اور شوخی میں بڑھ گیا تھا طاعون میں مبتلا ہوا۔ ۷۔ چراغ الدین جمونی اپنی گستاخیوں کی پاداش میں ہلاک ہوا۔ ۸۔ مولوی محمد ابوالحسن نے حضرت اقدسؑ کے خلاف کتاب "بجلی آسمان بر سر دجال

قادیانی" لکھی جس میں کئی مقامات پر کاذب کی موت کے لئے بد دعا کی آخر جلد ہی طاعون سے مر گیا۔ ۹۔ ابو الحسن عبد الکریم نام نے جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا چاہا تو وہ بھی طاعون کا شکار ہو گیا۔ ۱۰۔ اسی طرح ایک شخص فقیر مرزا دوالمیال ضلع جہلم کا رہنے والا تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت کچھ بد زبانی کر کے یہ تحریری پیش گوئی کی کہ "میرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ / رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ تک ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور بڑی سخت درجہ کی ذلت وارد ہو گی جسے تمام دنیا دیکھے گی"۔ یہ پیش گوئی ۷ / رمضان کو لکھی گئی تھی سو اگلے سال جب دوسرا رمضان آیا تو اس کے محلہ میں طاعون نمودار ہو گئی اور پہلے اس کی بیوی پھر خود فقیر مرزا سخت طاعون میں مبتلا ہو گیا اور آخر پورے ایک سال بعد عین ۷ / رمضان کو بتاریخ ۱۶ / نومبر ۱۹۰۴ء ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھتے ہوئے اٹھ گیا۔ غرض کہ جو بھی حضورؑ کے مقابل آیا وہی مارا گیا۔ جس نے حضورؑ کے خلاف طاعون پڑنے کی بد دعا کی وہ بد دعا خود اسی پر پڑی۔ [۲]

یہ تو ۱۹۰۷ء سے قبل کی بعض اموات ہیں۔ اس کے بعد گو طاعون کی عام تباہ کاریاں نسبتاً کم ہو گئیں مگر اب اس کا زور سلسلہ احمدیہ کے اشد معاندین کی طرف پہلے سے بھی بڑھ گیا اور ان کا جلد جلد خاتمہ ہونے لگا چنانچہ ۱۹۰۷ء میں جو مکفر و مکذب طاعون سے ہلاک ہوئے ان میں سے بعض قابل ذکر یہ ہیں۔ "شبھ چنتک" اخبار کا پورا عملہ (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) مولوی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ، عبد القادر صاحب پنڈوری، ظفر احمد صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور۔

سعد اللہ لدھیانوی کی ہلاکت

۱۹۰۷ء میں جو معاند طاعون کا شکار ہوئے ان میں سب سے زیادہ بدگو مولوی سعد اللہ لدھیانوی نو مسلم تھا جس کی وفات جنوری ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں ہوئی۔ اس شخص نے ابتداء ہی سے سلسلہ کی مخالفت انتہاء تک پہنچا دی تھی اور سب و شتم سے بھری ہوئی تحریرات نظم و نثر میں شائع کیں۔ اس پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے سعد اللہ لدھیانوی نے اپنی کتاب "شہاب ثاقب بر مسیح کاذب" میں حضورؑ کی ہلاکت و تباہی کی پیش گوئی کی کہ۔

اخذ یمین و قطعِ وتین است بہر تو بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوری
اکنوں باصطلاح شما نام ابتلا است آخر بروز حشر و بایں دار خاسری

یعنی خدا کی طرف سے تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ خدا تجھے پکڑے گا اور تیری رگ جاں کاٹ دے گا۔ تب تیرے مرنے کے بعد یہ تیرا جھوٹا سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگرچہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلاء بھی آیا کرتے ہیں مگر آخر تو حشر کے دن نیز اس دنیا میں نامراد رہے گا۔

اس پر اللہ تعالٰی نے حضرت مسیح موعودؑ کو ۲۹/ ستمبر ۱۸۹۴ء کو بذریعہ الہام خبر دی کہ "ان شانئک ھو الابتر۔" ۲۳ یعنی (سعد اللہ) تیرا دشمن خود ابتر اور مقطوع النسل مرے گا۔ سعد اللہ یہ پیش گوئی غلط ثابت کرنے کے لئے بارہ برس تک اپنی کثرت اولاد اور حضورؑ کی موت اور تباہی کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ اس حسرت پر اس کے یہ اپنے اشعار کافی ہیں جو اس نے "قاضی الحاجات" کی سرخی سے شائع کئے۔

جگر گوشہ ہا دادی اے بے نیاز ۔۔۔ دلے چند زاں ہا گرفتی تو باز
دل من بنعم البدل شاد کن ۔۔۔ بلطف از غم و غصہ آزاد کن
زازواج و اولادم اے ذوالمنن ۔۔۔ بود ہر یکے قرۃ العین من
جگر پارہائے کہ رفتند پیش ۔۔۔ زمہجوریٔ شاں دلم ریش ریش

یعنی اے خدائے بے نیاز تو نے تو مجھے اولاد تو بخشی مگر ان میں سے بعض کو واپس بلا لیا۔ اب ان کے عوض اور اچھی اولاد دے کر میرا دل خوش کر دے اور اپنے لطف و کرم سے مجھے رنج و غم سے آزاد کر۔ اے محسن میری ازواج و اولاد میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ اور جو جگر کے ٹکڑے مجھ سے آزاد ہو چکے ہیں ان کے غم سے میرا دل پارہ پارہ ہو چکا ہے۔

ان دردناک اشاعت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اولاد نہ ہونے اور ہو کر مر جانے سے کس قدر حسرتیں سعد اللہ کے دل میں بھری ہوئی تھیں اور کس طرح اس کی زندگی بے قراری اور اضطراب میں سے گزر رہی تھی۔

حقیقۃ الوحی میں حضورؑ کی طرف سے سعد اللہ کو چیلنج

حضرت اقدسؑ نے "حقیقۃ الوحی" میں سعد اللہ کے ابتر رہنے کی پیش گوئی کو اپنا ایک سو ستاسٹھواں نشان قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا "سعد اللہ پر فرض ہے کہ اس پیش گوئی کی تکذیب کے لئے یا تو اپنے گھر اولاد پیدا کر کے دکھلاوے اور یا پہلے لڑکے کی شادی کر کے اولاد حاصل کرا کر اس کی مردمی ثابت کرے۔ اور یاد رکھے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات اس کو ہرگز حاصل نہیں ہوگی کیوں کہ خدا کے کلام نے اس کا نام ابتر رکھا ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کا کلام باطل ہو وہ ابتر ہی مرے گا۔"

خواجہ کمال الدین صاحب کی گھبراہٹ اور حضرت اقدسؑ کا بصیرت افروز جواب

حقیقۃ الوحی کا یہ حصہ ابھی پریس میں بھی نہیں گیا تھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل گھبرائے ہوئے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قانونی نقطۂ نگاہ سے اس کی اشاعت مناسب نہیں۔ حضورؑ نے سعد اللہ کے متعلق ابتر تحریر فرمایا ہے۔ حالانکہ ابھی وہ خود زندہ ہے اس کا لڑکا بھی زندہ ہے۔ اور حضورؑ نے لکھ دیا ہے کہ وہ لڑکا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس سے آگے نسل چل سکے۔ اس پر اگر وہ چاہے تو عدالت میں استغاثہ کر سکتا ہے۔ [۴] پھر قانون کی سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور مصائب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور حکومت ضرور سزا دے گی اس لئے یہ وحی مصلحتاً پردہ اخفاء میں رکھی جائے۔ [۵]

حضورؑ نے ایک گونہ خفگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا خواجہ صاحب آپ کوئی فکر نہ کریں اگر مقدمہ ہمارے خلاف چل بھی گیا تو ہم آپ کو وکیل نہیں کریں گے۔ [۶] نیز فرمایا کہ میرے نزدیک تو صحیح راہ یہی ہے کہ الہام کی تعظیم مقدم ہے اور اس کا اخفاء اللہ تعالیٰ کی معصیت اور کمینگی!! یاد رکھو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اللہ کے حکم کے بعد مجھے حکام کے عتاب کی قطعاً پروا نہیں ہے۔ ہم جناب الٰہی میں (جو ہر فضل کا سرچشمہ ہے) دعا کریں گے۔ اور اگر قضاء و قدر میں ہمارے لئے مصیبت لکھی ہے تو ہم اسی ذلت کی زندگی پر ہی راضی ہیں مگر خدا کی قسم وہ اس شریر کو مجھ پر ہرگز مسلط نہیں کرے گا۔ اس پر خدا کی آفت نازل ہوگی اور میں جو اس کی پناہ کا طالب ہوں محفوظ رہوں گا۔

اس واقعہ کے بعد حضورؑ نے تین روز تک سعد اللہ کی موت کے لئے دعائیں کیں جس پر حضورؑ پر وحی نازل ہوئی کہ "رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" یعنی بعض لوگ جو عوام کی نگاہ میں پراگندہ مُو اور غبار آلود ہوتے ہیں جناب الٰہی میں وہ مقام رکھتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری کر دیتا ہے۔ [۷]

سعد اللہ کی ابتر موت

حضورؑ کی بددعا اور اس الہام پر ابھی صرف چند راتیں ہی گزریں تھی کہ سعد اللہ کو جنوری ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں پلیگ ہوا۔ اور وہ ہزار حسرتوں کے ساتھ اس جہاں سے چل بسا۔ اس کے لڑکے کی نسبت حاجی عبد الرحیم کی دختر سے ہو چکی تھی اور عنقریب شادی ہونے والی تھی مگر اسے یہ بھی نصیب نہ ہوا کہ اپنے اکلوتے لڑکے کی شادی دیکھ لیتا۔ [۸] سعد اللہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے گو شادی کر لی مگر لمبا عرصہ زندہ رہنے کے باوجود تمام عمر لاولد رہ کر ۱۲/ جولائی ۱۹۲۶ء کو موضع کرم کلاں (ضلع لدھیانہ) میں فوت ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

پیش گوئی ہر لحاظ سے لفظاً لفظاً پوری ہو گئی۔

قادیان کے آریوں کی گندہ دہنی اور تصنیف و اشاعت رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم"

قادیان کے آریہ سماج اگرچہ ابتداء ہی سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زور شور سے مخالفت کرتے آرہے تھے مگر ۱۹۰۵-۶ء میں ان کی شوخی اور بے باکی انتہاء کو پہنچ گئی۔ ایک تو انہوں نے مدرسہ "تعلیم الاسلام" کو ناکام کرنے کے لئے "دیانند جوبلی سکول" کھولا۔ [۹] دوسرے سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے اور اس کے مقدس پیشوا کی ہتک کے لئے قادیان سے "شبھ چنتک" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ سومراج اس اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اچھر چند اس کا مینجر اور بھگت رام اس کا بھائی سرگرم معاون! اس اخبار نے گالیوں اور گستاخیوں کی حد کردی۔ [۱۰] بعد ازاں تیسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ عین جلسہ سالانہ (۲۷/ دسمبر ۱۹۰۶ء) کے موقعہ پر جب کہ حضرت اقدس اپنے دو ہزار کے قریب فدائیوں اور جاں نثاروں کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں مصروف نماز تھے ایک زبان دراز آریہ نے حضور اور حضورؑ کے خدام کو نہایت مغلظ گالیاں دینا شروع کردیں اور جب تک نماز جاری رہی وہ دریدہ دہن بھی برابر بدزبانی کرتا اور گند اچھالتا رہا۔ اور یہ سب کچھ بٹالہ کے ڈپٹی انسپکٹر پولیس کی موجودگی میں ہوا۔

حضرت اقدسؑ کی طرف سے صبر کی تلقین اور آریوں پر اتمام حجت

نماز ختم ہوئی تو حضورؑ نے یہ دیکھ کر ان گالیوں نے بہت سے دلوں کو مجروح کیا ہے بڑی مؤثر تقریر فرمائی جس کا ملخص یہ تھا کہ سب رنج و غم دلوں سے نکال دو۔ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے اور وہ ظالم کو آپ سزا دے گا اور قادیان کے ہندو سب سے زیادہ خدا کے غضب کے نیچے ہیں کیوں کہ انہوں نے خدا کا یہ عظیم الشان نشان دیکھا ہے کہ آج سے چھبیس سال قبل جب کہ میں بالکل گوشۂ گمنامی میں تھا خدا نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ ہزاروں لاکھوں انسان ہر ایک راہ سے تیرے پاس آویں گے یہاں تک کہ سڑکیں گھس جائیں گی اور ہر ایک راہ سے مال آئے گا۔ یہ پیش گوئی کس شان سے پوری ہو رہی ہے۔ قادیان کے آریہ بالخصوص لالہ شرمپت اور ملاوامل اس پر گواہ ہیں۔ پس قادیان کے آریوں پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے مگر یہ لوگ پھر بھی اس زبردست طاقتوں والے خدا سے نہیں ڈرتے جو ایک دم میں معدوم کر سکتا ہے۔ [۱۱]

اخبار ’’شبھ چنتک‘‘ کی تکذیب اور ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ کی تصنیف

اخبار ’’شبھ چنتک‘‘ نے حضرت اقدسؑ کی اس تقریر پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ بالکل کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا اور نہ یہ لالہ صاحبان ہی ان کے گواہ ہیں چنانچہ اس پر حضورؑ نے ایک فیصلہ کن رسالہ ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ کے نام سے ۲۰/ فروری ۱۹۰۷ء کو شائع فرمایا۔

اس رسالہ میں حضورؑ نے بطور نمونہ چند نشانات پیش کر کے ملاوامل اور لالہ شرمپت کو چیلنج دیا کہ وہ خدا کی قسم کے ساتھ مجھ سے فیصلہ کریں اور خواہ مقابل پر اور خواہ تحریر کے ذریعہ سے اس طرح پر خدا کی قسم کھائیں کہ فلاں فلاں نشان جو نیچے لکھے گئے ہیں ہم نے نہیں دیکھے۔ اور اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو خدا ہم پر اور ہماری اولاد پر اس جھوٹ کی سزا نازل کرے۔ [۱۲]

نیز لکھا کہ ’’یہ لوگ اس طرح پر قسم نہ کھائیں گے بلکہ حق پوشی کا طریق اختیار کریں گے اور سچائی کا خون کرنا چاہیں گے۔ تب بھی میں امید رکھتا ہوں کہ حق پوشی کی حالت میں ہی خدا ان کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ کی پیش گوئی کی بے عزتی خدا کی بے عزتی ہے۔‘‘ [۱۳]

اخبار ’’شبھ چنتک‘‘ کے عملہ کی طاعون سے ہلاکت

اس ماہ یعنی فروری ۱۹۰۷ء میں جب کہ یہ کتاب شائع ہوئی اچھر چند مینجر اخبار اور سیکرٹری آریہ سماج قادیان نے ایڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی صاحب تراب سے ایک گفتگو کے دوران میں کہا کہ میں بھی مرزا صاحب کی طرح دعویٰ کرتا ہوں کہ طاعون سے کبھی نہیں مروں گا۔ [۱۴] خدا کی قدرت! چند روز کے اندر اندر ’’شبھ چنتک‘‘ کا پورا عملہ طاعون کا شکار ہو گیا اور خدا کے اس قہر نے ان کی اولاد اور اہل و عیال کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ [۱۵] چنانچہ سب سے پہلے سومراج اور بھگت رام کی نرینہ اولاد لقمہ طاعون ہوئی پھر بھگت رام اور اچھر چند چل بسے۔ باقی رہا سومراج وہ بھی اپنے گھر اور اپنے جگری دوستوں کی تباہی و بربادی کا دردناک نظارہ دیکھنے کے بعد سخت بیمار ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کو کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں آپ مہربانی فرما کر علاج کریں۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر پوچھا کہ سومراج نے مجھ سے علاج کرنے کے لئے درخواست کی ہے حضورؑ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے جواب میں فرمایا ’’آپ علاج ضرور کریں کیوں کہ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے مگر میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں۔‘‘ چنانچہ حکیم بسمل صاحب کے ہمدردانہ رویہ کے باوجود سومراج کی حالت بدتر ہوتی گئی اور وہ آخر دوسرے روز ۴ بجے کے قریب اپنے

ساتھیوں سے جاملا۔ [۱۶]

ایڈیٹر "شبھ چنتک" کی آخری تحریر

پنڈت سومراج نے ایک دوسرے آریہ اخبار "پرکاش" کے نام ایک چٹھی بطور معذرت لکھی تھی جو ٹھیک اس دن شائع ہوئی جس روز پنڈت سومراج اس دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ چٹھی بجائے خود ان مصائب و حوادث کا ایک خاکہ ہے جو پنڈت سومراج پر وارد ہوئیں۔ چنانچہ اس نے لکھا۔ "یکایک مہاشہ اچھر چند کی استری اور عزیز بھگت رام برادر لالہ اچھر چند کا لڑکا بیمار ہو گئے۔ خیران کی استری کو تو آرام ہو گیا لیکن لڑکا گزر گیا۔ اس تکلیف کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ میری استری اور میرا چھوٹا لڑکا عزیز شوراج بیمار ہو گئے۔ میری استری تو ابھی بیمار ہی ہے مگر ہونہار لڑکا پلیگ کا شکار ہو گیا۔ اس مصیب کو ابھی بھول نہیں گئے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت اور سر آپڑی۔ اور وہ یہ تھی کہ عزیز بھگت رام جس کے لڑکے کے گزر جانے کا اوپر ذکر کیا ہے بیمار ہو گیا اور چھ روز بیمار رہ کر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب کے ہم گورو کل میں بھی نہیں جاسکے اور اخبار بھی دو ہفتہ سے بند ہے۔ اور ابھی اپریل کا کوئی پرچہ نکلنے کی آشا نہیں ہے کیوں کہ لالہ اچھر چند جی تو اول کئی ہفتے اسی صدمے سے کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔" [۱۷]

احیائے موتی کا بے نظیر نشان

گزشتہ سال کی طرح اس سال (۱۹۰۷ء میں) بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا اور توجہ سے احیائے موتی کا ایک بے نظیر نشان ظاہر ہوا جس نے دنیا کے خصوصی ماہرین امراض کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس نشان کی تفصیل خود حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں یہ ہے۔

"عبدالکریم نام ولد عبدالرحمٰن ساکن حیدر آباد دکھن [۱۸] ہمارے مدرسہ میں ایک لڑکا طالب العلم ہے قضاء اور قدر سے اس کو سگ دیوانہ کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کے لئے کسولی بھیج دیا۔ چند روز تک اس کا کسولی میں علاج ہوتا رہا پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔ تھوڑے دن گزرنے کے بعد پھر اس میں آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا ہو گئی تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بے قرار ہوا اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا۔ ناچار اس کو بورڈنگ سے باہر نکال کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دیا اور پوچھا گیا کہ اس حالت میں اس کا کوئی

علاج بھی ہے۔ اس طرف سے بذریعہ تار جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ [۱۹] مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہو گئی اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لئے دعا کرنے کے لئے بہت ہی اصرار کیا۔ کیوں کہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا قابل رحم تھا اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک برے رنگ میں اس کی موت شماتت اعداء ہو گی۔ تب میرا دل اس کے لئے سخت درد اور بے قراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آ گئی۔ اور جب وہ توجہ انتہاء تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کر لیا تب اس بیمار پر جو در حقیقت مردہ تھا اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا ایک دفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رخ کیا اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک اور وحشیانہ حالت جاتی رہی۔ یہاں تک کہ چند روز تک بکلی صحت یاب ہو گیا۔ میرے دل میں فی الفور ڈالا گیا کہ یہ دیوانگی کی حالت جو اس میں پیدا ہو گئی تھی یہ اس لئے نہیں تھی کہ وہ دیوانگی اس کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے تھی کہ تا خدا کا نشان ظاہر ہو اور تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ کبھی دنیا میں ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ایسی حالت میں کہ جب کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹا ہو اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں پھر کوئی شخص اس حالت سے جانبر ہو سکے۔" [۲۰]

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "انجام آتھم" (مطبوعہ جنوری ۱۸۹۷ء) میں جن علماء کو مباہلہ کی دعوت دی تھی ان میں گیارہواں نمبر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا تھا۔ مولوی صاحب اس پہلی دعوت مباہلہ پر خاموش رہے۔ البتہ جن دنوں حضورؑ "اعجاز احمدی" تصنیف فرما رہے تھے حضورؑ نے ان کی ایک دستخطی تحریر دیکھی جس میں انہوں نے درخواست کی تھی کہ میں اس طور پر کسی فیصلہ کے لئے خواہش مند ہوں کہ فریقین یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ [۲۱] جس پر حضورؑ نے اسی کتاب میں تحریر فرمایا۔

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔"

۲۲

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے جواب میں لکھا۔ "چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے اس لئے ایسے مقابلہ کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرات نہیں۔" ۲۳

مولوی ثناء اللہ صاحب کی پھر مباہلہ پر آمادگی اور اس کی منظوری کا اعلان

اس انکار کے بعد انہوں نے "اہل حدیث" میں دوبارہ مباہلہ پر آمادگی کا اعلان شائع کیا۔ ۲۴ جس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ایڈیٹر اخبار بدر قادیان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم سے اس چیلنج کی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے لکھا کہ۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص (یعنی حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔ مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنتہ اللہ علی الکاذبین ہے۔" ۲۵

البتہ ان کے مقام مباہلہ کے بارہ میں لکھا کہ قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ امرتسر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا فتنہ کو برپا کرنا ہے۔ کیا ان کو ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر امرتسر میں پتھر برسائے جانے کا واقعہ بھول گیا ہے؟ کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے؟ اگر آپ نے امرتسر یا بٹالہ کو مقام مباہلہ تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریری مباہلہ ہو جائے۔ لیکن اگر ان کو زبانی مباہلہ پر ہی اصرار ہے تو ہمیں یہ بھی منظور ہے وہ قادیان تشریف لے آئیں۔ ان کو دس افراد ساتھ لانے کی اجازت ہے۔ ان کو اخراجات سفر بھی ادا کر دئے جائیں گے اور حفظ امن کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی صاحب خاموشی سے سنتے رہیں اور بعد میں وہ حلفاً اعلان کریں کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ صاحب پسند کریں تو جب چاہیں وہ آ سکتے ہیں۔ ۲۶

مسودہ مباہلہ کی اشاعت حضرت اقدسؑ کے قلم سے

اب مولوی ثناء اللہ صاحب خوف زدہ ہو کر مباہلہ کی بجائے قسم پر آمادہ ہوئے جس پر آپ کو تحریک ہوئی۔ ۲۷ کہ آپ خود ہی مسودہ مباہلہ شائع فرمائیں۔

حضرت اقدسؑ "اعجاز احمدی" کے زمانہ سے یہ دعا کر رہے تھے کہ مباہلہ کی صورت میں جھوٹے فریق کو عذاب انسانی ہاتھوں سے نہ ہو۔ [۲۸] اللہ تعالیٰ نے ۱۴/ اپریل ۱۹۰۷ء کو آپ پر الہام نازل کیا کہ "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ" [۲۹] یعنی میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر یہ مباہلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ حضور کو زندہ رکھے گا اور فریق مخالف کو ایسا عذاب دے گا جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہوگا۔ سو حضرت اقدسؑ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو میدان مباہلہ میں لانے کے لئے از خود ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنی طرف سے مسودہ مباہلہ [۳۰] شائع کیا جس کا عنوان ہی یہ رکھا کہ

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

مسودہ مباہلہ

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

یَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ هُوَ۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کاذب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے میں مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا کی طرف سے

نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے تو واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھ کو دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ علم پر بھی عمل نہیں کی اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص در حقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم۔ عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد

مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مرقومہ ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء

یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ "[۴۱]

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مباہلہ سے انکار و فرار

اس دعائے مباہلہ کی اشاعت پر مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی موت نظر آنے لگی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اگر میں مقابلہ پر موکد بعذاب قسم کھاؤں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت لجاجت سے لکھا "کوئی ایسا نشان دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ مر گئے تو کیا دیکھیں گے۔"[۴۲]

"میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم مولوی اسمٰعیل علی گڑھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح سے مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ۔"[۴۳]

نیز لکھا۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" "تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔"[۴۴]

پھر ساتھ ہی نائب ایڈیٹر کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ بھی شائع کیا کہ:۔

"قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا (پ۱۶ ع۸) اور اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا (پ۴ ع۹) اور وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (پ۱ ع۲)... جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔"[۴۵]

مولوی صاحب نے نائب ایڈیٹر کے اس بیان کو درست تسلیم کیا اور اخبار میں ہی شائع کیا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں۔"[۴۶] جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک بھی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان کی لمبی عمریں ہوا کرتی ہیں تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔

مولوی ثناء اللہ نے مرقع قادیانی بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹ میں یہ بھی لکھا "آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال کر گئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے

صادق سے پیچھے مرا۔"

حضرت اقدسؑ کی طرف سے ایک غلطی کا ازالہ

مسودہ مباہلہ کی اشاعت کے چند ماہ بعد کسی غیر احمدی کا سوال حضورؑ کی خدمت میں پیش ہوا کہ "آپ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے یہ درست نہیں کیوں کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کے بعد فوت ہوا تھا" حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

صرف جھوٹا نہیں بلکہ جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے

"یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا تو ہلاک کیا جائے گا سو ویسا ہی ظہور میں آیا۔ مسیلمہ کذاب تھوڑے ہی عرصہ بعد قتل کیا گیا اور پیش گوئی پوری ہوئی۔ یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے.... ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا حال ہو رہا ہے"۔ [۲۷]

مولوی ثناء اللہ صاحب کو منہ مانگا نشان دیا گیا

اللہ تعالیٰ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو خود ان کے پیش کردہ معیار اور منہ مانگی خواہش کے مطابق نشان یہ دیا کہ انہیں حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد ایک لمبا عرصہ زندہ رکھا۔ انہوں نے عمر بھر احمدیت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ متعدد مناظرے کئے اور اتنی کثرت سے مخالفانہ لٹریچر لکھا کہ خود کہا کرتے تھے۔ "قادیان کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں" [۲۸] مگر وہ احمدیت کی حیرت انگیز رفتار ترقی کو روکنے میں سراسر ناکام رہے۔ [۲۹]

حواشی

۱۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۸۹۶ء سے اپریل ۱۹۰۶ء تک ہندوستان میں طاعونی اموات کی تعداد یہ تھی۔
۱۸۹۶ء ۲۲۱۹، ۱۸۹۷ء ۴۷۹۷۴، ۱۸۹۸ء ۸۹۲۶۵، ۱۸۹۹ء ۱۰۲۴۶۹، ۱۹۰۰ء ۷۳۵۷۶، ۱۹۰۱ء ۲۳۶۴۳۶، ۱۹۰۲ء ۴۵۲۶۵۵، ۱۹۰۳ء ۶۸۴۴۵، ۱۹۰۴ء ۹۳۸۰۱۰، ۱۹۰۵ء ۹۴۰۸۲۱، تا اپریل ۱۹۰۶ء ۳۰۰۳۵۵۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا) زیر لفظ پلیگ۔

۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۶۔ ۲۲۷ و ۳۶۷۔ ۳۶۸ و تتمہ صفحہ ۱۵۹

۳۔ انعامی اشتہار تین ہزار صفحہ ۱۲ مشمولہ انوار الاسلام۔

۴۔ مجدد اعظم جلد دوم صفحہ ۱۱۲۴

۵۔ الاستفتاء مشمولہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶ (طبع اول)

۶۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۶۔ ۱۷ تقریر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ و ذکر حبیب صفحہ ۱۵۶ مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ

۷۔ الاستفتاء صفحہ ۳۶

۸۔ حقیقۃ الوحی تتمہ (طبع اول) صفحہ ۵، ۲۳، ۲۴

۹۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹ و ۱۰/ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۸ کالم ۲ و رسالہ تعلیم الاسلام جلد اول صفحہ ۲۳۳

۱۰۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹ تفصیل کے لئے دیکھیں تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۲۔ ۱۵۳

۱۱۔ قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۳۔ ۱۰ (طبع اول)

۱۲۔ قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۲۴ (طبع اول)

۱۳۔ قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۳۸ (طبع اول)

۱۴۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴ (حاشیہ)

۱۵۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴ (حاشیہ)

۱۶۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۰۔ در منثور صفحہ ۶۳۔ ۶۴ تقریر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء

۱۷۔ بحوالہ الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵ کالم ۲

۱۸۔ بڑے خلوت پسند اور بڑے متدین انسان تھے۔ ۱۸۹۱ء کے قریب پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب حیدر آبادی کے ذاتی خرچ پر بغرض تعلیم قادیان آئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کی چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔ اگلے سال شروع ۱۹۰۷ء میں ان کے ساتھ باؤلے کتے کے حملے کا وہ حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل اوپر متن میں ہے۔ ۱۹۰۸ء کی موسمی تعطیلات میں وہ مستقل طور پر اپنے وطن چلے گئے۔ ۹/ رمضان ۱۳۵۸ھ بمطابق ۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو انتقال کیا اور احمدیہ قبرستان یادگیر میں دفن ہوئے (تفصیل کے لئے دیکھئے اصحاب احمد مؤلفہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان جلد اول صفحہ ۲۶۱۔ ۲۷۲)

۱۹۔ تار کے انگریزی الفاظ یہ تھے:۔

"Sorry nothing can be done for Abdul Karim." افسوس ہے عبدالکریم کے لئے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۸) تار کا عکس الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء صفحہ ۴ میں شائع ہوچکا ہے۔

۲۰۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۶۔ ۴۷

۲۱۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۲

۲۲۔ اعجاز احمدی صفحہ ۳۷

۲۳۔ الہامات مرزا صفحہ ۸۵ (طبع دوم)

۲۴۔ اہل حدیث ۲۹/ مارچ ۱۹۰۷ء

۲۵۔ بدر ۴/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲

۲۶۔ بدر ۴/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم ا (ملخص)
۲۷۔ بدر ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲
۲۸۔ بدر ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲
۲۹۔ بدر ۱۸/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ا' الحکم ۱۷/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم ا
۳۰۔ یہ اشتہار قطعی طور پر مسودہ مباہلہ تھا جس کے متعدد ثبوت ہیں۔ مثلاً
(۱) حضرت اقدسؑ نے اس اشتہار کو "آخری فیصلہ" سے موسوم فرمایا جو خود مولوی ثناء اللہ صاحب کی اصطلاح میں مباہلہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۴۰ زیر آیت مباہلہ)
(۲) اشتہار کے عنوان میں "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ" کا لفظ بھی اس کے مسودہ مباہلہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے اور یک طرفہ دعا کی نفی۔
(۳) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو بھی اس کے مسودہ مباہلہ ہونے کا اقرار ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔ (ا) "کرشن قادیانی نے ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار کیا تھا۔" "دجال قادیانی پر میرے مباہلہ کا اثر"۔ "ان واقعات کو ملحوظ رکھ کر کوئی دانا کہہ سکتا ہے کہ مرزا جی کی دعائے مباہلہ کا اثر کچھ ظاہر ہوا۔" "ابو الوفا کے ساتھ مباہلہ کا اعلان کیا تو اس کا برا اثر بھی آپ ہی پر پڑتا رہا۔" (ملاحظہ ہو مرقع قادیانی بابت ماہ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸۔ ۲۴)۔ (ب) "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا تھا۔" (مرقع قادیانی بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) (ج) "وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہل حدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے (اہل حدیث ۱۹/ جون ۱۹۰۸ء) (د) آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا کھلا مباہلہ نہ کیا تھا بلکہ ہمیشہ گول گول رکھا کرتے تھے۔" (اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب بعنوان "مرزا صاحب قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ")
(۴) مولوی ثناء اللہ صاحب کے سوانح نگار کو بھی یہ مسلم ہے کہ یہ دعا مسودہ مباہلہ تھی۔ چنانچہ مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی "سیرت ثنائی" صفحہ ۱۷۲ پر لکھتے ہیں "میرزا صاحب قادیانی نے اس مباہلہ سے متعلق جو اشتہار شائع کئے...وہ تاریخی اشتہار ذیل میں بجنسہ نقل کرتے ہیں "اس کے بعد انہوں نے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کے اشتہار کا مکمل متن درج کیا ہے جو اس کے مسودہ مباہلہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ لیکن چونکہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا تھا اس لئے انہوں نے سراسر خلاف واقعہ یہ بات بھی لکھ دی کہ "حضرت مولانا مرحوم (یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب۔ ناقل) نے یہ مباہلہ قبول کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرزائے قادیان ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو.... ہلاک ہو گئے۔" (سیرت ثنائی صفحہ ۱۷۲)
۳۱۔ اخبار بدر نمبر ۶ جلد ۶۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴
۳۲۔ اخبار وطن ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱
۳۳۔ اخبار اہل حدیث ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵
۳۴۔ اخبار اہل حدیث ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵
۳۵۔ اخبار اہل حدیث ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ صفحہ ۴ حاشیہ
۳۶۔ اخبار اہل حدیث ۳۱/ جولائی ۱۹۰۷ء۔ مزید تحقیق و تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا قاضی محمد نذیر صاحب ناظر اشاعت و تصنیف کا تحقیقی مقالہ "آخری اتمام حجت" ناشر نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ۔ دسمبر ۱۹۷۳ء
۳۷۔ الحکم ۱۰/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹ کالم ۱۔ ۳
۳۸۔ اہل حدیث کا مذہب شائع کردہ "جمعیتہ اہل حدیث لاہور"
۳۹۔ خود مولوی صاحب کی زندگی کے آخری ایام کس درجہ بے بسی اور غم و اندوہ میں گزرے اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "سیرت ثنائی" صفحہ ۳۸۸ تا ۳۹۷ (مؤلفہ مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی) یہ حالت پڑھ کر دل کانپ اٹھتے اور صاحب بصیرت انسان عبرت حاصل کرتے ہیں۔

ملکی شورش میں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو نصیحت

"تقسیم بنگال" کے نتیجہ میں جو شورش اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس نے ۱۹۰۷ء کے آغاز میں زیادہ خطرناک صورت اختیار کرلی۔ لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۷/ مئی ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار میں اپنی جماعت کو پر زور نصیحت وہدایت فرمائی کہ وہ ملکی شورش سے بالکل الگ رہے۔ [1] اس سلسلہ میں ۱۲/ مئی ۱۹۰۷ء کو ۵ بجے شام ایک جلسہ بھی منعقد کیا گیا جس میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے جلسہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی صدر جلسہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب نے قیام امن پر تقاریر فرمائیں۔ حضرت حکیم الامت نے بالخصوص اس طرف توجہ دلائی کہ حکومت سے سب سے زیادہ فائدہ ہندوؤں نے اٹھایا ہے کروڑوں کی جائداد ہر سال مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں دیکھو تو تمام بڑے بڑے عہدے علی العموم ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں اور کیا مجال ہے کہ کسی مسلمان کو معمولی دفتر کی کلرکی بھی لینے دیں ہاں چپڑاسی وغیرہ مسلمان رکھ لئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہندوؤں ہی نے سب سے زیادہ ناشکری کی اور ان سے اس سے زیادہ کچھ امید بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ جو مشرک اپنے حقیقی محسن خالق مالک کو چھوڑ کر ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ انسان کے احسان کو شکریہ کے ساتھ دیکھے گا؟ [2]

"الواح الہدیٰ" کی تجویز

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو روز و شب یہ فکر رہتا تھا کہ کسی طرح دنیا میں تقویٰ و نیکی قائم ہو۔ شاید ہی حضورؑ کی کوئی تصنیف ایسی ہو جس میں تزکیہ نفس کے ذرائع نہ بیان کئے گئے ہوں اور اخلاق حسنہ کے حصول کے وسائل کا تذکرہ نہ ہو مگر اس سال حضورؑ کے دل میں یہ تجویز آئی کہ احمدی تقویٰ اور تزکیہ نفس کے ضروری اصول لکڑی کے تختیوں پر لکھ کر دیواروں یا دروازوں پر لٹکا دیں تا ان پر ہر وقت نظر پڑتی رہے اس تجویز کا چرچا چند روز تک رہا مگر دیگر ضروری کاموں کے سبب پھر اس طرف توجہ نہ رہی۔ [3]

سفر بٹالہ

حضرت ام المومنین اور حرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اپنے صاحبزادگان سمیت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتھ تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے ۴/ جولائی ۱۹۰۷ء سے لاہور گئے ہوئے تھے اور انہیں ۱۴/ جولائی ۱۹۰۷ء کو ایک بجے کی گاڑی سے بٹالہ واپس پہنچنا تھا لہذا حضرت اقدسؑ ان کے استقبال کے لئے چند خدام کے ہمراہ ۱۴/ جولائی کی صبح کو بٹالہ تشریف لے گئے۔ حضورؑ صبح پانچ بجے کے قریب پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچے اور اسٹیشن کے قریب قیام فرمایا۔ تحصیلدار بٹالہ رائے جسمل صاحب حضورؑ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں شہر سے باہر رہتا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ باہر رہنا بہتر ہے کیوں کہ شہر میں اکثر طاعون کا خوف ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ اصلاح عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب تک کہ اصلاح عمل نہ ہو گا یہ عذاب دور نہ ہو گا۔ ایک دفعہ ایک انگریز اور ایک دیسی افسر ٹیکہ لگانے کے واسطے قادیان میں آئے۔ تب ہم نے اپنی کتاب "کشتی نوح" کا ایک نسخہ اس کو بھیجا تھا جس کا انگریزی میں ترجمہ سن کر انگریز نے کہا کہ سچ تو یہی ہے جو اس کتاب میں لکھا ہے باقی تو سب حیلے ہی ہیں۔ اصلی علاج یہی ہے۔ پس یہ آسمانی اور روحانی باتیں ہیں اور زمینی لوگ ان کو نہیں سمجھ سکتے۔ غرض حضورؑ نے بڑے لطیف پیرایہ میں ان تک پیغام پہنچایا۔

واپسی حضورؑ بٹالہ میں چند گھنٹہ قیام فرما رہے اور شام کو اپنے اہل بیت سمیت دارالامان پہنچ گئے۔ ۴

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات

جیسا کہ ۱۸۹۹ء کے حالات میں گزر چکا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ولادت سے قبل ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ان سے متعلق الہاماً خبر دی گئی تھی کہ "اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ" یعنی میں رو بخدا ہوں گا یا جلد فوت ہو جاؤں گا۔ علاوہ ازیں ان کی ولادت کے بعد حضورؑ کو ۷-۱۹۰۶ء میں بھی مختلف الہامات و کشوف کے ذریعہ سے بار بار ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ چنانچہ ان آسمانی خبروں کے عین مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بوقت صبح انتقال فرما گئے۔ ۵

صبر کا شاندار نمونہ صاحبزادہ صاحب حضرت اقدسؑ کے سب سے چھوٹے بچے تھے اس لئے حضورؑ کو بھی طبعاً ان سے بہت محبت تھی۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات پر حضورؑ نے صبر و تحمل کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بیمار ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات ان کی تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور بڑے فکر اور توجہ کے ساتھ ان کے علاج میں مشغول رہتے تھے۔ اور چونکہ حضرت صاحب کو ان سے بڑی محبت تھی اس لئے لوگوں کا خیال تھا کہ اگر خدانخواستہ وہ فوت ہو گئے تو حضرت صاحب کو بڑا صدمہ گزرے گا جس وقت صاحبزادہ مبارک احمد فوت ہونے لگے تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ نے ان کی نبض دیکھی تو غیر معمولی کمزوری محسوس کی جس پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ نبض میں بہت کمزوری ہے کچھ کستوری دیں۔ حضرت صاحب جلدی سے صندوق میں سے کستوری نکالنے لگے۔ مگر پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضورؑ نبض نہایت ہی کمزور ہے۔ اس وقت دراصل مبارک احمد فوت ہو چکے تھے مگر حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی تکلیف کا خیال کر کے یہ کلمہ زبان پر نہ لا سکتے تھے مگر حضرت صاحب سمجھ گئے اور خود آکر نبض پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضورؑ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا اور بڑے اطمینان کے ساتھ بستہ کھولا اور بڑے جذبہ کے ساتھ بیرونی احباب کو خط لکھنے بیٹھ گئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونا چاہئے۔ اور مجھے بعض الہاموں سے بتایا گیا تھا کہ یہ لڑکا یا تو بہت خدا رسیدہ ہو گا یا بچپن میں ہی فوت ہو جائے گا۔ سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہئے کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔ [۶]

باغ میں تقریر حضرت صاحبزادہ صاحب کا جنازہ مدرسہ میں پڑھا گیا اور نعش مبارک بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی اس لئے حضورؑ قبر سے کچھ فاصلہ پر باغ میں بیٹھ گئے [۷] اور ایک ایمان افروز تقریر فرمائی جس کے لفظ لفظ سے صبر و رضا کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ حضورؑ نے فرمایا "میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی۔ گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے۔ میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخر نتیجہ موت ہی ہونا ہے یا کچھ اور ہے۔ مجھے بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ میری بیوی کے منہ سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون اور کوئی جزع فزع نہیں کی۔ انسان جب کوئی مجاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنا تصرف رکھتا ہے مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرف کا دخل نہیں ہوتا۔ انسان خدا کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ

مدارج حاصل کرلیتا ہے جو اپنی کوشش اور محنت سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی واسطے ادعونی استجب لکم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بشارت نہیں دی مگر ولنبلونکم بشیئی... الایہ میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ غرض یہی طریق ہے جس سے انسان خدا کو راضی کر سکتا ہے نہیں تو اگر خدا کے ساتھ شریک بن جاوے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے چلانا چاہے تو یہ ایک خطرناک راستہ ہو گا جس کا انجام ہلاکت ہے۔ ہماری جماعت کو منتظر رہنا چاہئے کہ اگر کوئی ترقی کا ایسا موقع آجاوے تو اس کو خوشی سے قبول کیا جاوے۔" [۸]

اخلاق و شمائل

حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب نہایت درجہ شکیل اور پاک صورت و سیرت تھے اور اپنی صغرسنی کے باوجود روحانی اور دینی باتوں میں اتنا شغف اور لگاؤ تھا کہ لوگ اکثر انہیں ولی قرار دیتے تھے۔ [۹] وفات سے ایک رات قبل حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت اقدسؑ کو بلایا اور حضورؑ سے مصافحہ کیا جیسے کوئی رخصت ہوتا اور آخری ملاقات کرتا ہے۔ ان کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ ۴/ اپریل ۱۹۰۵ء والے خوفناک زلزلہ سے قبل ان کی زبان پر اکثر دفعہ "زمین ہل گئی" کے الفاظ جاری رہتے تھے۔ [۱۰] بیماری کے دوران کسی نے خواب دیکھا کہ آپ کی شادی ہو رہی ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ معبرین نے لکھا ہے کہ اس کی تعبیر تو موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں موت ٹل جاتی ہے چنانچہ حضورؑ کے ارشاد پر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے (۳۰/ اگست ۱۹۰۷ء کو نماز عصر کے بعد) صاحبزادہ صاحب کا نکاح مریم بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب سے پڑھا مگر خدا کا کلام پورا ہوا اور آپ داغ مفارقت دے گئے۔ [۱۱]

آپ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رقت آمیز نظم کہی جو آپ کے لوح مزار پر درج ہے جو یہ ہے:۔

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا — وہ آج ہم سے جدا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن — کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

"وقف زندگی" کی پہلی منظم تحریک

احمدیت کا پیغام اب تک محض خدا تعالیٰ کے خاص تصرفات اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب وغیرہ سے پہنچ رہا تھا۔ واعظین کا کوئی باقاعدہ نظام اس غرض کے لئے موجود نہیں تھا۔ لیکن اب چونکہ سلسلہ کا کام بہت بڑھ چکا تھا اور ایک تنظیم کے ساتھ اندرون ملک اور بیرونی دنیا کو حق پہنچانے کی ضرورت شدت محسوس ہو رہی تھی اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ستمبر ۱۹۰۷ء میں جماعت کے سامنے "وقف زندگی" کی پرزور تحریک فرمائی۔ [۱۱۲]

ابتدائی واقفین زندگی

اس تحریک پر قادیان میں مقیم نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کی درخواستیں حضورؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت اقدسؑ کی ڈاک کی خدمت ان دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے سپرد تھی اس لئے حضرت اقدسؑ نے مفتی صاحب ہی کو ہدایت فرمائی کہ ایسے واقفین کی فہرست بنائیں چنانچہ انہوں نے اس غرض کے لئے ایک رجسٹر کھول دیا۔ [۱۱۳]

ابتداء" جن اصحاب نے زندگی وقف کی ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شیخ محمد تیمور صاحب طالب علم علی گڑھ کالج (ان کی درخواست پر حضورؑ نے لکھا "بعد پورا کرنے تعلیم بی۔اے اس کام پر لگیں") ۲۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال (ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا "منظور") ۳۔ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب (ان کی درخواست پر حضورؑ نے لکھا "آپ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں") ۴۔ میاں محمد حسن صاحب دفتر رسالہ ریویو آف ریلیجنز (ان کی درخواست پر حضور نے لکھا "قبول ہے") ۵۔ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر (حضورؑ نے ان کی درخواست پر تحریر فرمایا "منظور") ۶۔ صوفی غلام محمد صاحب طالب علم بی۔اے (حضورؑ نے ان کی درخواست پر لکھا "بی۔اے کا نتیجہ نکلنے کے بعد اس کام کے واسطے طیار ہو جائیں") ۷۔ مولوی محمد دین صاحب طالب علم علی گڑھ کالج (ان کی درخواست پر حضورؑ نے لکھا "نتیجہ کے بعد اس خدمت پر لگ جائیں") ۸۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب طالب علم مدرسہ احمدیہ (ان کی درخواست پر حضورؑ نے لکھا "سلسلہ کی پوری واقفیت پیدا کر لیں") ۹۔ اکبر شاہ خاں صاحب نائب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول (ان کی درخواست پر حضورؑ نے لکھا "وقت پر آپ کو یاد کیا جائے گا") ۱۰۔ مولوی عظیم اللہ صاحب ساکن نابھہ (ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا "وقت پر آپ کو یاد کیا جائے گا") [۱۱۴] ۱۱۔ مولوی فضل دین صاحب ۱۲۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۳۔ قاضی محمد

عبداللہ صاحب (ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا "خط کے مضمون سے آگہی ہوئی۔ امید ہے آپ کو انتظام کے وقت میں یاد کروں گا اور مناسب جگہ میں خدمت دین کے لئے بھیجوں گا۔ مناسب ہے اپنا نام مفتی صاحب کے رجسٹر میں درج کرادیں۔ والسلام مرزا غلام احمد")

حضرت اقدسؑ نے ان سب درخواستوں پر اظہار خوشنودی فرمایا [۱۵] اور ۲۵ اور ۲۹ / ستمبر ۱۹۰۷ء کو اس سلسلہ میں نہایت قیمتی نصائح فرمائیں جو مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضورؑ کی سکیم یہ تھی کہ ابتداء میں ۱۲ واقفین کا انتخاب کیا جائے جو قریبی اضلاع میں متعین ہوں اور دو ایک ماہ تبلیغ میں باہر گزار دیں پھر دس پندرہ روز کے لئے مرکز میں آجایا کریں۔ کچھ لٹریچر ان کے پاس موجود ہو تا جہاں مناسب سمجھیں وہاں تقسیم کریں۔ [۱۶]

وقف زندگی کی شرائط

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے "وقف زندگی" کی تحریک کا اعلان کرنے کے بعد میر حامد شاہ صاحب سے اس کی شرائط لکھوائیں اور کچھ اصلاح کے ساتھ ان کو پسند فرمایا۔

ان شرائط میں ایک شرط یہ تھی کہ "میں کوئی معاوضہ نہ لوں گا۔ چاہے مجھے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑے میں گزارہ کروں گا اور تبلیغ کروں گا۔" [۱۷]

ایک ضروری ہدایت حضورؑ نے یہ دی کہ واقفین کو ہر ہفتہ باقاعدگی سے اپنی رپورٹ بھجوانی ہوگی۔ [۱۸]

تحریک "وقف زندگی" کی بنیاد گو حضرت اقدس علیہ السلام ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی۔ مگر حضورؑ کی زندگی میں اپنے نام پیش کرنے والے واقفین کو اندرون ملک یا بیرون ملک میں بغرض تبلیغ مقرر کرنے کی نوبت نہیں آسکی۔ تاہم حضورؑ کے منشاء مبارک کی تکمیل خلافت ثانیہ کے زمانہ میں ہوئی جس کا تفصیل کے ساتھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ خلافت ثانیہ کے عہد کے واقعات میں کیا جائے گا۔

آریہ سماج لاہور وچھووالی کی مذہبی کانفرنس کے لئے حضرت اقدسؑ کا مضمون

آریہ سماج لاہور وچھووالی نے نومبر ۱۹۰۷ء میں اپنے تیسویں ۲۳ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کا اشتہار دیا اور لکھا کہ مختلف مذاہب کے دوران نہایت مہذبانہ رنگ میں اس سوال پر روشنی ڈالیں گے کہ کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہو سکتی ہے تو کون سی؟ [۱۹]

سیکرٹری آریہ سماج ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج نے اس اشتہار کے علاوہ حضورؑ کی خدمت میں کئی انکسار کے خط لکھے اور عاجزانہ درخواست کی کہ آپ بھی ان سوالات کے جواب لکھیں کہ ہم لوگ آپ کے درشن کے بھی مشتاق ہیں مگر حضورؑ کو چونکہ اس ملمع دار اشتہار اور انکساری کے خطوط پر اعتماد [۲۰] نہیں تھا اس لئے آپ نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ مزید بر اں اخبار الحکم (۱۰/ نومبر ۱۹۰۷ء) نے نوٹ شائع کیا کہ اشتہار کے مطابق مذہبی کانفرنس کے لئے صرف چند گھنٹے مخصوص کئے گئے ہیں۔ آریہ سماج کو اگر مذہبی شوق تھا تو وہ کئی دن اس غرض کے لئے رکھ سکتی تھی۔ پس یہ اشتہار محض نمائشی ہے۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا اصرار اور حضورؑ کی طرف سے رضامندی

اس نوٹ کی اشاعت کے بعد آریہ سماج لاہور نے مذہبی کانفرنس کے لئے چار دن (۲، ۳، ۴، ۵۔ دسمبر ۱۹۰۷ء) مقرر کر دئے۔ [۲۱] اس دوران میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور بھی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آریہ سماج کا سیکرٹری میرا دوست ہے اس نے پختہ یقین دلایا ہے کہ اس جلسہ میں مذاہب کے متعلق کوئی دل شکنی کی بات نہ ہوگی بلکہ وہ اس بات کے لئے گویا قسم کھانے کو بھی تیار ہو گئے۔ [۲۲] حضرت اقدسؑ نے ان کی طرف سے جو اس قدر اصرار دیکھا تو جلسہ میں مضمون بھجوانے کے لئے رضامند ہو گئے اور اپنے خدام کو بھی اطلاع دے دی کہ وہ آریہ صاحبوں کے جلسہ پر حاضر ہوں اور ان کو تسلی دی کہ وہ بڑی شرافت و تہذیب سے مضمون سنائیں گے۔ [۲۳]

۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب کی طرح جماعت کے افراد نے اس کانفرنس میں بھی شرکت کے لئے بڑے زور شور سے تیاری شروع کر دی۔ لاہور کی مقامی احمدیہ انجمن نے احمدی مہمانوں کے قیام کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کی جدید کوٹھی عزیز منزل (واقع کیلیانوالی سڑک) پر انتظامات مکمل کر لئے بلکہ ریلوے کے رعایتی ٹکٹوں کا بھی انتظام کر لیا گیا۔ [۲۴]

حضرت اقدسؑ کی طرف سے مضمون کا لکھا جانا اور اس کے سنائے جانے کی تجویز

حضرت اقدس نے ۳۰/ نومبر ۱۹۰۷ء کو قلم اٹھایا اور ۲/ دسمبر کی صبح تک آپ نے ۶۹ صفحہ کا ایک مبسوط اور پر معارف مضمون مکمل کر لیا۔ مضمون ختم کر چکے تو الہام ہوا "اِنَّھُمْ مَا صَنَعُوْا ھُوَ کَیْدُ سَاحِرٍ وَّ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ رُوْحِیْ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ النَّجْمِ الثَّاقِبِ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ" یعنی جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادوگر کی تدبیر ہے اور جادوگر کسی راہ سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوگا تو مجھ سے بمنزلہ میری روح کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو قوت اور روشنی کے ساتھ شیطان پر

حملہ کرتا ہے۔ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ ۲۵ حضورؑ نے یہ الہام مضمون کے آخر میں درج فرما دیئے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک عام مجمع میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا جانے کو تھا اور ابھی حضرت اقدسؑ نے مضمون لکھا بھی نہ تھا کہ مضمون کے پڑھنے کا سوال پیدا ہو گیا۔ حضورؑ کی خدمت میں مختلف نام پیش کئے گئے۔ حضرت اقدسؑ نے فیصلہ کرنے کے لئے مسجد مبارک میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ' ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے مضمون پڑھوا کر سنا اور بالآخر حضورؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت اگر مولوی عبدالکریم صاحب زندہ بھی ہوتے تو بھی میں مولوی صاحب ہی کو ترجیح دیتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب بھی مولوی صاحب ہی کے شاگرد تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جہیر الصوت تھے اس لئے وہ حضرت حکیم الامت کے مددگار قرار پائے۔

۲/ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ۱۰ بجے کے قریب حضرت اقدسؑ نے حضرت حکیم الامت کو روانہ فرمایا اور خود بھی مشایعت کے لئے باہر تشریف لے گئے ۲۶ حضرت مولوی صاحب کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب' حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب' حضرت میر ناصر نواب صاحب' شیخ یعقوب علی صاحب تراب' حضرت مفتی محمد صادق صاحب' ابو سعید صاحب عرب اور قادیان کے اور کئی اصحاب بھی قادیان سے لاہور پہنچ گئے۔ یہاں انبالہ' لدھیانہ' کپورتھلہ' امرتسر' اجنالہ' وزیر آباد' گوجرانوالہ' سیالکوٹ اور دوسرے اضلاع سے بھی کئی سو احمدی پہنچے ہوئے تھے۔ ۲۷

حضرت اقدسؑ کا مضمون پڑھا جانا

۲/ دسمبر ۱۹۰۷ء کو سناتن دھرم اور عیسائیوں کی طرف سے مضامین پڑھے گئے اور ۳/ دسمبر کا دن برہموؤں اور مسلمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت اقدسؑ کے لئے آریہ سماج نے ۳/ دسمبر ۱۹۰۷ء کی شام کو ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ جہاں پہلے اجلاسوں میں حاضری معمولی تھی وہاں اس روز لوگ ۵ بجے ہی آنا شروع ہو گئے اور ۶ بجے تک آریہ مندر وچھووالی (جہاں جلسہ ہو رہا تھا) کا صحن' کمرے اور گیلری سب پر ہو گئے۔ ۶ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور سب سے پہلے ماسٹر رگھوناتھ سہائے نے برہمو سماج کے نمائندہ کی حیثیت سے ایک گھنٹہ لیکچر دیا۔ یہ لیکچر ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ داخلہ کے ٹکٹ بند کر دینا پڑے۔ سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں نے قبل ازیں قلمی اشتہار چسپاں کر دیئے تھے کہ لوگ اس جلسہ میں نہ جائیں۔ مگر اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ اس قدر کثرت سے پہنچے کہ

تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ ماسٹر رگھوناتھ کا لیکچر ختم ہوا تو حضرت مولوی نور الدین صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور نہایت درجہ بلند آواز سے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ جب کوئی آیت آپ تلاوت فرماتے تو مجلس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ [۲۸]

مضمون کا ابتدائی حصہ حضرت مولوی صاحب نے اور آخری حصہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھا۔ یہ مضمون سوا دو گھنٹے تک جاری رہا۔ [۲۹]

حضرت اقدسؑ نے اپنے مضمون میں ابتداء الہام کے متعلق لوگوں کے عقائد کا ذکر کیا اور پھر الہام کے ماننے والوں میں سے ان کا ذکر کیا جو کہتے ہیں کہ اب نہیں ہوتا۔ اس کے بعد الہام کے متعلق اپنا مذہب بیان فرمایا۔ اس کے ضمن میں اسلام کی عالمگیر تعلیم اور تمام قوموں میں نبیوں کی بعثت پر لطیف بحث فرمائی اور آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن مجید کی ہدایت اور وحی کی شوکت اور جلال کو پر شوکت الفاظ میں ادا کیا اور ثابت کیا کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے ذریعہ اس زمانہ میں نبوت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

اس بحث میں امن عامہ کے قیام اور عام رواداری و صلح کاری کی اسلامی تعلیم نہایت اچھوتے انداز میں پیش فرمائی اور اسلامی مسئلہ جہاد کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اسلام کے حقیقی نظریہ کی وضاحت فرمائی۔

مضمون کا اختتام

معرفت اور نور سے بھرا ہوا یہ مضمون دس بجے کے قریب ختم ہو گیا۔ مضمون کے آخر میں الہامات درج تھے جن کے ترجمہ کے متعلق عام لوگوں نے شدید خواہش ظاہر کی جس پر کھڑے ہو کر حضرت مولوی صاحب نے ترجمہ بیان کیا۔ نیز اپنی جماعت کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس پر غور کریں گے۔

آپ کے بعد صدر جلسہ لالہ کاشی رام وید نے حضرت مولوی صاحب سے درخواست کی کہ ہمارے لئے دعا کریں کہ ہم کو بھی ہدایت نصیب ہو۔ اس کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

اخبارات کا تبصرہ

سلسلہ کے قدیم مخالف "پیسہ" اخبار نے ۳/ دسمبر ۱۹۰۷ء کے مذکورہ جلسہ کے متعلق مندرجہ ذیل رائے دی۔

"مذہبی مباحثہ کا جلسہ بر سرپرستی آریہ سماج شہر لاہور ۳/ دسمبر کی شام کو سماج مذکور کے مندر واقع وچھووالی میں ٹھیک ۶ بجے شروع ہوا اور ۱۰ بجے شب تک قائم رہا۔ خلقت کا ہجوم پہلے دن سے کہیں زیادہ اور اس قدر عظیم تھا کہ مندر کا سارا صحن، دالان، کمرے، بالائی برآمدے اور سب سے اوپر والی چھت کے کنارے لوگوں سے بھر گئے اور کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ آخر کار ٹکٹ بند کر دینے

پڑے۔ اتنے بڑے اژدہام میں خوش انتظامی تو دشوار تھی تاہم غنیمت ہے کہ کسی قسم کی بدمزگی نہ ہونے پائی۔ کارروائی جلسہ کا افتتاح مسٹر روشن لال صاحب پریذیڈنٹ کی ایک مختصر تقریر سے ہوا۔ اور پہلے گھنٹہ میں برہمو سماج کے ایک قائم مقام نے اپنا لیکچر بلند آواز سے پڑھا جو جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ کو قابل قدر ماننے کے خیالات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حکیم مولوی نور الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بالترتیب ایک ایک گھنٹہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک مطبوعہ لیکچر جس کی ضخامت ۶۴ صفحہ تھی سنایا۔ جس کے ابتدائی حصہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم صلح جوئی وامن پسندی پر قابل تعریف بحث کی گئی تھی اور مذاہب غیر کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اسلام جس طرح اپنے پیروؤں کو سابق پیغمبروں کی تعظیم اور کتب ہائے مقدسہ کی تکریم کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ بزرگان اسلام کو ناگوار لفظوں میں یاد کر کے مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔" [۲۰]

ولایت کے مشہور ماہنامہ "ریویو آف ریویوز" نے اس لیکچر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"راقم مضمون بہت سے قرآن شریف کی آیات حوالہ میں پیش کرتا ہے جن کی بابت اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ آیات تمام مسلمانوں پر فرض عین قرار دیتی ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لادیں جن کو دنیا کے کثیر حصہ نے قبول کر لیا ہے۔ یہ تحمل کا بہت ہی وسیع اصل اور قاعدہ ہم اپنے آزاد خیال عیسائی بھائیوں کے سامنے بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بالکل نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ مذہب جو اب تک تمام مذہبوں سے زیادہ متعصب اور غیر متحمل خیال کیا گیا تھا اپنے تمام دشمنوں اور مقابل کے لوگوں کے مشن کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہے۔" [۲۱]

سیکرٹری آریہ سماج کی دشنام آلود تقریر

۴/ دسمبر ۱۹۰۷ء کا دن آریہ سماج نے اپنے لئے مخصوص کیا تھا۔ عیسائیوں، سناتنیوں اور دوسرے غیر مذاہب کے نمائندوں کی تقریر میں کوئی خلاف تہذیب و شائستگی بات نہ تھی۔ اور حضورؑ کا مضمون تو سرتاپا صلح و امن کا پیغام تھا۔ مگر افسوس اس روز ہی ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج (جس نے بار بار تہذیب و شائستگی کا یقین دلایا تھا) کھڑا ہوا اور اپنے مضمون میں نہایت شوخی اور بے باکی سے پاکوں کے سردار حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی مقدس ذات بابرکات پر ایسی ایسی تہمتیں لگائیں کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔ اجلاس کے پریذیڈنٹ نے اگرچہ بعد ازاں معذرت کی کہ یہ لیکچر ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا [۲۲] مگر یہ عذر گناہ بدتر از گناہ تھا۔ وہ چاہتے تو لیکچر کے دوران تقریر میں ہی روک سکتے تھے۔ درحقیقت یہ پرلے درجہ کی شرارت اور بدگوئی ایک سوچی سمجھی انتقامی سازش کے ساتھ عمل میں لائی گئی تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر

اسلام کو حضرت اقدسؑ کے ذریعہ سے جو شاندار فتح نصیب ہوئی تھی اس پر پردہ ڈال دیا جائے۔ مگر ان ناشائستہ حرکات سے ان کی مزید ذلت و رسوائی ہوئی اور خدا کا وہ الہام جو حضورؑ نے اپنے مضمون کے آخر میں درج فرمادیا تھا دوسرے ہی روز پورا ہو گیا اور آریہ سماج کی یہ مکروہ کارروائی اسلام کی سچائی کا ایک چمکتا ہوا نشان بن گئی جسے ہزاروں نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔

گالیوں کی مجلس میں بیٹھے رہنے پر حضرت مسیح موعودؑ کی اظہار خفگی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین صاحب محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کا بیان ہے کہ "میری عمر اس وقت سترہ سال کی تھی مگر میں اس بدگوئی کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہا میں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جلسہ میں نہیں بیٹھ سکتا۔ میں یہاں سے جاتا ہوں۔ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی مجھے کہنے لگے مولوی صاحب (حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ۔ ناقل) تو یہاں بیٹھے ہیں اور آپ اٹھ کر باہر جارہے ہیں۔ اگر یہ غیرت کا مقام ہوتا تو کیا مولوی صاحب کو غیرت نہ آتی؟ میں نے کہا کچھ ہو مجھ سے تو یہاں بیٹھا نہیں جاتا اور رسول کریم ﷺ کی نسبت یہ سخت کلامی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ وہ کہنے لگے آپ کو کم سے کم نظام کی تو اتباع کرنی چاہئے۔ مولوی صاحب اس وقت ہمارے لیڈر ہیں اس لئے جب تک وہ بیٹھے ہیں اس وقت تک نظام کی پابندی کے لحاظ سے آپ کو اٹھ کر باہر نہیں جانا چاہئے۔ ان کی یہ بات اس وقت کے لحاظ سے مجھے معقول معلوم ہوئی اور میں بیٹھ گیا۔ جب ہم واپس آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو... آپ کو اس قسم کا غصہ پیدا ہوا کہ ویسا غصہ آپ میں بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔ آپؑ بار بار فرماتے۔ دوسرے مسلمان تو مردہ ہیں ان کو کیا علم ہے کہ رسول کریم ﷺ کی کیا شان ہے۔ لیکن ہم نے تو اس طرح اسلامی تعلیم کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور اس طرح رسول کریم ﷺ کے فضائل اور آپؐ کے کمالات کو روشن کیا ہے کہ اس کے بعد یہ تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری جماعت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول کریم ﷺ کی کیا شان ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ تمہیں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہئے تھا۔ بلکہ جس وقت اس نے یہ الفاظ کہے تھے تمہیں اسی وقت کھڑے ہو جانا چاہئے تھا اور اس ہال سے باہر نکل آنا چاہئے تھا۔ اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے تو پھر اس ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہئے تھا۔ یہ کیوں کر تم نے بے غیرتی دکھائی کہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموشی سے بیٹھ کر ان گالیوں کو سنتے رہے۔

حضرت خلیفہ اولؓ اس وقت آپؑ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی

تھے مگر وہ بھی سر ڈالے بیٹھے رہے۔ آپؑ بار بار فرماتے تمہاری غیرت نے یہ کیوں کر برداشت کر لیا کہ تم اس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہو رہی ہے تب مولوی محمد احسن صاحب امروہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی ایک ناراضگی کے موقعہ پر یہ الفاظ کہے تھے کہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا اسی قسم کے الفاظ انہوں نے کہے اور پھر کہا حضورؑ ذہول ہو گیا یعنی ہر آدمی سے بعض موقعوں پر غلطی ہو جاتی ہے ہم سے بھی ذہول کے ماتحت یہ غلطی ہوئی ہے حضورؑ درگزر فرمائیں۔ آخر بہت دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا غصہ فرو ہوا اور آپؑ نے اس غلطی کو معاف فرمایا۔" [۲۲]

حواشی

۱۔ بدر ۹/ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶
۲۔ بدر ۱۶/ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ ۲ و بدر ۳۰/ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ تا ۸
۳۔ بدر ۲۷/ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۱ و ذکر حبیب صفحہ ۱۴۹ از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ
۴۔ بدر ۱۸/ جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم ۱
۵۔ بدر ۱۹/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۲ الحکم ۱۷/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۔ ب
۶۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷۶۔ ۱۷۷
۷۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷۶۔ ۱۷۷
۸۔ الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ ۲
۹۔ الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ کالم ۱۔ ۲
۱۰۔ بدر ۱۹/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۳ و الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم ۱۔ ۲
۱۱۔ بدر ۵/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و الحکم ۳۱/ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۱۹
۱۲۔ بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۲۔ ۳
۱۳۔ بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء ذکر حبیب صفحہ ۱۴۷، ۱۵۳ از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ
۱۴۔ ذکر حبیب صفحہ ۱۴۷۔ ۱۴۸ مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ ان خطوط میں سے بعض کا عکس رسالہ "انصار اللہ" ربوہ کے بعض ابتدائی نمبروں میں چھپ چکا ہے۔
۱۵۔ بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۴
۱۶۔ بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۳
۱۷۔ بیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مندرجہ "الفضل" ۲۴/ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲
۱۸۔ بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۳
۱۹۔ الحکم ۱۰/ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸ کالم ۲
۲۰۔ چشمہ معرفت صفحہ ب۔ ج
۲۱۔ الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۱
۲۲۔ چشمہ معرفت صفحہ ب۔ ج
۲۳۔ چشمہ معرفت صفحہ ب۔ ج
۲۴۔ الحکم ۳۰/ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۲
۲۵۔ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و چشمہ معرفت ضمیمہ صفحہ ۶۸
۲۶۔ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۱۔ ۲ و الفضل ۱۶/ جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۱ کالم ۲۔ ۳
۲۷۔ الحکم ۱۰/ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ و بدر ۱۲/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ ۲
۲۸۔ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ تا ۷
۲۹۔ بدر ۱۲/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۱
۳۰۔ بحوالہ الحکم ۱۰/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶۔ ۷
۳۱۔ بحوالہ ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۹۱۔ ۱۹۲
۳۲۔ چشمہ معرفت صفحہ ج۔ د صفحہ ۲۔ ۵ و بدر ۱۲/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ کالم ۱
۳۳۔ الفضل ۱۶/ جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۲ کالم ۳۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۱۹۔ ۲۲۰

حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک دور کا

آخری سالانہ جلسہ

۱۹۰۷ء کا سالانہ جلسہ

۱۹۰۷ء کا سالانہ جلسہ تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ آخری جلسہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ہوا۔

مہمانوں کی آمد

جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کے لئے احباب کی آمد ۱۹/ دسمبر سے شروع ہو گئی تھی۔ چند ایک دوست اس سے بھی پہلے دارالامان میں پہنچ چکے تھے مگر سب سے پہلے آنے والی جماعت دوالمیال کی تھی جو اپنے امیر مولوی کرم داد صاحب کے ہمراہ قادیان پہنچی تھی۔ اس کے بعد ہر روز ملک کے چاروں طرف سے بکثرت احباب کی آمد شروع ہو گئی۔ ۲۴/ دسمبر کی شام اور اس کے بعد سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، گوجرانوالہ، جہلم، گجرات، لاہور، امرتسر، کپور تھلہ، لودھیانہ، جالندھر، دہلی اور دیگر مختلف اطراف کی جماعتیں وارد ہوئیں۔ ۲۶۔ ۲۷ دسمبر کو بھی مہمانوں کی بکثرت آمد ہوئی۔

۲۵/ دسمبر کا دن۔ تشحیذ الاذہان کا جلسہ

۲۵/ دسمبر کو نماز ظہر کے بعد تشحیذ الاذہان کا ایک عام اجلاس ہوا۔ سب سے اول حافظ عبدالرحیم صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے زمانہ کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے نوجوان کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے (جو اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کے طالب علم تھے۔) اپنا مضمون پڑھا اور اکبر شاہ خان صاحب اور نعمت اللہ صاحب گوہر نے نظمیں سنائیں۔ آخری تقریر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے واعظ کے مزکی ہونے کے بارے میں فرمائی۔

۲۶/ دسمبر کا دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیر کا ایمان افروز نظارہ

۲۶/ دسمبر کی صبح کو حضرت اقدسؑ باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ خدام جوق در جوق ساتھ ہوئے اور پروانوں کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے۔ اس قدر ہجوم تھا کہ سیر پر جانا مشکل ہو گیا۔ حضرت اقدسؑ گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور اپنے خدام کو قریباً دو گھنٹے مصافحہ کا شرف بخشا۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں۔ ایک دیہاتی دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ اس بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا اور زیارت کر۔ اور ایسے موقعہ پر بدن کی بوٹیاں بھی اڑ جائیں تو پروانہ کر۔ مفتی محمد صادق صاحبؓ نے یہ دیکھ کر کہا لوگ بیچارے سچے ہیں کیا کریں۔ تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے۔ پروانے نہ بنیں تو کیا کریں۔

ظہر و عصر کی کارروائی

ظہر اور عصر ہر دو نمازیں مسجد اقصیٰ میں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ نماز کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے بعض نکاح پڑھے اور خطبہ میں نکاح کے مقصد پر ایک لطیف تقریر فرمائی۔ نکاح کے بعد میر قاسم علی صاحب نے ایک منظوم مبارک نامہ پڑھا۔ [۲]

۲۷/ دسمبر کا دن۔ حضرت اقدسؑ کی پہلی تقریر

۲۷/ دسمبر کو مسجد اقصیٰ میں جمعہ پڑھا گیا جمعہ کے موقت مسجد اقصیٰ کے اندر اور باہر کا صحن پوری طرح بھر گیا اور خدام نے ارد گرد کی دوکانوں گھروں اور ڈاکخانہ کی چھتوں پر نماز جمعہ ادا کی۔ کل حاضری تین ہزار کے قریب ہوگی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے خطبہ پڑھا۔ نماز جمعہ کے ساتھ ہی نماز عصر بھی جمع کی گئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خدام سے نہایت روح پرور خطاب فرمایا۔ [۳] جس میں حضورؑ نے سورہ فاتحہ کی لطیف تفسیر بیان فرمانے کے بعد جماعت کو تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا۔ تزکیہ نفس اسے کہتے ہیں کہ خالق و مخلوق دونوں طرف کے حقوق کی رعائت کرنے والا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ جیسا زبان سے اسے وحدہ لاشریک مانا جائے ایسا ہی عملی طور سے اسے مانیں اور مخلوق کے ساتھ برابر نہ کیا جاوے۔ اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ کسی سے ذاتی بغض نہ ہو۔ بیشک خدا کا حق بڑا ہے مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے یا نہیں جو شخص اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں رکھ سکتا۔ وہ خدا سے بھی صاف نہیں رکھتا۔

دیکھو آنحضرت ﷺ کی جماعت نے بیشمار فتوحات پالیں مگر کس لئے کہ بمنزلہ جان واحد

ہو گئے۔ خانہ خدا اس کو نہ کہیں گے جو بت خانہ ہو۔ انسان کا دل خدا کا گھر ہے یہ خدا کا گھر اس وقت کہلائیگا اور اس وقت فرشتوں کا طواف گاہ بنے گا جب یہ اوہام باطلہ و عقائد فاسدہ سے بالکل پاک و صاف ہو۔ جب تک انسان کا دل صاف نہ ہو اس کی عملی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ دیکھو یہ وقت ہے جو کچھ کرنا ہے کر لو ایسا نہ ہو کہ بوجہ مخالفت دنیا سے بھی رہو اور دین سے بھی خالی چلے جاؤ۔ کسی کو کیا معلوم کہ کون آئے گا۔ موتاموتی لگ رہی ہے توبہ و خشوع و خضوع سے کام لو۔ [۴] تقریر کے بعد احباب حضورؑ سے مصافحہ کرتے رہے۔

۲۸/ دسمبر کا دن۔ حضور کی سیر

۲۸/ دسمبر کو صبح حسب معمول سیر کے لئے حضورؑ تشریف لے گئے۔ احباب بہت کثرت سے ساتھ تھے مگر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، چوہدری مولا بخش صاحب، ملک محمد حیات صاحب، حکیم محمد عمر صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ایسا انتظام کیا کہ تمام دوستوں نے نہایت اطمینان کے سات حضور کی زیارت کا شرف حاصل کر لیا۔ حضرت اقدسؑ میدان میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اس وقت پہلے ایک امرتسری دوست نے بعد ازاں ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب نے نظمیں سنائیں۔ [۵]

حضرت اقدسؑ کی دوسری تقریر

اس دن ظہر و عصر کی نمازیں مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئیں۔ بعد ازاں حضرت اقدسؑ نے دوسری تقریر فرمائی جس کی ابتداء میں حضور نے فرمایا "جو کچھ کل میں نے تقریر کی تھی اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا کیونکہ بسبب علالت طبع تقریر ختم نہ ہو سکی اس واسطے آج پھر میں تقریر کرتا ہوں۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ آج اس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہے گا اور کون مر جائے گا۔؟"

ان دردانگیز الفاظ کے بعد جو دلوں کو ہلا دینے والے تھے حضورؑ نے اپنے خدام کو نہایت لطیف پیرائے میں شرح و بسط کے ساتھ صبر کی تلقین فرمائی۔ علاوہ ازیں ان کو اور بھی قیمتی نصائح سے نوازا۔ اور یہ سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی تقریر ان الفاظ پر ختم ہوئی۔

"کیا پہلے سے نہیں کہا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک قرناء آسمان سے پھونکی جائے گی۔ کیا وحی خدا کی آواز نہیں۔ انبیاء جو آتے ہیں وہ قرناء کا حکم رکھتے ہیں۔ نفخ صور سے یہی مراد تھی کہ اس وقت ایک مامور کو بھیجا جائے گا وہ سنا دے گا کہ اب تمہارا وقت آگیا ہے۔ کون کسی کو درست کر سکتا ہے۔ جب تک کہ خدا درست نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایک قوت جاذبہ عطا کرتا ہے کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خدا کے کام کبھی حبط نہیں جاتے۔ ایک قدرتی کشش کام کر

دکھائے گی۔ اب وہ وقت آگیا ہے جس کی خبر تمام انبیاء ابتداء سے دیتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا وقت قریب ہے اس سے ڈرو اور توبہ کرو۔" [۶]

کانفرنس صدر انجمن احمدیہ

اسی روز ۲۸/ دسمبر ۱۹۰۷ء کو بعد از نماز مغرب صدر انجمن احمدیہ کی کانفرنس ہوئی جس میں بیرونجات کی اکثر انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ شامل ہوئے سیکرٹری صاحب کی پیش کردہ رپورٹ مختلف صیغوں کی پڑھی گئی اور اس کے بعد بجٹ برائے ۱۹۰۸ء پیش ہوا۔ بجٹ کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے تمام ضروری امور پر ایک مفصل بحث کی۔ ازاں بعد حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے ایک تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ قرآن شریف کی رو سے کس قسم کی انجمنوں کا بنانا جائز ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہوتا تھا کہ قرآن شریف علوم کا ایک ایسا سمندر ہے کہ اس میں ہر ایک ضروری چیز پائی جاتی ہے۔ [۷]

بیعت

ایام جلسہ میں ہر روز بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد بعض اوقات اتنی بڑھ جاتی کہ لوگوں کا حضور تک پہنچنا اور معمول کے مطابق حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا ناممکن ہو جاتا اس لئے پگڑیوں کے ذریعہ بیعت کی جاتی اور اس کا طریق یہ ہوتا کہ لوگ اپنی پگڑیاں اتار کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیتے اور بعض پگڑیوں کو ایک دوسری سے باندھ کر دور دور تک پہنچا دیا جاتا۔ ان پگڑیوں کا ایک سرا ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتا۔ جو حضرت اقدسؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہوتے تھے اور دوسرے بیعت کرنے والے ان پگڑیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتے اس طرح گویا بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان بیعت کرنے والوں میں روحانی رو کا تسلسل قائم کیا جاتا۔ بیعت کے الفاظ دوہراتے وقت چونکہ حضور کی آواز بھی دور بیٹھے ہوئے بیعت کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس لئے مجمع میں دو تین خدام کھڑے ہو جاتے جو حضرت اقدسؑ کی اتباع میں بیعت کے الفاظ بلند آواز سے دوہراتے ہوئے دوسرے بیعت کرنے والوں تک پہنچاتے تھے۔

لنگر خانہ کا انتظام اور الہام اطعموا الجائع والمعتر

شیخ یعقوب علی صاحب، حکیم فضل الدین صاحب، مفتی فضل الرحمٰن صاحب، قاضی امیر حسین صاحب نیز مدرسہ کے دوسرے اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹیرز مہمانوں کے کھانا کھلانے میں بہت محنت سے کام کیا۔ لیکن مہمانوں کی آمد اندازے سے بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک دن بعض مہمانوں کو ناگزیر وجوہ کی بناء پر بہت دیر سے کھانا ملا۔ اور بعض مہمان تو بغیر کھانا کھائے بھوکے ہی اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ نہ تو انہوں نے شکایت کی نہ کسی سے ذکر

کہ کوئی ان سے ہمدردی کرتا۔ مگر جب انہوں نے صبر کیا اور کسی سے ذکر تک نہ کیا تو خود رب العرش نے جس کے وہ مہمان تھے اپنے فرستادہ نمائندہ کو الہام کیا "اطعموا الجائع والمعتر" بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلاؤ۔ صبح سویرے حضورؑ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بعض مہمان رات بھوکے رہے۔ اسی وقت حضورؑ نے لنگر کے منتظمین کو بلایا اور بہت تاکید فرمائی کہ مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر تواضع کی جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ [۸]

۱۹۰۷ء کے بعض ممتاز صحابہ

۱۹۰۷ء کے بعض ممتاز صحابہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب [۹] (حال صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ)

۲۔ حاجی ابو بکر یوسف صاحب جدہ۔ [۱۰]

۳۔ شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس۔ [۱۱]

ماموریت کا ستائیسواں ۲۷ سال

"چشمہ معرفت" کی تصنیف و اشاعت

(۱۹۰۸ء)

وجہ تالیف آریہ سماج نے اپنی مذہبی کانفرنس میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر ناپاک حملے کئے تھے۔ اور گو آریہ سماج نے جب اس کانفرنس کے مضامین شائع کئے تو اس میں سے قابل اعتراض حصے حذف کر دیئے۔ [۱۲] مگر جن گندی باتوں کو ہزاروں افراد نے سنا ان کا ازالہ کرنا ازبس ضروری تھا۔ لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شروع جنوری ۱۹۰۸ء میں ہی اس کے جواب میں "چشمہ معرفت" کے نام سے ایک مبسوط اور جامع کتاب تالیف فرمادی جو ۱۵/ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب اپنے نام کی طرح معرفت کا ایسا پاک چشمہ ہے جس سے اسلام کی خوبیاں اور کمالات بحر مواج کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔

چشمہ معرفت کی خصوصیت اور اس کا خلاصہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں سے "چشمہ معرفت" میں بہت ہی لطیف مضامین ہیں۔ اور اس میں خوبی اور کمال یہ ہے کہ اس میں بہت سے مضامین نہایت جامعیت کے ساتھ چند سطروں میں آجاتے ہیں اور چند سطروں کے بعد ایک نیا مضمون سامنے آجاتا ہے۔

چشمہ معرفت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حضورؑ نے ان دعاوی کا رد فرمایا ہے جو ڈاکٹر بھارد واج سیکرٹری آریہ سماج لاہور نے وید کے بارے میں کئے تھے۔ دوسرے حصہ میں ان حملوں کا رد ہے جو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے تھے۔ خاتمہ کتاب میں حضور علیہ السلام نے باوا نانک صاحب کی اسلام کی نسبت گواہی لکھی اور چولہ صاحب اور سکھوں کی کتاب سے باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے قطعی ثبوت دیئے۔ کتاب کے آخر میں حضور کا وہ معرکتہ الاراء مضمون شامل کیا گیا ہے جو آریہ سماج کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا تھا۔

غیر مذاہب کو چیلنج

حضور علیہ السلام نے چشمہ معرفت میں بھی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے متعلق تمام غیر مذاہب کو چیلنج کیا اور لکھا کہ "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا۔ مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اسکے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔" [۱۳]

گوروہر سہائے ضلع فیروز پور میں باوا نانکؒ کے تبرکات میں "قرآن شریف" کا انکشاف

اس سال حضرت مسیح موعودؑ کا باوا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے کی ایک نئی شہادت ملی اور وہ یہ کہ گوروہر سہائے واقع ضلع فیروز پور میں سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحبؒ اور بعد کے گدی نشین گوروؤں کے چند تبرکات چلے آتے تھے جن میں باوا صاحب کی ایک تسبیح، پوتھی، قرآن شریف [۱۴] اور چند دیگر اشیاء بھی تھیں۔ یہ قرآن شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں میں بند تھے اور گورو بشن سنگھ صاحب [۱۵] کے پاس تھے جن کے مورث اعلیٰ سکھوں کے چوتھے گورو رام داس تھے۔ امرتسر کا مشہور "سنہری مندر" [۱۶] ان ہی گورو صاحب سے موسوم ہے۔ ان تبرکات کے سبب یہ خاندان سکھ قوم میں ہمیشہ ممتاز اور بڑی بڑی جاگیروں کا مالک رہا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گوشتہ مہاراجہ والی ریاست فرید کوٹ بھی وہاں گئے اور ایک ہاتھی اور ایک ہزار روپیہ نقد ان تبرکات کے سبب گورو صاحب کی نذر کیا۔ [۱۷]

گوروہر سہائے کے لئے وفد

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ معلومات پہنچیں تو آپ کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے مزید تحقیق کے لئے ایک وفد بھجوایا جس کے ممبر یہ تھے۔

۱۔ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان۔
۲۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان۔
۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان۔
۴۔ سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر جلال آباد۔

۵۔ حکیم ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور۔

۶۔ شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم (سابق جگت سنگھ)۔

۷۔ چوہدری فتح محمد صاحب (سیال) طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور۔

وفد نے گورو ہرسہائے میں پہنچ کر ۴/ اپریل ۱۹۰۸ء کو گورو بشن سنگھ صاحب کے ذریعہ سے یہ قرآن شریف کھول کر پڑھا جو دراصل ایک نہایت خوشخط لکھی ہوئی حمایل شریف تھی۔ جس کا سائز تخمیناً تین انچ چوڑا اور ساڑھے چار انچ لمبا تھا۔ ہر صفحہ پر اردگرد سنہری لکیریں پڑی تھیں اور بعض مقامات پر سنہری بیل تھی گورو بشن سنگھ صاحب نے بتایا کہ پرانے گورو صاحبان سے یہ قرآن شریف بطور تبرک چلا آتا ہے۔ [18] ایک سکھ ودوان اس وفد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وفد کے تمام ممبر تعلیم یافتہ تھے۔ قرآن ان کے نوک زبان تھا۔ پوتھی دیکھ کر اسے قرآن کہنے میں انہیں کوئی مغالطہ نہیں لگا۔" [19]

ہندو اور سکھ اصحاب پر اتمام حجت

وفد نے واپس آکر جب قرآن شریف کے موجود ہونے کی تصدیق کر دی تو حضور علیہ السلام نے "چشمہ معرفت" میں یہ تمام تفصیلات درج فرما کر لکھا کہ "باوا نانک صاحب" کا وجود تمام ہندوؤں پر خدا تعالیٰ کی ایک حجت ہے خاص کر سکھوں پر جو ان کے پیرو کہلاتے ہیں۔ خدا نے آریوں میں سے ایک ایسا مقدس شخص پیدا کیا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اسلام سچا ہے اور جو تکذیب کرتے ہیں وہ ان کے منہ پر تھوکتے ہیں۔ پس اے وہ تمام لوگو! جو اس مقدس گرو کے سکھ ہو خدا سے ڈرو! صرف میں ہی تم کو ملزم نہیں کرتا بلکہ وہ مقدس بزرگ بھی تم کو ملزم کر رہا ہے جس کی پیروی کا تم کو دعویٰ ہے۔ اگر تم اس مقدس گرو کے سچے سکھ ہو تو ہندوؤں کا تعلق چھوڑ دو جیسا کہ اس نے چھوڑ دیا تھا۔ اور اس پاک مذہب کی روشنی سے تم بھی نور حاصل کرو جس کے نور سے وہ بزرگ سر تا پا روشن ہو گیا تھا۔" [20]

نکاح حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا

۱۷/ فروری ۱۹۰۸ء کو حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حجتہ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے چھپن ہزار روپیہ مہر پر مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ نے پڑھا۔ نواب صاحب موصوف کے خاندان میں حق مہر کے متعلق یہ دستور تھا کہ کئی کئی لاکھ روپیہ مقرر کیا جاتا تھا اور انہوں نے اپنی خاندانی رسم کی وجہ سے اب بھی یہی کہا تھا کہ مہر زیادہ رکھا جائے مگر حضرت اقدس علیہ السلام نے اسے پسند نہ فرمایا۔ [21] البتہ مہر کے متعلق

تحریر کو باقاعدہ رجسٹری کروا کے اس پر شہادتیں ثبت کروا دیں جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت نواب صاحب موصوف کی جائداد سرکار انگریزی کے علاقے میں واقع نہ تھی بلکہ ایک ریاست میں تھی اور اس کے متعلق تنازعات اور پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے مہرنامہ کو بقاعدہ رجسٹری کروانا ضروری خیال کیا گیا۔ [۲۲] دوسرے ریاست مالیر کوٹلہ میں بیوی قانوناً محروم الارث ہوتی ہے لہٰذا نواب صاحب موصوف کی جائداد میں شرعی لحاظ سے جتنا حصہ حضرت سیدہ موصوفہ کا متعین ہوتا تھا اسی کے مطابق مہر تجویز کر دیا گیا۔ [۲۳]

نکاح کی مبارک تقریب میں شمولیت کے لئے لاہور کے میاں چراغ دین صاحب' ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب' حکیم محمد حسین صاحب قریشی' بابو غلام محمد صاحب' مستری محمد موسیٰ صاحب' شیخ رحمت اللہ صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب اور خلیفہ رجب دین صاحب اور بعض دیگر احباب بھی قادیان پہنچ گئے۔

رخصتانہ

رخصتانہ کی تقریب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۱۴/ مارچ ۱۹۰۹ء کو بروز اتوار منعقد ہوئی۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ "رخصتانہ نہایت سیدھی سادھی طرز سے ہوا۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے ام المومنین علیہا السلام مبارکہ بیگم صاحبہ کو اپنے ساتھ لے کر میرے مکان پر ان سیڑھیوں کے راستہ سے جو میرے مکان اور حضرت اقدسؑ کے مکان کو ملحق کرتی تھیں' تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا اسلئے ان کو بہت انتظار کرنا پڑا۔ اور جب بعد نماز میں آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھری آواز سے کہا کہ "میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں" اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً السلام علیک کر کے تشریف لے گئیں۔" [۲۴]

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے اگلے دن ۱۵/ مارچ ۱۹۰۶ء کو قادیان کے تمام احمدیوں اور قصبہ کے بعض عمائدین کو دعوت ولیمہ دی۔ [۲۵]

اولاد

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بطن سے یہ اولاد ہوئی:۔

نواب محمد احمد خاں صاحب (ولادت ۱۱/ جولائی ۱۹۱۰ء)' صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ (ولادت ۲۷/ ستمبر ۱۹۱۱ء) نواب مسعود احمد خاں صاحب (ولادت ۱۷/ اپریل ۱۹۱۳ء)' صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ (ولادت ۱۵/ اگست ۱۹۱۸ء)' صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ (ولادت ۲/ ستمبر ۱۹۲۹ء) [۲۶]

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کی بیعت

ماموریت کے اس آخری سال میں جو بزرگ صحابہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوئے ان میں سب سے ممتاز مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل حلال پوری [۲۷] تھے۔ آپ نے ۱۷/ فروری ۱۹۰۸ء کو تحریری اور ۱۳/ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ قبول احمدیت کی راہ میں آپ کو بڑی بڑی تکالیف برداشت کرنا پڑیں مگر آپ اس پامردی اور استقلال سے ایمان پر قائم رہے کہ کئی پہلے آنے والوں سے بھی اپنے اخلاص و فدائیت میں بہت آگے نکل گئے۔ و ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کے علاوہ پنجابی کے مشہور شاعر مولوی محمد دلپذیر صاحب اور ان کے بیٹے ڈاکٹر منظور احمد صاحب بھی حضور کی بیعت کر کے زمرہ صحابہ میں شامل ہوئے۔

سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان

سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب ایک روزہ دورہ پر ۲۱/ مارچ ۱۹۰۸ء صبح گیارہ بجے قادیان آئے۔ ان کے ہمراہ کنگ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور مہتمم بندوبست اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔

معزز مہمانوں کا استقبال

معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے مدرسہ تعلیم الاسلام کی مجوزہ زمین کے کھلے میدان میں خیمے نصب کئے گئے۔ داخلہ کے لئے ایک دروازہ بھی بنایا گیا جس پر سنہری حروف میں (Welcome) یعنی خوش آمدید لکھا ہوا تھا ۲۰/ مارچ کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فنانشل کمشنر کے استقبال کے لئے آگے جانا چاہیے۔ حضورؑ نے فرمایا مجھے ان تکلفات سے نفرت ہے۔ باقی استقبال وغیرہ کرنا کمیٹیوں کا کام ہے۔ آپ چند آدمی اپنے ساتھ لے لیں اور ان کا استقبال کریں۔ [۲۸] چنانچہ خواجہ صاب موصوف حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور خواجہ جمال الدین صاحب کے ساتھ ۲۱/ مارچ کی صبح کو گھوڑوں پر سوار ہو کر قادیان سے بغرض استقبال گئے۔ کوئی گیارہ بجے صبح ڈپٹی کمشنر ضلع اور پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ قادیان میں داخل ہوئے۔ خیمہ کے ساتھ مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبہ دو رویہ قطار میں کھڑے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم

السلام نے جو (جو صف کے سرے پر کھڑے تھے) استقبال کیا۔ کمشنر صاحب نے ان سے مدرسہ کے حالات دریافت کئے۔ آگے چبوترہ پر جماعت احمدیہ کے معزز ارکین [۲۸] بیٹھے تھے جن میں سے اکثر وہ تھے جو خاص طور پر اس تقریب کے لئے باہر سے آئے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے ان کا تعارف کروایا اور خواجہ کمال الدین صاحب نے جماعت کی طرف سے شام کے کھانے کی پیش کش کی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ [۳۰] چنانچہ حضورؑ کے ارشاد کے مطابق لنگر سے پکا پکایا کھانا کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ [۳۱]

حضرت اقدسؑ نے فنانشل کمشنر صاحب کی ملاقات

اثنائے گفتگو میں فنانشل کمشنر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کے لئے خواہش کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ حضورؑ اپنے بعض خدام کے ساتھ شام کے پانچ بجے تشریف لے گئے۔ اس وقت عجب نظارہ تھا کیمپ کے اردگرد مخلوق خدا کا ایک تانتا بندھا تھا فنانشل کمشنر صاحب نہایت اخلاق و اکرام سے احتراماً آگے آئے اور اپنے خیمہ کے دروازہ پر حضور کا شایان شان استقبال کیا۔ حضرت اقدسؑ اور دوسرے احباب کرسیوں پر بیٹھ گئے اور نہایت اچھے ماحول میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔ حضورؑ پون گھنٹہ تک اسلام کی خوبیوں اور اپنے سلسلہ کے اغرض و مقاصد مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ فنانشل کمشنر صاحب حضور کی ملاقات پر بہت ہی خوش ہوئے۔ زاں بعد حضور واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر اتنا ہجوم تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ خدام نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر حضور کے اردگرد حلقہ بنالیا۔ حضورؑ بہت ہشاش بشاش تھے۔ رستہ میں حضورؑ نے خود ہی بتایا ہم نے خوب کھول کھول کر فنانشل کمشنر کو اسلام کی خوبیاں سنائیں اور اپنی طرف سے حجت پوری کردی۔ مہدی خونی کے کے بارے میں بھی صاحب نے سوال کیا ہم نے بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں رسالہ کو دیکھو۔ ہم خونی مہدی کے عقیدہ کو غلط سمجھتے ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ دین اسلام دلائل قویہ اور نشانات آسمانی سے پھیلا ہے اور اسی سے آئندہ پھیلے گا۔ اور جو جنگیں اسلام میں ہوئیں وہ سب دفاعی تھیں۔ اسلام کا تلوار سے پھیلنے کا غلط عقیدہ مخالفوں کی اختراع ہے۔ صاحب فنانشل کمشنر نے اور بھی باتیں کرنا چاہیں وہ دنیاوی باتیں تھیں۔ میں نے کہا آپ دنیاوی حاکم ہیں خدا نے ہمیں دین کے لئے روحانی حاکم بنایا ہے جس طرح آپ کے وقت کاموں کے مقرر ہیں اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں اب ہماری نماز کا وقت ہوگیا۔ ہم کھڑے ہوگئے۔ فنانشل کمشنر بھی کھڑے ہو گئے اور خوش خوش ہمارے ساتھ خیمہ تک باہر آئے اور ٹوپی اتار کر سلام کیا اور ہم چلے آئے۔ [۳۲]

[۳۳]

امریکن سیاح قادیان میں

۷/ اپریل ۱۹۰۸ء کو قادیان میں شکاگو کے ایک سیاح مسٹر جارج ٹرنر اپنی لیڈی مس بارڈون اور ایک سکاچ مین 'مسٹر بانسر کے ہمراہ قریباً دس بجے قادیان آئے۔ مسجد مبارک کے نیچے دفاتر میں ان کو بٹھایا گیا۔ اور چونکہ انہوں نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی تھی اس لئے حضرت اقدس بھی وہیں تشریف لے آئے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ علی احمد صاحب ایم۔ اے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ترجمان بنے۔ سیاح نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مسٹر ڈوئی کو کوئی چیلنج دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ ہم نے ڈوئی کو چیلنج دیا تھا۔

اس کے بعد سوال و جواب کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد امریکن سیاح نے سوال کیا کہ آپنے جو دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ خود آپ کا اتنے دور دراز ممالک سے یہاں اک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ہماری صداقت کی ایک بھاری دلیل ہے کیونکہ ایسے وقت میں جب کہ ہم بالکل گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا یَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یعنی اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے اور خدا کی مدد ایسی راہوں سے آئے گی کہ وہ لوگوں کے بہت چلنے سے گہرے ہو جائیں گے سیاح نے سوال کیا کہ آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ حضورؑ نے مفصل جواب دیا۔

اس گفتگو کے بعد ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس دوران میں انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے پوچھا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد کیا ہو گا۔ مفتی صاحبؓ نے کہا "وہ ہو گا جو خدا کو منظور ہو گا اور جو ہمیشہ انبیاء کی موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔" کھانے کے بعد یہ لوگ مدرسہ تعلیم الاسلام میں گئے جہاں ایک طالب علم نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائیں جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور رخصت ہو کر بٹالہ چلے گئے۔ [۳۳]

حواشی

۱۔ بدر ۲۶/ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۲۔۳

۲۔ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۲۔۳

۳۔ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۲۔۳

۴۔ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۱۔۲ و صفحہ ۲ کالم ۳' مفصل تقریر بدر کے علاوہ الحکم ۲ تا ۱۴/ جنوری ۱۹۰۸ء کے نمبروں میں بھی چھپ گئی تھی

۵۔ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۳ کالم نمبر ۱

۶۔ بدر ۱۶/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۔۸

۷۔ بجٹ کا خلاصہ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱ پر چھپ گیا جس کے مطابق ۱۹۰۸ء کے لئے مجوزہ آمد کی میزان ۶۳۸۷۵ اور مجوزہ خرچ کی میزان ۹۶۵۵۹ تھی

۸۔ بدر ۹/ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۳

۹۔ ولادت ۶/ فروری ۱۸۹۳ء بمقام سیالکوٹ۔ آپ داخل احمدیت کیسے ہوئے؟ اس پر خود ہی روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں (ستمبر ۱۹۰۴ء میں)

"جب میں نے پہلی بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی تو میرے دل میں اس وقت کسی قسم کے عقائد کی تنقید نہیں تھی۔ جو اثر بھی میرے دل پر اس وقت ہوا وہ یہی تھا کہ یہ شخص صادق ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے۔ اور ایک ایسی محبت میرے دل میں آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈال دی گئی کہ وہی میرے لئے حضور علیہ السلام کی صداقت کی اصل دلیل ہو گئی۔ میں گو اس وقت بچہ ہی تھا لیکن اس وقت سے لے کر اب تک مجھے کسی وقت بھی کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑی۔ بعد میں متواتر ایسے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں جو میرے ایمان کی مضبوطی کا باعث ہوئے ہیں لیکن میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر ہی مانا تھا اور وہی اثرات اب تک میرے لئے حضور کے دعاوی کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت ہیں اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ میں ۳/ ستمبر ۱۹۰۴ء کے دن سے ہی احمدی ہوں۔"

قادیان کی پہلی مرتبہ زیارت ستمبر ۱۹۰۵ء میں نصیب ہوئی اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بیعت کی جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں۔

"جب ستمبر ۱۹۰۷ء میں میں والد صاحب کے ساتھ قادیان آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے خود ہی ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور یہ ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کا دن تھا۔" (مسودہ سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ صفحہ ۴۳۹/ ۴۴۱/ ۴۹۱/ ۴۹۲/ "تحدیث نعمت" صفحہ ۷۔۸ مؤلفہ حضرت چوہدری صاحب طبع اول ستمبر ۱۹۷۱ء

زمانہ تعلیم کے بعد (جس میں کنگز کالج کیمبرج میں حصول تعلیم کا زمانہ بھی شامل ہے) آپ کی قانونی زندگی کا آغاز ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ برطانوی ہند میں آپ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۱ء تک وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن رہے۔ ۱۹۳۹ء میں لیگ آف نیشنز کے اجلاس میں ہندوستانی وفد کی قیادت کا فرض ادا کیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے قبل قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش پر ریڈ کلف ایوارڈ کے سامنے مسلم لیگ کے کیس کی وکالت کی۔ قیام پاکستان پر آپ کو قائداعظم نے وزیر خارجہ مقرر کیا۔ ۱۹۵۲ء میں آپ اولاً عالمی عدالت انصاف کے جج اور بعد ازاں اس کے نائب صدر رہے۔ ۱۸/ ستمبر ۱۹۶۲ء کو بھاری اکثریت سے جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ چوہدری صاحب موصوف کی حمایت میں مصر سمیت تمام عرب ممالک نے ووٹ دیئے۔ آپ کے مدمقابل سیلون کے پروفیسر مالا سکیرا کو باضابطہ سو ووٹوں میں سے صرف ۲۸ ووٹ ملے۔ ووٹروں میں کیمونسٹ ممالک 'کیوبا' یوگوسلاویہ 'اسرائیل' بھارت اور سیلون وغیرہ شامل تھے۔ چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے صحیح اسلامی تعلیم کو دنیا کے بین الاقوامی علمی اور سیاسی حلقوں تک پہنچانے میں بڑے شاندار کارنامے سرانجام دیے ہیں جن کا مفصل تذکرہ خلافت ثانیہ کے دور

میں آرہا ہے۔(وفات ۱۱ ستمبر۱۹۸۵ء)

۱۰۔ ولادت قریباً ۱۸۷۵ء وفات ۱۰/ جنوری ۱۹۵۵ء پہلی مرتبہ ۱۵/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر ۲۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو اپنے اصلی وطن جدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت اقدس نے ان کو مکہ معظمہ اور جدہ کے علماء میں تقسیم کرنے کے لئے "استفتاء" اور "تفسیر سورہ فاتحہ" کے دس دس نسخے عطا فرمائے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حرم خامس حضرت سیدہ عزیزہ بیگم (ام وسیم احمد) آپ ہی کی صاحبزادی ہیں

۱۱۔ ولادت ۱۸۸۶ء مرحوم شیخ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف محمد بخش صاحب تھانیدار بٹالہ کے بیٹے تھے۔ شیخ صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ایک دن حضرت مسیح موعود ہنستے ہوئے اندر تشریف لائے اور ایک کپڑا مجھے دے کر فرمایا کہ معلوم ہے یہ کپڑا تمہیں کس نے دیا ہے؟ پھر فرمایا۔ یہ اسی کے بیٹے نے دیا ہے جس نے تمہارے ٹرنک لیکھرام کی تلاشی کے وقت توڑے تھے۔ بہرحال حضور انور کو اس خیال سے کس قدر روحانی سرور حاصل ہوا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخالفین کی اولاد کو پکڑ پکڑ کر حضورؑ کے قدموں میں گرا رہا ہے۔(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۰۰ طبع اول) شیخ صاحب پولیس کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر ۱۹۴۱ء میں مستقل طور پر قادیان آگئے تھے اور کچھ عرصہ تک آپ نے افسر حفاظت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ ۲۴/ جولائی ۱۹۵۳ء کو ربوہ میں فوت ہوئے

۱۲۔ رسالہ کا نام "الہام" ہے جو خلافت لائبریری ربوہ کے ہندو لٹریچر میں موجود ہے

۱۳۔ "چشمہ معرفت" (طبع اول) صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵

۱۴۔ ایک سکھ وِدوان لکھتے ہیں:۔ "گورو ہر سہائے میں ایک قرآن شریف پڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ قرآن شریف ہے جس کو گورو نانک صاحبؒ کے اور مدینے کے سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔" (خالصہ سماچار ۸/ اکتوبر ۱۹۳۱ء بحوالہ سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ اردو مؤلفہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

۱۵۔ ان کے مختصر حالات کے لئے ملاحظہ ہو "تذکرہ رؤسائے پنجاب" (اردو) جلد اول صفحہ ۳۴۸۔۳۵۱

۱۶۔ فیروز پور گزٹ مطبوعہ ۱۸۸۶ء

۱۷۔ "چشمہ معرفت" (طبع اول) صفحہ ۳۳۶۔۳۳۷

۱۸۔ "چشمہ معرفت" صفحہ ۳۳۶۔۳۳۷

۱۹۔ (ترجمہ) پرا چین بیتر اس صفحہ ۱۸

۲۰۔ چشمہ معرفت صفحہ ۳۳۸۔۳۳۹

۲۱۔ بدر ۲۷/ فروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲

۲۲۔ سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۵۳

۲۳۔ الفضل ۲۴/ ۲۵ نومبر ۱۹۶۰ء (خطبہ نکاح حضرت خلیفتہ المسیح الثانی)

۲۴۔ "اصحاب احمد" جلد دوم صفحہ ۲۵۳

۲۶۔ ایضاً صفحہ ۳۰۲

۲۷۔ ۶/ نومبر ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ نومبر ۱۹۰۴ء میں بمقام لاہور حضور علیہ السلام کی پہلی مرتبہ زیارت کی۔ ۲۸/ جنوری ۱۹۰۹ء سے قادیان میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور مدرسہ احمدیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں "جامعہ احمدیہ" میں سالہا سال تک پروفیسر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ سلسلہ احمدیہ کے اعلیٰ پایہ کے عالم، بہت بڑے محقق، علوم شرقیہ کے ماہر نہایت منکسر المزاج، بے نفس اور بالغ نظر بزرگ تھے۔ سلسلہ کے بہت سے مبلغین بلکہ متعدد افراد خاندان مسیح موعود کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقویم ہجری و شمسی کے لئے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس میں سب سے اہم کام کرنے والے رکن آپ تھے۔ اسی طرح کشوف و الہامات مسیح موعود کی ترتیب و تدوین میں آپ نے نمایاں حصہ لیا بلکہ اس اہم خدمت کے اصل انچارج اور ذمہ دار آپ ہی تھے۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے سفروں میں ہمرکاب رہے کیونکہ آپ کو علوم عربی کے علاوہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں اور سلسلہ کے خصوصی مسائل پر غیر معمولی عبور

تھا۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جو احمدیہ لٹریچر میں عمدہ اضافہ ہیں۔ مثلاً "تنویر الابصار" "درود شریف" "محامد خاتم النبین" "تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب" "اہل پیغام کے بعض خاص کارنامے" "نشان رحمت"۔ ۸/ مارچ ۱۹۴۰ء کو آپ کا انتقال ہوا

۲۸۔ "سیرت احمد" صفحہ ۵۴۔۲۶۱ (مؤلفہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ)

۲۹۔ ان کے نام بدر ۲۶/ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۲ پر چھپ گئے تھے

۳۰۔ بدر ۲۶/ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ و الحکم ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱

۳۱۔ "سیرت احمد" صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲

۳۲۔ ایضاً صفحہ ۵۷۔۵۸

۳۳۔ "حیات طیبہ" طبع دوم میں لکھا ہے کہ "حضورؑ نے خیمہ سے باہر آنے پر دیکھا کہ بہت سے احمدی جمع ہیں اور مصافحہ کے خواہشمند۔ اس پر حضورؑ قادیان کی آبادی کے باہر ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور سب خادموں کو مصافحہ کا شرف بخشا۔" سلسلہ کے قدیم اخبارات سے اس امر کی تائید نہیں ہوتی۔ اور ویسے عقلاً بھی اسے صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ حضور ۵ بجے شام کیمپ میں تشریف لے گئے۔ پون گھنٹہ تک آپ نے گفتگو فرمائی۔ اندازاً پونے چھ بجے ایسے وقت میں روانہ ہوئے جب کہ شام کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ جیسا کہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی عینی شہادت ہے۔ اندریں صورت آپ کا قادیان کی آبادی سے باہر سب خادموں کو مصافحہ کا شرف عطا فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب کہ اس وقت ایک جم غفیر موجود تھا واللہ اعلم بالصواب

۳۴۔ الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۔۴ بدر ۹/ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۔۱۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

آخری سفرلاہور!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری سفر لاہور

"چشمہ معرفت" کی اہم تصنیف اور دوسرے مسلسل علمی و دینی مشاغل کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی صحت پر بہت اثر پڑا تھا۔ مزید بر آں حضرت ام المومنین کی طبیعت بھی ان دنوں ناساز تھی اور ان کی باصرار خواہش تھی کہ لاہور جا کر کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ [۱] حضورؑ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے فرمایا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ انہوں نے رویا میں دیکھا کہ "وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکر ہوں۔" دوسرے دن حضرت سیدہ موصوفہ نے حضور کو یہ خواب سنائی تو حضرت اقدسؑ نے ارشاد فرمایا "یہ خواب اپنی اماں کو نہ سنانا۔" [۲] اس خواب کے علاوہ ۲۶/ اپریل ۱۹۰۸ء بوقت چار بجے صبح یعنی تیاری سے صرف ایک روز قبل خود حضرت اقدس علیہ السلام پر الہام بھی ہوا۔

"مباش ایمن از بازی روزگار" [۳]

ان آسمانی خبروں کی بناء پر حضورؑ کو احساس ہو چکا تھا کہ اس سفر میں حضور کو سفر آخرت بھی پیش آنے والا ہے اور اسی لئے حضورؑ لاہور تشریف لے جانے میں بہت متامل تھے۔ [۴]

قادیان سے روانگی

لیکن خدائی تقدیر چونکہ یہی تھی لہٰذا حضور علیہ السلام ۲۷/ اپریل ۱۹۰۸ء کی صبح کو قادیان سے بٹالہ روانہ ہو گئے۔ حضورؑ کے ہمراہ اس سفر میں گیارہ افراد تھے۔ [۵] روانگی سے قبل حضرت اقدس علیہ السلام نے وہ حجرہ بند کیا جس میں آخری عمر میں حضور تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ حضور نے یہ حجرہ بند کرتے ہوئے کسی کو مخاطب کرنے کے بغیر فرمایا "اب ہم اس کو نہیں کھولیں گے۔" [۶]

بٹالہ پہنچے تو خلاف توقع ریزرو گاڑی نہ مل سکی۔ حضور اقدس علیہ السلام نے ریزرو گاڑی کے

انتظار میں ایک روز قیام فرمایا۔ [۷، ۸] اور ۲۹/ اپریل ۱۹۰۸ء کو بٹالہ سے گاڑی میں سوار ہوئے۔ گاڑی امرتسر اسٹیشن پر پہنچی تو مخلصین امرتسر نے حضورؑ سے مصافحہ کیا۔ اس وقت جذب و کشش کا یہ عالم تھا کہ اسٹیشن پر جس انسان کے کان میں آپ کا نام پہنچا شوق زیارت میں بھاگا چلا آیا۔ اسی اثناء میں ایک معزز غیر احمدی دوست چند احباب کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو گاڑی کے اندر بلا کر بٹھا لیا اور نہایت محبت بھرے الفاظ میں ان کو مسئلہ وفات مسیحؑ کے بارے میں قرآنی شہادت پیش فرمائی۔ اتنے میں گھنٹی بجی اور گاڑی لاہور کو چل دی۔ [۹] حضور بالآخر بخیریت لاہور پہنچ گئے۔

احمدیہ بلڈنگس میں قیام اور مخلصین کی آمد

لاہور میں حضورؑ ابتداء خواجہ کمال الدین صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل چیف کورٹ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ بعد ازاں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزیمینر پنجاب کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ اخبار بدر کا دفتر ساتھ ہی نبی بخش صاحب احمدی کے زیر تعمیر مکان میں کھولا گیا اور یہیں سے اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام ہونے لگا۔ حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ نے احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں روزانہ قرآن شریف کا درس بھی جاری فرما دیا۔ حضرت اقدسؑ کی لاہور میں آمد کی خبر سن کر حضورؑ کے خدام کثیر تعداد میں پہنچنے لگے۔ سینکڑوں احمدی احباب دور و نزدیک سے آکر احمدیہ بلڈنگس میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے اور وسیع میدان میں گھاس پر چٹائیاں بچھا کر سو رہتے تھے۔ جماعت لاہور نے عزم کر رکھا تھا کہ جب تک حضور علیہ السلام کا قیام رہے گا وہ جملہ اخراجات برداشت کرے گی۔ مگر مقامی جماعت کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے چند دن بعد ایک نانبائی کی صاف ستھری دکان کا بھی انتظام کر لیا گیا۔ [۱۰، ۱۱]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاہور میں جائے رہائش اور اس کا ماحول

یہاں بتانا مناسب ہو گا کہ ان دنوں حضورؑ کی رہائش گاہ جس حلقہ میں تھی وہ احمدیہ بلڈنگس کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔ ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مختلف احمدیوں کے دو چار چھوٹے چھوٹے مکانات کے علاوہ تین بڑی عمارتیں تھیں۔

ا۔ سید محمد حسین شاہ صاحب کا وسیع دو منزلہ مکان اسلامیہ کالج گراؤنڈ کے سامنے جو کیلیانوالی سڑک (برانڈرتھ روڈ) کے کنارے واقع تھا۔ اسی مکان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالآخر رہائش پذیر ہوئے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ "جہاں کیلوں والی سڑک پر ہماری گاڑی کھڑی ہوتی تھی جنوب کی جانب وہاں لکڑی کی سیڑھی چڑھ کر ہم اوپر (سید محمد حسین شاہ صاحب

کے مکان میں۔ ناقل) جاتے تھے اور داخل ہوتے ہی سامنے جو کمرے تھے ان میں دائیں ہاتھ کے کمرے میں حضرت اقدسؑ کا دن میں قیام رہتا تھا اور دوسرا کمرہ جس میں آخری وقت چارپائی تھی یہ خالی تھا مگر اس میں آپ ٹہلتے بھی تھے اور گزرگاہ یہی تھا اس سے صحن میں جانا ہوتا تھا۔ باہر سے آکر بھی اس کمرے میں گزرنے کا راستہ تھا.... اسی کمرہ کے سرہانے کی جانب (مغرب میں) ایک چھوٹے چھوٹے کمروں کا سلسلہ تھا۔ دو تین یا شاید چار ہوں ان میں حضرت بڑے بھائی صاحب (خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰی۔ ناقل) اور منجھلے بھائی صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ ناقل) وغیرہ رہتے تھے۔ ان کے سامنے چھجے بھی تھے..... اسی کے ساتھ صحن میں آپ رات کو سوتے تھے۔" ۱۱۲

۲۔ اس مکان کے مشرقی جانب خواجہ کمال الدین صاحب کا مکان تھا۔ دونوں کے درمیان گلی تھی جس کے اوپر دونوں مکانوں کے الحاق کے لئے ایک پردہ والا پل بنا ہوا تھا جس کے دروازے عموماً بند رہتے تھے اور صرف نماز کے وقت حضورؑ کے تشریف لانے پر کھلتے تھے۔ نمازیں خواجہ صاحب کے مکان کی بالائی منزل میں ہوتی تھیں۔ ۱۱۳

۳۔ تیسرا مکان کوٹھی کی طرز کا ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب کا تھا جس کے مشرق میں بعد ازاں خلافت اولیٰ میں احمدیہ بلڈنگس کی مسجد تعمیر ہوئی۔

لاہور میں حضرت اقدسؑ کی مصروفیات۔ تقاریر اور نصائح کا سلسلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ہمیشہ معمور الاوقات رہی مگر یہاں تو حضورؑ کی مصروفیات کا رنگ ہی اور ہو گیا تھا۔ اور گو آپ بظاہر تبدیلی آب و ہوا کی نیت سے یہاں آئے تھے مگر یہاں تشریف لاتے ہی آپ اس طرح پیغام حق میں مصروف ہو گئے کہ یوں نظر آتا تھا کہ گویا عظیم فاتح جرنیل ہے جو ایک دوسری منزل پر روانہ ہونے سے قبل اپنا کام تیزی سے ختم کرنے کی فکر میں دن رات ایک کئے ہوئے ہے۔

حضور علیہ السلام حسب معمول نمازوں کے اوقات میں باہر تشریف لاتے۔ خدام اور زائرین کا ان اوقات میں ایک ہجوم ہو جاتا اور حضورؑ اپنی پاک مجلسوں میں ایمان و عرفاں کے نکات بیان فرماتے۔ ملاقات کرنے والوں میں رؤساء، سیاسی لیڈر، مسلمان، سکھ اور ہندو غرضکہ ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور فیض اٹھاتے۔ اور جن سعید روحوں پر حق کھل جاتا وہ آپ کی بیعت میں شامل ہو جاتے۔ چنانچہ ان دنوں اتنی کثرت سے لوگ بیعت میں داخل ہوئے کہ اخبار "بدر" میں ان کی اشاعت مشکل

ہو گئی۔ [۱۴]

قیام لاہور کا پہلا دن

۳۰/ اپریل ۱۹۰۸ء حضورؑ کے قیام لاہور کا پہلا دن تھا جب کہ ابھی پوری طرح یکسوئی اور سکون میسر نہیں آسکا تھا مگر اس دن سے ہی حضور نے پوری قوت سے پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس روز فرمایا۔

"ہمیں خدا نے ایک پکا وعدہ دیا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اور وہ یہ ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" نیز فرمایا۔

"جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے تو فیصلہ کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ ہمیں تبلیغ کرتے ہوئے چھبیس سال ہوئے۔ اور جہاں تک ممکن تھا ہم ساری تبلیغ کر چکے ہیں۔ اب وہ خود ہی کوئی ہاتھ دکھلاوے گا اور فیصلہ کرے گا۔" [۱۵]

شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب اور مسٹر محمد علی صاحب جعفری کی ملاقات

ان دنوں شیرانوالہ گیٹ لاہور میں احمد شاہ ابدالی کی نسل میں سے ایک دوست رہتے تھے جن کا نام شہزادہ سلطان ابراہیم تھا۔ [۱۶] ۲/ مئی کو نماز عصر کے بعد شاہزادہ صاحب موصوف حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کو فارسی زبان میں تبلیغ فرمائی [۱۷] اور دوران ملاقات خلیفۃ المسلمین ترکی کے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی کہ "بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔ مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حرمین اس کے حافظ ہیں۔ حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے۔" یہ الفاظ بعد میں جس شان سے پورے ہوئے اس پر ایک عالم گواہ ہے۔

اسی روز مسٹر محمد علی جعفری ایم۔ اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج بھی ملاقات کے لئے آئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضورؑ نے ایک پر معارف تقریر فرمائی۔ نیز بتایا "ہم نے زبانی اور تحریری

طور پر اپنا کام پورا کر دیا ہے اور دنیا میں شاید ہی کوئی کہہ سکے کہ اسے ہماری تبلیغ نہیں ہوئی یا ہمارا دعویٰ نہیں پہنچا۔" [۱۸]

جماعت کو نصائح اور توحید کا وعظ

قیام لاہور کے دوران حضورؑ نے جماعت کو اپنی تربیت و اصلاح کی طرف بھی بار بار توجہ دلائی۔ چنانچہ ۴/ مئی کو ارشاد فرمایا کہ دوسرے مسلمانوں کی طرح تم بھی مسلمان کہلاتے ہو مگر اللہ صرف دعووں سے خوش نہیں ہوتا جب تک اس کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت تبدیلی حالت کی دلیل نہ ہو۔ بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوف خدا اپنے دل میں پیدا کرے اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔ [۱۹]

اسی طرح ۹/ مئی کو توحید کے مسئلہ پر ایک لطیف وعظ میں فرمایا "مسلمانوں کو توحید کا فخر ہے۔ توحید سے مراد صرف زبانی توحید کا اقرار نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ عملی رنگ میں حقیقتاً اپنے کاروبار میں اس امر کا ثبوت دے دو کہ واقعی تم موحد ہو اور توحید تمہارا شیوہ ہے۔" [۲۰] [۲۱]

پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی ملاقات اور اس کا اثر

پہلی ملاقات انگلستان کے ایک ماہر ہیئت دان پروفیسر ریگ ان دنوں ہندوستان کی سیاحت کر رہے تھے۔ مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ان سے ملاقات کی اور حضرت اقدسؑ کے دعاوی اور دلائل وغیرہ ان کو سنائے جس پر پروفیسر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ چنانچہ ۱۲/ مئی ۱۹۰۸ء کو قبل ظہر ان کو شرف باریابی نصیب ہوا۔ پروفیسر صاحب نے دوران ملاقات میں حضور سے کئی سوالات کئے۔ مثلاً جب خدا کی مخلوق بے شمار اور غیر محدود ہے تو اس کے فضل کو کیوں صرف اس حصہ زمین یا کسی مذہب و ملت میں محدود رکھا جائے؟ گناہ کیا چیز ہے؟ شیطان کسے کہتے ہیں؟ آئندہ زندگی کس طرح سے ہوگی اور وہاں کیا کیا حالات ہوں گے؟ مسٹر ریگ کے ساتھ ایک لیڈی بھی تھی جس نے یہ سوال کیا کہ کیا مردوں سے رابطہ قائم کر کے ان کے صحیح حالات دریافت کئے جا سکتے ہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ان تمام سوالات کے نہایت لطیف، مسکت اور جامع جوابات دیئے جنہیں سن کر مسٹر ریگ از حد متاثر ہوئے [۲۲] اور حضور کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ "مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل

اطمینان ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔" [۲۳]

دوسری ملاقات

مسٹر ریگ ۱۸/ مئی کو دوبارہ حاضر ہوئے اور اس دفعہ بھی حضورؑ سے کئی سوالات کئے۔ مثلاً کیا خدا محدود ہے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اس میں کوئی شخصیت یا جذبات پائے جاتے ہیں؟ اس کی کوئی شکل بھی ہے؟ دنیا میں اس نے ادنیٰ اعلیٰ کا تفاوت کیوں رکھ دیا؟ کیا بائبل کے بیان کے مطابق پہلا انسان جیحوں سیحوں میں پیدا ہوا تھا؟ کیا حضور مسئلہ ارتقاء کے قائل ہیں؟ سپرچولزم کی رائے ہے کہ زندگی چاند سے پہنچی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ مکھیوں یا ادنیٰ قسم کے جانوروں میں جو زندگی پائی جاتی ہے اس کو کس نام سے تعبیر کیا جائے گا۔ وغیرہ ذلک۔

غرضکہ علوم جدیدہ کے ماہرین کے دلوں میں جن باتوں سے خلش ہوتی ہے وہ مسٹر ریگ نے دل کھول کر حضور کے سامنے رکھیں۔ حضورؑ نے ہر سوال کے جواب میں ایسی مختصر مگر جامع روشنی ڈالی کہ وہ وجد میں آکر کہنے لگے میں تو خیال کرتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں بڑا تضاد ہے جیسا کہ عام طور پر علماء میں مانا گیا ہے مگر آپ نے تو اس تضاد کو بالکل اٹھا دیا ہے۔ [۲۴] حضورؑ نے فرمایا یہی تو ہمارا کام ہے اور یہی تو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے اور سائنس خواہ کتنا ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اسلام کے اصولوں کو ہرگز ہرگز نہ جھٹلا سکے گی۔

پروفیسر ریگ کے خیالات میں تبدیلی

اس ملاقات کے بعد پروفیسر ریگ کے خیالات میں بھاری تبدیلی واقع ہو گئی۔ چنانچہ پہلے وہ ہمیشہ اپنے لیکچروں میں مسیح کی مصلوب تصویر پیش کر کے کہا کرتے تھے کہ یہ مسیح کی تصویر ہے جس نے تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا مگر اب وہ صرف یہ الفاظ کہتے کہ یہ تصویر صرف عیسائیوں کے واسطے موجب خوشی ہو سکتی ہے سچی تعریف اور ستائش کے لائق وہی سب سے بڑا خدا ہے۔ [۲۵]

پروفیسر صاحب بعد میں احمدی ہو گئے تھے اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے اور ان کے خطوط حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے پاس آتے رہے۔ [۲۶]

مسٹر فضل حسین صاحب کی ملاقات

مسلمانوں کے مشہور روشن خیال سیاسی لیڈر فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء (متوفی ۱۹۳۶ء) ایک دوسرے بیرسٹر کے ہمراہ ملاقات کے لئے ۱۵/ مئی کو حاضر ہوئے۔ مسٹر فضل حسین صاحب نے

متعدد سوالات کئے جن کا حضورؑ نے مفصل جواب دیا۔ مثلاً ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کے خود کافر نہ بن جائے۔ جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میرے خلاف فتویٰ کفر شائع کیا۔ اب یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ [۲۷]

پبلک لیکچر اور رؤسائے لاہور کو تبلیغ

۱۷/ مئی ۱۹۰۸ء کا دن قیام لاہور کے عرصہ میں ایک یادگاری دن تھا۔ کیونکہ اس روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق لاہور کے عمائد و رؤساء کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ حضورؑ کی طبیعت ۱۶/ مئی کی شب کو اسہال کے باعث بہت ناساز ہو گئی تھی اور یہ امید نہ رہی کہ حضور خود تقریر فرما سکیں گے۔ چنانچہ اسی خیال سے حضور نے حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کہ معزز مہمانوں کو کچھ سنا دیں اور انہوں نے تقریر شروع بھی کر دی تھی۔ مگر صبح کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ انی مع الرسول اقوم (میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں) چنانچہ حضورؑ وعدہ الٰہی کے مطابق غیبی طاقت و قوت پا کر بنفس نفیس تشریف لے آئے اور ۱۱ بجے سے ایک بجے بعد دوپہر تک بڑی پرزور اور مؤثر تقریر فرمائی۔ بارہ بجے حضور نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو میں تقریر بند کر دوں آپ کھانا کھا لیں۔ مگر تمام معزز سامعین نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ نہیں آپ تقریر جاری رکھیں وہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں مگر یہ روحانی غذا پھر کہاں میسر آئے گی۔ الغرض ایک بجے کے بعد حضورؑ کی یہ پر معارف تقریر ختم ہوئی۔ اس تقریر میں حضورؑ نے صوبہ کے صدر مقام کے معزز مسلمانوں اور تعلیمیافتہ رؤسا پر اتمام حجت کر دی۔ [۲۸]

اس جلسہ دعوت میں لاہور کے بڑے بڑے رؤسا' امراء' وکلاء' بیرسٹر اور اخبارات کے ایڈیٹر مدعو تھے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے۔ حضرت اقدسؑ کی بے نظیر تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ [۲۹] یہ جلسہ سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے نچلے صحن میں منعقد ہوا [۳۰] اور کھانے کا انتظام خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں کیا گیا تھا۔ [۳۱]

دعویٰ نبوت کی وضاحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ میں اپنے دعویٰ کی وضاحت میں فرمایا کہ

"میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا

اخفاء نہیں کر سکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کا نام نبوت ہے۔ مگر حقیقی نبوت نہیں... یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔

دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ **قولوا انہ خاتم النبیّین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ** اس امر کی صراحت کرتا ہے نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔"[۲۲]

اخبار عام کی غلط رپورٹ اور حضورؑ کی تردید

اخبار عام ۲۳/ مئی ۱۹۰۸ء نے حضورؑ کے پبلک لیکچر کی خبر دیتے ہوئے یہ غلط رپورٹ شائع کی کہ گویا حضور نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضورؑ نے اسی دن ایڈیٹر صاحب اخبار عام کو ایک مفصل تردیدی خط لکھا کہ۔

"اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں یہ لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا ہے۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ

کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے.... میں خود ستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی امر ایسے پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا۔ اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہو گا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا۔ بس اسی بناء پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" [۲۳][۲۴]

آخری تقریر

اہلحدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضورؑ کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ "پیغام صلح" [۲۵] لکھنے میں مصروف تھے اس لئے حضورؑ نے ۲۵/ مئی ۱۹۰۸ء کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔ رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اس لئے حضور نے اسی وقت حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی جس کے آخر میں فرمایا۔

"عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔"

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری تقریر تھی جو آپ نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی۔ دوران تقریر حضور کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشاں ہو جاتا تھا کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا۔ رعب ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا۔ بعض خاص خاص تحریکات اور موقعوں پر ہی یہ شان دیکھنے میں آئی ہو گی جس کا ظہور اس دن ہو رہا تھا۔ اس تقریر کے بعد حضورؑ نے کوئی تقریر نہیں فرمائی۔ [۲۶]

آخری صحابی حضرت میاں جہاں خان صاحب آف مانگٹ اونچا تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ آخری صحابی ہیں جنہیں دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی تحریری بیعت اخبار بدر ۲۵- اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱ پر شائع ہوئی۔ انہوں نے ایک بار خود بیان فرمایا کہ "حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب لاہور تشریف لائے تو انہوں نے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر دستی بیعت کی تھی" (مکتوب حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنام مولف کتاب مورخہ ۱۷

۔جون ۱۹۹۴ء۔لندن) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "حیات قدسی" جلد ۳ صفحہ ۵ (از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ)

قیام لاہور کا ایک ایمان افروز واقعہ

بابو غلام محمد صاحب فورمین لاہور اور میاں عبدالعزیز صاحب مغل کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب کہ حضورؑ لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالٰی نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے سے کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان قوموں کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا فوراً گھوڑے جوتو!! ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں۔ ۱۲۷

اتحاد اقوام کے لئے

"پیغام صلح" کی تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیام لاہور کے دوران میں صرف تقاریر کے ذریعہ سے ہی اتمام حجت نہیں فرمائی بلکہ حضور نے ان دنوں ایک عظیم الشان رسالہ "پیغام صلح" بھی لکھا جو حضور کی آخری تصنیف تھی۔ حضور کے لکھے ہوئے مسودہ کو ساتھ ہی ساتھ کاتب بھی لکھتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حسب معمول تشریف فرما تھے اور احباب جھرمٹ ڈالے بیٹھے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ کاتب مضمون لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا کہ خواجہ صاحب مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کاتب لکھ رہا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ "خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال

ہے۔" [28] بہرحال مشیت الٰہی میں جتنا حصہ لکھا جانا مقدر تھا وہ جب تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا حضورؑ کی وفات نہیں ہوئی۔

"پیغام صلح" میں حضورؑ نے ملک کی دو بڑی قوموں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کو صلح و آشتی کا شاندار پیغام دے کر اتحاد و اتفاق کی ایک مضبوط و مستحکم بنیاد قائم کردی اور ہندو مسلم کشمکش کے مسئلہ کے خاتمہ کے لئے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ [29]

معاہدہ کی تجویز

چنانچہ حضورؑ نے اس میں خدا تعالیٰ کی عالمگیر صفت ربوبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد ہندوؤں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہندو اور آریہ صاحبان اگر ہمارے نبی ﷺ کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین و تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔" [30]

اعلان حق

اس تجویز کے ساتھ ہی حضورؑ نے صاف صاف لفظوں میں لکھا۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کرسکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کرسکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔" [31، 32]

حواشی

۱۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۲۰۴ و سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۷۷
۲۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۳۷
۳۔ بدر ۳۰/ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر۱
۴۔ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۳۷
۵۔ اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۱۹۷ و حاشیہ
۶۔ روایت حضرت اماں جیؓ (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۶۲)
۷۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۷۷، بدر ۳۰/ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر۲ و بدر ۲۴/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر۱
۸۔ بٹالہ میں حضور کا قیام ریلوے روڈ پر واقع سرائے مائی اچھراں دیوی میں تھا جو "رائل فونڈری بٹالہ" کے قریب بازار کے مشرقی حصہ میں ہے۔ اس سرائے کے دروازے پر تحریر ہے کہ اس کی بنیاد ۱۵/ اگست ۱۸۹۳ء کو رکھی گئی تھی۔ سرائے کا دروازہ سڑک کی طرف کھلتا ہے۔ دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی سیڑھیاں دائیں جانب سے اوپر کو چڑھتی اور ایک کمرہ کے سامنے جاکر ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ کمرہ دوسری منزل پر ہے اور اسی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھہرے تھے۔ یہیں سے حضور اقدسؑ ام المومنین کو لے کر علی وال بھی تشریف لے گئے۔ (اصحاب احمد جلد ۹ صفحہ ۱۹۷)
۹۔ الحکم ۶/ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ کالم نمبر۲۔۳
۱۰۔ بدر ۲۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر۱۔۲، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر۷ کالم نمبر۲
۱۱۔ احمدیہ بلڈنگس کی بنیاد ۱۹۰۶ء میں رکھی گئی۔ یہ زمین چوہدری اللہ یار صاحب کی ملکیت تھی جن سے ابتداً ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے غالباً ننانوے سال کے لئے کرایہ پر حاصل کی اور مکانات تعمیر کئے بعد ازاں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور میاں نبی بخش صاحب نے بھی عمارات تعمیر کیں۔ (پیغام صلح ۱۷/ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۶۔۲۷)
۱۲۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ۱۹/ جون ۱۹۶۲ء کا مکتوب گرامی جو حضرت سیدہ موصوفہ نے مولف کتاب "تاریخ احمدیت" کو ارسال فرمایا مکمل خط کا چربہ کتاب ہذا کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔
۱۳۔ روایت مکرم صوفی محمد رفیع صاحب امیر جماعت احمدیہ سکھر (ملاحظہ ۱۲/ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۵ کالم نمبر۳۔۴)
۱۴۔ بدر ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر۱
۱۵۔ الحکم ۲۶/ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر۱۔۳
۱۶۔ تذکرہ رؤسائے پنجاب جلد اول صفحہ ۷۶۴ طبع دوم میں غالباً انہی کے حالات درج ہیں
۱۷۔ مفصل تقریر کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۱۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ تا ۷
۱۸۔ الحکم ۱۸/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ تا ۷
۱۹۔ الحکم ۱۸/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۔۲ کالم نمبر۴
۲۰۔ الحکم ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر۱۔۲
۲۱۔ الحکم ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم نمبر۱۔۲
۲۲۔ الحکم ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶۔۸
۲۳۔ بدر ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم نمبر۲
۲۴۔ الحکم ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ تا ۷
۲۵۔ الحکم ۶/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم نمبر۲۔۳
۲۶۔ الحکم ۶/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم نمبر۲۔۳

۲۷۔ بدر ۲۴/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲۔۳
۲۸۔ الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ا
۲۹۔ مفصل تقریر کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء
۳۰۔ حیات قدسی رجسٹر سوم (غیر مطبوعہ) صفحہ ۷۰۵ از حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ
۳۱۔ روایت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب پٹیالویؓ
۳۲۔ الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۱۔۲
۳۳۔ بدر ۱۱/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۱۔۲
۳۴۔ یہ خط حضورؑ کی وفات کے بعد شائع ہوا
۳۵۔ اس کا ذکر اگلے صفحہ پر آ رہا ہے
۳۶۔ بدر ۱۱/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۱۔ ۲' بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۲۔ ۳' الحکم ۱۸/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷۔۸
۳۷۔ حیات طیبہ (طبع دوم) صفحہ ۴۵۶۔۴۵۷ مؤلفہ جناب شیخ عبد القادر صاحبؓ سابق سوداگر مل مربی سلسلہ احمدیہ و بدر ۲۱/ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۳ روایت حضرت صاحب دین صاحبؓ
۳۸۔ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ا
۳۹۔ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ اور دی انڈین پیٹریاٹ مدراس (۷ ستمبر ۱۹۰۸ء) نے پیغام صلح پر زبردست خراج تحسین ادا کیا
۴۰۔ پیغام صلح (طبع اول مطبوعہ نو لکشور پریس لاہور) صفحہ ۲۵۔۲۶
۴۱۔ پیغام صلح صفحہ ۲۷ تا ۳۱
۴۲۔ حضورؑ کا یہ آخری مقدس پیغام عوام تک پہنچانے کے لئے ۲۱/ جون ۱۹۰۸ء کو پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں رائے پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں خواجہ کمال الدین صاحب نے "پیغام صلح" کا مطبوعہ مضمون نہایت بلند آواز اور مؤثر لہجے میں پڑھا جسے حاضرین نے بہت سراہا۔ اندرون ملک میں "پیغام صلح" کی مقبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ہندوؤں نے اس کی تائید کی اور اس پر عمدہ رائے کا اظہار کیا۔ چنانچہ اخبار "ہندو پیٹریٹ" مدراس نے لکھا "وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کی ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے وہ یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے... ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جانی چاہیے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہیے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے" (بحوالہ "ریویو آف ریلیجنز" اردو ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۴۰۔۴۴۴)۔ ایک غیر مسلم دوست پی بی سنگھ نے لکھا "کتاب پیغام صلح نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے بھی مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں۔" (بحوالہ الفضل ۲۹/ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۲) مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا "چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جب کہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ "پیغام صلح" کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری' اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی (اخبار فرنٹیر میل ۲۲/ دسمبر ۱۹۴۸ء (بحوالہ تحریک احمدیت صفحہ ۱۲۔۱۳ مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی قادیان) "پیغام صلح" کو مغربی ممالک میں بھی خاص عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ چنانچہ مشہور انگریزی رسالہ "ریویو آف دی ریویوز" نے اس پر تبصرہ لکھا کہ "یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سے ہو کر مسلمانان ہند قانون اساسی کے خیمہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے.... وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ تمام

نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے اس پیغمبر صلح کی یہ نرالی تجویز ہے۔" ترجمہ (بحوالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۳۸۔۴۴۰)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

وصال مبارک

جنازہ و تدفین

اخبارات کے تبصرے

وفات کے متعلق بار بار واضح الہامات

فرائض ماموریت و نبوت کی تکمیل کے بعد وہ وقت آگیا کہ برگزیدہ اور خدانما وجود اس دنیا کو خیرباد کہہ دے۔ جیسا کہ ہم نے بتایا ہے سفر لاہور سے پیشتر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام اطلاع ہو چکی تھی کہ یہ سفر سفرِ آخرت کا پیش خیمہ ثابت ہونے والا ہے۔ لاہور میں ۹/ مئی ۱۹۰۸ء کو

"اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ" [۱]

کا الہام نازل ہوا تو حضور علیہ السلام نے حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ کو بلایا کہ جس جگہ ہم مقیم ہیں اس میں آپ آجائیں اور ہم آپ والے حصہ میں چلے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے الہام میں "الرحیل" فرمایا ہے جسے ظاہر میں بھی نقل مکانی سے پورا کر دینا چاہیے [۲] اور معذرت بھی فرمائی کہ اس نقل مکانی سے آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر میں اس خدائی الہام کو ظاہر میں بھی پورا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ خواجہ صاحب والا مکان بدل کر حضورؑ سید محمد حسین شاہ صاحب والے مکان میں تشریف لے گئے۔ [۳] ایک ہفتہ بعد ۱۷/ مئی ۱۹۰۸ء کو "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار" کا الہام ہوا جس میں صاف طور پر وفات کی خبر تھی۔ [۴] اس کے بعد ۲۰/ مئی کو جبکہ حضرت اقدسؑ "پیغام صلح" کی تصنیف میں مصروف تھے آخری الہام ہوا کہ

اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْبٌ" [۵]

یعنی کوچ کا وقت آگیا ہے ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے اور موت قریب ہے

یہ الہام اپنے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا تھا لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دانستہ اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی تاہم ہر سمجھدار شخص سمجھتا تھا کہ اب وقتِ مقدر سر پر آگیا ہے۔ اس پر ایک دن حضرت ام المومنینؓ نے گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ اب قادیان واپس چلیں۔ حضورؑ نے فرمایا اب تو ہم اسی وقت جائیں گے جب خدا لے جائے گا۔ اور آپ بدستور پیغام صلح کا

مضمون لکھنے میں مصروف رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سرعت اور توجہ کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ بالاخر ۲۵/ مئی کی شام کو آپ نے اس مضمون کو قریباً مکمل کر کے کاتب کے سپرد کر دیا۔ ۶

آخری سیر حضورؑ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حسب طریق سیر کے خیال سے باہر تشریف لائے۔ ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی حاضر تھی جو فی گھنٹہ مقررہ شرح کرایہ پر منگائی گئی تھی۔ آپ نے اپنے نہایت مخلص رفیق شیخ (بھائی) عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ کے کرایہ کے پیسے ہیں وہ ہمیں صرف اتنی دور لے جائے کہ ہم اس وقت کے اندر اندر ہوا خوری کر کے گھر واپس پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آپ تفریح کے طور پر چند میل پھر کر واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے حادثہ کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔ ۷

مرض الموت کا آغاز

حضرت اقدسؑ سیر سے واپس بخیرت سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان تک پہنچے۔ حضور نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں...... پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور آرام کے لئے لیٹ گئے۔ ۸

حضورؑ کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو یہ عارضہ ہو جاتا تھا جس سے نبض ساقط ہو جاتی تھی اور عموماً مشک کے استعمال سے واپس آجاتی تھی۔ لاہور آکر بھی دو تین دفعہ اس بیماری کا حملہ ہوا مگر پھر طبیعت بحال ہو گئی لیکن اس روز (۲۵/ مئی کی شام کو) حضورؑ نے کھانے کے چند نوالے ہی کھائے تھے کہ اسہال کی حاجت ہوئی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک حضور کو دبایا جاتا رہا اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور حضرت ام المومنینؓ بھی سو گئیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی۔ کوئی گیارہ بارہ بجے کے قریب طبیعت بے حد کمزور ہو گئی۔ ۹ حضورؑ نے حضرت ام المومنینؓ کو جگایا آپ اٹھیں اور حضورؑ کے پاؤں مبارک کو دبانا شروع کیا۔ کچھ وقت کے بعد حضور کی حالت ضعف سے بہت نازک ہو گئی جس پر حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا کیا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ) کو بلالیں؟ حضورؑ نے فرمایا۔ بلالو۔ نیز فرمایا۔ محمود کو جگالو۔ ۱۰

علاج کی کوشش چنانچہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ حاضر ہو گئے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلوا لیا گیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مجھے سخت دورہ اسہال کا ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ پھر (مرزا یعقوب بیگ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ "حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے آپ دوا بھی کریں اور دعا بھی۔" [۱۱] علاج شروع ہوا مگر کمزوری لحظہ بہ لحظہ بڑھتی گئی۔ زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بولنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر جو کلمہ اس وقت آپؑ کے منہ سے سنائی دیتا تھا وہ ان لفظوں میں محدود تھا "اللہ میرے پیارے اللہ" اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا" [۱۲]

حضورؑ کے سب خدام اس وقت مضطرب الحال تھے کچھ دوا وغیرہ میں مصروف تھے اور اکثر نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ [۱۳] صبح کے وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی تو ان کا دل بیٹھ گیا کیونکہ آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت حضور بہت کمزور ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پاگئے۔ یکدم سب پر ایک سناٹا سا چھا گیا مگر تھوڑی دیر بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک ہوتی گئی۔ [۱۴] کوئی پانچ بجے کے قریب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب بھی آپہنچے۔ اس وقت حضور کا بدن گرم تھا اور گھبراہٹ تھی مگر حواس پوری طرح قائم تھے۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے۔ نواب صاحب کے پہنچنے پر حضورؑ نے دو ایک دفعہ کروٹ بدلی۔ آنکھ مبارک کھولی اور ان کی طرف دیکھا۔ نواب صاحب نے السلام علیکم عرض کیا جس کے جواب میں حضور نے وعلیکم السلام فرمایا۔ [۱۵] اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔ جب ذرا روشنی ہو گئی تو حضورؑ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہو گیا ہے اس پر حضور نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز پوری نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ اللہ میرے پیارے اللہ سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بلحظہ بڑھتا جاتا تھا۔ [۱۶] غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے (اور ایک روایت کے مطابق ساڑھے سات بجے) [۱۷] ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر حضور زبان سے جواب نہ دے سکتے تھے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور حضورؑ نے بائیں ہاتھ پر سہارا

لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل چند الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور حضورؑ پھر لیٹ گئے۔ [۱۸] کاغذ پر جو غالباً حنائی رنگ کا تھا حضور نے یہ لکھا تھا کہ "تکلیف یہ ہے کہ آواز نہیں نکلتی کوئی دوا دی جائے۔" یہ الفاظ سید مہدی حسین صاحب (جو اس وقت پلنگ کے سرہانے کھڑے تھے) کاغذ پر تحریر دیکھے بغیر قلم کی روانی اور حرکت کی وجہ سے ساتھ کے ساتھ پڑھتے گئے۔ [۱۹]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

نو بجے کے بعد حضورؑ کی حالت زیادہ تشویشناک ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ حضرت ام المومنینؓ اس وقت دعاءیں مصروف تھیں۔ کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ اے حی و قیوم خدا۔ اے میرے پیارے خدا۔ اے قادر مطلق خدا۔ اے مردوں کے زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے واحد لاشریک خدا۔ اے خدا میرے گناہوں کو بخش میں گنہگار ہوں۔ اے میرے خدا میری زندگی بھی توان کو دیدے میری زندگی کس کام کی ہے یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔ میری زندگی بھی ان کو دیدے۔ بار بار یہی الفاظ آپ کی زبان پر تھے۔ اور اخیر میں جبکہ نزع کا آخری وقت بالکل قریب تھا آپ نے فرمایا۔ اے میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو ہمیں نہ چھوڑیو۔ اور کئی بار یہ کہا۔ [۲۰]

تھوڑی دیر غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانس کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ قریباً ساڑھے دس بجے دو ایک دفعہ لمبے سانس آئے۔ [۲۱] روح قفس عنصری ہی سے پرواز کر گئی اور خدا کا برگزیدہ، قرآن کا فدائی، اسلام کا شیدائی، محمد مصطفےٰ ﷺ کا عاشق اور دین محمدیؐ کا فتح نصیب جرنیل جس نے اپنی پوری عمر علمی و قلمی جہاد کی قیادت میں بسر کی تھی، اپنے اہل بیت اور اپنے عشاق کو سوگوار اور افسردہ چھوڑ کر اپنے آسمانی آقا کے دربار میں حاضر ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کے وقت حضورؑ کی عمر سوا تہتر سال کے قریب تھی۔ دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء تھی جو (ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب پروفیسر راجشاہی یونیورسٹی مشرقی پاکستان کی) جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت ﷺ کا یوم وصال بھی ہے۔ [۲۲]

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا چشم دید بیان ہے۔

"لاہور میں آپ پیغام صلح لکھ رہے تھے چونکہ وہاں مسافرت کا مقام تھا۔ جلد واپس آنے کا بھی خیال تھا پیغام صلح کے لیکچر کی بڑے زور شور سے تیاری ہو رہی تھی۔ اشتہار شائع ہو گئے مضمون بہت زبردست تھا۔ غیر قومیں مخاطب تھیں اس واسطے بہت توجہ سے آپ اس مضمون کے لکھنے میں مصروف ہوئے اور رات دن اسی کام میں لگے رہتے۔ شام کی سیر بھی ترک کی ہوئی تھی۔ کئی روز تک متواتر کام کرتے رہے۔ آخری دن جس دن مضمون ختم ہوا تو فرمایا آج ہم نے اپنا کام ختم کیا اس شام کو سیر کے واسطے بھی تشریف لے گئے مگر طبیعت پر اس محنت کی کوفت کا اثر نمایاں تھا۔ عصر کی نماز میں ایک ملاں نے مباحثہ کا رنگ اختیار کیا۔ اس کو آپ بہت سمجھاتے رہے جب اس نے بہت ضد کی تو بالآخر فرمایا کہ ہم تو اپنا کام پورا کر چکے ہیں اب تم جاؤ جو تمہارا جی چاہے کرتے پھرو۔ اسی رات کو عشاء کے قریب آپ پر وہی دوران سر اور ہاتھ پاؤں کے سرد ہونے کا دورہ پڑا۔ اور اسہال ہوا۔ پہلے اس کو اکثر نے معمولی سمجھا اور علاج معالجہ ہوتا رہا۔ مگر طبیعت ساعت بساعت زیادہ خراب ہوتی گئی۔ فجر کی نماز کے وقت میں پاؤں دبا رہا تھا۔ صاجزدہ محمود احمد صاحب سرہانے بیٹھے تھے۔ تب آپ نے آہستگی سے فرمایا "نماز" صاجزادہ صاحب نے خیال کیا کہ مجھے نماز پڑھنے کے واسطے فرماتے ہیں انہوں نے عرض کی کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے آپ نے پھر فرمایا "نماز" اور دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھا تب ہم نے جانا کہ خود نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد جلد آپ کو بے ہوشی ہوئی اور اپنے خدا سے جا ملے۔ اس دنیا میں آپ کا آخری کام بھی خدا کی عبادت ہی تھا۔ میں آپ کے قدموں میں حاضر تھا۔" [۲۳]

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک ایمان افروز خواب

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کا بیان ہے کہ "آپ (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) وسط صحن میں بستر پر بیٹھ کر آخری شام دیر تک (پیغام صلح کا ناقل) مضمون لکھتے رہے تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ایک خاص جوش اور ایک خاص سرخی تھی اور قلم معمول سے زیادہ تر تیز تھا۔ مجھے اس وقت آپ کے بیٹھ کر اس انہماک اور تیزی سے لکھنے پر اپنا خواب یاد آیا تھا جو میں آپؑ کو سنا چکی تھی اور وہم آیا جس کو بار بار دل سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہی خیال آتا تھا کہ اس خواب میں آپ اسی طرح بستر پر بیٹھے اس رنگ میں لکھ رہے تھے میں نے لاہور آنے سے کچھ عرصہ ہی پہلے خواب دیکھا تھا کہ

"میں نیچے اپنے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت سے لوگ ہیں جیسے

کوئی خاص مجلس ہو۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ دروازے کے پاس آئے اور مجھے کہا بی بی جاؤ ابا سے کہو کہ رسول کریم (ﷺ) اور صحابہؓ تشریف لائے ہیں آپؑ کو بلاتے ہیں۔ میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے تھے اور ایک خاص کیفیت آپؑ کے چہرہ پر ہے پرنور اور پرجوش۔ میں نے کہا ابا مولوی عبدالکریمؓ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپؑ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ کہو "یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا۔"

ٹھیک یہی الفاظ تھے اور وہی نظارہ میری آنکھوں میں اس آخری شام کو پھر گیا۔"

(مکتوب ۱۹۔ جون ۱۹۶۹ء بنام مولف)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عشاق کی حالت کا دردناک منظر

حضورؑ کی وفات کی خبر بجلی طرح شہر میں پھیل گئی۔ احمدیہ جماعتوں کو بذریعہ تار اس حادثہ کی اطلاع دے دی گئی اور انہیں ہدایت دی گئی کہ وہ جنازہ کے لئے قادیان پہنچیں۔ اسی دن یا دوسرے روز اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان کو اس عظیم الشان انسان کی وفات کی خبر ملی۔ یہ محض خبر نہیں تھی ایک قیامت تھی جو آناً فاناً آئی جس نے حضورؑ کے خدام کے دل و دماغ پر ایک زلزلہ طاری کر دیا۔ ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور باوجودیکہ خدا کا پیارا انہیں خدائی الہامات سنا سنا کر اپنی واپسی کی متواتر اطلاع دیتا آ رہا تھا اور دو سال پہلے الوصیت بھی لکھ دی تھی مگر اس کے پروانے یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ ہمارا شاہد، ہمارا رازداں، مجسمہ رحم و شفقت، محبوبوں کا محبوب، باپ سے بڑھ کر شفیق و غمگسار، جس کے نورانی چہرہ پر ایک نظر سے غموں کی گھٹائیں پاش پاش ہو جاتی تھیں۔

نقشہ مقام وصال سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(بمطابق ماہ مئی ۱۹۰۸ء)

نوٹ: یہ سرسری خاکہ دوسری منزل کا ہے جو سلسلہ کے متعدد قدیم بزرگوں کی مجموعی شہادتوں کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری میں حضرت قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی نے خاص طور پر مدد دی ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

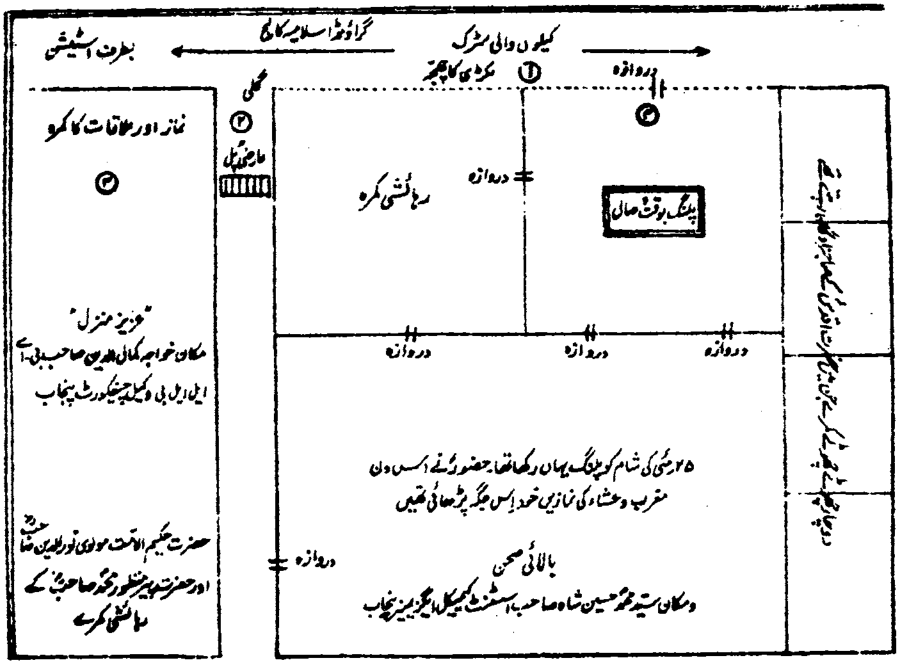

[1] یہاں عام طور پر حضور علیہ السلام کی گاڑی کھڑی ہوتی تھی۔

[2] ۱۵ مئی کو مسٹر فضل حسین صاحب کی ملاقات اس جگہ ہوئی تھی اس وقت گلی میں چارپائیاں بچھادی گئی تھیں (بروایت مولوی فضل الدین صاحب وکیل۔ الحکم ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵)

[3] (ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی روایت کے مطابق) ۱۷ مئی کو روسائے لاہور کی دعوت طعام کا انتظام اس کمرہ میں تھا۔

[4] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی اطلاع پر حضرت مولوی نور الدین صاحب اس کمرے میں آئے اور حضورؑ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر باہر تشریف لے گئے۔ جونہی حضرت مولوی صاحب کا قدم اس دروازہ سے باہر ہوا۔ مولوی سید محمد احسن صاحب نے رقت بھری آواز میں حضرت مولوی صاحب سے کہا انت صدیق۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا مولوی صاحب یہاں یہ سوال رہنے دیں قادیان جاکر فیصلہ ہوگا۔ (سیرت المہدی حصہ اول طبع دوم صفحہ ۱۱۴)

اور جس کا ہر لفظ زندگی کی ایک نئی روح پیدا کر دیتا تھا ہم سے کبھی جدا ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جو تار بیرونی جماعتوں کی اطلاع کے لئے لاہور سے دیئے گئے تھے اور استدعا کی گئی تھی کہ لوگ جنازہ کے لئے فوراً قادیان پہنچ جائیں انہیں بھی اکثر لوگوں نے جھوٹ سمجھا (اور گو وہ قادیان آئے مگر صرف احتیاط کے طور پر آئے اور اس خیال سے آئے کہ جھوٹ کا پول کھولیں۔) [۲۴]

اہل قادیان کی یہ حالت تھی کہ یہاں خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو شام کے پانچ بجے کے قریب تار مل گیا تھا اس کے باوجود کسی کو حضورؑ کی وفات کا یقین نہ آتا تھا بلکہ شبہ گزرا کہ شاید یہ کسی دشمن کا تار ہو۔ کسی نے کہا کہ کوئی آدمی بٹالہ بھیجا جائے جو لاہور سے بذریعہ تار اصل حالات معلوم کرے۔ اسی دوران مسجد مبارک میں ایک مجمع ہو گیا۔ [۲۵] عین اس وقت چوہدری نعمت اللہ صاحب گوہر جو صبح نو بجے تک احمدیہ بلڈنگس ہی میں تھے لاہور سے صبح دس بجے کی گاڑی سے چل کر قادیان پہنچ گئے انہوں نے حضورؑ کی شدید علالت کا کھول کر ذکر کیا اور وہ الہامات جو حضور علیہ السلام کو دو تین روز پیشتر ہوئے تھے حاضرین کو سنائے تب کہیں لوگوں کو یقین آیا کہ حضور فی الواقعہ انتقال فرما گئے ہیں۔ یہ معلوم کر کے قادیان اس طرح غم کدہ بن گیا جس طرح صبح ساڑھے دس بجے احمدیہ بلڈنگز کی سرزمین بن گئی تھی۔ [۲۶] مغرب کی نماز میں مسجد مبارک کی چھت پر آہ و بکا اور گریہ وزاری سے محشر سا پا تھا اور نمازیوں کے منہ سے نماز کے فقرات بھی پوری طرح نہیں نکل سکتے تھے۔ آنسوؤں کی شدت گلے میں گرہ ڈال دیتی تھی۔ [۲۷]

غرض کہ جہاں جہاں یہ خبر پہنچی حضورؑ کے خدام مارے غم کے دیوانے ہو گئے اور وہ سچ مچ سمجھتے تھے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو اور کوئی دل نہ تھا جو شدت غم سے پارہ پارہ نہ ہو رہا ہو آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو خود بخود بہتا آ رہا تھا۔ اس دردناک منظر کا نقشہ حضرت خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ "آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعش مبارک کو صریحاً اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کو قبول کرنے کے لئے تو تیار تھے کہ اپنے حواس کو مختلف مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دشوار و ناگوار تھا کہ ان کا حبیبؑ ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں اور اس مسیح کے حواریوں کی اپنے مرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ تو مسیح کے صلیب سے زندہ اتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر رتھے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح زندہ کیونکر ہے اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح فوت کیونکر ہوا؟ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک شخص جو خاتم النبیین ہو کر آیا تھا اس کی وفات پر نہایت سچے دل سے ایک شاعر نے یہ

صداقت بھرا شعر کہا تھا کہ:۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ فَعَمِىَ عَلَيَّ [28] النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(ترجمہ) تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد کوئی شخص پڑا مرا کرے ہمیں اس کی پروا نہیں کیونکہ ہم تو تیری ہی موت سے ڈر رہے تھے۔

آج تیرہ سو سال کے بعد اس نبی کے ایک غلام کی وفات پر پھر وہی نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ جنہوں نے اسے پہچان لیا تھا ان کا یہ حال تھا کہ یہ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہو گئی اور ان کی تمام تر خوشی اگلے جہان میں ہی چلی گئی.... خواہ صدی بھی گزر جائے مگر وہ دن ان کو کبھی نہیں بھول سکتے جب کہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسول ان کے درمیان چلتا پھرتا تھا"۔ [29]

حضرت مسیح موعودؑ کے اہل بیت کا بیمثال صبر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عقیدت رکھنے والے عشاق جو جماعت کی ذمہ داری کو سمجھتے اور وقت کی نزاکت کو پہچانتے تھے اپنے دلوں کے جذبات کو روکے ہوئے تھے اور چشم پر آب ہونے کے باوجود انہوں نے اس وقت صبر و تحمل کا قابل رشک نمونہ دکھایا حتیٰ کہ لاہور کے مخالفین نعش کی طرف آتے تھے تو حیران ہو کر واپس چلے جاتے تھے اور یقین نہ کرتے تھے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ان کو چیخیں مار کر روتا ہوا اور آہ و بکا میں مصروف کوئی نہ دکھائی دیتا تھا۔ بالخصوص حضرت اقدسؑ کے اہل بیت نے اس عظیم ترین صدمہ میں جس رضا بالقضاء کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات کے وقت حضرت ام المومنینؓ نے بجائے دنیادار عورتوں کی طرح رونے چیخنے اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنے کے صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گر کے سجدہ میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعائیں مانگنے کا پاک نمونہ دکھایا۔ جب اخیر میں یٰسٓ پڑھی گئی اور حضورؑ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور بس خاموش ہو گئیں کسی قسم کا جزع فزع نہیں کیا۔ اندر بعض مستورات نے رونا شروع کیا آپ نے ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا اور کہا میرے تو خاوند تھے میں نہیں روتی تم رونے والی کون ہو۔ یہ صبر و استقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو ناز و نعمت میں پلی ہو اور جس کا ایسا روحانی بادشاہ اور ناز اٹھانے والے مقدس خاوند انتقال کر جائے ایک زبردست اعجاز تھا۔ [30]

یہی نہیں۔ حضرت ام المومنینؓ نے حضورؑ کی وفات کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو جمع کیا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے انہیں نصیحت بھی فرمائی کہ:۔

"بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔" [21]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا عہد

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر نہ صرف صبر کا عدیم النظیر نمونہ دکھایا بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ:-

"اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمن کی پرواہ نہیں کروں گا۔" [22]

شرفاء کی ہمدردی اور اشد مخالفین کا افسوسناک مظاہرہ

ملک کے مسلم و غیر مسلم حلقے جو مسلک و عقیدہ کے اختلاف کے باوجود حضورؑ کی روحانی عظمت و شان اور علمی قابلیت کے دل سے معترف تھے انہوں نے آپ کی وفات پر اظہار ہمدردی کیا اور ہمدردی کے خطوط لکھے۔ علاوہ ازیں ملکی پریس نے حضرت اقدسؑ کی وفات پر نہایت عمدہ ریویو لکھے اور آپ کی وفات کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ مگر بعض مخالفین نے اس موقعہ پر انتہائی افسوسناک مظاہرہ کیا۔ چنانچہ احمدیہ بلڈنگس کے نزدیک ہی جہاں اس خدا کے فرستادہ کی نعش مبارک رکھی تھی دکھی اور زخم رسیدہ دلوں کی نمک پاشی کے لئے شہر کے آوارہ مزاج بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور انہوں نے نہایت بے شرمی کے ساتھ سامنے کھڑے ہو کر خوشی کے گیت گائے، مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔ [23]

بعض اخبار نویسوں کی طرف سے سلسلہ کی تباہی کی پیشگوئی

وہ تو اوباشوں کی حرکات تھیں جو عین نعش کے سامنے کی گئیں لیکن اس کے بعد بعض کم ظرف اخبار نویسوں نے بھی اپنے اخبارات میں آپؑ کی وفات پر بڑی خوشی کا اظہار کر کے اپنے کم ظرف ہونے کا ثبوت دیا۔ اور پبلک کو یقین دلایا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ [24]

نعش مبارک کا لاہور سے قادیان لایا جانا

حضورؑ کا وصال ساڑھے دس بجے کے قریب ہوا تھا۔ انتقال کے معمولی وقفہ کے بعد لاہور میں تمام موجود احمدی یکے بعد دیگرے آئے اور حضرت اقدسؑ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیتے گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضور کے خدام ذرا باہر بیٹھے اور شیخ رحمت اللہ صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب' ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور کے سول سرجن صاحب کے پاس سرٹیفکیٹ کے لئے گئے۔ [۲۵] سرٹیفکیٹ میں سول سرجن صاحب نے صاف لکھا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے اسہاء کی خراش سے انتقال کیا ہے۔ بٹالہ کے لئے ریزرو گاڑی کا انتظام کیا گیا۔ اڑھائی بجے تک غسل اور کفن سے فراغت ہو گئی۔ غسل دینے والے بھائی عبدالرحیم صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور ایک اور احمدی دوست تھے۔ [۲۶] ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا [۲۷] اور اس کے بعد جوق در جوق احمدی اور غیر احمدی زیارت کے واسطے آتے رہے حضرت اقدسؑ کی شکل مبارک نہایت منور تھی اور کسی قدر سرخی بھی رخسار پر تھی۔ چار بجے کے قریب پہلے مستورات اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئیں بعد ازاں احمدیہ بلڈنگس سے چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر تابوت گاڑی میں رکھا گیا۔ یہاں آکر اس خطرناک سازش کا پتہ چلا کہ کسی مخالف نے ٹریفک سپرنٹنڈنٹ سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب ہیضہ سے فوت ہوئے ہیں اس لئے جنازہ گاڑی سے نہیں جانا چاہیے۔ چنانچہ اسٹیشن ماسٹر نے نعش بھجوانے سے انکار کر دیا جس پر شیخ رحمت اللہ صاحب نے سول سرجن کا سرٹیفکیٹ دکھلایا۔ اسے مجبوراً اجازت دینا پڑی اور مخالفوں کا یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ [۲۸]

پونے چھ بجے کے قریب گاڑی لاہور سے بٹالہ کو روانہ ہوئی۔ گاڑی میں جنازہ کے ساتھ اہل بیت حضرت اقدسؑ' حضرت مولوی نور الدین صاحب' حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے علاوہ حضرت اقدسؑ کے بہت سے خدام بھی تھے۔ [۲۹] جناب عبدالمجید صاحب سالک کے بیان کے مطابق مولانا ابوالکلام آزاد امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔ [۳۰]

گاڑی لاہور سے امرتسر پہنچی تو یہاں سے بھی بہت سے احمدی دوست مثلاً میاں نبی بخش صاحب سوداگر اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب اور احباب کپور تھلہ شہر مثلاً حضرت منشی ظفر احمد صاحب جنازہ کے ساتھ ہوئے۔ گاڑی رات دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچی نعش مبارک ریزرو ڈبہ میں ہی رہی جس کے پاس خدام موجود رہے۔ دو بجے کے قریب حضورؑ کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر ایک آم کے

درخت [۴۱] کے نیچے چارپائی پر اور صندوق و برف گڈے پر رکھے گئے۔ مستورات تو دو گھنٹہ بعد نو بجے قادیان پہنچیں [۴۲] مگر احباب جنازہ کو شانہ بشانہ اٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہو گئے۔ دیوانی والی کے تکیہ میں دوستوں نے صبح کی نماز ادا کی۔ [۴۳] نہر کے پل کے قریب جماعت قادیان کے دوست بھی آشامل ہوئے۔ کوئی آٹھ بجے جنازہ قادیان پہنچا اور حضورؑ کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ سے ملحق باغ میں واقعہ پکے مکان میں رکھ دی گئی۔ [۴۴]

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کو حادثہ کی الہامی اطلاع

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے ایام میں صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب جالندھر میں افسر مال کی حیثیت میں متعین تھے۔ حضور کی وفات سے پیشتر آپ باہر اپنے حلقہ میں دورہ پر تھے۔ دورہ ختم کر کے آپ واپس گھوڑے پر سوار جالندھر کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو یکایک الہام ہوا "ماتم پرسی" آپ گہری سوچ میں پڑ کر بدستور چلتے چلے گئے کہ راستہ میں دوبارہ یہی الہام ہوا۔ اب خیالات بہت پراگندہ ہو گئے قیاس کیا کہ شاید تائی صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہو مگر ابھی گھوڑے پر سوار چلتے گئے کہ تیسری مرتبہ پھر الہام ہوا "ماتم پرسی" جس پر آپ سخت خوفزدہ ہو گئے اور فوراً گھوڑے سے اتر کر راستہ میں ہی زمین پر بیٹھ گئے اور سخت پریشانی میں سوچنے لگے کہ اس الہام کا مطلب کیا ہے۔ آخر گہرے سوچ بچار کے بعد دل میں یہ سوال اٹھا کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ماتم پرسی ہو تو لازمی ہے کہ یہ کسی اعلیٰ اور ارفع ہستی کی موت اور وصال سے وابستہ ہو۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ کو قطعی یقین ہو گیا کہ بس یہ حضرت والد صاحب (مسیح موعودؑ) کا ہی وصال ہے۔ یہ خیال راسخ ہوتے ہی آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور اسی غم و حزن کی حالت میں بجائے اپنے بنگلہ پر جانے کے سیدھے انگریز ڈپٹی کمشنر صاحب جالندھر کے بنگلہ کو تشریف لے گئے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات ہوئی تو ان کو اطلاع دی کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے فوراً رخصت دے دی جائے میں جا رہا ہوں اور یہ بھی بتلایا کہ میں اس غرض سے دورہ سے سیدھا آپ کے بنگلہ پر آیا ہوں۔

صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ کیا والد صاحب کی وفات کی خبر آپ کو راستہ میں ملی ہے یا کوئی اطلاع موصول ہوئی ہے یا کوئی آدمی آیا ہے۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ نہ کوئی تار آیا ہے نہ کوئی آدمی اور نہ کسی اور ذریعہ سے اطلاع ہوئی ہے صرف خدائی تار آیا ہے اور صاحب موصوف کے دریافت کرنے پر آپ نے اپنے راستہ کا تمام ماجرا سنایا تو صاحب کو بہت حیرت ہوئی کہ اس پر اتنا یقین کر لیا اور کہا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے یونہی آپ کو وہم ہو گیا ہے آپ اطمینان رکھیں ایسا کوئی حادثہ نہیں ہوا

ہے آپ رخصت کے لئے جلدی نہ کریں اور گھبرائیں نہیں۔ لیکن آپ بدستور اپنے یقین کامل سے رخصت پر مصر رہے مگر صاحب بہادر کے اصرار پر اپنے بنگلہ پر واپس تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات حسرت آیات کا تار بھی موصول ہو گیا۔ چنانچہ آپ وہ تار لے کر صاحب کے بنگلہ پر دوبارہ گئے اور بتلایا کہ اس وقت میں دورہ سے سیدھا آپ کے بنگلہ پر آگیا وہ خدائی اطلاع کی بناء پر تھا۔ اب یہ تار بھی آگیا ہے۔ صاحب بہادر یہ کیفیت دیکھ کر بہت ہی حیران اور ششدر رہ گئے کہ آپ لوگوں کو خدا پر کیسا یقین اور وثوق اور ایمان ہے اور صاحبزادہ صاحب کو رخصت دے دی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف فوراً قادیان روانہ ہو گئے۔ جب آپ جالندھر سے امرتسر پہنچے تو اسٹیشن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ بھی پہنچ چکا تھا۔ [۶۵]

حواشی

۱۔ بدر ۲۸/ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۳' الحکم ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ صفحہ ۱ کالم نمبر ۱

۲۔ مؤلف مجدد اعظم نے نقل مکانی کی یہ وجہ لکھی ہے۔ جو خلاف واقعہ ہے کہ "حضرت اقدس ؑ کی زوجہ محترمہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں جو تشریف لے گئیں تو وہ مکان انہیں زیادہ پسند آیا"

۳۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۷۸ سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۵۹

۴۔ تذکرہ بحوالہ بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱

۵۔ تذکرہ بحوالہ بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱۔ اسی مصرعہ سے تاریخ وفات (۱۳۲۶ھ) بھی نکلتی ہے

۶۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۱۔ ۱۸۲

۷۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۲

۸۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۱ طبع دوم

۹۔ اصحاب احمد جلد ۲ (ڈائری نواب محمد علی صاحب) اخبار الحکم ضمیمہ ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء

۱۰۔ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۱' ۱۲

۱۱۔ ضمیمہ الحکم ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء بعنوان "وفات مسیح" صفحہ ۱۲

۱۲۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۳

۱۳۔ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۰ نمبر ۱

۱۴۔ سیرت المہدی حصہ اول (طبع دوم) صفحہ ۹۔ ۱۰

۱۵۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۵۸۶۔ ۵۸۷

۱۶۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۳

۱۷۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۰

۱۸۔ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۰

۱۹۔ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۲

۲۰۔ بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۴ کالم نمبر ۲ از ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب

۲۱۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۴ اور سیرت المہدی حصہ اول صفحہ نمبر ۱۱

۲۲۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن میں اتفاق ہے کہ یہ دو شنبہ تھا لیکن تاریخ کے متعلق اختلافات ہیں۔ واقدی۔ ابن سعد اور ابن اسحاق (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگار) کی رائے میں یہ تاریخ ۱۲ ربیع الاول تھی۔ ابن عقبہ' ابو نعیم' لیث اور خوارزمی کے مطابق یہ تاریخ یکم ربیع الاول تھی۔ ابو مخنف' کلبی اور سلیمان التیمی کی رائے میں یہ دوسری ربیع الاول ہے۔ حافظ ابن حجر بخاری کی شرح میں اور حافظ مغلطائی دوسری تاریخ قبول کرتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی نے یکم ربیع الاول ثابت کی ہے۔ یہ متفق علیہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج ۹/ ذی الحج کو ہوا تھا اور وہ جمعہ کا روز تھا۔ یہاں سے شروع کرکے ۱۱ھ کی بارہ ربیع الاول تک حساب لگایا جائے تاکہ یہ طے ہو سکے کہ بارہ ربیع الاول تک کس کس تاریخ میں پیر کا روز آتا ہے ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ قمری مہینہ یا تو ۳۰ دن کا ہوتا ہے یا ۲۹ دن کا۔ ذیل میں ہم ۳۰ اور ۲۹ دن کا ہر حساب شمار کریں گے۔ ہم چھٹی ساتویں آٹھویں اور نویں تاریخوں کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ کسی نے ان تاریخوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ہم بارھویں تاریخ کو بھی نہیں لے سکتے ہیں کیونکہ کسی حساب سے اس تاریخ میں دو شنبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسری ربیع الاول قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے متواتر ۳ ماہ ۲۹ روز کے ہونے چاہیں۔ مولانا سلیمان منصوری ۱۳/ ربیع الاول بتاتے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے یہ تاریخ کسی نے نہیں بتائی ہے اس کو بھی نظر انداز کر دینا چاہیے

کیونکہ تین ماہ متواتر ۳۰ روز کے ہوں تب یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ غیر ممکن ہے۔ اس وجہ سے ہم ۱۱ھ کی یکم ربیع الاول ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ قبول کرنے پر مجبور ہیں اور مولانا شبلی نے اسے قبول کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ایک واقعہ سے اس تاریخ کی تصدیق ہوتی ہے۔ ابن ابی حاتم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی ۲۸۱ عدد کی آیت (واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ) کا نزول آخری حج کے روز ہوا تھا۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۸۱ روز حیات رہے۔ اب حساب لگایئے ۱۰ھ ۹ ذی الحجہ سے یکم ربیع الاول ۱۱ھ تک۔ یعنی ۲۱+۳۰+۲۹+۱=۸۱ اس میں نویں ذی الحجہ اور یکم ربیع الاول شمار کی گئی ہیں اور ذی الحجہ کا مہینہ ۲۹ روز کا مانا گیا ہے یہ بھی قبول کیا گیا ہے۔ اب عیسوی تاریخ ایک حساب سے نکالتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ۱۰ھ کی ۲۹ شوال کو انتقال فرمایا تھا۔ اس روز آفتاب گرہن میں تھا۔ اب علم ہیئت کے ذریعہ سے حساب کیا گیا ہے کہ یہ تاریخ ۶۳۲ء کی ۲۷/ جنوری تھی۔ ۲۹ شوال ۱۰ھ ۔ ۲۷ جنوری ۶۳۲ء ۔ ۳۰ شوال ۱۰ھ ۔ ۲۸ جنوری ۶۳۲ء ذی قعدہ (۳۰ دن) ۔ ۲۹/ جنوری سے ۲۷ فروری ۶۳۲ء ذی الحجہ (۲۹ دن) ۔ ۲۸/ فروری سے ۲۷/ مارچ ۶۳۲ء (لیپ کا سال) محرم (۳۰ دن) ۔ ۲۸ مارچ سے ۲۶/ اپریل ۶۳۲ء صفر (۲۹ دن) ۔ ۲۷/ اپریل سے ۲۵/ مئی ۶۳۲ء یکم ربیع الاول ۔ ۲۶/ مئی ۶۳۲ء۔ اس حساب سے ۱۱ھ کی یکم ربیع الاول پیر کے دن عیسوی حساب سے ۶۳۲ء ۲۶/ مئی ہوتا ہے۔ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تاریخ ۶۳۲ء کی ۷/ جون تھی یہ صحیح نہیں ہو سکتی۔"
(اخبار "جنگ" کراچی ۲۸/ ستمبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۷ عید میلاد ایڈیشن)

۲۳۔ بدر ۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۰

۲۴۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۵۔ اصحاب احمد جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۲۔ ۳۰۳ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے ناشر احمدیہ بک ڈپو ربوہ دسمبر ۱۹۶۷ء

۲۵۔ روایات صحابہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۱ (غیر مطبوعہ)

۲۶۔ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۱

۲۷۔ الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۶۶ کالم نمبر ۲

۲۸۔ شرح دیوان حسان بن ثابت مطبوعہ مصر میں علی کی بجائے ملیک کا لفظ ہے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ نے "حقیقۃ الوحی" اور ضمیمہ نزول المسیح میں جہاں یہ شعر لکھا ہے ملیک ہی درج فرمایا ہے

۲۹۔ سیرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۵۸، ۵۹ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

۳۰۔ بدر ۲۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۴، الحکم ضمیمہ ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء

۳۱۔ الفضل ۱۹/ جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۲ (روایت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا)

۳۲۔ الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۱۱ کالم ۱۔ ۲

۳۳۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۵

۳۴۔ اخبار "اہل فقہ" امرتسر نے ایک مضمون لکھا کہ "ہمیں تو امید تھی کہ احمدی مرزا صاحب کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے"۔
(ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۸۴)

۲۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۳/ جون ۱۹۰۸ء کے اخبار وکیل امرتسر میں لکھا "ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو تیار ہیں کہ مسلمانوں سے ہو سکے تو مرزا صاحب کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مؤرخ تاریخ ہند یا تاریخ اسلام میں ان کا نام تک نہ لے۔" (بحوالہ الحکم ۱۸/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۱)

۳۔ اخبار "عصر جدید" نے گو نمائشی جنازے اور سوانگ وغیرہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا مگر ساتھ ہی "قادیانی تحریک کا خاتمہ" کے عنوان سے لکھا "قادیانی تحریک بلحاظ ایک مستقل دین کے جس کے لئے ایک رسول امام اور موعود مہدی آیا تھا بالکل فنا ہو گئی۔ اب صرف پیری مریدی اور عمل بالحدیث اور صوفیت ظاہریت اور باطنیت کے درمیان ایک فرقہ رہ گیا ہے جس کے خصوص حالات روز بروز مفقود ہوتے جائیں گے۔" (رسالہ "عصر جدید" جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۱۹۔ ایڈیٹر خواجہ غلام الثقلین بی اے

اے‘ایل ایل بی وکیل ہائی کورٹ)

۴۔ اس وقت کی مخالفت کی رو سے خواجہ حسن نظامی صاحب جیسے انسان بھی متاثر ہوئے۔ انہوں نے لکھا۔

"جناب مرزا صاحب نے مسیحیت و مہدویت کا دعویٰ محض ایک حکمت پر کیا تھا۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ قوم میں کام کرنے کا جذبہ بغیر کسی حکیمانہ طرز کے پیدا ہونا ناممکن ہے اس لئے انہوں نے اپنی نیت کو خیر کی بنیاد پر قائم کرکے ایسے دعوے کردیئے جن کی عدم واقعیت کو وہ خود اچھی طرح جانتے تھے۔ اب ان کی نیت کا نتیجہ ظاہر ہو گیا اور کام چل نکلا تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک بے اصل معاملے پر اڑے رہیں اور موجودہ وقت کی ضرورتوں میں مشغول ہو کر اسلامی خدمت نہ کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ مرزا صاحب جیسے سمجھ دار اور منتظم شخص کی عدم موجودگی کے سبب احمدی جماعت مخالفین کی شورش کو برداشت نہ کرسکے گی اور اس کا شیرازہ بکھر جائے گا"۔ (پیسہ اخبار لاہور ۵/ جون ۱۹۰۸ء بعنوان "قادیانی مشن" بحوالہ اخبار بدر ۱۸/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳ کالم ۲۔۳)

۳۵۔ نام مسٹر کننگھم۔ ملاحظہ ہو ڈائری حضرت نواب محمد علی خاں صاحب (اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۵۸۷۔۵۸۸) "ہلعم ثانی" صفحہ ۷ مولفہ حضرت میر قاسم علی صاحب "مجدد اعظم" نیز "حیات طیبہ" میں سرٹیفکیٹ دینے والے صاحب کا نام میجر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج بتایا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی خلف اکبر حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا بیان ہے کہ ڈاکٹر سدرلینڈ در اصل معالج تھے اور ڈاکٹر کننگھم صاحب سول سرجن لاہور مجاز تھے۔ ڈاکٹر سدرلینڈ کی تصدیق پر یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا تھا (خط محررہ ۱۹/ مارچ ۱۹۶۲ء)

۳۶۔ ریویو آف ریلیجنز اردو جولائی ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۷

۳۷۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی رائے میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے نچلے صحن میں ہوا تھا (الفضل ۲۳/ اکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲) مگر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی ڈائری (مشمولہ اصحاب احمد جلد نمبر ۲) کے مطابق خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں!!

۳۸۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۵۸۷۔۵۸۸ روایت حضرت نواب محمد علی خاں صاحب

۳۹۔ بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲ پر بعض نام ملاحظہ ہوں۔

۴۰۔ یاران کہن صفحہ ۴۲۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی کتاب آئینہ صداقت صفحہ ۱۱۳ سے بھی (جو جولائی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی) پتہ چلتا ہے کہ خواجہ یوسف شاہ صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ اور مولانا ابوالکلام آزاد اسٹیشن تک آئے۔ اسٹیشن سے مراد امرتسر کا اسٹیشن ہے یا لاہور کا۔ اس کی وضاحت نہیں۔

۴۱۔ یہ آم کا درخت جو بٹالہ اسٹیشن سے باہر سیڑھیاں اتر کر سڑک کے ساتھ ہی غربی طرف واقع ہے اب تک موجود ہے (اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷) طبع اول اپریل ۱۹۶۱ء

۴۲۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی ڈیوٹی حضرت سیدۃ النساء ام المومنینؓ کی رتھ کے ساتھ تھی۔ حضرت سیدۃ النساء بٹالہ سے قادیان تک خاموشی کے ساتھ ذکر و اذکار اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ جب رتھ نہر کے پل پر سے گزر کر آگے بڑھی تو حضرت سیدہ نے ایک پر سوز اور رقت آمیز آواز سے فرمایا "بھائی جی پچیس سال گزرے میری ڈولی اس سڑک پر سے گزری تھی۔ آج میں بیوگی کی حالت میں اس سڑک پر سے گزر رہی ہوں۔" رتھ مسجد فضل کے سامنے والی گلی سے ہوتی ہوئی سیدھی بڑے باغ میں پہنچی (اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۲۷۵۔۲۷۶ و الفضل ۲۳/ جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱)

۴۳۔ الفضل ۲۳/ اکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۲

۴۴۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۵۸۸

۴۵۔ سیرت المہدی حصہ چہارم (غیر مطبوعہ) حضرت صاحبزادہؓ نے یہ پورا واقعہ امرتسر اسٹیشن پر حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپور تھلوی کو خود سنایا تھا۔

جماعت احمدیہ کا خلافت پر پہلا اجماع

خلافت کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ پر اتفاق

انتخاب اور بیعت

نعش مبارک کے قادیان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو سلسلہ کے مقتدر بزرگوں نے اس وقت کیا وہ خلافت کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا انتخاب تھا۔ چنانچہ جماعت کے دوست اکٹھے ہوئے اور مشورہ ہوا تو سب کی نظریں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی طرف اٹھیں۔ چنانچہ جب متفقہ فیصلہ ہو چکا تو اکابر سلسلہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے اور مناسب رنگ میں بیعت خلافت کے لئے درخواست پیش کی۔ آپ نے کچھ تردد کے بعد فرمایا "میں دعا کے بعد جواب دوں گا" چنانچہ وہیں پانی منگایا گیا آپ نے وضو کیا اور غربی کوچہ کے متصل دالان میں نماز نفل ادا کی۔ اس عرصہ میں یہ وفد باہر صحن میں انتظار کرتا رہا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر ہے اور جہاں ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ کی معیت میں تمام حاضرین باغ میں پہنچے۔ [1]

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سب دوستوں کے سامنے جو باغ میں اپنے محبوب آقا کی نعش کے پاس جمع تھے کھڑے ہوئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں بطور نمائندہ مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر سنائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدَ الْمُصْطَفٰی وَعَلَی الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ خَاتَمِ الْاَوْلِیَاءِ

امابعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے مطمئن ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی

حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپؑ کے شعر۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہریک پر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے۔ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آیندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آیندہ ایسا ہی ہو۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ [۲۱]

حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی دردانگیز تقریر

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جب مذکورہ بالا تحریر سنا چکے تو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کھڑے ہوئے اور تشہد و تعوذ اور آیت ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کی تلاوت کے بعد ایک دردانگیز تقریر کی جس میں فرمایا۔

"میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اس لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی اس لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خاں صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گذاران دین میں سے.... اور بھی کئی اصحاب ہیں۔" [۲۲]

"پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام

ہے۔ ایک دفعہ حضرتؑ نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔"

آخر میں فرمایا

"اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ ان میں خصوصیت سے قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی۔ فقط" [۷۴]

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی بیعت

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کی اس تقریر پر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم آپ کے احکام مانیں گے۔ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیحؑ کے جانشین ہیں۔ چنانچہ باغ میں ہی قریباً بارہ سو احباب نے بیعت کی۔ [۷۵]

صدر انجمن کی طرف سے جماعتوں کو اطلاع

۲۸ / مئی ۱۹۰۸ء کو الحکم کا ایک غیر معمولی پرچہ شائع کیا گیا جس میں خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے انتخاب کی اطلاع مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا یا مندرجہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپؑ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خاں صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین

شاہ صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار (خواجہ کمال الدین)

موت اگرچہ بالکل اچانک تھی اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا تاہم انبالہ۔ جالندھر۔ کپور تھلہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات۔ بٹالہ۔ گورداسپور وغیرہ مقامات سے معزز احباب آگئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان اور لاہور میں پڑھا۔ حضرت قبلہ حکیم الامت سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کل حاضرین نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفتہ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفتہ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر بیعت کریں۔" [7]

الغرض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات پر جماعت کا سب سے پہلا اجماع خلافت پر ہوا اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفتہ المسیح الاول قرار پائے۔

جنازہ' آخری زیارت اور تدفین

بیعت خلافت ہو چکی تو حضرت خلیفتہ المسیح الاولؓ نے کچھ وقفہ بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے مملوکہ باغ میں کنوئیں کے قریب نماز جنازہ پڑھائی۔ [8] اس وقت رقت کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے گریہ وزاری کی آواز اٹھ رہی تھی۔ [9] نماز عصر کے بعد سب خدام نے یکے بعد دیگرے حضورؑ کے نورانی چہرہ کا آخری دیدار کیا۔ آخری زیارت کرانے کی یہ خدمت حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے حصہ میں آئی۔ حضور کا جسد اطہر اس وقت اس مکان کے درمیانی کمرہ میں جنوبی دیوار کے دونوں مغربی دروازوں کے درمیان رکھا ہوا تھا جو بہشتی مقبرہ کے شمال مغرب کی طرف ہے۔ نعش مبارک اس چارپائی پر رکھی ہوئی تھی جو لاہور سے ساتھ لائی گئی تھی۔ حضرت بھائی صاحبؓ چارپائی کے شمال میں حضورؑ کے سر مبارک کی طرف زمین پر بیٹھ گئے۔ پہلے مردوں نے پھر مستورات نے زیارت کی۔ احباب صحن کی طرف مغربی دیوار کے جنوبی حصہ میں لگے ہوئے دروازہ سے صحن میں اور صحن سے کمرہ میں آتے اور زیارت کر کے کمرہ کے شمالی دروازہ سے باہر نکلتے جاتے۔ [10] حضورؑ کے چہرہ مبارک پر نور برس رہا تھا اور جسم مقدس پر گرمی کے اثرات کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔

حضرت ام المومنینؓ اس وقت صحن کے جنوب مغربی حصہ میں خواتین کے مجمع میں تشریف فرما تھیں۔ آخری زیارت کے بعد نعش مبارک صحن کے مشرقی دروازہ سے نکال کر مدفن تک لے جائی گئی اور کوئی چھ بجے کے قریب حضورؑ کا جسد مبارک سینکڑوں اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دلوں کے ساتھ

بہشتی مقبرہ کی خاک مقدس کے سپرد کر دیا گیا۔ ۱۶۱

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

مزار مبارک، کتبہ اور چاردیواری

حضرت اقدس کا مزار مبارک بالکل کچار رکھا گیا اور محض شناخت کے لئے قبر کے سرہانے چونے کی دیوار پر سیاہی سے عارضی طور پر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے "جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود و مجدد صدی چہار دہم تاریخ وفات ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء" ۱۶۲ مستقل کتبہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے جو افسر بہشتی مقبرہ تھے ۲۱/ فروری ۱۹۰۹ء کے الحکم میں ایک بہت لمبا کتبہ لکھا جس میں مسیح وقت و مہدی و مجدد جری اللہ فی حلل الانبیاء اور نبی وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا تھا مگر خلافت اولیٰ میں اس کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ خلافت ثانیہ میں جب کہ بارشوں کی وجہ سے دیوار کی سیاہی کے الفاظ دھل گئے تو سنگ مرمر کا مستقل کتبہ نصب کیا گیا جس پر یہ الفاظ درج کئے گئے۔

"مزار مبارک حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ و علیٰ مطاعہ محمد الصلوٰہ والسلام تاریخ وفات ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ بمطابق ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہی کتبہ آج تک موجود ہے۔ نومبر ۱۹۲۵ء میں حفاظت کی غرض سے مزار کے اردگرد چاردیواری بھی تعمیر کر دی گئی۔ ۱۶۳

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر

اخبارات کے تبصرے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی بین الاقوامی شخصیت کا انتقال جس نے مذہبی دنیا میں اپنے فولادی قلم، زبردست مقناطیسی جذب و کشش، مقدس تعلیمات اور غیر معمولی قوت قدسی کے ساتھ ربع صدی سے زائد عرصہ تک تہلکہ مچائے رکھا کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا کہ اس پر خاموشی اختیار کی جا سکتی۔ ادھر یہ چونکا دینے والی خبر سنی گئی ادھر ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پریس میں ایک شور پڑ گیا اور اخبارات نے حضور کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے آپ کو

خراج عقیدت پیش کیا۔ ان اخبارات میں مسلمان' ہندو اور عیسائی وغیرہ ہر قسم کے مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔

ہندوستان کے جن مسلم اخبارات نے اس موقعہ پر تبصرے شائع کئے ان میں سے اخبار وکیل امرتسر۔ البیان لکھنؤ۔ تہذیب نسواں لاہور۔ زمیندار لاہور۔ اخبار کرزن گزٹ دہلی۔ البشیر (اٹاوہ)۔ یونین گزٹ بریلی۔ میونسپل گزٹ لاہور۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ۔ صادق الاخبار ریواڑی۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اخبار "وکیل" امرتسر

مسلمان اخبارات میں سب سے زوردار مؤثر اور حقیقت افروز ریویو اخبار "وکیل" امرتسر کا تھا جو مولانا ابوالکلام آزاد[۱۶۷] کے قلم سے نکلا۔ انہوں نے لکھا۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔"

"میرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے۔"

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج

جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیا نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا...... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا.... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جابجا آغاز کی تھی' ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں۔

فطری ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب

کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔" [۱۵]

(دوسرا تبصرہ) اخبار وکیل امرتسر

(مورخہ ۳۰/ مئی ۱۹۰۸ء ص ۱)

مرزا غلام احمد مرحوم

۲۲/ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح ہندوستان کی جدید مذہبی تاریخ میں دیر تک اہمیت سے دیکھی جائے گی۔ جب کہ دس بجے کے قریب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بعارضہ ہیضہ یا بقول بعارضہ دردگردہ انتقال کیا۔ مرحوم آجکل اپنی اہلیہ کے علاج اور تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے لاہور میں مقیم تھے۔ مگر وہ خدائی حکم جو ایک ادنیٰ فرد اور زبردست تاجدار پر اور ایک فقیر اور اولوالعزم نبی پر یکساں عمل کرتا ہے آپہنچا اور اس سے ایک ایسے شخص کے وجود پر بدنیتی کا پردہ ڈال دیا جس نے اپنے عبرتناک دعاوی سے مذہبی دنیا میں تلاطم برپا کر دیا۔

مرزا صاحب کی لائف (سوانح عمری) میں ابتدائی دنوں کے سوا آپ کو ایسے تھوڑے ہی صفحے ملیں گے جو حیرت انگیز واقعات سے معنون اور تعجب خیز کیفیتوں سے مزین نہ ہوں۔ خواہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں دشمنان اسلام کے ساتھ نبرد آزمائی کر رہے ہوں خواہ قادیان میں بیٹھے ہوئے پیروان رسول پر مخالفت کی آگ برسا رہے ہوں۔ خواہ یورپ میں مادہ پرست عیسائیوں کو مذہب اسلام کی برکتوں سے آگاہ کر رہے ہوں۔

اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی مگران کی زندگی اور زندگی کے کارناموں کے مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس وناکس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے آپنے مطالعہ اور فطرت سلیم کی رو سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا۔ ۱۸۷۷ء کے قریب جبکہ ان کی ۳۵/۳۶ سال کی عمر تھی ہم ان کو ایک غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں۔ وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثہ کرتا ہے۔ کبھی حمایت و حقیقت اسلام میں وہ کتابیں لکھتا ہے۔

۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور آریوں سے جو مباحثات انہوں نے کئے تھے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا۔ ان کی ایک کتاب براہین احمدیہ غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا۔ اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی تھی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے۔ گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے برا ہونے کا فیصلہ دیدیں محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں اور بطور حفظ ماتقدم اپنے آئندہ دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔ لیکن اس کے بہترین فیصلہ کا وقت ۱۸۸۰ء تھا جب کہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنے تئیں اس کا مستحق نہ دکھایا۔

کیریکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرض کہ مرزا صاحب کی زندگی کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار۔ کیا بلحاظ مذہبی خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا...."

"تہذیب النسواں" لاہور

سید ممتاز علی صاحب امتیاز نے لکھا:۔ "مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم' بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔" [۱۶]

اخبار "زمیندار" لاہور

منشی سراج الدین صاحب (والد مولوی ظفر علی خاں صاحب) ایڈیٹر اخبار "زمیندار" نے لکھا:۔

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲۔ ۲۴ سال کی ہو گی اور ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا' عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان کر دیا اور ہم اس کتاب کے اول خریداروں میں سے تھے.... ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا..... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے"۔ [۱۷]

"البشیر" اٹاوہ

"البشیر" اٹاوہ نے لکھا کہ:۔

"اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔ اس ترقی علوم و فنون کے زمانہ میں در حقیقت یہ امر کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ ان کے کئی لاکھ راسخ الاعتقاد مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک حکم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کرتے اور بلا چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلا' پڑھے لکھے' غریب و امیر' عالم و فاضل اور نئے تعلیمیافتہ غرضکہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں جو درجہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا اس میں کچھ کلام

نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے معتقدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدین پر تھا اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کے پیشوا اور امام برحق تھے لہذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور ان کے انتقال پر افسوس ظاہر کریں۔ ۱۸

"علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" علیگڑھ

"علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" علی گڑھ نے لکھا کہ۔

"مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ ۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۶ء تک شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے ۱۸۸۰ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ انعام رکھا تھا..... آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی ۸۰ کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے بیس عربی زبان میں ہیں.... بیشک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔" ۱۹

"صادق الاخبار" ریواڑی

"صادق الاخبار" ریواڑی نے لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔" ۲۰

"کرزن گزٹ" دہلی "یونین گزٹ" بریلی

"کرزن گزٹ" دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا.... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں.... اس کا پرزور لٹریچر اپنی

شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے.... اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں' مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔" [۲۱]

"یونین گزٹ" (بریلی) میں بھی میرزا حیرت دہلوی کا یہ تبصرہ معمولی تخفیف الفاظ کے ساتھ شائع ہوا۔ [۲۲] ان اخبارات کے علاوہ ملت۔ پیسہ اخبار لاہور۔ نسیم آگرہ۔ [۲۳] نیر اعظم" مراد آبادی [۲۴] روہن کھنڈ بریلی [۲۵] وغیرہ بیسیوں اخباروں میں حضور علیہ السلام کی وفات پر عمدہ مضامین شائع ہوئے۔

غیر مسلم اخبارات

یہ تو ہندوستان کے اسلامی جرائد و رسائل کا تذکرہ تھا جہاں تک غیر مسلم اخباروں اور رسالوں کا تعلق ہے انہوں بھی اس موقعہ پر بڑے مؤثر اور زوردار اداریے لکھے مثلاً' میونسپل گزٹ لاہور۔ آریہ پترکا لاہور۔ اندر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ امرتا بازار پترکا۔ برہم پرچارک پاونیر الہ آباد۔ جیون تت۔ یونٹی کلکتہ۔ بنگالی کلکتہ۔ سٹیٹسمین۔

"میونسپل گزٹ"

چنانچہ "میونسپل گزٹ" نے لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔ [۲۶]

"آریہ پترکا"

"آریہ پترکا" نے لکھا کہ۔

"عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت آپ کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے۔ اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو ان کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔" [۲۷]

"اندر" لاہور

"اندر" لاہور نے لکھا کہ:۔

"اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد صاحب ایک صفت میں حضرت محمد (ﷺ) صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اور وہ صفت ان کا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی مقصود کو.... لے کر تھا۔ اور

ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"[۲۸]

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے لکھا کہ:۔

"مرزا غلام احمد خاں صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور.... ایک مشہور و معروف اسلامی واعظ اور سلسلہ احمدیہ کے بانی تھے..... انہوں نے مذہبی اور تعلیمی کام میں مشغول ہونے کی خاطر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا..... وہ لاہور میں ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کے بڑھانے کے لئے ایک انجمن قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے"[۲۹] (ترجمہ)

"امرتا بازار پتر کا" کلکتہ

امرتا بازار پترکا کلکتہ نے لکھا:

"وہ فقیرانہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روزانہ انکے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ ان کے مریدین میں ہر قسم کے لوگ فاضل۔ مولوی۔ بااثر۔ رئیس۔ تعلیم یافتہ آدمی۔ امیر اور سوداگر ہیں۔"[۳۰]

"برھم پرچارک"

"برھم پرچارک" نے لکھا کہ:۔

"ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق اور شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔"[۳۱]

"پاؤنیر" الہ آباد

اخبار "پاؤنیر" الہ آباد نے لکھا کہ:۔

"اگر پچھلے زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں نہ ہو گا جیسے کہ مرزا غلام احمد قادیانی معلوم ہوتے تھے..... مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ان کو خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔ انہوں نے بشپ ویلڈن (بشپ لیفرائے چاہیے۔ ناقل) کو...... چیلنج دیا کہ نشانوں میں ان کا مقابلہ کریں.... اور اس مقابلہ کا یہ نتیجہ قرار دیا کہ تا فیصلہ ہو کہ سچا مذہب کونسا ہے...... بہرحال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہر روز دنیا میں پھر نہیں آیا کرتے 'ان پر سلامتی ہو۔'"[۳۲]

"جیون تت" دیو سماج

"جیون تت" میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا:۔

"وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔..... مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادہ کے پکے تھے اس لئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفین اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ ان پر قائم رہے۔"

[۲۳]

"دی یونٹی اینڈ دی مسٹری" کلکتہ

"دی یونٹی اینڈ دی مسٹری" کلکتہ نے لکھا کہ:۔

"مرحوم ایک عالم آدمی تھے اور آپ صرف اپنے ہی مذہب سے پوری واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ عیسائیت اور ہندو مذہب کے بھی خوب جاننے والے تھے۔ آپ کا میگزین جس کا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جس کو بڑی قابلیت سے چلایا جاتا ہے آپ کی طاقت تنقید کی باریکی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کو بھی مذہبی اتحاد کا خیال تھا.... لیکن آپ نے عیسائیت کے بعض مسائل کی خوب دل بھر کر قلعی کھولی ہے.... ایسے آدمی کی وفات قوم کے لئے افسوسناک ہے۔ [۲۴] (ترجمہ)

"بنگالی" کلکتہ

"بنگالی" کلکتہ نے لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب مذہب اسلام کے مجدد تھے۔" [۲۵]

"سٹیٹس مین" کلکتہ

"سٹیٹس مین" کلکتہ نے لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب ایک مشہور مقدس اسلامی واعظ اور فرقہ احمدیہ کے بانی تھے۔" [۲۶] (ترجمہ)

ان کے علاوہ اور بھی کئی اخبارات مثلاً اخبار "عام" (لاہور) اخبار "ٹائمز" (لنڈن) وغیرہ نے بھی تبصرے کئے مگر ان کے درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲۷]

حواشی

۱۔ الفضل ۲۳/ فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۱۔۲

۲۔ اس درخواست پر بمت سے احباب کے دستخط تھے جن کے نام بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۳ پر لکھے ہیں:۔
مثلاً شیخ رحمت اللہ صاحب (مالک انگلش ویر ہاؤس لاہور) (صاحبزادہ) مرزا محمود احمد صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب عفی اللہ عنہ۔ سید محمد احسن صاحب امروہی۔ سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن لاہور۔ (مولوی) محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ (ڈاکٹر) مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ احمد دین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ۔ (مولوی) ماسٹر شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام۔ (ڈاکٹر) عباد اللہ صاحب امرتسری۔ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی۔ (نواب) محمد علی خاں صاحب (رئیس مالیر کوٹلہ)۔ سید احمد نور صاحب کابلی۔ سید حیدر شاہ صاحب قصور۔ (صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد صاحب۔ (حضرت میر) ناصر نواب صاحب۔

۳۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت سید محمد احسن صاحب امروہی اور مولوی محمد علی صاحب کا ان کی شاندار دینی خدمات کے باعث خاص طور پر ذکر فرمایا بعد ازاں حضرت سید حامد شاہ صاحب اور حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب کا نام لیا۔

۴۔ بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷۔۸ کالم نمبر ۳

۵۔ اصحاب جلد دوم صفحہ ۵۸۹

۶۔ یہ پہلی بیعت باغ کے کس حصہ میں ہوئی؟ اس بارہ میں اختلاف ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور بعض دیگر جلیل القدر صحابہ مثلاً حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ ربوہ، حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی رائے میں پہلی بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ میں ہوئی تھی جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ متصل ہے۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا غالب خیال بھی یہی ہے اس کے برعکس بالخصوص حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اور حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحبؓ قادیانی جیسے ممتاز صحابہ حتمی طور پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے باغ کو بیعت اولیٰ کا مقام قرار دیتے تھے۔ ایک صحابی جناب محمد اسمٰعیل صاحبؓ معتبر کا بیان ہے کہ بیعت اولیٰ دونوں مقامات پر ہوئی ہے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے باغ میں پھر حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے باغ میں (الفضل ۴، ۲۳/ فروری ۱۹۵۵ء)

۷۔ ضمیمہ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۰۸ء و بدر ۲/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۱

۸۔ الفضل ۲۳/ فروری ۱۹۵۵ء صفحہ نمبر ۲

۹۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۸

۱۰۔ اصحاب احمد جلد نہم ۱۰۲، ۱۰۳

۱۱۔ الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۰۸ء اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۵۸۹ اصحاب احمد جلد نہم صفحہ ۷۷ ۲حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب میر عمارت صدر انجمن احمدیہ اس وقت تدفین کے انصرام و انتظام پر متعین تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ تختوں کے اوپر کی ڈاٹ پختہ اینٹوں کی بنائی جائے تا قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ نہ ہو مگر چونکہ حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس کی اجازت نہ دی اس لئے حضور کا جسد اطہر بغیر تابوت، صندوق یا بکس کے صرف کفن میں لپیٹا ہوا قبر میں اتار گیا جس کے فرش پر کچھ ریت بچھا دی گئی تھی۔ قبر کے گڑھے کے اندر اینٹ کی دیواروں پر لاہور آئے ہوئے بکس کے تختے ڈال کر چھت دیا گیا اور ان کے اوپر سے کچی اینٹوں کی ڈاٹ لگا دی گئی پھر اس کے اوپر مٹی ڈال دی گئی (بروایت حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحبؓ قادیانی۔ مرقومہ الفضل ۲۶/ وفا/ جولائی ۱۳۲۱/ ۱۹۴۲ ہش صفحہ ۴)

۱۲۔ الفضل ۱۲/ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ کالم نمبر ۳

۱۳۔ الفضل ۲۶/ دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۳

۱۴۔ یاران کہن صفحہ ۴۲ از مولانا عبد المجید سالک (طبع اول) بعض حضرات نے یہ شذرہ مولانا عبد اللہ العمادی کا بتایا ہے جو صحیح نہیں

کیونکہ اس شذرہ کا انداز تحریر اپنی قوت و شوکت کے اعتبار سے خود نشاندہی کر رہا ہے کہ اس کے لکھنے والے مولانا ابوالکلام آزاد ہی ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا آزاد کی خود نوشت سوانح "آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی" (صفحہ ۳۰۹-۳۱۰) سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تھا۔ آپ ہی ان دنوں اخبار "وکیل" کے ایڈیٹر تھے مگر مولانا عبداللہ العمادی لکھنؤ میں رسالہ "البیان" کی ادارت کر رہے تھے اور انہوں نے ان دنوں الگ حضرت اقدس کی وفات پر اداریہ سپرد قلم کیا (ملاحظہ ہو البیان جولائی ۱۹۰۸ء)۔ قریباً پچاس برس پہلے جماعت احمدیہ کلکتہ نے مولانا آزاد کے نام سے یہ شذرہ اشتہار کی شکل میں شائع کیا اور مولانا آزاد کو خاص طور پر بھجوایا۔ مگر اس وقت انہوں نے اس کی قطعاً تردید نہیں کی۔ (مولانا شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے اس تاریخی واقعہ سے متعلق ایک فیصلہ کن نوٹ لکھا تھا جو الفضل ۱۱/ جون ۱۹۶۳ء اور ان کی تالیف "حیات قمرالانبیاء" کے صفحہ ۲۷۶ تا ۲۸۱ میں شائع شدہ ہے۔ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جناب شیخ صاحب کی تحقیق کے بارہ میں لکھا "آپ کے معلومات بہت پختہ اور یقینی معلوم ہوتے ہیں")

۱۵۔ بحوالہ بدر ۱۸/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۲-۳۔ اخبار "ملت" لاہور ۷/ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۳ تا ۱۵ بحوالہ اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ا

۱۶۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸۳-۱۹۰۸ء

۱۷۔ بحوالہ بدر ۲۵/ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳ کالم نمبر ۱-۲

۱۸۔ بحوالہ بدر ۲۰/ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱-۲

۱۹۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۸-۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۲

۲۰۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸۲

۲۱۔ بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۹

۲۲۔ مفصل تبصرہ ملاحظہ ہو الحکم ۱۴/ ۷/ جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۱-۲

۲۳۔ "تشحیذ الاذہان" ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۶

۲۴۔ بروایت حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ

۲۵ بروایت حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ

۲۶۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۰-۱۹۰۸ء صفحہ ۳۸۲

۲۷۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۴

۲۸۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۴

۲۹۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۳

۳۰۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۳۸۳

۳۱۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۳۸۲

۳۲۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۹ صفحہ ۳۸۰-۳۸۲

۳۳۔ بحوالہ بدر ۲/ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۲-۳

۳۴۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۳۱-۳۳۲

۳۵۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان ۳۸۳

۳۶۔ بحوالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۳۸۴

۳۷۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر خدا کے فضل سے حضور کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم الشان خدمات کے اعتراف کا سلسلہ آج تک جاری ہے بلکہ جوں جوں صداقت کی روشنی پھیلتی جاتی ہے حضور کی مقدس ذات دنیا کی گہری توجہ اور خاص دلچسپی کا مرکز بنتی جارہی ہے اور عالمی رجحانات بڑی تیزی سے اس حقیقت کی طرف آرہے ہیں کہ بیسویں صدی کی کوئی مذہبی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر مکمل ہی نہیں سمجھی جاسکتی بطور نمونہ چند آراء درج ذیل کی جاتی ہیں جن سے یہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضورؑ کے وجود نے صفحہ عالم پر کتنے گہرے اور روشن نقوش قائم کر دیئے

ہیں۔

۱۔ پروفیسر سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے:۔

"حضرت مرزا غلام احمد ..... نے مذہبی دنیا میں نہایت عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا..... ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب آئے جب کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت نہایت بری ہو چکی تھی۔ ایسی حالت میں حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو ابھارا اور مذہب کی طرف لوٹنے کی ترغیب دی۔ اس مقصد میں انہیں کس قدر کامیابی ہوئی اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

(بحوالہ الفضل ۸/ مارچ ۱۹۱۹ء صفحہ ۳)

۲۔ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی:۔

"مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے..... آپ کی تصانیف..... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔" (اخبار منادی ۲۷/ فروری و ۴/ مارچ ۱۹۳۰ء)

۳۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب:۔

"اب ایک ایسے شخص سے میرے ملنے کا حال سنئے جو اپنے فرقے میں نبی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے فرقے والے خدا جانے اس کو کیا کچھ نہیں کہتے۔ یہ کون ہے؟ جناب مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ۔ ان سے میرا رشتہ یہ ہے کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھیں۔ اس لئے یہ جب کبھی دلی آتے تو مجھے ضرور بلا بھیجتے اور پانچ روپے دیتے۔ چنانچہ دو تین دفعہ ان سے میرا ملنا ہوا مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھ سے ایسی گفتگو نہیں کی جس کو تبلیغ کہا جا سکے۔ میں اس زمانہ میں ایف۔اے میں پڑھتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر ہوتا تھا اور اس پر وہ افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب تک مذہبی تعلیم عام نہ ہوگی اس وقت تک مسلمان ترقی کی راہ سے ہٹے رہیں گے۔

میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لئے کیا بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے ان کی محنت کا اندازہ کر لیجئے کہ تقریباً ۴ سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دو ڈھائی گھنٹے کے لئے سو جاتے ورنہ سارا وقت یاد الٰہی میں گزارتے۔ ایک دن میں جو مرزا غلام احمد صاحب کے یہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا۔ "بیٹا میرا ایک کام ہے وہ کر دو۔ اور وہ کام یہ ہے کہ جن صاحب سے تم ملنے جا رہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کس رنگ کی ہیں۔" میں سمجھا بھی نہیں اس سے ان کا کیا مطلب ہے مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں میں نے خود بھی انکو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کر کے بیٹھتا تھا۔ اس دفعہ میں نے دیکھا ان کا چہرہ بہت بارونق تھا۔ سر پر کوئی دو انگل کے بال ہیں۔ داڑھی خاصی نیچی ہے۔ آنکھیں جھکی جھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں مگر بعض وقت جلا بھی جاتے ہیں۔ بہر حال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کئے۔

"فرحت دیکھو اس شخص کو برا بھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں" میں نے کہا یہ آپ نے کیونکر جانا۔ فرمایا کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے۔ میں نے اس وقت تو ان سے وجہ نہ پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہل طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سبز ہے اس کا عکس آپ کے زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے۔" (عالمی ڈائجسٹ کراچی بابت اکتوبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۷۳۔۷۴)

۴۔ مولوی ظفر علی خان صاحب:

"ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی تصانیف "سرمہ چشم آریہ" اور "چشمہ مسیحی" وغیرہ آریہ ساجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں لکھی ہیں۔" (زمیندار ۱۲/ ستمبر ۱۹۲۳ء)

۵۔ مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی:

"مرزا صاحب تو بہرحال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے ہیں اور مسیحیوں' آریوں' ملحدوں کے جواب میں اور تائید اسلام میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔" (اخبار سچ منقول از اخبار پیغام صلح ۲۲/ جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱ کالم نمبر ۳)

۶۔ مولوی نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی

"ولایت کے انگریزوں نے روپے کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا... تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں... اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ اس کے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی۔" (دیباچہ صفحہ ۳۰ بر ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

۷۔ چوہدری افضل حق صاحب مفکر احرار

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بیجان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے بڑھا... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔" (فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں طبع دوم صفحہ ۲۴)

۸۔ مولانا نیاز احمد خاں فتحپوری

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔" (رسالہ نگار لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۴)

"وہ صحیح معنی میں عاشق رسول تھے اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے... لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈنے میں برسوں سرگرداں رہتے ہیں اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو منزل کو پا لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھے۔" (نگار بابت جولائی صفحہ نمبر ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۱۔ ۲۲)

۹۔ "تذکرہ شعرائے پنجاب" میں لکھا ہے:۔

"میرزا مذکورہ در جواب تبلیغات ضد اسلامی قیام نمودہ و با دلائل بسیار محکم و قاطع دشمنان اسلام را شکست داد۔" (تذکرہ شعرائے پنجاب صفحہ ۲۶۰۔ ۲۶۱ مرتبہ خواجہ عبدالرشید صاحب۔ ناشر بی۔ اے ڈار مجید اقبال اکادمی کراچی ۲۹/ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۱۰۔ مسٹر والٹر ایم۔ اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن

"مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھتے تھے۔ ان کی اخلاقی جرات جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا ہے جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقاید کے لئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔" (ترجمہ احمدیہ موومنٹ)

۱۱۔ لارنس ای براؤن پروفیسر دینیات مانچسٹر یونیورسٹی

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پنجاب کے رہنے والے کئی امور میں ہمیں خود محمد (ﷺ) کی یاد دلاتے ہیں... دونوں نے ایک ایسے مضبوط روحانی تجربے کو اس طرح محسوس کیا کہ اس کے زیر اثر وہ دنیا کی اصلاح پر مامور کئے گئے ہیں۔ (دی پراسپکٹس آف اسلام)

۱۲۔ مسیحی رسالہ "ھما" جبلپور

"جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے سلسلہ احمدیہ مدعی موعود دم واپسیں تک ایک طرف مسیحی مناظرین سے نبرد آزما تھے دوسری طرف قرآنی الفاظ کی عجیب و غریب صرفی و نحو موشگافیاں کر کے دیگر مسائل کی طرح وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑے بڑے

صاحب جبہ و دستار مولویوں کو اپنی غیر معمولی قرآنی بصیرت اور علم کلام پر عبور ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے جید علماء اسلام کو اپنے دلائل و براہین کی ندرت اور معقولات و منقولات پر بے پناہ قدرت و دستگاہ سے حواس باختہ کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہر مکتب فکر کے ملاؤں کی شدید مخالفت (کے) باوجود اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور اپنے پیچھے ایک بڑی فعال و جاں نثار جماعت دنیا میں چھوڑ گئے۔" (۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۵)

حلیہ مبارک

خصائل و شمائل

اور

اخلاق عالیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حلیہ مبارک خصائل و شمائل اور اخلاق عالیہ

حلیہ مبارک اور ذاتی خصائل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اعلیٰ درجہ کے مردانہ حسن کے مالک تھے اور فی الجملہ آپ کی شکل ایسی وجیہ اور دلکش تھی کہ دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ اور اس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدیہ محلہ سے باہر لیا۔ ایک احمدی دوست نے اسے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اس بات کے لئے رضامند ہو گیا مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ کہ جب مرزا صاحب مسجد میں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ صاحب اسے ایسے وقت میں قادیان کی مسجد مبارک دکھانے کے لئے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر یہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور ادھر حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے تعلق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اس شخص کی نظر حضرت مسیح موعودؑ پر پڑی تو وہ حضور کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بیتاب ہو کر حضور کے قدموں میں آگرا اور اسی وقت بیعت کرلی۔

آپؑ کا چہرہ کتابی تھا اور رنگ سفیدی مائل گندمی تھا اور خدوخال نہایت متناسب تھے۔ سر کے بال بہت ملائم اور سیدھے تھے مگر بالوں کے آخری حصہ میں کسی قدر خوبصورت خم پڑتا تھا۔ داڑھی گھندار تھی مگر رخسار بالوں سے پاک تھے۔ قد درمیانہ تھا اور جسم خوب سڈول اور متناسب تھا اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے اور ہڈی فراخ اور مضبوط تھی۔

چلنے میں قدم بہت تیزی سے اٹھتا تھا مگر یہ تیزی ناگوار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زبان بہت صاف تھی مگر کسی لفظ میں کبھی کبھی خفیف سی لکنت پائی جاتی تھی جو صرف ایک چوکس آدمی ہی محسوس کر سکتا

تھا۔ ۳ پچھتر سال کی عمر پائی مگر کمر میں خم نہیں آیا اور نہ ہی رفتار میں فرق پڑا۔ دور کی نظر ابتداء سے کمزور تھی مگر پڑھنے کی نظر آخر تک اچھی رہی اور یوم وصال تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ کہتے ہیں ابتداء میں جسم زیادہ ہلکا تھا مگر آخر عمر کسی قدر بھاری ہو گیا تھا۔

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے یا یونہی بلا ضرورت ادھر ادھر نظر اٹھانے کی عادت بالکل نہیں تھی بلکہ اکثر اوقات آنکھیں نیم بند اور نیچے کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ گفتگو کا انداز یہ تھا کہ ابتداء میں آہستہ آہستہ کلام شروع فرماتے تھے مگر پھر حسب حالات اور حسب تقاضائے وقت آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ چہرہ کی جلد نرم تھی اور جذبات کا اثر فوراً ظاہر ہونے لگتا ہے۔ لباس ہمیشہ پرانی ہندوستانی وضع کا پہنتے تھے یعنی عموماً بند گلے کا کوٹ یا جبہ۔ دیسی کاٹ کا کرتہ یا قمیص اور معروف شرعی ساخت کا پاجامہ جو آخری میں عمر میں عموماً گرم ہوتا تھا۔ جوتا ہمیشہ دیسی پہنا کرتے تھے اور ہاتھ میں عصا رکھنے کی عادت تھی۔ سر پر اکثر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے نیچے عموماً نرم قسم کی رومی ٹوپی ہوتی تھی۔ کھانے میں نہایت درجہ سادہ مزاج تھے اور کسی چیز سے شغف نہیں تھا بلکہ جو چیز بھی میسر آتی تھی بے تکلف تناول فرماتے تھے اور عموماً سادہ غذا کو پسند فرماتے تھے۔ غذا بہت کم تھی اور جسم اس بات کا عادی تھا کہ ہر قسم کی مشقت برداشت کر سکے۔

اپنے خداداد مشن کے متعلق کامل یقین اور آنحضرت ؐ کے ساتھ بے نظیر محبت

جہاں تک ان اخلاق کا سوال ہے جو دین اور ایمان سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ میں دو خلق خاص طور پر نمایاں نظر آتے تھے۔ اول اپنے خداداد مشن پر کامل یقین دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بینظیر عشق و محبت۔ یہ دو اوصاف آپ کے اندر اس کمال کو پہنچے ہوئے تھے کہ آپ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں ان کا پرزور جلوہ نظر آتا تھا۔ بسا اوقات اپنے خداداد مشن اور الہامات کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دنیا کی کسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ یقین ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی پیشگوئیوں کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لئے وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی اور اگر وہ پوری نہ ہوں تو میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ مجھے مفتری قرار دے کر بر سر عام پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ میرا وجود دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ ایک جگہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

"یہ مکالمہ الہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جاوے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے اور جیسا

کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔" [۳]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است خاکم نثار کوچہ آلِ محمدؐ است
دیدم بعین قلب شنیدم بگوش ہوش در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است [۴]

یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خداداد پر قربان ہیں۔ اور میں آپ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر کون و مکاں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کی ندا آرہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود بره دین مصطفیٰ اینست کامِ دل اگر آید میسرم [۵]

یعنی خدا سے اتر کر میں محمد ﷺ کے عشق کی شراب سے متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد ﷺ کے دین کے راستے میں قربان ہو جائے۔ خدا کرے کہ مجھے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے [۶]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ والہانہ محبت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہیں تھی بلکہ آپؑ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ آپؑ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے درباری شاعر حسان بن ثابت کا یہ شعر تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

یعنی اے محمد ﷺ تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ سو

اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آجاوے مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ کے ایک مخلص رفیق نے آپ کو اس رقت کی حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ "حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟" آپ نے فرمایا "کچھ نہیں میں اس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔"

قادیان میں ایک صاحب محمد عبد اللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے مگر جوش اور غصے میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے اور حضور کو گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے کہ اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیساختہ فرمایا "نہیں نہیں۔ ایسا نہیں چاہئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔" پروفیسر صاحب اس وقت غصے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے۔ آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی برا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں!! پروفیسر صاحب کی یہ غلطی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر صبر کس نے کیا ہے؟ اور کس نے کرنا ہے؟ مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشق رسول اور غیرت ناموس رسول کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر حضور کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے گو بعد میں انہوں نے حضرت خلیفتہ المسیح الثانی کے زمانہ میں بیعت کر لی۔ بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے غیر احمدی ہونے کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا "ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا ایسا عشق میں نے کسی

شخص میں نہیں دیکھا اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہیے۔ اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا "یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔" ۷

یہ ایک خالصۃ "گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشق رسول کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلب صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاک (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

رسول پاک ﷺ کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مبارکہ بیگم سلمہا اور مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا "آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں" پھر آپ نے بڑے درد انگیز انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا "یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔ ۸

مذہبی بزرگوں کا احترام

مگر آنحضرت ﷺ کی محبت کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپؑ دوسرے بزرگوں کی محبت سے خالی تھے بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت نے آپؑ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی ایک خاص جلا دے دی تھی اور آپ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور امام کے پیچھے بھی سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ "حضور کیا سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟ آپؑ نے فوراً فرمایا "نہیں نہیں ہم ایسا نہیں کہتے کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی۔"

اسلام کے گزشتہ مجددین کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی غیرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے بچپن کے زمانہ میں جہانگیر کا شاندار مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا۔

"میاں تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑا ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدد الف ثانی کی ہتک کی تھی۔" [۹]

تین سو سال سے زائد زمانہ گزرنے پر بھی ایک مسلمان بادشاہ کے ایسے فعل پر جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی تاریخ میں گویا ایک عام واقعہ ہے کیونکہ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں ایسے کئی واقعات گزر چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس قدر غیرت ظاہر کرنا اور مجدد الف ثانیؒ کے لئے بھائی جیسا پیار الفظ استعمال کرنا اس یگانگت اور محبت اور عقیدت کی ایک بہت روشن مثال ہے جو آپ کے دل میں امت محمدیہ کے صلحاء کے لئے موجزن تھی۔

اسی طرح آپؑ کو غیر مسلم قوموں کے بزرگوں کی عزت کا بھی بہت خیال تھا اور ہر قوم کے تسلیم شدہ مذہبی بزرگوں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کے نام کو عزت کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں اس کی بزرگی کا خیال بٹھا دیتا ہے اور اس کے سلسلہ کو استقلال اور دوام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا شخص جسے اس قدر قبولیت حاصل ہو جاوے جھوٹا نہیں ہو سکتا اور ہر انسان کا فرض ہے کہ سچوں کی طرح اس کی عزت کرے اور کسی رنگ میں اس کی ہتک کا مرتکب نہ ہو۔ اس معاملہ میں خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

ماہمہ پیغمبراں را چاکریم ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریق حق نمود جان ما قربان براں حق پرورے ۱۵

یعنی میں ان تمام رسولوں کا خادم ہوں جو خدا کی طرف آتے رہے ہیں اور میرا نفس ان پاک روحوں کے دروازے پر خاک کی طرح پڑا ہے۔ ہر رسول جو خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آیا ہے (خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک میں آیا ہو) میری جان اس خادم دین پر قربان ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر و استقلال اور شجاعت

روحانی مصلحوں کا دستہ پھولوں کی سیج میں سے نہیں گزرتا بلکہ انہیں فلک بوس پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ بیابانوں اور مہیب سمندروں میں سے ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچنا پڑتا ہے۔ بلکہ جتنا کسی رسول کا مشن زیادہ اہم اور زیادہ وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے راستے میں ابتلاؤں اور امتحانوں کی بھی زیادہ کثرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی ان مشکلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں ہر قدم پر کوہ ماراں ہرگذر میں دشت خار

مگر آپ کو وہ چیز حاصل تھی جس کے سامنے یہ ساری مشکلات ہیچ ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پر خطر عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ آب دار

اور دل بھی آپ کو خدا نے وہ عطا کیا تھا جو دنیا کی کسی طاقت کے سامنے مرعوب ہونے والا نہیں تھا۔ فرماتے ہیں۔

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک آریہ نے اسلام پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق یہ بات قانون قدرت کے خلاف بیان کی ہے کہ جب دشمنوں نے ان کو آگ میں ڈالا تو خدا کے حکم سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ لکھا کہ یہاں آگ سے حقیقی آگ مراد نہیں بلکہ دشمنی اور شرارت کی آگ مراد ہے۔ مگر جب حضرت مولوی صاحب کے اس جواب کی اطلاع حضرت مسیح موعود کو پہنچی تو آپ نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ "مولوی صاحب کو اس تاویل کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا کے بنائے ہوئے قانون قدرت کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقعہ پر صرف ایک حقیقت اور ایک فلسفہ کا ہی اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایک ربانی مصلح اور ذاتی مشاہدہ سے مشرف انسان کی حیثیت میں بڑے وثوق

اور جلال کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تو گزر چکا اب ہم خدا کی طرف سے اس زمانہ میں موجود ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈال کر دیکھ لے خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہوگی۔" چنانچہ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ایک نظم میں بھی فرماتے ہیں۔

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے [۱۱]

یہ صرف ایک خالی دعویٰ نہیں تھا بلکہ جب سے کہ آپؑ نے خدا سے الہام پاکر مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان کیا اس وقت سے لے کر اپنے یوم وصال تک آپ کی زندگی صبر اور استقلال اور شجاعت کا ایسا شاندار منظر پیش کرتی ہے جو سوائے خدا کے خاص الخاص بندوں کے کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا یہی وہ منظر تھا جس نے دشمنوں تک کے دل کو موہ لیا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ خواہ مرزا صاحب کے عقائد سے ہمیں کتنا ہی اختلاف ہو مگر اسمیں شبہ نہیں کہ "اس نے مخالفتوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔" [۱۲]

محنت اور انہماک جس وقت سے کہ آپؑ نے خدا کے حکم کے ماتحت ماموریت کے میدان میں قدم رکھا اس وقت سے لے کر یوم وفات تک آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اس سپاہی کی طرح گزرا جسے کسی عظیم الشان قومی خطرے کے وقت میں کسی نہایت نازک مقام پر بطور نگران سنتری مقرر کیا گیا ہو اور اس کی چوکسی یا غفلت پر قوم و ملک کی زندگی اور موت کا انحصار ہو۔ یہ تشبیہ قطعاً کسی مبالغہ کی حامل نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ تشبیہ اس حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنے سے قاصر ہے جو ہر دیکھنے والے کو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

آپؑ کی زندگی گویا ایک مقابلہ کی دوڑ تھی جس کا ہر قدم اس احساس کے ماتحت اٹھایا جاتا ہے کہ اس قدم کے اچھا اٹھ جانے پر اس مقابلہ کی ساری کامیابی یا ناکامی کا دارمدار ہے بسا اوقات کام کے انہماک میں حضرت مسیح موعودؑ کھانا اور سونا تک بھول جاتے تھے اور ایسے موقعوں پر آپ کو کھانے کے متعلق بار بار یاد کروا کے احساس پیدا کرنا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تصنیف کے کام میں آپؑ نے ساری ساری رات خرچ کردی اور ایک منٹ کے لئے بھی آرام نہیں کیا۔ اس قسم کے واقعات شاذ کے طور پر نہیں تھے بلکہ کام کے زور کے ایام میں کثرت کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ آپؑ کی خلقت میں کس پاک مٹی کا خمیر ہے کہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں اپنے نفس کے ہر آرام کو فراموش کر رکھا ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے ہر جہت سے لوگوں کے لئے ایک پاک نمونہ بننا تھا اس لئے آپ کا یہ شغف اور یہ انہماک دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں

دخل انداز نہیں ہوتا تھا اور سب لوگوں کے حقوق کو ایک مذہبی فریضہ کے طور پر احسن صورت میں ادا فرماتے تھے بلکہ اپنے نفس کی قربانی میں بھی جب آپ یہ دیکھتے تھے کہ یہ قربانی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بشری لوازمات کے ماتحت خود کام کا نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو آپ فوراً چوکس ہو کر اپنے نفس کے حقوق کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے اور اس طرح آپ نے اپنی زندگی کے ہر فعل کو ایک مقدس عبادت کا رنگ دے لیا تھا۔ بہرحال آپ کی زندگی مصروف اور فرائض منصبی کے لحاظ سے ایک بے نظیر نمونہ پیش کرتی تھی اور صحیح اور کامل معنوں میں معمور الاوقات تھے اور آپ کے متعلق خدا کا یہ الہام کہ اَنتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ یعنی تو وہ برگزیدہ مسیح ہے جس کا کوئی وقت بھی ضائع جانے والا نہیں۔ [۱۱۳] آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ افروز تھا۔

عبادت الٰہی جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ایک مجسم عبادت تھی کیونکہ آپ کا ہر قول و فعل خواہ وہ بظاہر اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے تھا یا اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں اور دوستوں اور مہمانوں اور ہمسایوں کے آرام کی خاطر تھا یا کسی اور غرض سے تھا اس میں آپؑ کی نیت صرف رضائے الٰہی کی جستجو تھی اور آپ اپنے آقا اور مخدوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد کا عملی نمونہ تھے جس میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر اچھا کام جو انسان رضائے الٰہی کے خیال سے کرتا ہے وہ عبادت میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی انسان اپنی بیوی کے منہ میں اس نیت کے ساتھ لقمہ ڈالتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ بیوی کے آرام کا خیال رکھو تو اس کا یہ فعل بھی ایک عبادت ہے۔ اس معنی میں اور اس تشریح کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی یقیناً ایک مجسم عبادت تھی مگر عبادت کے معروف مفہوم کے لحاظ سے بھی آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ جوانی کی زندگی جو نفسانی لذات کے زور کا زمانہ ہوتی ہے وہ آپؑ نے ایسے رنگ میں گزاری کہ دیکھنے والوں میں آپ کا نام "میسٹر" مشہور ہو گیا تھا جو پنجابی زبان میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنا بیشتر وقت مسجد میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں گزار دے۔ قرآن شریف کے مطالعہ میں آپ کو اس قدر شغف تھا کہ گویا وہ آپؑ کی زندگی کا واحد سہارا ہے جس کے بغیر جینا ممکن نہیں ہے۔ اور قرآن شریف کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں	قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

پنجگانہ نماز تو خیر فرض ہی ہے جس کے بغیر کوئی شخص جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو مسلمان نہیں رہ سکتا نفل نماز کے موقعوں کی بھی حضرت مسیح موعودؑ کو اس طرح تلاش رہتی تھی جیسے ایک پیاسا انسان پانی کی تلاش کرتا ہے۔ تہجد کی نماز جو نصف شب کے بعد اٹھ کر ادا کی جاتی ہے اس کے متعلق حضرت

مسیح موعودؑ کا دستور تھا کہ باقاعدہ شروع وقت میں اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور اگر کبھی زیادہ بیماری کی حالت میں بستر سے اٹھنے کی طاقت نہیں ہوتی تھی تو پھر بھی وقت پر جاگ کر بستر میں ہی اس مقدس عبادت کو بجالاتے تھے۔

جوانی کے عالم میں ایک دفعہ مسلسل آٹھ نو ماہ تک روزے رکھے اور آہستہ آہستہ خوراک کو اس قدر کم کر دیا کہ دن رات میں چند تولہ سے زیادہ نہیں کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا کے فضل سے اپنے نفس پر اس قدرت حاصل ہے کہ اگر کبھی فاقہ کرنا پڑے تو قبل اس کے مجھے ذرا بھی اضطراب ہو ایک موٹا تازہ شخص اپنی جان کھو بیٹھے۔ بڑھاپے میں بھی جب کہ صحت کی خرابی اور عمر کے طبعی تقاضے اور کام کے باری بوجھ نے گویا جسمانی طاقتوں کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ روزے کے ساتھ خاص محبت تھی اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سحری کھا کر روزہ رکھتے تھے اور دن کے دوران میں ضعف سے مغلوب ہو کر جبکہ قریباً غشی کی سی حالت ہونے لگتی تھی خدائی حکم کے ماتحت روزہ چھوڑ دیتے۔ مگر جب دوسرا دن آتا تو پھر شوق عبادت میں روزہ رکھ لیتے۔

زکوٰۃ آپؑ پر کبھی فرض نہیں ہوئی یعنی آپ کے پاس کبھی اس روپیہ جمع نہیں ہوا کہ آپ پر زکوٰۃ فرض ہوتی بلکہ آپ نے اپنے محبوب آقا اور مخدوم نبی کی طرح جو بھی ملا اسے خدا کی راہ میں اور دین کی ضروریات میں بے دریغ خرچ کر دیا اور دنیا کے اموال سے اپنے ہاتھوں کو خالی رکھا اور مقدس بانی اسلام کی طرح اس اصول کو حرز جان بنایا کہ **الفقر فخری** یعنی فقر کی زندگی گزارنا میرے لئے فخر کا موجب ہے۔

حج بھی آپ باوجود خواہش کے کبھی ادا نہیں کر سکے کیونکہ اسلام نے حج کے لئے جو شرطیں مقرر کی ہیں وہ آپ کو میسر نہیں تھیں یعنی اول تو آپ کے پاس کبھی بھی حج کے مصارف کے لئے کافی روپیہ جمع نہیں ہوا۔ دوسرے ان خطرناک فتووں کے پیش نظر جو اسلامی دنیا میں آپ کے خلاف لگ چکے تھے آپ کے لئے حج کا رستہ یقیناً پر امن نہیں تھا مگر خدا نے آپ کی اس خواہش کو بھی خالی نہ جانے دیا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد حضرت ام المومنینؓ نے آپؑ کی خواہش کو اس طرح پورا فرما دیا کہ اپنے خرچ پر ایک شخص کو مکہ مکرمہ میں بھجوا کر آپؑ کی طرف سے حج کروا دیا۔ غرض آپ ہر جہت سے عبادت الٰہی میں ایک بہترین نمونہ تھے۔

تقویٰ اللہ اور اطاعت رسول

حضرت مسیح موعودؑ کو تقویٰ کی باریک در باریک راہوں پر نگاہ رہتی تھی اور ہر قدم اٹھاتے ہوئے آپ کی نظر اس جستجو میں گھومتی تھی کہ اس معاملہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کا کیا ارشاد ہے؟ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں

جن میں ایک عام انسان کو یہ خیال تک نہیں جاتا کہ اس معاملہ میں بھی شریعت کا کوئی حکم ہو گا ان میں بھی ہر قدم پر قرآن و حدیث کا حکم مستحضر رہتا تھا اور آپ اس حکم کو رسم و عادت یا چٹی کے طور پر نہیں بلکہ ایک مقدس فرض کے طور پر رحمت کے احساس کے ساتھ بجالاتے تھے۔ میں بڑی باتوں کو دانستہ ترک کرتے ہوئے ایک نہایت معمولی واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے اہل ذوق آپؑ کے اطاعت رسولؐ کے جذبہ کا کسی قدر اندازہ کرسکتے ہیں۔ گورداسپور میں جب کہ مولوی کرم دین جہلمی کی طرف سے آپ کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر تھا۔ ایک گرمیوں کی رات میں جب کہ سخت گرمی تھی اور آپ اس روز قادیان سے گورداسپور پہنچے تھے آپ کے لئے مکان کی کھلی چھت پر پلنگ بچھایا گیا۔ اتفاق سے اس مکان کی چھت پر صرف معمولی منڈیر تھی اور کوئی پردہ کی دیوار نہیں تھی۔ جب حضرت مسیح موعود بستر پر جانے لگے تو یہ دیکھ کر چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا کہ "میرا بستر اس جگہ کیوں بچھایا گیا ہے کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔" اور چونکہ اس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپؑ نے باوجود شدت گرمی کے کمرہ کے اندر سونا پسند کیا مگر اس کھلی چھت پر نہیں۔ آپؑ کا یہ فعل اس خوف کی وجہ سے نہیں تھا کہ ایسی چھت پر سونا خطرے کا باعث ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک اور موقعہ پر جب کہ آپ اپنے کمرے میں بیٹھے تھے اور اس وقت دو تین باہر سے آئے ہوئے احمدی بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ اس پر حاضر الوقت احباب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ دیکھا تو گھبرا کر اٹھے اور فرمایا "ٹھہریں ٹھہریں میں خود کھولوں گا۔ آپ دونوں مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیے۔" غرض حضرت مسیح موعودؑ کو نہایت چھوٹی باتوں میں بھی قال اللہ اور قال الرسول کا انتہائی پاس تھا اور زندگی کے ہر قدم پر خواہ وہ بظاہر کیسا ہی معمولی ہو آپ کی نظر لازماً سیدھی خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف اٹھتی تھی۔ اس ضمن میں آپ نے جو تعلیم اپنے متبعین کو دی ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔ "جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے کسی حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہ ہو گا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ اور شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اس کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔" [۱۳] اور مخصوص طور پر تقوی اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ

سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ خدا کا عشق ہے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی فسبحان الذی اخزی الاعادی ۱۵

راست گفتاری

راست گفتاری کی صفت تقویٰ و طہارت ہی کا ایک حصہ ہے لیکن چونکہ اس پر ایک روحانی مصلح کے دعویٰ کی بنیاد ہوتی ہے اس لئے اس کے متعلق ایک علیحدہ نوٹ نامناسب نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی راست گفتاری نہایت نمایاں اور مسلم تھی۔ ظاہر ہے کہ عام حالات میں ہر شخص ہی سچ بولتا ہے اور بلا وجہ کوئی شخص راستی کے طریق کو ترک نہیں کرتا۔ پس اس معاملہ میں انسان کا اصل امتحان عام حالات میں نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایسے حالات میں بھی صداقت پر قائم رہے جب کہ ایسا کرنے میں اس کی ذات یا اس کے عزیز و اقارب یا اس کے دوستوں اور تعلق داروں یا اس کی قوم و ملک کو کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ ان حالات میں راست گفتاری حقیقتہ ایک بڑی قربانی کا درجہ رکھتی ہے اور وہی شخص اسے اختیار کر سکتا ہے جو سچائی کے مقابلہ پر ہر دنیوی نفع اور ہر دنیوی رشتہ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو اور سچائی کے اختیار میں بظاہر جتنا زیادہ نقصان ہو یا جتنا زیادہ خطرہ درپیش ہو اتنی ہی اس کے مقابلہ پر اس قربانی کا درجہ نہایت بلند ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے چونکہ ایک روحانی مصلح بننا مقدر تھا اس لئے آپ کی زندگی میں ایسے متعدد موقعے پیش آئے کہ جب راستی کو اختیار کرنا آپ کے لئے بظاہر بہت بڑے نقصان یا خطرے کا باعث تھا مگر آپؑ نے ہر ایسے موقعہ پر اپنے نفع اور فائدہ کو پرپشہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی اور ایک مضبوط چٹان کی طرح صداقت اور راستی پر قائم رہے اور ہر قسم کے نقصان اور خطرے کو برداشت کیا مگر سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔

تکلفات سے پاک زندگی

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و عادات کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ کی زندگی کلیتہ تکلفات سے پاک تھی یعنی نہ صرف جیسا کہ اس باب کے شروع میں بتایا گیا ہے۔ آپ خوراک اور لباس وغیرہ کے معاملہ میں بالکل سادہ مزاج تھے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور اخلاق کے ہر پہلو میں آپ کا ہر طریق ہر جہت سے سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے بالا تھا اور یوں نظر آتا تھا کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق تمام مصنوعی آرائشوں سے آزاد ہو کر اپنے قدرتی زیور میں جلوہ افروز ہیں۔ کھانے میں' پینے میں' سونے میں' جاگنے میں' کام میں' آرام میں' تکلیف میں' آسائش میں' سفر میں' حضر میں' عزیزوں میں' بیگانوں میں' گھر کے اندر' گھر کے باہر' غرض زندگی کے ہر پہلو میں آپ کے اخلاق و عادات اپنے فطری بہاؤ پر چلتے تھے اور ان میں تکلف کی

کوئی دور کی جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

خوراک لباس وغیرہ کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات نہایت درجہ سادہ تھیں، جو کھانا بھی آپؑ کے سامنے رکھ دیا جاتا آپ اسے بے تکلفی سے تناول فرماتے اور کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہیں کیا اور نہ کبھی کھانے پینے کے شوقین لوگوں کی طرح کسی خاص کھانے کی خواہش کی۔ یہ نہیں کہ ملامتی فرقہ کے لوگوں کی طرح آپ کو اچھے کھانے سے پرہیز تھا اور ضرور ادنیٰ کھانا ہی کھاتے تھے بلکہ جو کھانا بھی میسر آتا آپ اسے خوشی کے ساتھ کھاتے اور عموماً سادہ غذا کو پسند فرماتے۔ اسی طرح جو لباس بھی گھر میں تیار کروا دیا جاتا یا باہر سے "تحفتہ" آجاتا۔ آپ اسے خوشی کے ساتھ استعمال فرماتے تھے مگر سادہ لباس پسند تھا اور کسی قسم کے فیشن وغیرہ کا خیال تک نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے اپنے ایک غریب رشتہ دار کو جسے کوٹ کی ضرورت تھی اپنا ایک استعمال شدہ کوٹ بھجوایا۔ میر صاحب کے اس عزیز نے اس بات کو بہت برا منایا کہ مستعمل کوٹ بھیجا گیا ہے اور ناراضگی میں کوٹ واپس کر دیا۔ جب خادم اس کوٹ کو واپس لا رہا تھا تو اتفاق سے اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی نظر پڑ گئی۔ آپؑ نے اس سے حال دریافت فرمایا۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ کوٹ میر صاحب کو واپس جا رہا تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس خادم سے یہ کوٹ لے لیا اور فرمایا واپس کرنے سے میر صاحب کی دل شکنی ہوگی تم مجھے دے جاؤ میں خود یہ کوٹ پہن لوں گا اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ کوٹ ہم نے اپنے لئے رکھ لیا ہے۔ یہ ایک بہت معمولی سا گھریلو واقعہ ہے مگر اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اعلیٰ اخلاق اور بے تکلفانہ زندگی پر کتنی روشنی پڑتی ہے۔

پیروں اور سجادہ نشینوں میں یہ ایک عام مرض ہے کہ کوئی مرید پیر کے برابر ہو کر نہیں بیٹھ سکتا۔ یعنی ہر مجلس میں پیر کے لئے ایک مخصوص مسند مقرر ہوتی ہے اور مریدوں کو اس سے ہٹ کر نچلی جگہ بیٹھنا پڑتا ہے بلکہ پیروں پر ہی حصر نہیں دنیا کے ہر طبقہ میں مجلسوں میں خاص مراتب ملحوظ رکھے جاتے ہیں اور کوئی شخص انہیں توڑ نہیں سکتا لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ مل کر اس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعود بظاہر ادنیٰ جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اچھی جگہ مل جاتی تھی۔ مثلاً بیسیوں مرتبہ ایسا ہو جاتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہے اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ یا ننگی چارپائی پر آپ ہیں اور بستر والی چارپائی پر آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہے۔ یا اونچی جگہ میں کوئی مرید ہے اور نیچی جگہ میں آپ ہیں مجلس کی اس صورت کی وجہ سے بسا

اوقات ایک نووارد کو دھوکہ لگ جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کون ہیں؟ اور کہاں بیٹھے ہیں؟ مگر یہ ایک کمال ہے جو صرف انبیاء کی جماعتوں میں ہی پایا جاتا ہے کہ اس بے تکلفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پیدا ہوتی تھی بلکہ ہر شخص کا دل محبت اور ادب واحترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔ خادموں تک سے پوری بے تکلفی کا برتاؤ تھا۔ گھر کے کام کاج میں بھی حضرت مسیح موعود کی طبیعت نہایت درجہ سادہ اور تکلفات سے آزاد تھی۔ ضرورت کے موقعہ پر نہایت معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے اور کسی کام میں عار نہیں محسوس کرتے تھے۔ مثلاً چارپائی یا بکس وغیرہ اٹھا کر ادھر ادھر رکھ دینا یا بستر بچھانا یا کسی مہمان کے لئے کھانے یا ناشتہ کے برتن لگا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ وبائی امراض کے ایام میں بسا اوقات حضرت مسیح موعودؑ خود بھنگن کے سر پر کھڑے ہو کر نالیوں کی صفائی کرواتے تھے اور بعض اوقات نالیوں میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بہا کر فینائل وغیرہ ڈالتے تھے۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہر جہت سے بالکل سادہ اور تکلفات کی آلائش سے بالکل پاک تھی۔

بیوی بچوں سے سلوک

قرآن شریف نے بار بار اور تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت واحسان کا سلوک کریں اور آنحضرت ﷺ حدیث میں فرماتے ہیں خیر کم خیر کم لاھلہ یعنی اے مسلمانو! تم میں سے خدا کی نظر میں بہترین اخلاق والا شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہے۔ اس معیار کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ یقیناً ایک خیر الناس وجود تھے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت درجہ پاکیزہ اور حسن واحسان کی خوبیوں سے معمور تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک بہترین خاوند اور بہترین باپ تھے اور گھر کے اس بہشتی ماحول اور اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی مستورات اپنے خانگی تنازعات میں حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا ایک زبردست سہارا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک نہایت مضبوط ستون خیال کرتی تھیں کیونکہ انہیں یہ یقین تھا کہ ہماری ہر شکایت نہ صرف انصاف بلکہ رحمت واحسان کے جذبات کے ساتھ سنی جائیگی ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے عہد حکومت میں ایک دفعہ ایک معزز احمدی نے کسی خانگی بات میں ناراض ہو کر اپنی بیوی کو سخت سست کہا۔ بیوی بھی حساس تھیں وہ خفا ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں آگئیں اور حضرت مسیح موعودؑ تک اپنی شکایت پہنچائی۔ دوسری طرف وہ صاحب بھی غصہ میں جماعت احمدیہ کے ایک نہایت معزز فرد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے پاس آئے اور ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ تک اپنے حالات پہنچانے چاہے۔ حضرت

مولوی صاحب مرحوم کی طبیعت نہایت ذہین اور بامذاق تھی ان دوست کی بات سن کر کہنے لگے "میاں تم جانتے ہو کہ آج کل ملکہ کا راج ہے پس میرا مشورہ یہ ہے کہ چپکے سے اپنی بیوی کو منا کر گھر واپس لے جاؤ اور جھگڑے کو لمبا نہ کرو۔" چنانچہ ان صاحب نے ایسا ہی کیا اور گھر کی ایک وقتی ناراضگی پھر امن اور خوشی کی صورت میں بدل گئی۔ لطیفہ اس بات میں یہ تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جو یہ کہا کہ آج کل ملکہ کا راج ہے اس سے ان کی یہ مراد تھی کہ جہاں آج کل حکومت انگریزی کی باگ ڈور ایک ملکہ کے ہاتھ میں ہے وہاں جماعت احمدیہ کی روحانی بادشاہت میں بھی جہاں تک اس قسم کے خانگی امور کا تعلق ہے حضرت مسیح موعودؑ گھر والوں کی بات کو زیادہ وزن دیتے ہیں اور عورتوں کی ہمدردی اور ان کے حقوق کا ان کو خاص خیال رہتا ہے۔

دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کے احسان اور شفقت کا یہ نتیجہ نہیں تھا کہ ہماری والدہ صاحبہ (یعنی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ ناقل) کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کے ادب و احترام یا آپ کی قدر و منزلت میں کوئی کمی آجاتی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ان کا رویہ نہایت مخلصانہ اور نہایت درجہ مؤدبانہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے علم پا کر اپنے لئے ایک نکاح ثانی کی پیشگوئی فرمائی تو گو یہ پیشگوئی بعض شرائط کے ساتھ مشروط تھی مگر پھر بھی چونکہ اس وقت اس کا ظاہر پہلو یہی سمجھا جاتا تھا کہ یہ ایک نکاح کی پیشگوئی ہے اور لڑکی کے والدین اور عزیز و اقارب حضرت مسیح موعودؑ کے سخت خلاف تھے تو ایسے حالات میں حضرت والدہ صاحبہ نے کئی دفعہ خدا کے حضور رو رو کر دعائیں کیں کہ "خدایا تو اپنے مسیح کی سچائی کو ثابت کر اور اس رشتہ کے لئے خود اپنی طرف سے سامان مہیا کر دے۔" اور جب حضرت مسیح موعودؑ نے ان سے دریافت کیا کہ "اس رشتہ کے ہو جانے سے تو تم پر سوکن آتی ہے پھر تم ایسی دعا کس طرح کرتی ہو؟" تو حضرت ام المومنینؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "کچھ بھی ہو میری خوشی اس میں ہے کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہو جائے۔" اس چھوٹے سے گھریلو واقعہ سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بینظیر حسن سلوک اور عدیم المثال شفقت نے آپ کے اہل خانہ پر کس قدر غیر معمولی اثر پیدا کیا تھا؟ الغرض آپ کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ ایسا اعلیٰ سلوک تھا کہ جس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے!!

دوستوں کے ساتھ سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اس کو گرانے میں کبھی پہل نہ کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے گو آپ کے دعویٰ مسیحیت

پر آکر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی۔ اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زوردار مضامین بھی لکھے مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

قَطَعْتَ وَدَادًا قَدْ غَرَسْنَاهُ فِی الصِّبَا وَلَیْسَ فُؤَادِیْ فِی الْوِدَادِ یُقَصِّرُ

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے۔ [۱۱]

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقتہً "بے نظیر جذبات کا حامل تھا چنانچہ آپؑ کے مقرب حواری حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ۔

"حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا۔ میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لومہ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہیے اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہیے۔" [۱۲]

اس روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔

اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو و شفقت تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی تصنیف "سیرت مسیح موعودؑ" میں لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود اپنی کتاب " آئینہ کمالات اسلام" کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نور الدین صاحبؓ (خلیفہ اول) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے وہ ایسا مضمون تھا کہ اس خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلتے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ کیونکہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعود کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔"

اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی جذبہ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ غلطی حضرت مولوی صاحبؓ سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا یہ مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اور معذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے۔ اور پھر توکل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر کس استغناء کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرما دے گا!! یہ شفقت اور توکل اور یہ تحمل خدا کے بندوں کے سوا کسی اور میں پایا جانا ممکن نہیں ہے۔

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جائے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ جب آپ نے اپنے بڑے فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر

بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی میں شریک فرمایا تو اس وقت آپ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا بھی ذکر کیا اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کر کے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

مہماں جو کر کے الفت' آئے بصد محبت ... دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہونچے غم جب یاد آئے وقت رخصت ... یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے ... گر سو برس رہا ہے' آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا' یہ گھر ہی بے بقا ہے ... یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی [۱۸]

اوائل میں آپؑ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنے دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر مکان کے مردانہ حصہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور یہ مجلس اس بے تکلفی کی ہوتی تھی اور ہر قسم کے موضوع پر ایسے غیر رسمی رنگ میں گفتگو کا سلسلہ رہتا تھا کہ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دستر خوان بچھ جاتا تھا۔ ان موقعوں پر آپ ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے اور اس بات کی نگرانی فرماتے کہ ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جاوے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق خود دریافت فرماتے تھے کہ اسے کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے پان وغیرہ کی عادت تو نہیں اور پھر حتی الوسع ہر اک کے لئے اس کی عادت کے مطابق ہر چیز مہیا فرماتے۔ جب کوئی خاص دوست قادیان سے جانے لگتا تو آپ عموماً اس کی مشایعت کے لئے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو میل تک اس کے ساتھ جاتے اور بڑی محبت اور عزت کے ساتھ رخصت کر کے واپس آتے تھے۔

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان آئیں وہ حتی الوسع آپؑ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس طرح آپؑ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔

ایک بہت شریف اور غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دوکان کیا کرتے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح

موعودؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضورؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہو گی۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے!!

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ بہت ممتاز صحابہ میں سے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمبا موقعہ میسر آیا تھا وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے میں حضورؑ کو ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ حضورؑ اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا۔ مولوی صاب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا۔ آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ۔ شفقت کا کیا عالم تھا!! [۹]

دلداری اور غریب نوازی کا ایک اور واقعہ بھی بہت پیارا اور نہایت ایمان افروز ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی پھٹے پرانے تھے حضورؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا۔ حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے جو یہ سارا نظام دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھا لیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا "آؤ میاں نظام دین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔" یہ فرما کر حضورؑ مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ

گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔

دشمنوں کے ساتھ سلوک

قرآن شریف فرماتے ہے لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (الحجرات) یعنی اے مسلمانو چاہیے کہ کسی قوم یا فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں عدل و انصاف کا طریق ترک کردو بلکہ تمہیں ہر حال میں ہر فریق اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا چاہیے۔ قرآن شریف کی یہ زریں تعلیم حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا نمایاں اصول تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں بلکہ جھوٹے اور گندے خیالات سے دشمنی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔" ۲۰

یہ ایک محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپؑ کی زندگی کا ہر لحہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جو آپ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

"اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپؑ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردزہ سے بیقرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق خدا کے واسطے طاعون سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔" ۲۱

قادیان کے بعض آریہ سماج حضرت مسیح موعودؑ کے سخت مخالف تھے اور آپ کے خلاف ناپاک پراپیگنڈے میں حصہ لیتے رہتے تھے مگر جب بھی انہیں کوئی تکلیف پیش آتی یا کوئی بیماری لاحق ہوتی تو

وہ اپنی کارروائیوں کو بھول کر آپؑ کے پاس دوڑے آتے اور آپ ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردانہ اور محسنانہ سلوک کرتے اور ان کی امداد میں دلی خوشی پاتے۔ چنانچہ ایک صاحب قادیان میں لالہ بڈھامل ہوتے تھے جو حضرت مسیح موعودؑ کے سخت مخالف تھے۔ جب قادیان میں منارۃ المسیح بننے لگا تو ان لوگوں نے حکام سے شکایت کی۔ اس پر ایک مقامی افسر یہاں آیا اور اس کی معیت میں لالہ بڈھامل اور بعض دوسرے مقامی ہندو اور غیر احمدی اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کے دوران میں آپؑ نے اس افسر سے فرمایا کہ اب یہ لالہ بڈھامل صاحب ہیں۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا کبھی کوئی موقعہ ایسا آیا ہے کہ جب یہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہوں اور انہوں نے اس موقعہ کو خالی جانے دیا ہو۔ اور پھر انہی سے پوچھئے کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچانے کا کوئی موقعہ مجھے ملا ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو؟ حضرت مسیح موعودؑ کی اس گفتگو کے وقت لالہ بڈھا مل اپنا سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے اور آپؑ کے جواب میں ایک لفظ تک منہ پر نہیں لا سکے۔

دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں بلا امتیاز قوم و ملت بنی نوع انسان کی ہمدردی اور دلداری کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ وہ ایک پہاڑی چشمہ کی طرح جو اوپر سے نیچے کو بہتا ہے ہمیشہ اپنے طبعی بہاؤ میں زور کے ساتھ بہتا چلا جاتا تھا۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مرحوم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بہت پرانے اور مقرب صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ منی پور آسام کے دور دراز علاقہ سے دو (غیر احمدی) مہمان حضرت مسیح موعودؑ کا نام سن کر حضور کو ملنے کے لئے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا لیکن ان خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ ان مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اتار دیں چارپائی بھی آجائے گی۔ ان تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اسی وقت بٹالہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضورؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضور نہایت جلدی ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا ان کے پیچھے بٹالہ کے رستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑے چند خدام بھی ساتھ ہو گئے حضورؑ اس وقت اتنی تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے گئے کہ قادیان سے دو اڑھائی میل پر نہر کے پل کے پاس انہیں جا لیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا آپ کے واپس چلے آنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا مگر وہ احترام اور شرمندگی کی وجہ سے سوار نہ ہو سکے اور حضور انہیں اپنے ساتھ لے کر قادیان واپس آ گئے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر ان کا سامان اتارنے کے لئے حضور نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف

بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ اس کے بعد حضورؑ ان کے پاس محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور کھانے وغیرہ کے متعلق بھی پوچھا کہ آپ کیا کھانا پسند کرتے ہیں اور کسی خاص کھانے کی عادت تو نہیں؟ اور جب تک کھانا نہ آیا حضرتؑ ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے بڑی شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضورؑ نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر ان کے سامنے بڑی محبت کے ساتھ پیش کئے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے رستہ والی نہر تک چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے اور اپنے یکہ پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔ ۲۲

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ایک رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اپنے عزیزوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے ہمسائیوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے خادموں کے لئے اور رحمت تھا سائلوں کے لئے اور رحمت تھا عامۃ الناس کے لئے اور دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس نے رحمت اور شفقت کے پھول نہ بکھیرے ہوں بلکہ میں کہتا ہوں وہ رحمت تھا اسلام کے لئے جس کی خدمت اور اشاعت کے لئے اس نے انتہائی فدائیت کے رنگ میں اپنی زندگی کی ہر گھڑی اور اپنی جان تک قربان کر رکھی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و شمائل پر ایک جامع نوٹ

بالآخر ایک جامع نوٹ پر اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و اوصاف کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون میں فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے یعنی آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے گئے۔ عفو۔ چشم پوشی۔ فیاضی۔ دیانت۔ خاکساری۔ صبر۔ شکر۔ استغناء۔ حیا۔ غض بصر۔ عفت۔ قناعت۔ وفاداری۔ بے تکلفی۔ سادگی۔ شفقت۔ ادب الٰہی۔ ادب رسول و بزرگان دین۔ حلم۔ میانہ روی۔ ادائیگی حقوق۔ ایفائے عہد۔ چستی۔ ہمدردی۔ اشاعت دین۔ تربیت۔ حسن معاشرت۔ مال کی نگہداشت۔ وقار۔ طہارت۔ زندہ دلی اور مزاح۔ رازداری۔ غیرت۔ احسان۔ حفظ مراتب۔ حسن ظنی۔ ہمت۔ اولوالعزمی۔ خودداری۔ خوش روئی اور کشادہ پیشانی۔ کظم غیظ۔ کف ید و کف لسان۔ ایثار۔ معمور الاوقات ہونا۔ انتظام۔ اشاعت علم و معرفت۔ خدا اور اس کے رسول کا عشق۔ کامل اتباع رسول۔ یہ مختصراً آپؑ کے اخلاق و عادات تھے۔

آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی۔ رعب تھا۔ برکت تھی۔ موانست تھی۔ بات میں اثر تھا۔ دعامیں قبولیت تھی۔ خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خودبخود دھلتا جاتا تھا۔ غرض یہ کہ آپؑ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھے۔ سراسر احسان تھے۔ اور اگر کسی شخص کا مثیل آپ کو کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہے وبس۔

آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق میں نے دیکھا کہ میں اس کی مثال بیان کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ میں نے یونہی کہہ دیا ہے میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ۲۷ سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپؑ سے بہتر آپ سے زیادہ خلیق آپ سے زیادہ نیک آپ سے زیادہ بزرگ۔ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ "كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ" تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ۔ كَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَاتِّبَاعِهٖ۔ "عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ"

حواشی

۱- یہ باب اول سے آخر تک حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی مقدس تحریرات (مندرجہ سلسلہ احمدیہ در منثور سیرت طیبہ در مکنون اور سیرت المہدی حصہ اول تا سوم) سے ماخوذ ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ ہی کے مبارک الفاظ میں ہے
۲- قمری لحاظ سے ۷۵ سال ۶ ماہ دس دن (ولادت ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ
۳- تجلیات الٰہیہ
۴- اشتہار ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء
۵- ازالہ اوہام
۶- قادیان کے آریہ اور ہم مصنفہ ۱۹۰۷ء
۷- روایات حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
۸- روایات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
۹- روایات میاں عبد العزیز صاحب مغل مرحوم
۱۰- سراج منیر
۱۱- تتمہ حقیقتہ الوحی
۱۲- غیر احمدی اخبار "کرزن گزٹ" دہلی
۱۳- تذکرہ صفحہ ۳۶۶ (طبع اول) صفحہ ۴۰۱ (طبع دوم)
۱۴- کشتی نوح
۱۵- در ثمین اردو
۱۶- براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۹۰۵ء
۱۷- سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ صفحہ ۴۶
۱۸- در ثمین اردو
۱۹- سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ صفحہ ۳۶
۲۰- اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲
۲۱- سیرت مسیح موعود شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۹۵ مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ
۲۲- اصحاب احمد جلد چہارم مولفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا
ایک ایمان افروز مکتوب

(مولف کتاب "تاریخ احمدیت" کے نام)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں راقم الحروف نے ایک عریضہ لکھا تھا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام وصال کا ایک نقشہ بھی بغرض نظر ثانی ارسال کیا نیز درخواست کی کہ "تاریخ احمدیت" حصہ چہارم کے لئے مواد فراہم کیا جارہا ہے ازراہ شفقت "شعبہ تاریخ احمدیت" کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حالات سے نوازکر ممنون فرمائیں۔

حضرت سیدہ موصوفہ نے اس خط کے جواب میں اپنے قلم سے ایک نہایت معلومات افروز مکتوب ارسال فرمایا جس کا متن درج ذیل کیا جاتا ہے:

پام ویو ۵ ڈیوس روڈ لاہور

۱۹/ جون ۶۲ء

برادرم مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا تھا۔ میری صحت کچھ عرصہ سے ٹھیک نہیں جو جواب نہ دے سکی۔

اس مکان کا نقشہ اور ایک ایک جگہ مجھے خوب یاد ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری سفر لاہور میں قیام فرمایا اور جہاں آپ کا وصال ہوا۔ مگر نقشہ ٹھیک تحریر نہیں کر سکتی کسی وقت ربوہ آنے پر حضرت منجھلے بھائی صاحب کے سامنے آپ کو بتلا سکتی ہوں ان شاء اللہ۔

جہاں کیلوں والی سڑک پر ہماری گاڑی کھڑی ہوتی تھی جنوب کی جانب وہاں لکڑی کی سیڑھی چڑھ کر ہم اوپر جاتے تھے اور داخل ہوتے ہی سامنے جو دو کمرے تھے ان میں دائیں ہاتھ کے کمرے میں حضرت اقدس کا دن میں قیام رہتا تھا اور دوسرا کمرہ جس میں آخری وقت چارپائی تھی یہ خالی تھا مگر اس میں آپ ٹہلتے بھی تھے اور گذرگاہ یہی تھا اس سے صحن میں جانا ہوتا تھا باہر سے آکر بھی اسی کمرے میں سے گذرنے کا راستہ تھا۔ نقشہ میں چارپائی کی جگہ بالکل ٹھیک ہے مگر ذرا نیچے ہٹ کر تھی یعنی صحن کی جانب دیوار سے قریب لیکن کمرہ کے وسط میں قریباً اسی کمرہ کے سرہانے کی جانب (مغرب میں) ایک

چھوٹے چھوٹے کمروں کا سلسلہ تھا دو تین یا شاید چار ہوں ان میں حضرت بڑے بھائی صاحب اور منجھلے بھائی صاحب وغیرہ رہتے تھے۔ ان کے سامنے چھجے بھی تھے ایک دو نقشہ میں جو کمرہ ہے جس میں چارپائی آپ کی وقت وصال دکھائی ہے اسی کے ساتھ صحن میں آپ رات کو سوتے تھے اور کمرے کے قریب کے رخ پلنگ تھا جس وقت آپ علیل ہوئے۔ صحن سے ہی راستہ جاتا تھا جہاں سے آپ نیچے نماز کو تشریف لے جاتے تھے اسی راستہ کے دائیں ہاتھ پر کمرے تھے جن میں حضرت خلیفہ اولؓ اور پیر منظور محمد صاحب رہتے تھے۔

اگر کوئی مجھے اس گھر میں اسی رخ لے جائے اور وہ صحن وہ کمرے اسی حالت میں ہوں تو ایک ایک جگہ ٹھیک بتا سکتی ہوں۔ آپ صحن میں بستر پر بیٹھ کر آخری شام دیر تک مضمون لکھتے رہے تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ایک خاص جوش اور ایک خاص سرخی تھی اور قلم معمول سے زیادہ تر تیز تھا مجھے اس وقت آپ کے بیٹھ کر اس انہماک اور تیزی سے لکھنے پر اپنا خواب یاد آیا تھا۔ جو میں آپ کو سنا چکی تھی اور وہم آیا جس کو بار بار دل سے دور کرنے کی کوشش کی تھی یہی خیال آتا تھا کہ اس خواب میں آپ اسی طرح بستر پر بیٹھے اسی رنگ میں لکھ رہے تھے۔ میں نے لاہور آنے سے کچھ عرصہ ہی پہلے خواب دیکھا تھا کہ میں نیچے اپنے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت لوگ ہیں جیسے کوئی خاص مجلس ہو مولوی عبدالکریم صاحبؓ دروازے کے پاس آئے اور مجھے کہا بی بی جاؤ ابا سے کہو کہ رسول کریم (ﷺ) اور صحابہ تشریف لے آئے ہیں آپ کو بلاتے ہیں میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے ہیں اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرہ پر ہے پر نور اور پر جوش میں نے کہا کہ ابا مولوی عبدالکریم کہتے ہیں رسول کریمؐ صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ کہو "یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا" ٹھیک یہی الفاظ تھے اور وہی نظارا میری آنکھوں میں اس آخری شام کو پھر گیا۔

بس اب زیادہ لکھا نہیں جارہا جو ہو سکا لکھ دوں گی یا جو کچھ مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اول کے متعلق زبانی بتادوں گی انشاء اللہ ضرور۔

فقط مبارکہ

اشاریہ جلد۲

(مرتبہ:- ریاض محمود باجوہ شاہد)

اسماء	صفحہ	۳	تا	۲۳
مقامات	صفحہ	۲۵	تا	۳۲
کتابیات	صفحہ	۳۳	تا	۴۰

اسماء

آ

آتمارام، لالہ ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۰۷

آثم، عبداللہ ۴۰، ۴۲، ۴۳

آرنیل، مسٹر ۴۱، ۲۷۵، ۲۸۵

آصفہ مسعودہ بیگم ۵۱۶

آل حسن قنوجی، مولوی سید ۱۵۰

آنسہ بیگم، سیدہ ۴۴۷

آئی سی ایس، چوہدری ۳۰۸

ا

ابن خلدون ۱۱۴

ابن سعود، سلطان ۲۱۴

ابن طولون ۱۱۴

ابن قیم، امام ۱۵۰

ابو اسحاق محمد دین ۲۱۹

ابو الاعلیٰ مودودی ۱۱۰، ۲۳۹

ابوالحسن بزدار، مولوی ۱۶۱

ابوالحسن تبتی ۲۷، ۲۸

ابوالحسن عبدالکریم ۴۸۰

ابوالحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ۱۵۶

ابوالحسن قدسی، سید ۳۳۲، ۳۳۴

ابوالحسن محمد اسماعیل ۳۸

ابوالکلام آزاد ۷۶، ۱۰۸، ۳۸۸تا۳۹۱، ۳۹۶

۵۴۹، ۵۵۴، ۵۶۰، ۵۷۰

ابوالفداء اسماعیل بن عمرو دمشقی ۱۵۰

ابوالمنذر نور الحق ۳۴۶

ابوالنصر آہ، مولانا ۳۸۸تا۳۹۱، ۳۹۶

ابوالہاشم خاں، خان بہادر ۲۱

ابوجعفر طبری، امام ۱۵۰

ابوسعید عرب ۵۰۱

ابوبکر صدیقؓ ۱۷۳، ۴۴۲، ۵۰۵

ابویوسف، سیٹھ ۲۲۶، ۵۱۴

ابو محمد زبیر غلام رسول ۳۵

ابو محمد عبدالحق، مولوی ۴۱۶

ابو یحیٰی محمد، مولوی ۴۶۷

ابویوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی ۲۲۰، ۳۰۳، ۴۱۱، ۵۱۰

اچھر چند ۴۸۳تا۴۸۵

احمد اللہ امرتسری ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۵۱

احمد اللہ ناگپوری، حافظ ۴

احمد بخش، میاں ۲۳۸

احمد دین، چوہدری۔ گجرات ۴۴۵

احمد دین امرتسری، خواجہ ۲۳۸

احمد دین لدھیانوی، منشی ۲۹۱

احمد رضا خاں بریلوی ۱۰۱

احمد سرہندی، شیخ ۴۲۴

احمد شاہ ابدالی ۵۲۷

احمد شاہ شائق ۹

احمد علی آف پلیوواں نزد مد ۲۲۷

احمد مسیح، پادری ۴۶۸، ۴۶۹

احمد مسیح، مولوی۔ دلی ۹۰

احمد نور کابلی ۳۱۵، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۲، ۵۶۹

اروڑا خاں کپورتھلوی، منشی ۴۲۳

اسکاٹ، پادری ۳۶۹، ۳۷۳

اسماعیل، راجہ ۲۳

اسماعیل آدم، سیٹھ ۳۸۹، ۳۹۷

اسماعیل شہید، مولانا ۱۰۱

اسماعیل علی گڑھی، مولوی ۱۴۴، ۴۹۰، ۴۹۱

اسماء چندہ دہندگان برائے منارۃ المسیح ۱۲۲تا۱۲۴

اصغر علی، مولوی ۲۳۰

اصغر علی حسین۔ گوڑ گانواں ۶۲

اطہر احمد، مرزا ۲۲۵

اعظم یار جنگ، نواب ۱۰۱

افتخار احمد، پیر ۲۱۳

افضل بیگ، مرزا ۶۲، ۱۸۰

افضل حق، چوہدری۔ مفکر احرار ۵۷۲

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۴۹۸، ۵۰۴، ۵۰۸، ۵۶۹

اللہ بخش، چوہدری ۵۰

اللہ رکھا عبدالرحمان مدراسی، سیٹھ ۴۴، ۱۸۰، ۲۰۷، ۲۱۳، ۴۲۲، ۴۴۲، ۴۷۲، ۴۷۳

الٰہی بخش اکونٹنٹ ۱۸تا۲۰، ۵۹، ۱۴۹، ۱۹۱، ۲۰۷، ۳۸۰

امام الدین سیکھوانی، میاں ۶۵، ۶۸، ۲۱۳

امام بخش، منشی ۴۱۶

امام دین، مرزا ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۸۰، ۸۱، ۲۱۵

امام دین، منشی۔ لمبا گاؤں ۳۷۹

امام دین قادیانی، میاں ۱۱۷
امان اللہ خان، سردار ۳۹۴،۳۴۷،۳۳۶
امۃ الباری ۴۷۵
امۃ الباسط ۲۲۵
امۃ الجمیل ۲۲۶
امۃ الحفیظ بیگم، نواب ۳۴۸
امۃ الحکیم بیگم ۲۲۵
امۃ الحمید بیگم اہلیہ نواب محمد علی خان ۴۷۴
امۃ الحمید بیگم بنت مرزا بشیر احمد ایم۔ اے ۲۲۳
امۃ الحی بیگم ۲۲۵
امۃ الرشید بیگم ۲۲۵
امۃ الرفیق، سیدہ ۴۷۱
امۃ السلام بیگم ۲۲۳
امۃ السمیع ۴۷۱
امۃ القدوس ۴۷۱
امۃ القیوم بیگم ۲۲۵
امۃ اللطیف بیگم ۲۲۳
امۃ اللہ، سیدہ ۴۷۱
امۃ المتین، سیدہ ۲۲۶
امۃ المجید بیگم ۲۲۳
امۃ النصیر، صاحبزادی۔ بنت حضرت مسیح موعود ۲۷۴
امۃ النصیر بیگم بنت حضرت مصلح موعود ۲۲۶
امۃ الوحید بیگم ۴۷۵
امۃ الودود ۴۷۵
امۃ الہادی، سیدہ ۴۷۱
امیر حسین، قاضی ۵۱۱،۳۱۳،۴
امیر علی شاہ سید ۵۱۴،۲۱۳
امین احمد، سید ۴۷۱
انشاء اللہ خان، مولوی ۴۱۴تا۴۱۶
انگسن ہملٹن ۳۴۴،۱۸۲
ایڈمنڈ، ای۔ پادری ۹۸
ایشور کور، رانی ۴۴
ایوب بیگ، مرزا ۴

ب

بارڈون، مس ۵۱۹
باقی باللہ، خواجہ ۴۲۴
بانسر، مسٹر ۵۱۹
بڈھا مل، لالہ ۵۹۵
براؤن، ڈبلیو۔ وکیل ۴۹،۴۰
برکات احمد راجیکی، مولوی ۲۲۱،۸۸

برکت علی، چوہدری۔ گڑھ شنکر ۲۵۶، ۲۵۹
برکت علی خاں، سید۔ رئیس لاہور ۱۳۵
برکت علی شملوی، منشی ۱۶۰، ۱۹۷، ۱۹۸
برہان الدین جہلمی، مولانا ۳۹۸، ۳۹۹
۴۰۹تا۴۱۲، ۴۱۹
برہم دت، مسٹر ۵۳۶
بشارت احمد، ڈاکٹر ۴۷، ۱۱۹، ۲۵۶، ۲۵۹
بشریٰ بیگم، سیدہ (مرآپا) ۲۲۶
بشریٰ بیگم بنت سید میر محمد اسحاق صاحب ۴۴۷
بشن سنگھ، گورو ۵۱۵
بشیر احمد ایم۔ اے، مرزا ۵، ۶۶، ۸۶، ۱۹۴، ۲۰۱
۲۱۲، ۲۲۲، ۳۸۰، ۴۳۰، ۵۰۱، ۵۲۶، ۵۴۱، ۵۴۵، ۵۶۹
بشیر الدین محمود احمد، مرزا۔ المصلح الموعود ۱
۳تا۵، ۴۵، ۱۶۰، ۲۲۳تا۲۲۵، ۲۹۶، ۴۱۳، ۴۱۸، ۴۲۳
۴۲۵، ۴۴۲، ۴۴۷، ۴۵۷، ۴۹۴، ۵۰۱، ۵۰۴، ۵۰۸
۵۱۷، ۵۴۱، ۵۴۸، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۶۹، ۵۸۰، ۵۹۱
بوڑے خاں، ڈاکٹر ۸
بوزینب بیگم ۴۷۴، ۴۷۵
بوعلی سینا ۲۷۳
بیکر کار، سی۔ ڈی۔ ٹی ۲۵۷
بھگت رام ۳۸۳تا۳۸۵
بھگوان داس، ملک ۴

پ

پاور۔ پادری ہگٹ کا بیٹا ۲۵۸
پریس۔ پادری ہگٹ کی بیوی ۲۵۷، ۲۵۸
ہگٹ، پادری ۲۴۰، ۲۵۲، ۲۵۴تا۲۵۸
پیلاطوس ۴۳، ۹۶

ت ۔ ٹ ۔ ث

تاج دین۔ تحصیلدار بٹالہ ۲۲
تاج دین لاہوری، منشی ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۶۶، ۱۸۰، ۲۱۳
تلطف حسین، مولوی ۴۱۶
تیمور، امیر ۱۱۴
تیمور، شیخ ۱۶۰، ۱۶۱
تسلسل ۴۱۶
ثناء اللہ امرتسری، مولوی ۹۱، ۱۰۷، ۱۵۰
۲۲۶تا۲۳۱، ۲۷۰تا۲۷۲، ۲۸۰، ۲۸۹، ۴۶۲، ۴۶۳
۴۸۶تا۴۹۰، ۴۹۳، ۵۵۳

ج

جارج الفریڈ لیفرائے ۸۹تا۹۶، ۴۶۸
جارج پنجم ۴۴۹

جارج ٹرنر ۵۱۹
جان مارلے ۴۴۸‘۴۴۹
جان مرے ڈوئی ۲۴۶
جان ہارٹلے ۲۴۸
جلال الدین‘ رانا۔ انسپکٹر پولیس ۳۷‘۵۱
جلال الدین سیوطی ؒ ۱۱۵‘۱۲۶‘۱۵۰
جمال الدین بی۔ اے‘ خواجہ ۱۵‘۵۱۷
جمال الدین‘ مولوی۔ سیدوالہ ۳۹۹
جمال الدین سیکھوانی‘ میاں ۴۴‘۶۴
۶۵‘۶۸‘۸۷‘۲۱۳‘۴۲۲
جمیل سنگھ‘ سردار ۴۴
جوتی پرشاد‘ لالہ ۶۲
جہان خاں‘ میاں ۵۳۲
جہانگیر‘ بادشاہ ۵۸۰
جیمز ولسن‘ سر ۵۱۷
جومل۔ ڈوئی کالڑکا ۲۴۸

چ

چٹو لاہوری‘ میاں ۱۴۲
چراغ الدین جمونی ۴۵۹‘۴۷۹
چراغ دین‘ میاں رئیس لاہور ۲۶۸‘۳۱۵‘۳۴۹‘۵۱۶
چراغ دین کلرک‘ میاں ۱۴۲
چراغ علی‘ مولوی ۳۹۳
چرنجیو بھاردواج‘ ڈاکٹر ۵۰۰
چمن بادشاہ‘ سید ۱۵۷
چندولال‘ لالہ۔ مجسٹریٹ ۲۷۹‘۲۸۱
۲۸۶‘۲۸۷‘۲۹۰‘۲۹۳‘۲۹۸‘۳۰۶

ح

حامد شاہ سیالکوٹی‘ میر ۱۱۷‘۱۸۰‘۲۱۳‘۴۴۲‘۴۹۹‘۵۶۹
حاکم علی‘ چوہدری۔ چک ۹ پنیار ۷۱‘۷۲
حامد علی‘ شیخ۔ تھہ غلام نبی ۱۹‘۲۱۳‘۲۸۳‘۴۲۲
حبیب الرحمٰن ۴۱۵
حبیب الرحمٰن‘ شیخ ۵۸
حبیب الرحمٰن‘ ملک ۲۳
حبیب اللہ‘ قاضی۔ لاہور ۱۹۸
حبیب اللہ خاں‘ امیر ۳۱۲‘۳۲۹‘۳۳۶‘۳۳۷‘۴۰۷
حسام الدین سیالکوٹی‘ میر ۱۱۶‘۳۶۴‘۳۶۵
حسن‘ امام ۴۴۳
حسن حیدر آبادی‘ شیخ سیٹھ ۶۵
حسن دین سنار ۳۷۹
حسن نظامی‘ خواجہ ۴۲۵‘۴۳۲‘۵۵۴‘۵۷۱

حسین، امام ۲، ۱۴۲، ۴۴۲ تا ۴۴۴

حسین احمد مدنی ۱۰۸

حسین علی، مرزا۔ بہاء اللہ ۳۵۵

حشمت اللہ خان، ڈاکٹر ۵۴۵

حشمت اللہ خان پٹیالوی ۶۵

حشمت علی، فقیر دہلوی ۳۲، ۴۷۶

حمزہ النقوی الدہلوی ۳۲

حمید احمد اول، مرزا ۲۲۳

حمید احمد ثانی، مرزا ۲۲۳

حمید اللہ، مولوی۔ ملا صوات ۱۴۶

حنیف احمد، مرزا ۲۲۶

حیات اللہ خان، سردار ۳۳۷

حیدر شاہ قصوری، سید ۵۶۹

حیرت دہلوی، مرزا ۴۲۷

خ

خادم حسین بھیروی، منشی ۲۵۸

خدا بخش، مرزا ۶۲، ۶۴، ۶۵
۶۸، ۸۱، ۱۱۷، ۱۴۲، ۱۸۰، ۳۵۹

خدا بخش، منشی ۷۲

خدا داد خان، میر ۱۷۱، ۳۷۵

خسرو، امیر ۴۲۵

خطیب بغدادی، علامہ ۱۵۰

خلیل احمد، مرزا ۲۲۵

خلیل الرحمٰن المنان ۳۲

خیرالدین سیکھوانی، میاں ۴۴، ۶۵، ۶۸، ۲۱۳

د۔ ڈ۔ ذ

داد محمد خاں ۱۵۹

داؤد احمد، مرزا ۴۷۵

داؤد احمد، سید میر ۲۱۲، ۴۴۷

درد، خواجہ میر ۴۲۴، ۴۲۵

دلاور شاہ بخاری، سید ۳۷۱

دلاور، شہزادہ ۳۸۷

دلیپ سنگھ، ماسٹر ۳۷۹

دیانند، سوامی ۵۶۱

ڈانلڈ، جے ایس ۱۵۹، ۱۶۰

ڈکسن، ٹی ۵۷، ۱۹۵، ۱۹۶

ڈکسن، ایف ٹی ۱۶، ۱۷

ڈگلس ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۷

ڈلس، میجر ۱۱۹

ڈوئی، ڈاکٹر جان الیگزنڈر ۲۴۰، ۲۵۱تا۲۵۴، ۴۹۰، ۵۱۹

ڈوئی، جی ایم ۳۸، ۴۷تا۴۹

ڈھیرومل، لالہ ۳۹۵

ڈیورنڈ، سرمارٹیمر ۱۵۷

ذوالفقار علی خاں گوہر، خان ۱۶۱

ر ـ ز

رابرٹس، ہربرٹ ۴۴۸

رام بھجدت ۳۰۰

رانلڈ میتھیوز ۲۵۷

رجب دین، خلیفہ ۱۴۲، ۴۲۲، ۵۱۶

رحمت اللہ، شیخ ۸، ۴۹، ۶۲، ۷۴، ۱۶۶، ۱۸۰، ۲۱۳، ۳۰۲، ۳۵۳، ۴۴۲، ۵۱۶، ۵۴۹، ۵۵۷، ۵۷۹

رحمت اللہ خان شاکر ۲۱۲

رحمت اللہ کیرانوی، مولوی ۱۵۰

رحمت علی خان، ڈاکٹر ۱۸۰، ۲۱۳

رستم علی، منشی ۸، ۲۱۳

رسل بابا امرتسری ۴۷۹

رسول بیگ، مرزا ـ کلانور ۲۴

رشید احمد گنگوہی ۳۳، ۳۵، ۱۰۱، ۱۳۹

رشید الدین، ڈاکٹر خلیفہ ۹۷، ۱۸۰، ۱۹۶، ۲۱۳، ۲۲۳تا۲۲۶، ۴۴۲، ۵۱۰، ۵۵۸

رضی الدین، حکیم ۳۵۸

رفیع احمد، مرزا ۲۲۶

رگھوناتھ، ماسٹر ۵۰۲

روشن علی، حافظ ۱۶۱، ۳۴۵، ۳۷۰

رئیس احمد جعفری ۴۵۴

زار ۲۷۳، ۳۸۷، ۳۸۸

زکیہ بیگم، صاحبزادی ۳۴۸

زین الدین محمد ابراہیم ـ بمبئی ۲۱۳

زین العابدین، مولوی ۴۷۹

زین العابدین ولی اللہ شاہ، سید ۱۱۹، ۳۴۲، ۵۰۸

س ـ ش

سارہ بیگم، سیدہ ۲۲۶

سالار الدولہ ۴۴۷

سٹینلے، لارڈ ۳۳۹

سدرلینڈ، میجر ڈاکٹر ۵۵۴

سراج الحق نعمانی، پیر ۸۱، ۹۷، ۲۲۴

سراج الدین، مولوی ۴۰۵، ۵۶۴

سردار بیگ سیالکوٹی، مرزا ۴۷۹

سرور سلطانہ ۲۲۳

سعداللہ لدھیانوی ۴۸۰تا۴۸۲
سعدی، شیخ ۴۳۸
سعید احمد اظہر، قریشی ۴۷۸
سکندر علی کلانوری، منشی ۴
سلطان ابراہیم، شہزادہ ۵۲۷
سلطان احمد، مرزا ۵۵۰، ۵۶۹، ۵۷۸، ۵۷۹
سلطان سیالکوٹی، حافظ ۴۷۹
سلطان محمود، حکیم۔ راولپنڈی ۱۳۳
سلیم اللہ، مفتی۔ لاہور ۲۹۵
سلیمان ندوی، سید ۱۰۹
سمیع اللہ شاہ، سید ۲۳
سمیع اللہ فاروقی ۳۰۹، ۳۸۸، ۴۵۴
سن، ماسٹر ۳۰۵
سنت رام، دیوان ۲۹۶، ۲۹۸
سنسار چند، رائے ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۷۸
سومراج، پنڈت ۴۸۰تا۴۸۵
سید احمد، سید ۴۷۰
سید احمد، بریلوی ۱۰۱
سید احمد خاں، سر ۱۳، ۱۰۱، ۱۰۷، ۲۱۹، ۳۹۳
سید محمد، مولوی ۳۱۶
سیدہ بیگم، سیدہ ۴۴۷
شادی خاں، میاں ۱۱۷، ۱۴۷، ۲۸۳
شاہجہان بی بی ۳۳۲، ۳۳۳
شاہ حسین گولڑوی ۲۹۶
شاہد احمد خاں، نواب ۳۴۸
شاہدہ بیگم، صاحبزادی ۳۴۸
شاہ دین، بابو ۲۳۸
شاہ نواز، حکیم ۱۲۶
شبلی نعمانی، مولانا ۱۰۸، ۲۱۹، ۵۵۲، ۵۵۳
شبیر حسین، سید ۴۰، ۴۱، ۴۹
شرمپت رائے، لالہ ۱۹۳، ۴۸۳، ۴۸۴
شرندل خاں، سردار ۱۵۷تا۱۶۰
شریف احمد، مرزا ۴، ۵، ۵۷، ۱۹۴، ۴۷۴
شنکر داس، ڈپٹی ۱۱۸، ۲۱۵
شہاب الدین، میاں۔ ساکن بھین ۱۶۹، ۱۷۰، ۲۸۰، ۲۹۷
شیر علی، مولانا ۴، ۲۳، ۲۱۲، ۲۳۲،
۲۷۴، ۲۹۶، ۳۰۴، ۵۱۷، ۵۶۹، ۵۹۰
شیر محمد خاں، راجہ ۴

ص ۔ ض

صالح محمد مدراسی، سیٹھ ۴۷۲

صالحہ خاتون ۴۴۷
صدیق حسن خاں، نواب ۱۰۱
ضیاءالدین، قاضی ۸۱، ۱۱۷، ۲۰۰

ط - ظ

طاہر احمد۔ اول ۲۲۵
طاہر احمد، مرزا۔ خلیفۃ المسیح الرابع ۲۲۵
طاہر بیگم، سیدہ ۳۴۸
طوطی رام ۲۹۹
طیبہ، سیدہ ۴۷۱
طیبہ بیگم ۳۴۸
ظفر احمد، پروفیسر ۴۸۰
ظفر احمد کپورتھلوی، منشی ۱۷۲، ۲۸۶، ۴۳۲، ۵۹۵
ظفرالدین، قاضی پروفیسر ۲۳۱
ظفر علی خاں، مولوی ۱۰۹، ۴۳۳، ۵۷۱

ع - غ

عالم دین، شیخ ۳۰۴
عالیہ بیگم ۳۳۷
عائشہ صدیقہؓ ۵۳۱
عباداللہ امرتسری، ڈاکٹر ۴۲۳
عبادت علی ۳۶
عباس احمد خاں، نواب ۳۴۸
عباس علی لدھیانوی، میر ۱۹
عبدالاحد، مولوی ۱۵۵
عبدالاحد کیدان۔ کابل ۳۲۴، ۳۱۶
عبدالجبار غزنوی ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۷، ۱۳۹، ۲۰۸
عبدالجلیل، مولوی۔ افغانی ۱۵۷، ۳۱۲
عبدالحکیم پٹیالوی ۳۵۹تا۳۶۳
عبدالحق، شیخ ۳۷۳
عبدالحق، قاضی ۴، ۵
عبدالحق، مولوی۔ دہلی ۴۲۶
عبدالحق اکونٹنٹ، منشی ۵۹
عبدالحق خوشنویس، منشی ۳۴۶
عبدالحق غزنوی ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۸۳
عبدالحلیم، مولوی۔ افغانستان ۳۳۱
عبدالحمید خاں کپورتھلوی ۳۹۹
عبدالحئ لکھنوی، مولانا ۱۰۱
عبدالخالق، مولوی ۲۰۸
عبدالخالق۔ افغانی ۳۹۴
عبدالرب۔ نواسہ صاحبزادہ عبداللطیف شہید ۳۳۳
عبدالرحمن، خواجہ ۴۹۸

عبدالرحمان، مولوی۔ افغانستان ۱۵۷، ۱۷۷، ۳۱۹، ۳۳۷، ۳۲۹

عبدالرحمان انور ۲۰۰

عبدالرحمان جالندھری، ماسٹر ۴، ۱۹۸، ۲۳۳، ۳۹۸

عبدالرحمان خاں، امیر ۳۷، ۱۵۷، ۱۷۷، ۱۷۸، ۳۲۶

عبدالرحمان داتوی ۴۱۹

عبدالرحمان قادیانی، بھائی ۴، ۸۸، ۱۶۱، ۲۱۲، ۵۴۰، ۵۵۴، ۵۶۹

عبدالرحمان کھیوال، مولوی ۴۱۱

عبدالرحمان مصری، شیخ ۱۹۹

عبدالرحیم، حاجی۔ سعد اللہ لدھیانوی کا بیٹا ۴۸۲

عبدالرحیم، حافظ ۵۰۸

عبدالرحیم شاہ۔ شاہ ولی اللہ کے والد ۴۲۵

عبدالرحیم، بھائی شیخ ۵، ۸۱، ۴۲۸، ۴۳۰، ۵۱۵، ۵۵۴

عبدالرحیم، منشی۔ مالیرکوٹلہ ۱۶۰

عبدالرحیم، میاں۔ داروغہ ۱۳۳

عبدالرحیم، نواب ۳۴۰

عبدالرحیم ایم۔ اے، میاں ۴۷۷

عبدالرحیم باورچی۔ گورداسپور ۲۸۳

عبدالرحیم بھٹی، قاضی ۱۲۱

عبدالرحیم درد، مولانا ۸۷، ۲۱۲

عبدالرحیم صابر ۳۳۰

عبدالرحیم میر، قاضی ۵۶۹

عبدالرحیم میرٹھی، مولوی ۴۲۲

عبدالرحیم نیر، مولوی ۴، ۱۹۷، ۲۰۰

عبدالرزاق، خواجہ۔ بلند شہر ۳۰، ۳۳

عبدالرزاق، قاضی ۳۳۶

عبدالرشید سیالکوٹی، میر ۱۱۷

عبدالرؤف، قاضی۔ قندھار ۳۳۶

عبدالرؤف بھیروی، ماسٹر ۵۰

عبدالسلام، چوہدری ۱۶۰

عبدالسلام، صاحبزادہ سید ۳۳۲، ۳۳۳

عبدالستار، مولوی۔ المعروف بزرگ صاحب ۱۵۷، ۱۷۸، ۳۱۲ تا ۳۱۴

عبدالستار شاہ، ڈاکٹر سید ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۲۵

عبدالصمد پٹیالوی ۴۲۹

عبدالعزیز، میاں۔ المعروف مغل ۳۵۳، ۵۳۳، ۵۹۸

عبدالعزیز اوجلوی، میاں ۴۴، ۶۵، ۶۸، ۷۷

عبدالعزیز خاں، ماسٹر ۴

عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی ۳۰، ۳۳

عبدالعلی، حافظ ۳۰۹

عبدالغفور مدرس ۳۲

عبدالغنی، ڈاکٹر۔ افغانی ۳۳۶

عبدالغنی، منشی۔ پٹیالہ ۴۲۷

عبدالغنی اوجلوی، منشی ۴۵۳

عبدالقادر، پروفیسر سید ۵۷۱

عبدالقادر، منشی ۱۳۳

عبدالقادر بیدل ۲۷۵

عبدالقادر خاں، اخوند ۴۳

عبدالقادر ضیغم، مولوی ۳۷۴

عبدالقادر لدھیانوی، مولوی ۲۶، ۶۹، ۴۲۷

عبدالقادر پنڈوری ۴۸۰

عبدالقدوس۔ نواسہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف
شہید ۳۳۳

عبدالقدیر نیاز، صوفی ۲۱۲

عبدالقیوم ابن حضرت خلیفہ المسیح الاول ۳۹۹

عبدالقیوم خاں، صاحبزادہ سر ۱۵۷

عبدالکریم سیالکوٹی، مولانا ۳، ۳۷، ۴۷، ۵۵، ۶۸
۷۲، ۸۱، ۸۳تا۸۵، ۱۱۸، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۱، ۱۸۰، ۱۹۰
۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۵۸، ۲۹۶تا۲۹۸
۳۰۳، ۳۴۱، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۶۳، ۳۶۵تا۳۶۷، ۳۸۹
۳۹۰، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۸تا۴۰۰، ۴۰۸، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۸
۴۲۲، ۴۲۴، ۴۳۹، ۵۰۱، ۵۹۰، ۵۹۳، ۵۹۴، ۶۰۰

عبدالکریم ولد عبدالرحمٰن ۴۸۵، ۴۸۶

عبداللطیف شہید، صاحبزادہ سید ۱۵۶تا۱۶۲، ۲۶۳، ۲۶۶
۳۱۰تا۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۵تا۳۳۸، ۳۴۴

عبداللہ العمادی، مولوی ۳۸۲، ۴۵۸، ۵۶۹، ۵۷۰

عبداللہ بوتالوی ۱۹۷

عبداللہ بغدادی، سید ۹۷

عبداللہ چکڑالوی، مولوی ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۸
۴۷۳، ۴۷۴

عبداللہ خاں۔ کوئٹہ ۱۶۱

عبداللہ خاں بھچرایوانی ۳۳

عبداللہ سنوری ۲۱۳

عبداللہ کوئیلم۔ لور پول ۲۰۵

عبدالماجد بھاگلپوری ۲۰۱، ۲۲۶

عبدالماجد دریا آبادی ۵۷۱

عبدالمجید دہلوی ۳۵۷

عبدالمجید سوہدروی ۲۲۸

عبدالمحی عرب، سید ۴۱۹

عبدالواحد، سید ۳۸۳

عبدالواحد خان سیالکوٹی ۲۶۴، ۳۱۵

عبدالواسع، قاضی۔ افغانی ۳۳۶

عبدالوہاب، مولوی۔ الہ آباد ۴۱۶

عبدالہادی ۱۲۷

عبیداللہ بسمل، حکیم ۴، ۵، ۳۰۴، ۴۸۴

عبیداللہ بسمل، مولانا ۱۶۱، ۱۶۲

عثمان غنیؓ ۴۴۳

عزیز احمد، مرزا ۵، ۴۷۵

عزیزالدین امرتسری، میاں ۲۷۵

عزیزاللہ شاہ، سید ۲۲۶

عزیز بخش، مولوی۔ ڈیرہ غازیخاں ۱۸۰

عزیزہ خاتون ۲۲۶

عطاءاللہ خاں، راجہ ۵۰

عطاءالرحمان طالب ۳۷۴

عطاء محمد، ناشر ۳۷۸

عظیم اللہ، مولوی۔ نابھہ ۴۹۸

علی احمد، شیخ ۱۵، ۴۰، ۲۳۲

علی احمد ایم۔ اے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ ۵۱۹

علی احمد بھاگلپوری ۴۷۵

علی حائری، مولوی ۲۳۰

علی احمد حقانی، مولوی ۴۷۵

علی شاہ، امام ۱۶۲

علی کرم اللہ وجہہ ۱۶۲، ۲۸۰، ۴۴۴

علی محمد، سید۔ المعروف باب ۳۵۴، ۳۵۵

علی محمد اجمیری، مولوی ۲۱۲

علی محمد بی۔ اے بی۔ ٹی ۲۱۳، ۴۴۵

عمر بن الخطابؓ ۱۷۳، ۴۴۳

عنایت الرحمان، سردار ۶۶

عنایت اللہ بیگ، مرزا ۵۷۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۶، ۶۲ تا ۶۴، ۹۲، ۹۶
۱۴۹، ۱۸۵، ۲۱۹، ۲۴۶، ۳۲۰، ۳۳۸، ۳۳۹

غلام احمد ایم۔ اے، مرزا ۲۱۲

غلام احمد پرویز ۶۷، ۲۳۸

حضرت غلام احمد قادیانی، مرزا مسیح موعود و مہدی معہود
۱۶، ۱۷، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۶۶، ۹۴ تا ۹۶
۱۱۶، ۱۳۳، ۲۰۵، ۲۴۵، ۲۴۹ تا ۲۵۱، ۲۵۵، ۶۲۱
۲۶۹، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۹۴، ۳۵۴، ۳۶۵، ۳۷۰
۳۸۲، ۳۹۱، ۴۲۹، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۶۱، ۴۶۹، ۴۷۰
۴۸۰، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۹، ۵۰۴، ۵۵۹، ۵۶۰

۵۶۲تا۵۶۴، ۵۶۶تا۵۶۸، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۵تا۶۰۰
غلام احمد کریام، حاجی ۳۴۲
غلام احمد واعظ، شیخ ۱۸۷، ۴۲۲
غلام اللہ قصوری، مولوی ۳۵۳
غلام امام، مولوی۔ برہما ۲۱۳
غلام حسن خاں پشاوری مولوی ۲۲۲، ۲۲۳، ۳۴۲، ۵۶۹
غلام حیدر، راجہ ۴۷، ۴۸، ۲۶۵
غلام حیدر، مرزا ۲۱۵
غلام دستگیر قصوری، مولوی ۱۴۳، ۴۹۰
غلام رسول، شیخ ۵۳
غلام رسول راجیکی، مولانا ۱۹۸، ۳۴۸
غلام رسول وزیر آبادی، حافظ ۱۶۳، ۳۴۲، ۳۶۹
غلام غوث، ڈاکٹر سید ۱۶۱
غلام فرید ایم۔اے، ملک ۲۱۲
غلام محبوب سبحانی، شیخ ۱۳۵
غلام محمد، بابو ۴۳۰، ۵۱۶، ۵۳۳
غلام محمد، چوہدری۔ پوہلہ مہاراں ۳۷۱
غلام محمد، حافظ صوفی ۲۳، ۸۵، ۳۰۴، ۴۹۸
غلام محمد، ڈاکٹر ۳۰۴
غلام محمد بگوی ۳۰، ۳۱، ۳۵
غلام محمد سیالکوٹی، چوہدری ۴۳۵
غلام محمد قاضی، مولوی ۲۹۰
غلام محمد، منشی ۴
غلام محمد، مولوی ۱۸۱
غلام محی الدین، مولوی ۱۳۶
غلام مرتضیٰ، مرزا ۸۱
غلام معین الدین نظامی ۴۲۵
غلام نبی، سیٹھی ۵۹۲
غلام نبی، شیخ ۲۱۳
غلام نبی مصری، مولوی ۴

ف

فاطمۃ الزہرا ۴۴۳
فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ۳۹۹
فتح علی شاہ، سید ۵۹، ۱۳۵
فتح محمد سیال، چوہدری ۶۵، ۱۶۰، ۱۸۹، ۴۹۸، ۵۱۵
فتح محمد، مولوی ۳۰، ۳۲
فخرالدین رازی، علامہ ۱۵۰
فخرالدین گھوگھیاٹ، مولوی ۵۰
فرحت اللہ بیگ، مرزا ۵۷۱
فرزند علی خاں، مولوی ۲۱۲

فسٹ لیفٹیننٹ (امریکہ) ۹۸
فضل احمد، چوہدری ۲۳
فضل احمد بٹالوی، شیخ ۳۷۱
فضل الدین معمار ۱۱۸، ۱۴۷
فضل الرحمان، مفتی ۴۳۰، ۵۱۱
فضل الٰہی لاہوری، حکیم ۱۱۷، ۱۳۴، ۱۳۹
فضل حق، مولوی ۵۳
فضل حسین، سر ۵۲۹، ۵۳۵
فضل دین، مولوی۔ کھاریاں ۴، ۴۱۳
فضل دین بھیروی، حکیم ۴۴، ۷۲، ۸۱، ۸۲
۱۸۰، ۲۳۲، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۷۸تا۲۸۰
۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۴تا۲۹۸، ۴۹۸، ۵۱۱
فضل دین وکیل۔ لاہور ۴۰، ۱۹۷، ۵۳۵
فضل شاہ لاہوری، سید ۷۵، ۲۱۳
فقیر اللہ، ماسٹر ۴، ۲۳۲
فقیر علی، بابو ۴۴۵
فقیر محمد، مولوی۔ ایڈیٹر "سراج الاخبار" ۲۶۳، ۲۹۵، ۲۹۸
فقیر مرزا۔ دوالمیال ۴۸۰
فنڈل، پادری ۱۵۰
فوزیہ بیگم صاحبہ ۳۴۹
فیض احمد، مولوی ۱۷۰
فیض الحسن بھیں ۲۹۶
فیض الرحمان۔ گورداسپور ۸۰
فیض اللہ خاں ۲۳۱
فیض علی صابر، ڈاکٹر ۲۲۱
فیض قادر، ڈاکٹر ۵۰، ۴۲۳

ق

قاسم علی، میر ۱۹۸، ۲۵۷، ۲۵۸
۳۵۸، ۴۲۳، ۴۶۸، ۴۶۹، ۵۰۹
قدرت اللہ، مولوی ۲۰۰
قدرت اللہ سنوری، مولوی ۵۰، ۵۳، ۵۲۲
قدسیہ بیگم، صاحبزادی ۳۴۸
قطب الدین، حکیم ۶۴
قطب الدین بختیار کاکی ۴۲۴

ک۔ گ

کاشی رام، لالہ ۵۰۲
کرزن، لارڈ ۹۰، ۴۴۸، ۴۵۴
کرم داد، مولوی۔ دولمیال ۵۰۸
کرم داد خاں، سردار ۱۹۸
کرم دین، مولوی، ساکن بھیں ۱۷۰، ۱۸۱، ۲۱۰، ۲۶۰تا۲۶۲

۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۷ تا ۲۸۰، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۲، ۲۹۴
۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۶ تا ۳۰۸، ۳۴۶
کسریٰ ۱۱۶
کلیمنٹ ریگ، پروفیسر ۵۲۸، ۵۲۹
کمال الدین، خواجہ ۳، ۴۰، ۷۷، ۸۰، ۸۷، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۰
۲۷۵، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۸، ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۴، ۳۰۷
۳۵۲، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۵۲، ۴۸۲،
۵۰۰، ۵۱۱، ۵۱۶ تا ۵۱۸، ۵۳۰، ۵۳۶، ۵۴۹، ۵۵۸، ۵۶۹
کنگ ۵۱۷
کننگھم، ڈاکٹر ۵۵۴
کنہیالال، رائے ۴۲۹
کونٹ ٹالسٹائے ۳۰۵
گلزار خاں ۱۳۶
گلوری۔ پادری ہکٹ کا بیٹا ۲۵۷

ل

لارنس ایی براؤن، پروفیسر ۵۷۲
لدھے خاں ۴۰۶
لیکھرام، پنڈت ۴۱ تا ۴۳، ۲۸۲

م

مارٹن، فرینک اے ۳۴۴
مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا ۵۵، ۲۹۵ تا ۴۹۷
مبارک احمد خاں، حکیم۔ ایمن آباد ۴۲
مبارکہ بیگم، سیدہ نواب ۱۹۴، ۴۷۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۲۴،
۵۲۵، ۵۳۵، ۵۴۳، ۵۴۵، ۵۹۹
مبشر احمد اول، مرزا ۲۲۳
مبشر احمد ثانی، مرزا ۲۲۳
مجدد الف ثانی ۵۸۱
مجید احمد، مرزا ۲۲۳
محب الحق بہاری، حافظ ۲۳۸
محب الرحمان ۱۶۱
محسن الملک، نواب ۲۱۹
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۹۰، ۱۳۹، ۱۵۴
۲۰۵، ۲۲۸، ۲۸۸، ۴۱۵، ۴۳۷، ۵۳۴، ۵۴۲
۵۵۲، ۵۴۴، ۵۵۹، ۵۶۶، ۵۷۲، ۵۷۷، ۵۸۰
محمد، خواجہ ۳۲۹، ۳۳۰
محمد ابراہیم، صوفی ۲۳
محمد ابراہیم، میاں ۲۳
محمد ابراہیم بقاپوری، مولوی ۴۴۵
محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی ۵۳۲
محمد ابوالحسن، سید ۳۲

محمد ابوالحسن، مولوی	۴۷۹
محمد احسن، میاں	۲۳۸
محمد احسن امروہی، سید	۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۶۷، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۹۱، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۷۳، ۲۷۴، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۴۲، ۵۰۵، ۵۴۲، ۵۴۵، ۵۵۷، ۵۵۹، ۵۶۹
محمد احمد، سید	۴۷۰
محمد احمد خاں، نواب	۵۱۶
محمد ادیب دمشقی	۱۱۴
محمد اسحاق، سید میر	۲۱۸، ۴۴۷، ۴۷۰
محمد اسلم جیراجپوری، حافظ	۲۳۸
محمد اسماعیل، بابو	۳۷۹
محمد اسماعیل۔ پشاور	۱۴۶
محمد اسماعیل پانی پتی، شیخ	۵۷۰
محمد اسماعیل حلالپوری	۵۱۷، ۵۲۱، ۵۲۲
محمد اسماعیل خان، ڈاکٹر	۲۸۲، ۲۸۳
محمد اسماعیل، ڈاکٹر میر	۸۵، ۲۲۴، ۲۲۶، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۴۲، ۴۷۰، ۵۹۶
محمد اسماعیل سرساوی، شیخ	۴
محمد اسماعیل گوڑیانی، ڈاکٹر	۳۰، ۳۵، ۵۷، ۲۱۳، ۴۲۳
محمد اسماعیل معتبر	۵۶۹
محمد اصغر خاں قریشی، خان	۶۶
محمد اعظم۔ لاہور (اسٹنٹ سرجن)	۳۰۵
محمد افضل، بابو۔ مشرقی افریقہ	۲۲۱، ۲۳۶، ۳۹۹
محمد اقبال، ڈاکٹر سر	۱۴۳، ۲۳۸
محمد اکبر خاں	۳۲۸
محمد الیگزینڈر رسل	۱۴۳، ۲۰۴
محمد امین، چوہدری	۳۶۵
محمد باقر خاں، آغا	۳۶۵
محمد بخش۔ انسپکٹر پولیس بٹالہ	۳۸، ۴۰، ۴۹
محمد بخش جعفر زٹلی	۹، ۲۷، ۲۸، ۳۳، ۳۴
میر بخش، میاں۔ لاہور	۱۳۳
محمد بشیر، مولوی۔ الہ آباد	۴۱۶
محمد بن عمر زمخشری، علامہ	۱۵۰
محمد تیمور، شیخ	۴۹۸
محمد جعفر شاہ پھلواری، مولوی	۶۷
محمد جی، مولوی	۳۴۲
محمد چٹو، شیخ	۴۷۳
محمد چراغ افغانی	۳۳۶
محمد چراغ الدین، حکیم	۳۴۲، ۳۴۶
محمد حسن، صوفی۔ بروکن ہل	۳۴۲

محمد حسن، میاں ۴۹۸

محمد حسن اوجلوی، بابا ۴۴۱

محمد حسن فیضی ساکن بھین ۱۳۷
۱۶۸تا۱۷۰‘۱۸۱‘۲۱۰‘۲۱۱‘۲۱۳‘۳۶۷
۲۴۹‘۲۸۰‘۲۹۰

محمد حسین، حکیم۔ مرہم عیسیٰ ۱۴۲‘۴۳۰

محمد حسین، ڈاکٹر سید ۳۴۹‘۴۴۲

محمد حسین، منشی ۲۸۲‘۲۸۳

محمد حسین بٹالوی ۲۶تا۲۹‘۳۳تا۴۲‘۴۴تا۵۲‘۵۴
۱۰۱‘۱۰۲‘۱۰۷‘۱۳۰تا۱۳۲‘۱۳۷‘۱۳۹‘۱۴۴‘۱۵۴
۲۰۸‘۲۳۳‘۲۳۴‘۲۸۲‘۴۰۹‘۵۳۰‘۵۸۹‘۵۹۰

محمد حسین کوتوال ۳۱۶‘۳۱۷

محمد حسین قریشی، حکیم ۲۴‘۱۴۲‘۴۷۳‘۵۱۶

محمد حفیظ بقا پوری ۲۲۲

محمد حنیف قمر علوی۔ سائیکل سیاح ۴۷۶

محمد دلپذیر، مولوی۔ پنجابی شاعر ۵۱۷

محمد دین، مولوی ۲۳‘۱۹۷‘۲۱۳‘۳۰۴‘۴۹۸‘۵۶۹

محمد دین۔ کتب فروش لاہور ۱۳۳

محمد رشید، میاں ۳۵۹

محمد رشید رضا، السید ۲۰۸‘۲۰۹‘۲۱۲

محمد سرور شاہ، سید ۴‘۵‘۲۲۰‘۲۲۶تا۲۳۰‘۲۸۱‘۳۱۳
۴۷۰‘۴۷۲‘۴۹۸

محمد سعید، سید ۳۳۲‘۳۳۳‘۳۳۷

محمد سعید سعدی، میاں ۱۹۸

محمد سلطان، چوہدری ۱۹۶

محمد شاہ ۳۲

محمد شاہ تونسوی ۱۹۰

محمد شریف، میاں ۱۹۸

محمد شفیع، مرزا ۱۹۷‘۴۷۰

محمد شفیع سیالکوٹی، حکیم ۴۷۹

محمد شفیع وکیل، خواجہ ۳۰۸

محمد شہید اللہ، پروفیسر ڈاکٹر ۵۴۲‘۵۵۲

محمد صادق، مفتی ۴‘۴۹‘۵۳‘۸۵‘۹۰‘۹۱‘۱۰۰‘۱۴۲‘۱۸۰‘
۱۹۶‘۲۱۸‘۲۲۱‘۲۲۴‘۲۳۲‘۲۳۳‘۲۴۴‘۲۵۴‘۲۹۶‘۲۹۷‘
۳۰۴‘۳۵۹‘۳۹۰‘۳۹۳‘۴۲۲‘۴۴۴‘۴۷۴‘۴۸۷‘
۴۹۸‘۵۰۱‘۵۰۹‘۵۱۴‘۵۱۹‘۵۲۸‘۵۲۹‘۵۴۲‘۵۵۵‘۵۶۹

محمد ضیاء الدین، چوہدری ۱۶۱

محمد طفیل بٹالوی، ڈاکٹر ۱۹۷

محمد طیب لطیف، سید ۳۳۲تا۳۳۴

محمد ظفر اللہ خاں، سرچوہدری ۲۰۱‘۵۱۴‘۵۲۰

محمد ظہور الدین اکمل، قاضی ۲۱۳، ۳۵۹
محمد عبدالحق۔ آسٹریلین نو مسلم ۳۳۹، ۳۴۰
محمد عبدالسلام، سید ۳۲، ۴۱۶
محمد عبدالغفار ابوالیار ۳۲
محمد عبدالغنی الہ آبادی ۳۴، ۳۵
محمد عبداللہ۔ المعروف پروفیسر صاحب ۵۷۸
محمد عبداللہ، قاضی ۲۳، ۴۹۸
محمد عبداللہ، ملک ۴۱۲
محمد عبداللہ بغدادی، حکیم سید ۱۳۳
محمد عبداللہ ٹونکی ۳۰، ۳۲، ۳۵، ۱۳۰، ۱۳۲
محمد عبداللہ خاں، نواب ۳۴۸، ۳۷۴
محمد عبداللہ کشمیری ۵۳، ۲۲۰، ۲۲۷، ۲۶۲، ۲۶۹، ۳۰۳
محمد عبدہ، مفتی ۲۰۸
محمد عجب خاں۔ زیدہ ۱۵۶، ۳۱۴، ۳۲۸
محمد علی، مرزا۔ شاہ ایران ۴۳۶، ۴۴۷
محمد علی، میاں۔ لاہور ۲۱۳
محمد علی اشرف، ماسٹر ۳۴۲
محمد علی اظہر، ماسٹر ۴۷۵
محمد علی ایم۔ اے، مولوی ۵۶، ۶۲، ۷۶، ۷۹، ۸۱
۸۵، ۸۷، ۱۱۷، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۰، ۱۹۰، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۱۰،
۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۴،
۲۸۸، ۲۹۱، ۲۹۴، ۳۰۴، ۳۹۰، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۳۰، ۴۳۱،
۴۴۲، ۴۵۷، ۴۹۴، ۵۱۴، ۵۱۸، ۵۴۶، ۵۵۷، ۵۶۹
محمد علی پٹواری ۴۴
محمد علی خاں، نواب ۳، ۴، ۸، ۵۸، ۶۵، ۶۸، ۱۸۰، ۱۹۲ تا ۱۹۴
۲۱۳، ۲۳۲، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۵۰، ۳۸۰، ۳۹۴، ۴۳۸،
۴۴۲، ۴۷۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۲۱، ۵۴۹، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۶۹
محمد علی جعفری ایم۔ اے۔ لاہور ۵۲۷
محمد علی کانپوری، مولوی سید ۴۱۹
محمد علی کلرک، صوفی ۱۳۲
محمد عمر، حکیم ۵۱۰
محمد عمر، سید ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۴۷
محمد غازی، مولوی ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۷۰
محمد فریدون خاں ۶۶
محمد قاری جہلمی، مولوی ۴۱۱
محمد قاسم، مولوی ۵۶۱
محمد موسیٰ، مستری ۵۱۶
محمد موسیٰ، مولوی ۵۳
محمد نذیر حسین دہلوی، سید ۳۰، ۳۲، ۳۴
۱۰۱، ۱۳۹، ۲۰۸، ۲۰۹

محمد نصیب، شیخ ۲۳، ۲۲۲

محمد نواب خاں، منشی ۱۸۰

محمد وصیت نعی ۳۲

محمد ہاشم، سید ۳۳۳

محمد ہدایت اللہ۔ کانپور ۳۲

محمد یحیٰی دہکوانی، حکیم ۱۳۵

محمد یعقوب، مولوی ۳۲

محمد یعقوب، میاں ۲۲۶، ۲۳۸

محمد یعقوب بیگ، ڈاکٹر مرزا ۵۷، ۲۱۳، ۳۰۲، ۴۲۲، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۱۰، ۵۲۶، ۵۳۵، ۵۴۱، ۵۴۹، ۵۵۷، ۵۶۹

محمد یعقوب طاہر، مولانا ۵۲

محمد یوسف، حافظ ۱۹، ۵۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۹۱، ۲۱۹، ۲۲۰

محمد یوسف، سردار۔ سابق سورن سنگھ ۴۷۵

محمد یوسف، سردار۔ مجسٹریٹ سیالکوٹ ۳۶۲، ۳۶۶

محمد یوسف، قاضی، مردان ۲۳۸، ۲۵۶، ۲۵۸، ۳۲۸، ۳۴۳

محمد یوسف، میاں ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۸

محمد یوسف بغدادی، سید ۴۷۳

محمد یونس۔ مدرس ۳۲

محمود احمد، سید میر ۴۴۷

محمود الحسن، مولانا ۱۰۷

محمود اللہ شاہ، سید ۲۳

محمود زرقانی، حکیم مرزا ۳۵۴تا۳۵۸، ۳۷۳

محمودہ بیگم، سیدہ (ام ناصر) ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۷

محمودہ بیگم، نواب ۵۱۶

مختار احمد شاہجہانپوری، حافظ سید ۴۶۷

مریم بیگم، سیدہ (ام طاہر) ۲۲۵

مریم صدیقہ، سیدہ (ام متین) ۲۲۶، ۴۷۰

مسعود احمد خان، نواب ۵۱۶

مسیح اللہ، شیخ ۱۹۶

مسیلمہ کذاب ۴۹۰

مصطفیٰ احمد خاں، نواب ۳۴۹

مطیع الرحمٰن بنگالی، صوفی ۲۱۴

مظفر احمد، مرزا ۲۲۳

مظفر الدین بنگالی، چوہدری ۲۱۲

مظفر الدین شاہ۔ شاہ ایران ۴۴۶

معراج دین عمر، میاں ۵۷، ۱۳۴، ۱۳۲، ۱۳۹، ۲۲۱، ۲۶۴، ۳۳۹، ۳۴۹، ۳۵۳

ملا خاں، خان ۳۲۰

ملاوامل، لالہ ۴۸۳، ۴۸۴

ممتاز علی امتیاز، سید ۵۶۴

منٹو، لارڈ ۴۴۸
منظور احمد، ڈاکٹر ۵۱۷
منظور حسین ولد کرم دین مولوی ۳۰۸
منظور محمد، پیر ۴، ۲۱۳، ۴۴۷، ۶۰۰
منصور احمد، مرزا ۴۷۵
منصورہ بیگم، صاحبزادی ۵۱۶
منیر احمد، مرزا ۲۲۳
مور، ڈاکٹر ۳۰۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام ۴۳۶
مولا بخش، شیخ ۱۱۷
مولا بخش، ماسٹر ۳۷۱، ۳۷۴
مولا بخش بھٹی سیالکوٹی ۱۶۱، ۵۱۰
مولا رام، پنڈت ۳۷۷
مہتاب خاں ۱۶۲
مہتاب علی جالندھری ۲۳۱
مہدی حسن مرزا ۸۰
مہدی حسین، سید ۵۴۲
مہدی حسین، نواب عماد الملک ۹۶، ۹۷، ۱۶۱، ۱۹۸
مہر علی شاہ گولڑوی، پیر ۱۰۷، ۱۲۵تا۱۳۹
۱۴۴، ۱۴۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۵، ۱۸۱
۲۳۰، ۲۶۱، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۶تا۲۹۸، ۳۰۶
میرد ۳۲۸
میکاڈو، شہنشاہ ۳۴۷
میور ۴۱۶

ن

ناروچ۔ روسی سیاح ۱۹۶
نادر شاہ ۳۳۶، ۳۹۴، ۳۹۷
ناصر احمد، مرزا۔ خلیفۃ المسیح الثالث ۲۳، ۲۲۵
ناصر الدین۔ شاہ ایران ۳۵۴
ناصر شاہ اوورسیئر، سید ۷۵، ۲۱۳
ناصر نواب، سید میر ۲، ۸۱، ۱۱۸
۱۹۵، ۲۱۸، ۲۲۳تا۲۲۵، ۳۹۰
۴۲۲تا۴۲۴، ۴۷۰، ۵۰۱، ۵۴۹، ۵۵۶، ۵۶۹، ۵۷۹
ناصرہ لطیف، سیدہ ۳۳۵
نصر اللہ خان، چوہدری ۳۷۱
نعیم احمد، مرزا ۲۲۶
نور احمد۔ بھڑی چٹھہ ۴۷۹
نور احمد پلیڈر، شیخ ۲۷۵
نور الدین، بابو ۴۲۲
نور الدین، خلیفہ ۲۱۳
نور الدین، الحاج حکیم مولانا ۲، ۳، ۸، ۴۰

۶۴، ۷۲، ۸۲تا۸۵، ۱۱۷، ۱۲۷، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۳، ۱۷۹
۱۸۰، ۱۹۵، ۲۱۳، ۲۲۲تا۲۲۵، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۴، ۳۲۵
۳۵۰، ۳۵۱، ۳۶۷، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۹، ۴۱۳، ۴۱۹، ۴۲۵
۴۲۸، ۴۷۲، ۴۷۴، ۴۹۴، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۸، ۵۰۹
۵۱۱، ۵۱۵، ۵۲۴، ۵۳۰، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۵، ۵۴۹
۵۵۵تا۵۵۸، ۵۸۱، ۵۹۱، ۵۹۹، ۶۰۰
نورالدین بی۔اے ۲۱۴
نور محمد، حافظ۔گڑھی امازئی ۱۳۶
نور محمد، ڈاکٹر ۵۷، ۲۲۴، ۳۳۹، ۳۵۴، ۵۱۵، ۵۱۶
نور محمد نقشبندی، مولوی ۵۷۲
نیاز احمد خاں نیاز فتحپوری ۲۴، ۵۷۴
نیاز علی، میاں۔سیالکوٹ ۳۳۶، ۳۶۹
نیاز محمد، شیخ۔انسپکٹر پولیس ۵۱۴، ۵۲۱

و

والٹرایم۔اے ۵۷۲
وزارت حسین، مونگھیری، سید ۱۹۷
وقارالملک، نواب ۲۱۹
وکٹرالیگزنڈر بروس ایلجن ۲۰
ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ ۴۲۴، ۴۲۵
ولید بن مغیرہ ۲۷۸
ولیم ہنٹر، ڈاکٹر ۱۰۲
ہالسما، پروفیسر ۲۰۵
ہربرٹ ۴۵
ہری۔اے۔ای ۲۹۴
ہری سنگھ، سردار۔جہلم ۲۶۵
ہنری جیمز پرنس ۲۵۷
ہنری مارٹن کلارک، ڈاکٹر ۱۵، ۲۶، ۳۸، ۴۱، ۴۳، ۴۷
ہیرلڈ نکلسن ۴۴۹
ہیرودوس ۴۳

ی

یار محمد، مولوی ۱۴۲
یعقوب علی عرفانی، شیخ ۴، ۱۷، ۲۶، ۴۵، ۷۲
۷۵، ۱۴۲، ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۱۵، ۲۲۰، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳
۲۳۶، ۲۶۲، ۲۹۴، ۲۹۸، ۳۰۷، ۳۹۰، ۴۰۷، ۴۲۲، ۴۸۴
۵۰۱، ۵۱۱، ۵۶۹
یوسف شاہ، خواجہ ۵۵۴

مقامات

آ ـ ا

آسٹریلیا ۲۴۱، ۳۳۹، ۳۴۵
آسٹریا ۳۸۵
آگرہ ۲۲۵
اٹاری ۳۱۷
اٹاوہ ۴۲۷
اٹلی ۳۳۷، ۳۸۷
اٹھوال ۲۳۳
اجنالہ ۲۲۷، ۲۳۸، ۵۰۱
افغانستان ۳۷، ۶۳، ۱۵۷
۳۲۶، ۳۲۹ تا ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۹۴، ۳۹۷، ۵۷۲
الجیریا ۱۹۶
الرامی جدران ۳۲۹، ۳۳۰
الٰہ آباد ۲۶، ۴۵۳
امروہہ ۲۰۸، ۴۲۷
امریکہ ۹۸، ۱۲۳، ۲۰۵
۲۴۰ تا ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۵۸، ۳۳۵
۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۶، ۳۷۴، ۳۸۷
امرتسر ۳۳، ۳۵، ۴۰، ۶۰، ۷۶، ۸۲، ۸۳، ۹۱
۱۵۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۲۰، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۶۴
۲۶۶، ۲۹۰، ۲۹۳، ۳۶۰، ۳۷۷، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۲۱ تا ۴۲۳
۴۲۹ تا ۴۳۱، ۴۴۷، ۴۸۷، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۲۵، ۵۴۹، ۵۵۱
۵۵۳، ۵۵۸
انبالہ ۸، ۵۳، ۴۲۷، ۵۰۱، ۵۵۸
انگلستان ۹، ۶۹، ۹۸، ۲۰۰، ۲۰۵
۲۵۵، ۲۵۷، ۲۵۸، ۳۳۹، ۳۸۷، ۵۲۸
ایبٹ آباد ۶۶
ایران ۶۷، ۱۲۵، ۳۵۴، ۴۴۶
ایشیا ۲۵۰

ب

بارہ مولہ ۷۵
بانس بریلی ۴۵۰
باؤلی شریف ۴۰۹، ۴۱۰
بٹالہ ۱۶، ۲۶، ۲۸، ۳۸، ۴۰، ۴۱
۴۷، ۶۰، ۸۲، ۸۳، ۹۲، ۱۱۸، ۱۹۶، ۲۰۸، ۲۳۰، ۲۳۲
۲۳۳، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۷

۲۹۷، ۳۱۵، ۳۶۰، ۳۷۰، ۳۹۰، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۳۱، ۴۸۷
۴۹۵، ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۳۵، ۵۴۹، ۵۵۴، ۵۵۸
۵۹۶
بدوملہی ۶۴
بڈابیر ۱۴۶
بروکن ہل ۴۴۲
بریلی ۲۱۹
بستی بزدار ۱۶۴
بستی رنداں ۱۶۴
بستی مندرانی ۱۶۴
بکلوہ ۴۷۷
بلب گڑھ ۴۲۷
بلند شہر ۳۰، ۳۳
بمبئی ۷، ۸۳، ۳۳۹، ۳۵۷، ۳۸۸، ۴۶۹
بنارس ۵۰
بنگال ۲۵، ۳۹۶، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۴، ۴۹۴
بنگہ ۴۲۳
بنوں ۳۲۶، ۳۳۳
بوبک ۲۲
بہووالی ۴۴۷
بیروت ۳۴۵
بھڑی چٹھہ ۴۷۹
بھیرہ ۵۲، ۷۳، ۲۶۶
بھیں ۱۶۸، ۲۱۰، ۲۶۰، ۲۶۱

پ

پاراچنار ۱۵۷
پاکستان ۱۵۷
پالم پور ۳۷۸
پٹنی ۶۹
پٹیالہ ۵۳، ۸۲، ۸۳، ۴۲۷، ۴۶۰
پٹھانکوٹ ۴۷
پشاور ۴۱، ۵۰، ۷۷، ۸۳
۱۶۵، ۲۲۳، ۲۹۰، ۳۳۳، ۳۳۵
پنجاب ۷، ۸، ۹، ۱۳، ۳۴، ۹۰، ۱۳۰
۱۵۳، ۱۵۶، ۲۵۱، ۲۵۵، ۳۳۹، ۳۹۲، ۴۵۴، ۵۹۴
پونا ۹۸
پھگواڑہ ۴۲۳
پھلور ۴۲۳

ت - ٹ

تبریز ۳۵۵
تھہ غلام نبی ۲۰
ٹورانٹو ۳۳۵

ج - چ

جاپان ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۲
جالندھر ۵۰۸، ۵۵۱، ۵۵۸
جدہ ۵۲۱
جرمنی ۲۵، ۳۴۷
جگراؤں ۲
جلال آباد ۶۴، ۳۴۷
جموں ۱۵، ۳۰، ۸۳، ۳۷۷، ۵۰۸، ۵۵۸
جوڑا کلاں ۲۹
جہلم ۸۳، ۲۶۳تا۲۶۹، ۲۷۵
۲۷۸، ۲۷۹، ۳۱۵، ۳۴۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۸۰، ۵۰۸
جھنگ ۶۴، ۸۳
چک ۹ پنیار ۷۲
چنیوٹ ۴
چین ۳۴۷

ح - خ

حلب ۳۳۵
حیدر آباد ۹۶، ۲۹۰
خراسان ۳۵۵، ۳۵۶
خوارزم ۲۷۳
خورجہ ۳۳
خوست ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹
۱۷۸، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۶، ۳۲۹، ۳۳۰

د - ڈ - ر - ڑ

دمشق ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۴۷
دوالسیال ۴۸۰
دھاریوال ۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۶
دھرم سالہ ۲۵۹، ۳۷۷، ۳۷۸
دھرم کوٹ ۲۳۳
دہلی ۳۲، ۳۳، ۹۰، ۱۰۷، ۱۶۴، ۱۹۹
۲۰۸، ۲۶۴، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۷۷، ۴۰۹، ۴۱۷
۴۲۱تا۴۲۸، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۴۹، ۴۶۸، ۴۶۹، ۵۰۸
ڈیناگر ۲۹۰
ڈلہوزی ۱۷، ۱۶۲، ۳۷۷

ڈیرہ دون ۳۷۷
رام پور ۱۶۳
راولپنڈی ۸۳، ۱۳۲، ۱۵۵، ۳۳۵، ۳۵۷
راہوں ۲۹۰
ربوہ ۳، ۱۶۳، ۱۶۴، ۲۰۰، ۳۷۴
رتہ چھتر ۱۶۴
رڑکی ۲۲۴
رعیہ ۴۲۷، ۴۴۷
رنگون ۳۴۰، ۳۵۷
رٹھل ۱۶۳
روس ۳۴۷، ۳۸۵
زیرہ ۱۵۶

س - ش - ص

سان فرانسسکو ۲۴۱
سائبیریا ۳۸۷
سکان پور ٹیرو ۳۷۸، ۳۷۹
سرائے نورنگ ۳۳۶، ۳۳۳، ۳۳۴
سرویا ۳۸۵
سرینگر ۶۳
سکاٹ لینڈ ۲۴۱
سکندرہ راؤ ۴۷۰
سکنڈے نیویا ۲۵۸
سکوپیلو ۳۸۷
سمرسیٹ ۲۵۷
سندھ ۲۹۰
سنور ۵۳، ۸۲، ۸۳
سوڈان ۱۹۶
سیائل ۳۳۵
سیالکوٹ ۲۶، ۵۷، ۷۲، ۸۲، ۸۳، ۲۵۹، ۲۶۶
۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۱ تا ۳۶۴، ۳۶۹، ۳۷۳، ۳۷۴، ۴۰۰
۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۸، ۴۴۷، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۶۴
سید گاہ ۱۵۶، ۳۲۸
سیکھواں ۲۳۳، ۴۲۲
شام ۱۲۵، ۱۶۳، ۱۷۳، ۳۴۵
شاہ آباد ۴۲۷
شاہ پور ۸۲
شاہجہانپور ۸۲
شمیر ۴۳

شکار پور ۲۷۵
شکاگو ۲۴۱، ۲۴۳، ۵۱۹
شملہ ۲۶، ۴۰، ۱۳۲، ۳۷۷
شنوار ۳۴۷
شیخ الباعزی ۲۶
صیحون ۲۴۱، ۲۴۶ تا ۲۵۰

ع

عراق ۱۲۵
علی گڑھ ۱۴۳

ف

فجی ۳۴۵
فرانس ۳۴۷، ۳۸۵ تا ۳۸۷
فلپائن ۱۶۳
فیصل آباد (لائلپور) ۲۰۰

ق

قادیان ۱ تا ۳، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۵، ۲۶، ۳۷
۳۹ تا ۴۱، ۴۳، ۴۷، ۴۸، ۵۰، ۵۲، ۵۷، ۶۲، ۶۴، ۷۴
۸۱، ۸۲، ۹۶، ۹۷، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۵۵، ۱۶۴، ۱۷۷
۱۷۹، ۱۸۰، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱
۲۲۵ تا ۲۳۳، ۲۵۸، ۲۶۸، ۲۷۰ تا ۲۷۳، ۲۸۱ تا ۲۸۴
۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۱۲ تا ۳۱۷
۳۲۷، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۵، ۳۵۹، ۳۶۰
۳۶۸ تا ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۷۸، ۳۸۱، ۳۸۸ تا ۳۹۳، ۳۹۶
۴۰۰، ۴۰۸ تا ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۲۲ تا ۴۲۵، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۷
۴۵۳، ۴۵۸، ۴۶۱، ۴۷۳، ۴۸۳، ۴۸۵، ۴۹۱، ۴۹۵، ۵۰۱
۵۰۸، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹ تا ۵۲۲، ۵۲۴، ۵۳۵، ۵۴۶
۵۴۹ تا ۵۵۱، ۵۵۳، ۵۵۷، ۵۶۳، ۵۶۷، ۵۷۵، ۵۹۳ تا ۵۹۵
قاہرہ ۳۳۹، ۳۴۵
قسطنطنیہ ۶۷

ک ـ گ

کابل ۶۳، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۵ تا ۳۲۰، ۳۲۳
۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۹، ۳۴۴، ۴۰۷
کاموکے ۲۶۸
کانپور ۲۱۹
کانگڑہ ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۳، ۳۹۳، ۳۹۵، ۴۰۱
کپور تھلہ ۴۰، ۷۶، ۸۲، ۸۳
۲۰۰، ۲۹۰، ۴۴۷، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۴۹، ۵۵۸
کراچی ۱۶۳، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۳۳۳

کردستان ۴۴۷

کرم کلاں ۴۸۲

کرنال ۳۷۷

کسولی ۴۸۵

کشمیر ۱۵، ۶۳، ۶۴، ۸۲، ۱۹۶، ۲۶۶، ۳۳۹، ۴۶۸

کلکتہ ۹۸، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۹، ۲۹۳، ۳۵۷، ۴۶۹

کنڈور ۴۷۶

کوریا ۳۳۷، ۳۴۸

کوٹ قیصرانی ۱۶۴

کوٹھہ شریف ۱۵۱

کوہاٹ ۳۱۶، ۳۳۵

کیتھل ۳۷۷

کمشون برگ ۳۸۷

کیلی فورنیا ۳۳۵

کھاریاں ۲۶۶

کھنڈہ ۴۴، ۴۶

گجرات ۸۰، ۸۳، ۵۰۸، ۵۵۸

گڑھی امازئی ۱۴۶

گڑھی پختہ ۴۲۷، ۴۳۲

گوجرانوالہ ۹، ۲۰۰، ۲۶۶،
۲۷۰، ۳۶۱، ۳۷۷، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۵۸

گورداسپور ۳۸، ۴۰، ۷۱، ۷۲، ۷۵، ۷۶
۷۸، ۸۱، ۸۲، ۸۷، ۱۱۹، ۱۶۲، ۲۲۲، ۲۶۲، ۲۷۷تا۲۸۷
۲۹۱، ۲۹۳تا۲۹۷، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۳۹، ۳۵۲، ۵۵۸

گورو ہرسائے ۵۱۳، ۵۱۵

گوڑگانواں ۶۲

گولڑہ ۱۲۶، ۱۳۶، ۲۰۸

گکھڑ ۳۶۱

ل

لارنس پور ۴۲۷

لالہ موسیٰ ۲۶۶

لاہور ۴، ۱۰، ۲۰، ۲۳، ۴۰، ۴۱، ۵۷
۶۰، ۷۲، ۸۲، ۸۳، ۹۰، ۹۲تا۹۴، ۱۲۹، ۱۳۲تا۱۳۷
۱۴۲، ۱۶۳، ۱۸۰، ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۵۹
۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۸۳، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۱۲
۳۱۵، ۳۱۶، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۳۸، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۶
۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۷۰، ۳۷۷، ۳۸۹، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۲۷
۴۴۷، ۴۶۹، ۴۷۳، ۴۹۵، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۸، ۵۲۳تا۵۳۰

۵۳۳‘۵۴۳‘۵۴۵‘۵۴۶‘۵۴۹‘۵۵۴‘۵۵۸‘۵۶۲‘۵۹۹

لداخ ۹

لدھیانہ ۳۰‘۸۲‘۸۳‘۱۰۶‘۲۸۶

۲۹۳‘۳۲۱تا۳۲۳‘۳۲۷‘۳۲۸‘۵۰۱‘۵۰۸‘۵۹۳

لکھنو ۸۳‘۹۶‘۹۷‘۲۱۹

لمباگاؤں ۳۷۹

لنڈن ۲۵۴‘۲۵۵‘۲۵۷‘۳۳۹

لنڈی کوتل ۳۳۶

لیاؤتونگ ۳۴۷

لیل ۴۴

م

ماسکو ۳۸۷

ماکو ۳۵۴

مالٹا ۱۰۷

مالیرکوٹلہ ۳‘۶۸‘۸۲

مانچوریا ۳۴۷

مانگٹ اونچا ۵۳۲

مد ۲۲۶‘۲۲۷‘۲۲۹‘۲۳۸

مدراس ۸۲‘۲۹۲‘۲۹۳‘۳۶۹‘۳۷۲

مدینہ ۵۲۱

مراکش ۶۷

مردان ۲۳۸‘۳۴۳‘۵۷۵

مریدکے ۲۶۸

مسوری ۳۷۷

مصر ۶۷‘۱۴۷‘۱۹۶

مظفرنگر ۴۲۷

مکہ ۲۲‘۱۱۱‘۵۲۱

مکھیریاں ۳۷۸

ملائیشیا ۳۳۳

ملتان ۸۲‘۳۰۶

ملکانہ ۶۹‘۳۰۱

مونگھیر ۳۰۱

میاں میر ۳۶۱

میرٹھ ۲۱۹‘۴۲۷

ن

نارووال ۲۹۰

ناصرآباد ۵۳

ناگپور ۲۲

ناؤ ۲۵

ندوہ ۲۱۹

نصیبین ۶۰، ۶۳تا۶۵، ۱۹۲، ۱۹۴

نگری ٹوٹیال ۶۶

نواں شہر ۴۲۹

نینی تال ۱۵۱

و

واشنگٹن ۳۳۴

وچھووالی ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۲

وڈالہ ۳۱۵

وزیر آباد ۸۳، ۲۶۴تا۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۹۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۹، ۵۰۱، ۵۰۸، ۵۵۸

وزیرستان ۳۲۸

ہرچوال ۷۱، ۷۲

ہندوستان ۳۴، ۶۳، ۹۰، ۹۵، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۳۰، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۶۳، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۵، ۳۲۶، ۳۳۹، ۳۵۷، ۳۷۸، ۳۸۸، ۴۰۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۴، ۵۳۰، ۵۳۷، ۵۶۰، ۵۶۲، ۵۶۵، ۵۷۲

ہوشیار پور ۴۰۹، ۴۱۲، ۵۶۳

ی

یادگیر ۶۸، ۶۹، ۴۹۲

یاڑی پورہ ۵۰، ۵۳

یروشلم ۶۳

یورال ۳۸۷

یورپ ۵۶، ۵۷، ۱۶۳، ۱۶۵، ۲۰۵، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۴تا۲۵۶، ۳۸۶، ۵۶۲

کتابیات

تفسیر

تفسیر ثنائی ۱۳۸، ۳۸۸
تفسیر کبیر (سورہ نور) ۲۹۸
دیباچہ بر ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی ۵۷۲

حدیث

ترمذی ۳۳
سنن ابو داؤد ۳۳
فتح الباری ۱۸۱
مسلم شریف ۱۱۳
مسند احمد بن حنبل ۱۸۱
مشکوٰۃ ۳۷۳

کتب حضرت مسیح موعود

آئینہ کمالات اسلام ۱۵۷، ۳۰۷، ۵۹۱
احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے ۴۴۴
اربعین ۱۳۸
ازالہ اوہام ۱۷۸
اعجاز احمدی ۲۲۹تا۲۳۱، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۳، ۳۸۶، ۳۸۸
اعجاز المسیح ۱۶۷تا۱۶۹
۱۷۱، ۲۰۸، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۹۰
الاستفتاء ۳۶۷، ۳۶۸
البلاغ ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۴
الوصیت ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۶۱
الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۳۱
انجام آتھم ۱۷۸، ۲۷۱، ۲۷۳، ۳۷۴، ۳۸۶
ایام الصلح ۱۷، ۱۸، ۱۷۸، ۳۰۷
ایک غلطی کا ازالہ ۱۸۴، ۱۸۶تا۱۹۱
براہین احمدیہ ۱۸۶، ۳۷۸، ۳۸۲، ۳۸۴
پیغام صلح ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۶، ۵۳۹، ۵۴۳
تجلیات الٰہیہ ۱۹۸، ۴۷۱
تحفۃ الندوہ ۳۱۹، ۳۲۰
تحفہ غزنویہ ۸۳
تحفہ قیصریہ ۶۱
تحفہ گولڑویہ ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۷۱، ۲۹۷
تریاق القلوب ۵۹تا۶۱، ۶۵، ۱۷۱، ۱۸۵
تذکرۃ الشہادتین ۱۸۲، ۳۳۷، ۳۳۹
توضیح مرام ۱۷۸

چشمہ مسیحی ۴۵۰، ۴۷۱
چشمہ معرفت ۵۱۳
حقیقۃ المہدی ۴۷، ۴۹، ۵۴
حقیقۃ الوحی ۵۸، ۱۸۵
۱۸۶، ۳۳۸، ۳۶۰، ۳۶۵ تا ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۸۱
حمامۃ البشریٰ ۱۷۸
خطبہ الہامیہ ۵۷، ۸۳، ۸۶، ۱۷۱، ۱۷۸
دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء ۲۰۷
راز حقیقت ۲۶، ۲۸، ۳۶
ستارہ قیصرہ ۲۱
سرمہ چشم آریہ ۱۷۸
ساتن دھرم ۲۹۹ تا ۳۰۱
سیرۃ الابدال ۳۴۱
ضرورت الامام ۱۸، ۵۹
فتح اسلام ۱۷۸
فریاد درد ۹، ۱۱، ۱۴
قادیان کے آریہ اور ہم ۲۵۰، ۴۸۳، ۴۸۴
کتاب البریہ ۶
کشتی نوح ۲۱۳ تا ۲۱۷، ۲۵۴، ۴۹۵
کشف الغطاء ۲۶، ۳۶
گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ۱۰۰ تا ۱۰۳
لجۃ النور ۶۰، ۶۵، ۱۳۵
لیکچر لاہور ۳۴۹
مسیح ہندوستان میں ۶۳
مواہب الرحمٰن ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۹۵
نجم الہدیٰ ۲۱
نزول المسیح ۱۶۹، ۱۷۰، ۲۱۰، ۲۶۱، ۲۶۲
نسیم دعوت ۲۹۹، ۳۰۱

کتب خلفاء سلسلہ

برکات خلافت ۲۴
حقیقۃ النبوۃ ۶۸، ۱۹۸

کتب مصنّفین سلسلہ

آئینہ صداقت ۵۵۴
احمدی جنتری قادیان ۱۴۸
اثبات خلافت شیخین ۴۰۸
اصحاب احمد ۱۴۸
التشریح المسیح ۲۰۱
القول النصیح فی اثبات حقیقۃ المسیح ۴۰۸

النبوۃ فی خیر الامہ ۲۵۸
انیسویں صدی کا مرشی ۲۵۸
بطالوی کا انجام ۲۵۸
بہائی مذہب کی حقیقت ۲۰۱
تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین ۲۵۸
تحفہ مستریاں ۲۵۸
جماعت مبایعین کے عقائد صحیحہ ۲۰۱
جواب کلمہ فضل رحمانی ۲۰۱
حیات حسن ۶۹
حیات قدسی ۵۳۳
حیات قمر الانبیاء ۵۷۰
خطبات کریمہ ۴۰۸
خلافت راشدہ ۴۰۸، ۴۰۹
خلافت محمود ۲۵۸
دعوۃ الندوۃ ۲۲۰، ۴۰۸
دین الحق ۲۵۸
ذکر حبیب ۵۷، ۶۶
سوانح احمدی ۱۱۱
سیرت احمد ۱۴۷
سیرت مسیح موعود ۹۷، ۴۰۸، ۵۹۰
شدھی کی اشدھی ۲۵۸
شمس بازغہ ۱۴۸، ۱۶۸، ۱۷۰
شہید مرحوم کے چشمدید حالات ۱۶۳
عاقبۃ المکذبین ۱۶۴، ۱۸۲
عبرتناک انجام ۲۵۲، ۲۵۳

اسلامیات (فقہ، تصوف)

تحقیق الجہاد ۱۱۱
ترجمان وہابیہ ۱۱۱
تقویم الدین دربارہ تحریک ۱۷۷
تفہیمات ۲۳۹
حجج الکرامہ ۱۴۷
رسائل و مسائل ۶۷
سود ۱۱۲
شواہد نظامی ۴۲۵
فتاویٰ نذیریہ ۱۱۱
فتویٰ صراط مستقیم ۱۱۱
مثنوی مولانا روم ۱۷۱
مجموعہ فتاویٰ ۱۱۱

مخزن عرفانی ۱۵۱
نصرت الابرار ۱۱۱
نظم الدر فی سلک السیر ۱۵۱
ہدایۃ السائل ۱۱۱

سیرت و تاریخ

آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ۳۹۱، ۳۹۲، ۵۷۰
احمدیہ تحریک ۱۱۲
احمدیہ موومنٹ ۵۷۲
اسباب بغاوت ہند ۹۸، ۱۱۱
بلاد فلسطین و شام ۱۴۷
بلوچ قوم کی تاریخ ۳۷۵
تاریخ افاغنہ ۱۸۲
تاریخ اقوام عالم ۳۷۲
تاریخ بشارت السند و پاکستان ۹۸
تاریخ بلوچستان ۳۷۵
تذکرہ رؤسائے پنجاب ۵۳۵
تذکرہ شعرائے پنجاب ۵۷۲
تمدن عرب ۱۴۷
حیات جاوید ۱۱۱
حیات محمد علی جناح ۴۵۵
داستان تاریخ ۱۱۱
دی انڈین مسلمانز ۱۰۱
دی پراسپکٹس آف اسلام ۵۷۲
روضۃ الصفا ۶۴
زاد المعاد ۱۵۰
زوال غازی ۳۳۷
سوانح خواجہ حسن نظامی ۵۷۰
سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۱۱۱، ۱۱۲
سیرت ثنائی ۲۲۸
شیخ سنوسی ۱۱۲
ظفر نامہ ۱۱۴
مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات ۱۹۶
معجم البلدان ۱۴۷
منتخبات التاریخ لدمشق ۱۴۷
موج کوثر ۲۳۶
نقش حیات ۱۱۲
یاران کہن ۵۵۴، ۵۶۹

کتب مخالفین سلسلہ

اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی ۱۶۲، ۱۸۲

اعلان الحق ۴۶۴

بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی ۴۷۹

تکذیب براہین احمدیہ ۴۳

سیف چشتیائی ۱۶۹، ۱۷۰، ۲۶۱، ۲۸۰، ۲۹۷

شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح ۱۲۶ تا ۱۲۸، ۱۴۹

شہاب ثاقب بر مسیح کاذب ۴۸۰

عصائے موسیٰ ۱۹، ۲۰، ۲۵، ۱۴۹

فتح قادیان ۲۷۲

مرقع قادیانی ۴۹۰

مہر منیر ۱۷۰

کتب دیگر مذاہب

اقتدار ۳۵۴، ۳۷۳

اقدس ۳۵۵، ۳۷۳

اشراق ۳۷۳

الفرائد ۳۷۳

الکواکب ۳۷۳

امہات المومنین ۹، ۱۰، ۱۳، ۲۰

انجیل ۴۵۰

بہاء اللہ کی تعلیمات ۳۷۳

بہاء اللہ و عصر جدید ۳۷۳

جواب نامہ جمعیت لاہائی ۳۷۳

خالصہ سماچار ۵۲۱

جواب لیکچر جناب قادیانی ۳۷۳

طالمود ۴۵۰

گیتا ۳۷۳

مکاتیب عبد البہاء ۳۷۳

میزان الحق ۱۵۰

نقطۃ الکاف ۳۷۳

ینابیع الاسلام ۴۵۰

متفرق کتب

اظہار الحق ۳۸۸

اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۱۴۷، ۲۰۵

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا ۲۵۲، ۲۵۳، ۳۰۵، ۴۵۳

تسہیل العربیہ ۳۳۶، ۴۵۳

حریری ۱۶۹

دیوان حماسہ ۳۶

قاموس المشاہیر ۱۴۷
ہمدانی ۱۶۹

اخبارات و رسائل

اخبار آ[illegible] پترکا۔لاہور ۵۶۶
اخبار آرونات سان فرانسسکو ۲۴۴
رسالہ اشاعۃ السنہ۔بٹالہ ۲۹، ۳۴، ۱۱۱، ۱۴۹
رسالہ اشاعت القرآن۔لاہور ۴۷۳
اخبار البدر، بدر۔قادیان ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۶۱، ۳۱۳، ۳۸۲، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۳۲
رسالہ البیان۔لکھنؤ ۲۰۳، ۳۸۲، ۵۶۰، ۵۷۰
اخبار البشیر۔اٹاوہ ۵۶۰، ۵۶۴
اخبار الحق۔دہلی ۲۵۸
اخبار الحکم۔قادیان ۹، ۲۶، ۵۰، ۵۵، ۵۷، ۱۳۸، ۱۷۰، ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۱۶، ۲۲۱تا۲۲۳، ۲۶۱، ۲۶۹، ۵۵۷، ۵۵۹
اخبار الفضل۔قادیان ۲۳۷
اخبار القادیان ۲۱۳، ۲۲۱
اخبار اللواء۔مصر ۲۱۷، ۲۶۰
رسالہ المنار۔مصر ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۰۸، ۲۰۹
رسالہ امت مسلمہ ۲۳۸
اخبار امرتابازار پترکا۔کلکتہ ۵۶۶، ۵۶۷
رسالہ انجمن مسلم اہل الذکر والقرآن۔لاہور ۴۷۶
اخبار اندر۔لاہور ۵۶۶
رسالہ انڈی پینڈنٹ ۲۴۸، ۲۵۳
اخبار انڈین ڈیلی ٹیلی گراف ۹۳
اخبار انڈین سپکٹیٹر ۹۵
اخبار انقلاب۔لاہور ۳۹۷
اخبار اہل حدیث۔امرتسر ۲۰، ۳۶۹، ۳۷۷،
۳۹۷، ۴۶۲، ۴۸۷، ۴۸۸
اخبار اہل فقہ۔امرتسر ۵۵۳
رسالہ ایمان (پٹی) ۲۱۳
اخبار برلنگٹن فری پریس ۲۴۴
اخبار برہم پرچارک ۵۶۶، ۵۶۷
اخبار بنگالی۔کلکتہ ۵۶۶، ۵۶۸
اخبار بوسٹن ہیرلڈ ۲۴۹
اخبار پائونیر الہ آباد ۹۳، ۲۴۹، ۵۶۶، ۵۶۷
رسالہ پبلک میگزین ۳۷۷
اخبار پنجاب سماچار۔لاہور ۲۶۳
اخبار پنجہ فولاد ۲۶۹، ۲۷۰، ۴۰۵

اخبار پیسہ اخبار۔ لاہور ۸‘۳۵۰
۳۵۷‘۳۶۱‘۴۱۲‘۴۶۳‘۵۰۲‘۵۶۶
اخبار تسنیم۔ لاہور ۲۳۹
رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ۴۵۶‘۴۵۷‘۴۵۹‘۴۷۲
رسالہ تعلیم الاسلام۔ قادیان ۲۲‘۲۳‘۴۷۱
اخبار تہذیب نسواں۔ لاہور ۵۶۰‘۵۶۴
اخبار ٹائمز۔ لندن ۵۶۸
اخبار ٹروتھ سیکر۔ امریکہ ۲۴۸
رسالہ جامعہ احمدیہ۔ قادیان ۱۶۴
اخبار جیون تت ۵۶۶‘۵۶۸
رسالہ چٹان۔ لاہور ۶۷‘۶۸
اخبار چرچ فیملی۔ انگلستان ۲۰۵
اخبار چودھویں صدی۔ راولپنڈی ۱۶۲
رسالہ دی مسلم ہیرلڈ۔ لنڈن ۱۶۲
اخبار دی انڈین پتریات۔ مدراس ۵۳۶
اخبار دی ایوننگ نیوز۔ لنڈن ۲۵۸
رسالہ رفیق حیات۔ قادیان ۴۷۸
اخبار روہن کھنڈ۔ بریلی ۵۶۶
رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ۵۷‘۱۶۵‘۱۶۶‘۱۹۰
۲۰۲تا۲۰۵‘۲۱۰‘۴۱۴تا۴۱۶‘۴۵۷‘۴۵۹‘۴۷۲
رسالہ ریویو آف ریویوز۔ لندن ۲۰۵‘۵۰۳‘۵۳۶
اخبار زمیندار۔ لاہور ۱۱۲‘۳۷۷‘۴۱۶‘۵۶۰‘۵۶۴
اخبار ست دھرم ۶۲
اخبار سٹیٹسمین۔ کلکتہ ۵۶۶‘۵۶۸
اخبار سچ ۵۷۲
اخبار سراج الاخبار۔ جہلم ۲۴‘۲۶۱
۲۶۲‘۲۸۰‘۲۸۹‘۲۹۴‘۲۹۵‘۲۹۷
اخبار سنڈے سرکل۔ انگلستان ۲۵۵
اخبار سن رائز ۳۷۴
اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ لاہور ۲۱۷‘
۴۶۹‘۵۳۶‘۵۶۶‘۵۶۷
اخبار سیاست۔ لاہور ۳۹۷
اخبار شبھ چنتک۔ قادیان ۴۸۰تا۴۸۵
اخبار شکاگو ٹربیون ۲۴۸
اخبار صادق الاخبار۔ ریواڑی ۵۶۰‘۵۶۵
رسالہ طبیب حاذق۔ قادیان ۴۷۲
رسالہ طلوع اسلام۔ کراچی ۶۷‘۲۳۸
رسالہ عالمی ڈائجسٹ۔ کراچی ۵۷۱

اخبار عام۔لاہور ۶۲، ۵۳۱، ۵۶۸
اخبار عصر جدید۔کلکتہ ۵۵۳
اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ۔علی گڑھ ۵۶۰، ۵۶۵
اخبار فاروق۔قادیان ۲۵۸
اخبار فرنٹیر میل ۵۳۶
رسالہ قطع الوتین ۲۱۹
اخبار کرزن گزٹ۔دہلی ۳۲۷، ۵۶۰، ۵۶۵
اخبار کریسنٹ۔لورپول ۲۰۴
اخبار گلاسگو ہیرلڈ۔امریکہ ۲۳۵
اخبار گلزار ہند۔لاہور ۲۳
اخبار لیوز آف ہیلمنگ۔شکاگو ۲۴۱، ۲۴۲
اخبار مخبر۔دکن ۱۰
اخبار مدینہ۔بجنور ۳۹۷
اخبار مسلم آؤٹ لک ۳۷۴
رسالہ معارف۔اعظم گڑھ ۶۷
اخبار ملت۔لاہور ۲۰۴
اخبار منادی۔دہلی ۵۷۱
اخبار مناظر۔قاہرہ ۱۷۱، ۲۰۸
اخبار میونسپل گزٹ۔لاہور ۵۶۰، ۵۶۶
اخبار نسیم۔آگرہ ۵۶۶
رسالہ نگار۔لکھنؤ ۲۴، ۵۷۴
اخبار نوائے وقت۔لاہور ۳۴۴
اخبار نور۔قادیان ۴۷۸
اخبار نور افشاں۔لدھیانہ ۲۰
اخبار نیر اعظم۔مراد آباد ۴۵۹، ۵۶۶
اخبار نیویارک ورلڈ ۲۴۶
اخبار وطن۔لاہور ۳۲۶، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۷
اخبار وکیل۔امرتسر ۳۷۷، ۳۹۰، ۵۶۰، ۵۶۴
اخبار ہلال۔قاہرہ ۱۷۱، ۲۰۸
رسالہ ہما۔جبلپور ۵۷۲، ۵۷۴
اخبار ہندو پیٹریٹ۔مدراس ۵۳۶
اخبار دی یونٹی اینڈ دی منسٹری۔کلکتہ ۵۶۶، ۵۶۸
اخبار یونین گزٹ۔بریلی ۵۶۰، ۵۶۵، ۵۶۶

خطبہ الہامیہ کی مبارک تقریب کا گروپ فوٹو (۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء)

دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ شیخ عبدالرزاق صاحب ولد شیخ عبدالرحمٰن صاحب

کرسیوں پر۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول)۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (مولانا موصوف کی گود میں)

کھڑے ہوئے۔ عبدالحمید ابن شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ منشی تاج الدین صاحب۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب۔ ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی)

دائیں سے بائیں کھڑے ہوئے پیچھے۔ ۱۔؟ ۲۔ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ۳۔مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ ۴۔حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ ۵۔حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی

کرسیوں پر دائیں سے بائیں۔ ۱۔؟ ۲۔حضرت چوہدری مولا بخش صاحب سیالکوٹی ۳۔سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۴۔ حضرت شیخ نور احمد صاحب ریاض ہند پریس ۵۔مستری فیض احمد صاحب جموں

نیچے بیٹھے ہوئے۔ ۱۔حضرت حکیم شمس الدین سیالکوٹی ۲۔حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کے ایک عزیز ۳۔پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ ۴۔محمد یعقوب صاحب ابن حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی مفرح عنبری ۵۔حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی مفرح عنبری لاہور

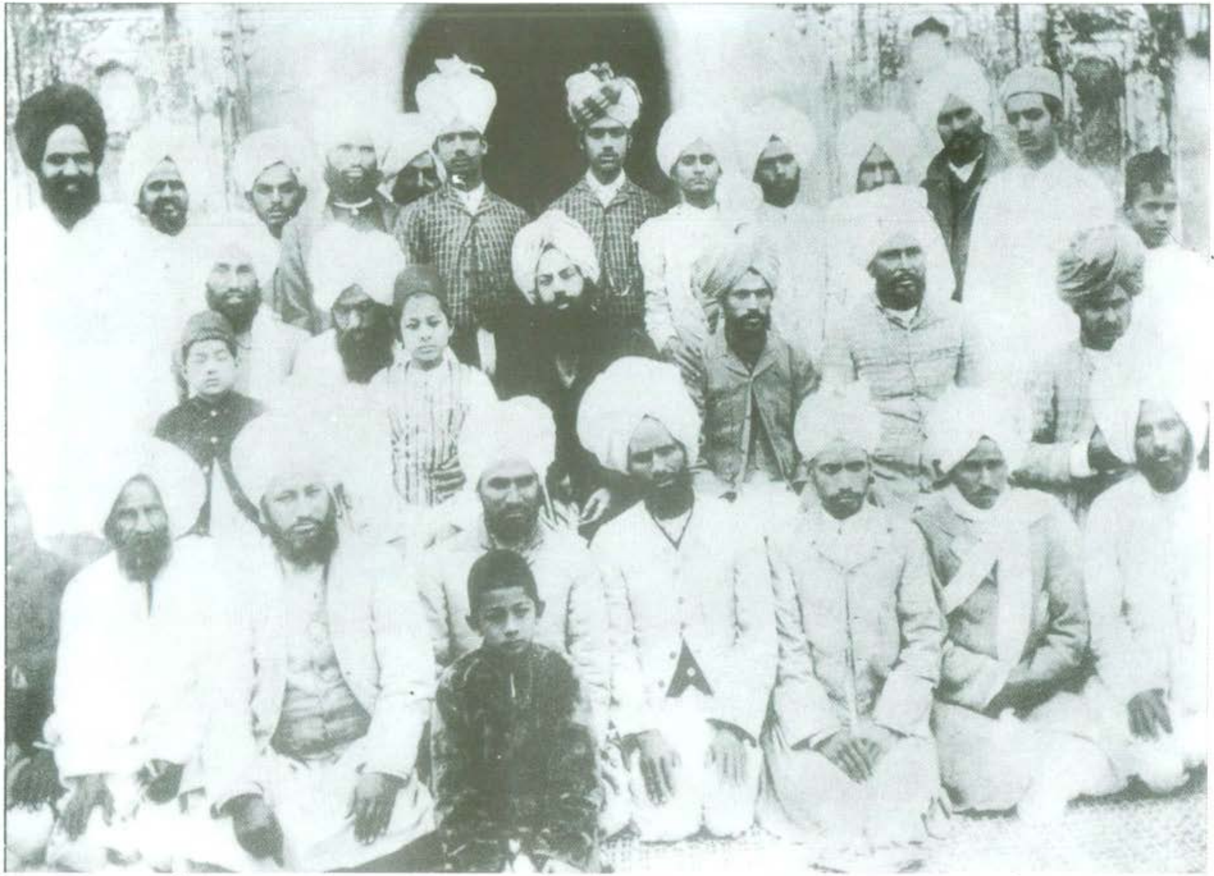

دائیں طرف سے (کھڑے ہوئے) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔؟ ۴۔ شیخ غلام حسین۔ حاجی پورہ سیالکوٹ ۵۔ میاں بشارت احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ سیالکوٹ ۶۔ سید ارشاد شاہ صاحب سیالکوٹی ۷۔؟ ۸۔ حضرت حکیم فضل دین بھیروی صاحب ۹۔ میاں غلام محمد صاحب کاتب
۱۰۔ شیخ محمد اکبر صاحب حاجی پورہ سیالکوٹ ۱۱۔ میاں خدا بخش صاحب سیالکوٹ چھاؤنی ۱۲۔ شیخ مولا بخش سیالکوٹی۔ (کرسیوں پر) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔ حضرت منشی اللہ دتہ صاحب سیالکوٹ موری دروازہ ۴۔ حضرت میاں نظام دین صاحب سیالکوٹ ۵۔ سیدنا حضرت
اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۶۔ حضرت حکیم حسام الدین صاحب (گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) ۷۔ میاں فضل دین صاحب زرگر سیالکوٹی (گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) (فرش پر) ۱۔؟ ۲۔ مستری شہاب الدین صاحب جموں
۳۔ منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی ۴۔ میاں محمد دین صاحب کانسٹیبل سیالکوٹی ۵۔ منشی رحیم بخش صاحب سیالکوٹی (گود میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) ۶۔ شیخ جان محمد صاحب وزیر آبادی ۷۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب

دائیں سے بائیں (کھڑے ہوئے) ۱۔؟ ۲۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ۳۔؟ ۴۔حضرت چوہدری مولا بخش صاحب ۵۔؟ ۶۔حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب
(کرسیوں پر) ۱۔حضرت منشی عبدالعزیز صاحب دہلوی مصنف حیرت کی حیرانی ۲۔حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی ۳۔سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۴۔حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب ۵۔حضرت مرزا نیاز بیگ صاحب کلانوری۔
(نیچے بیٹھے ہوئے) ۱۔؟ ۲۔حضرت منشی رستم علی خاں صاحب مدار ضلع جالندھر ۳۔حضرت منشی روڑا خان صاحب کپورتھلوی ۴۔حضرت منشی کرم علی صاحب کاتب ۵۔چوہدری فضل دین صاحب دفتری۔

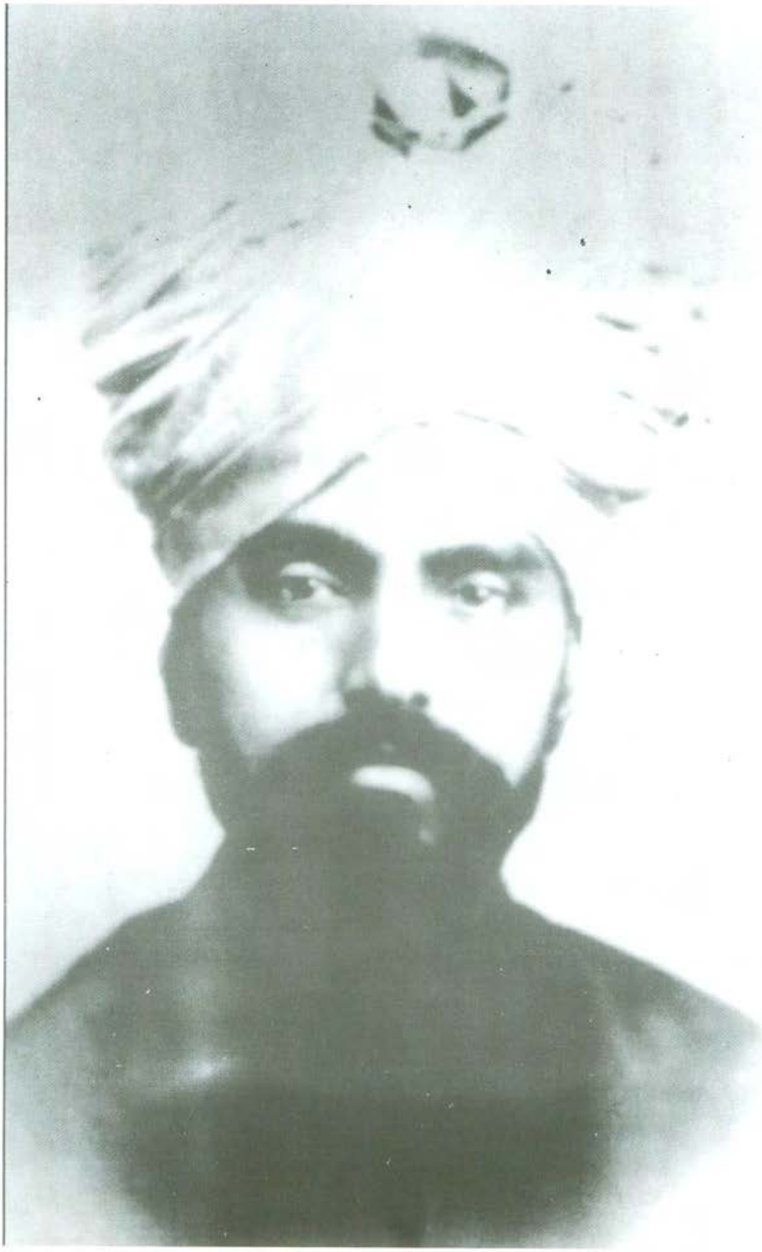

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

ابن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ

سیدنا محمود المصلح الموعود

یہ تصویر ۱۹۰۴ء کے وسط آخر کی ہے جبکہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں مولوی کرم دین کے مقدمہ کے دوران مقیم تھے۔ سیدنا محمودؓ اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کی دسویں جماعت میں پڑھتے تھے۔

دائیں سے بائیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود ۲۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۳۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب
۴۔صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ۵۔صاحبزادی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد

حضرت سردار نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ
مسکن : مالیر کوٹلہ/ قادیان
ولادت : یکم جنوری ۱۸۷۰ء
وفات : ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب
ولد: سید ناصر نواب صاحب
مسکن: دہلی/ قادیان
ولادت: ۱۸ جولائی ۱۸۸۱ء وفات: ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء

حضرت میر محمد اسحاق صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ میں سے بعض رفقاء

حضرت منشی روڑا خان صاحب
مسکن: کپورتھلہ
وفات: ۱۹۱۹ء

حضرت منشی ظفر احمد صاحب
مسکن: کپورتھلہ
وفات: ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
مسکن: سیالکوٹ

حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب
مسکن: بھیرہ ضلع شاہ پور
بیعت: ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی
مسکن: بھیرہ
وفات: ۹ اپریل ۱۹۱۰ء

حضرت صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانوی
ولد: حضرت صوفی احمد جان
مسکن: لدھیانہ

حضرت میاں عبداللہ صاحب پٹواری

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب

حضرت سردار نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیرکوٹلہ

مسکن : مالیرکوٹلہ/قادیان

ولادت : یکم جنوری ۱۸۷۰ء

وفات : ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

مسکن : بھیرہ

وفات : ۱۳ فروری ۱۹۵۷ء

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

ولد: سید ناصر نواب صاحب

مسکن: دہلی/قادیان

ولادت: ۱۸جولائی ۱۸۸۱ء وفات: ۱۸جولائی ۱۹۴۷ء

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب

(سابق مہتہ ہریش چندر صاحب)

مسکن: قادیان

ولادت: ۱۸۷۹ء

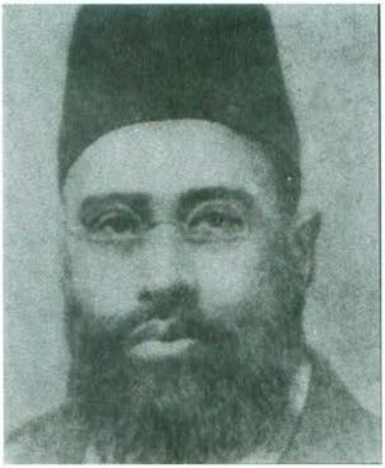

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب
(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے نانا جان)
مسکن: لاہور

سید مہدی حسین صاحب
مسکن: پٹیالہ
وفات: ۳۱ اگست ۱۹۴۱ء

حضرت خلیفہ نور دین صاحب جموں

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض دیگر بلند پایہ رفقاء

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب
مدیر و بانی الحکم
بیعت ۷ فروری ۱۸۹۲ء

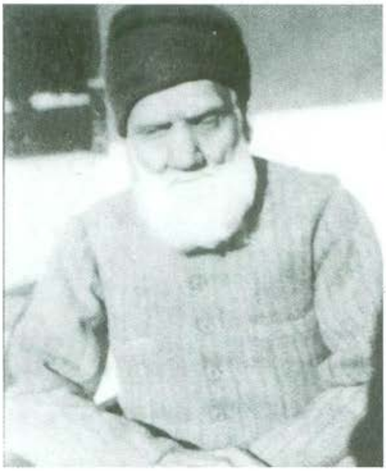

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہان پوری
بیعت ۱۸۹۲ء

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ (بیعت: ۱۸۹۲ء)
و حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاریؓ (بیعت: ۱۹۰۴ء)

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسیؓ
بیعت: ۱۸۹۴ء

حضرت مولوی امام دین صاحب
حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب
بیعت: ۱۸۹۷ء

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی
بیعت: ۱۸۹۷ء

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب
بیعت: ۱۸۹۷ء

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب
بیعت قبل ۶ مارچ ۱۸۹۷ء

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ

بیعت : ۱۸۹۷ء

حضرت بابو فخر الدین صاحب آف گھوگھیاٹ

بیعت: ۱۸۹۸ء

حضرت الحاج مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ

حضرت منشی عبدالحق صاحب کاتب

بیعت: ۱۸۹۸ء

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب

بیعت:۱۸۹۹ء

حضرت حافظ روشن علی صاحب

بیعت: نومبر ۱۸۹۹ء

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید

رئیس اعظم خوست' افغانستان

بیعت: ۱۹۰۰ء

شہادت: ۱۴جولائی ۱۹۰۳ء

حضرت میاں احمد نور صاحب کابلی

(شاگرد صاحبزادہ عبداللطیف شہید)

کابل۔افغانستان

حضرت چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹی

بیعت: ۲۸ ستمبر ۱۹۰۰ء

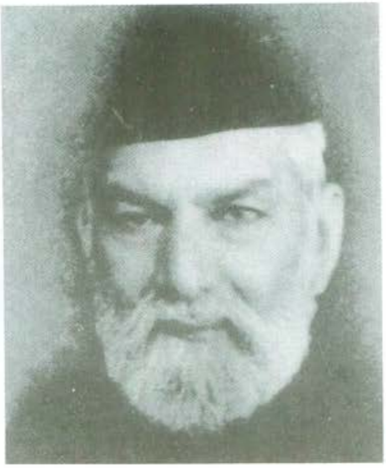

حضرت مولانا ذوالفقار علی گوہر صاحب رامپوری

بیعت: ۱۹۰۰ء

حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب

بیعت: ۱۹۰۰ء

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر

بیعت: ۱۹۰۱ء

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب
کلر سیداں ضلع راولپنڈی
(نانا جان خلیفۃ المسیح الرابع)
بیعت: ۱۹۰۱ء

حضرت ماسٹر محمد طفیل خان صاحبؓ
بیعت : ۱۹۰۱ء

حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ
بیعت:۱۹۰۱ء

حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ
بیعت: ۱۹۰۱ء

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

بیعت : ۱۹۰۳ء

حضرت محمد حسن موسیٰ صاحب
ابن حاجی موسیٰ خان صاحب ترین۔ کراچی

بیعت : ۱۹۰۳ء

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ

زیارت: ۱۹۰۳ء

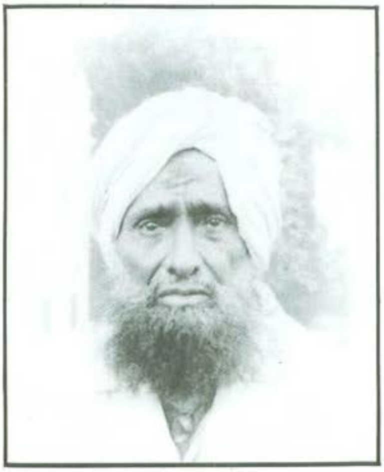

حضرت میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالے
بنگہ ضلع جالندھر
بیعت: ۱۹۰۳ء

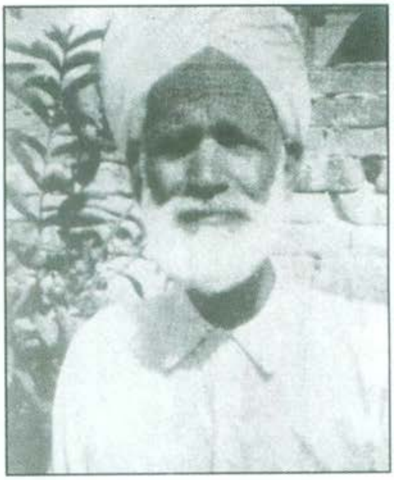

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی

بیعت: ۱۹۰۴ء

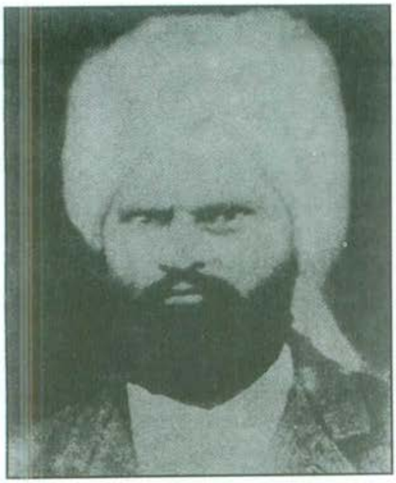

حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب

ڈسکہ۔ سیالکوٹ

بیعت: ستمبر ۱۹۰۴ء

حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب

ابن چوہدری نصر اللہ خان صاحب

ڈسکہ۔ سیالکوٹ

بیعت: ۱۶/ستمبر ۱۹۰۷ء

حضرت سید ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ

بیعت: ۱۹۰۵ء

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری

بیعت: ۱۹۰۵ء

حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب

ولادت ۱۸۹۴ء (پیدائش)

حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحبؓ آف جدہ

بیعت : ۱۹۰۷ء

خاندان سیکھواں برادران

میاں محمد ابراہیم صاحب خسر محمد صادق بٹ صاحب احمد نگر۔ میاں محمد حسین بٹ صاحب والد احمد حسین بٹ صاحب درویش۔ میاں شہاب دین صاحب صحابی والد جلال دین بٹ صاحب۔ بشیر احمد صاحب ابن میاں امام دین صاحب برادر کلاں علامہ جلال الدین شمس صاحب۔ امیر بی بی صاحبہ عرف مائی کاکو صحابیہ (۳۱۳) منشی چراغ دین صاحب والد نور دین منیر صاحب۔ میر ولی محمد صاحب آف لدھیانہ والد علی محمد نجم صاحب۔ میاں خیر دین سیکھوانی صاحب صحابی (۳۱۳) والد مولوی قمر دین صاحب علامہ جلال الدین شمس صاحب۔ میاں امام دین سیکھوانی صاحب صحابی (۳۱۳) والد علامہ جلال الدین شمس صاحب۔ محمد ابراہیم صاحب (شمس صاحب کی بڑی ہمشیرہ ہاجرہ بیگم آف گھنکے ہانگر کے صاحبزادے) نور دین صاحب منیر ولد منشی چراغ دین صاحب۔ حکیم محمد اسماعیل صاحب ابن میاں جمال دین صاحب سیکھوانی صحابی (۳۱۳) شمس صاحب کے تایازاد بھائی۔ مولوی قمر دین صاحب ولد میاں خیر دین صاحب۔ چوہدری وزیر محمد صاحب آف پٹیالہ والد امۃ المجید صاحب ایم اے۔

''الدار'' میں بیت الدعاء کا مقدس کمرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس مکان کا ایک روح پرور منظر

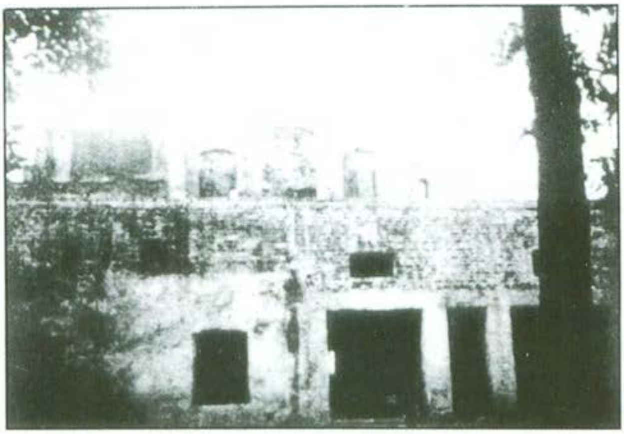

جہلم کی کوٹھی جہاں حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۳ء میں قیام فرمایا تھا۔

مکان ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ (واقع احمدیہ بلڈنگ لاہور) کا منظر (۲۷ مئی ۱۹۶۲ء)

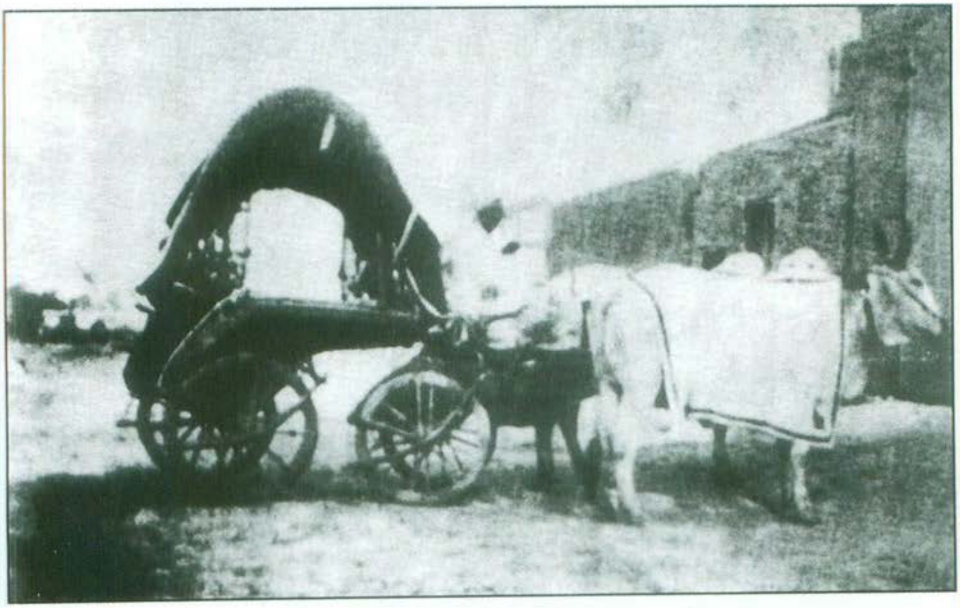

یہ رتھ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ سے قادیان لائے تھے اور حضور علیہ السلام مقدمہ
کرم دین کے دوران اس میں بیٹھ کر کئی دفعہ گورداسپور تشریف لے گئے۔

ڈیورنڈ لائن کے موقع پر افغانی اور انگریزی نمائندوں کا ایک گروپ فوٹو (۱۸۹۴ء)

پہلی قطار بائیں سے دائیں۔۱۔سرعبدالقیوم خان آف ٹوپی۔۲۔سر مارٹمر ڈیورنڈ ۳۔شرندل خان گورنر خوست۔ان کے بعد چوتھے نمبر پر جو بزرگ کھڑے ہیں وہ صاحبزادہ سعید جان مرحوم کی اہلیہ (شہید مرحوم کی بڑی بہو) کی رائے میں قطعی طور پر حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب ہیں۔شعبہ تاریخ احمدیت کی طرف سے مزید تحقیق جاری ہے۔

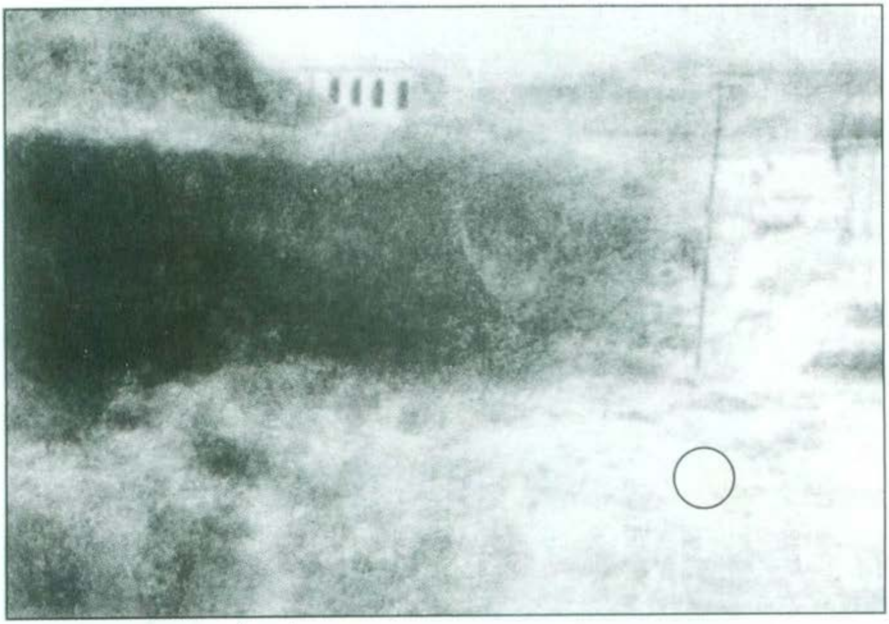

وہ میدان جہاں صاحبزادہ صاحب شہید کیئے گے

O (نشان شہادت گاہ)

حضرت مولوی عبدالستار صاحب المعروف بزرگ صاحب

ایک نہایت مقدس اور قدیم دستاویز

حضرت مسیح موعود نے ۳۰ ستمبر ۱۸۸۴ء کو ایک سائل کے جواب میں ایک مفصل خط رقم فرمایا تھا جس کے دو صفحات کا عکس ذیل میں دیا گیا ہے۔ حضور کی شان مجددیت و ماموریت کس درجہ بلند ہے؟ اس پر حضور کی یہ نہایت قدیم اور نایاب تحریر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے۔ اصل خط مولف کے پاس محفوظ ہے۔

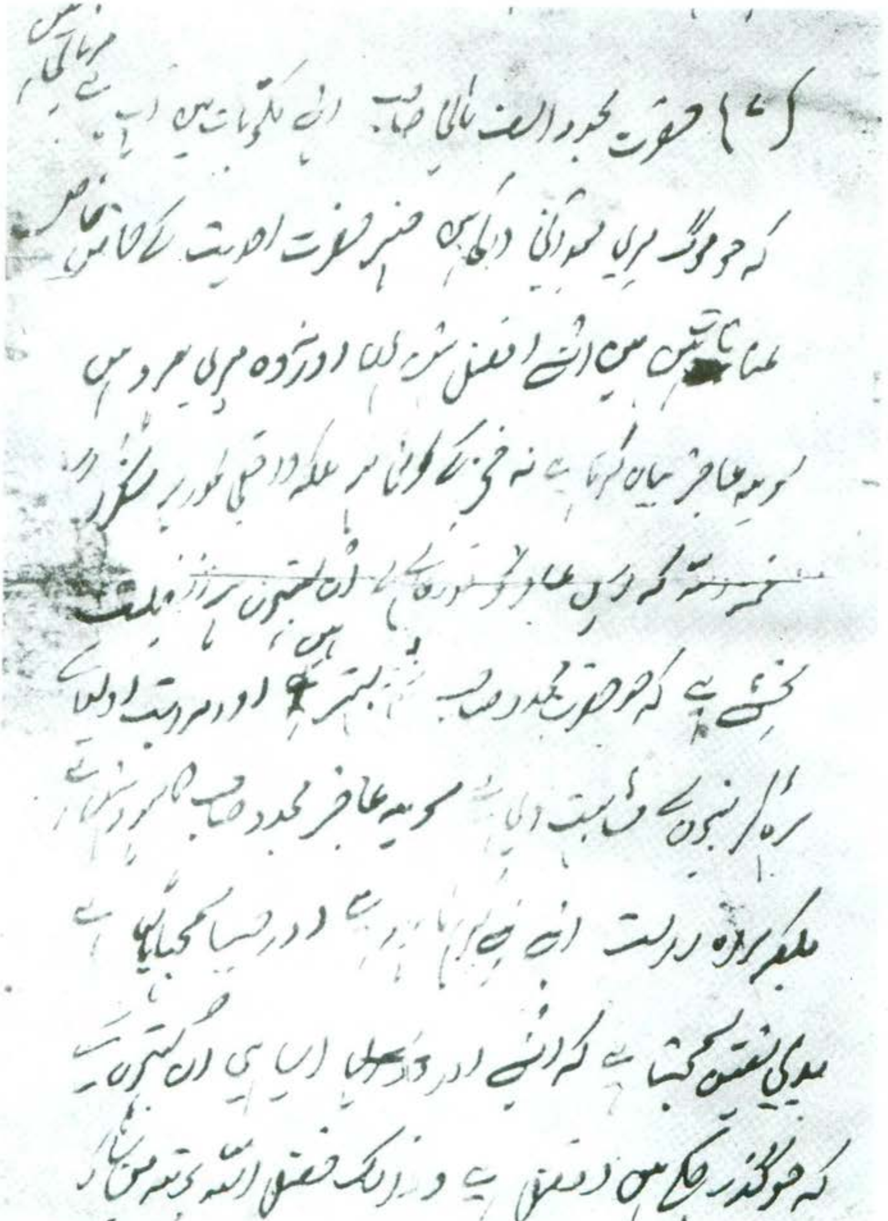

(۵) خداوند تعالیٰ کے کلام کا جیسے یہ محاوروں میں بھی محکبلی خرافت

خداوند کریم محض اپنی فضل سے صدق کے کفایے پاکر

اور نیز دوسری ایسے ملکوں سے جنکی نسبت آپکو وراثت میں ہوگے

اور حضرت خداوند کریم نے مجھکو اس خطاب سے سرفراز کیا کہ

ربی فضلک علی العالمین [illegible] او تثلیث والیکم

جیسا ۔ یہ بات بولی گئی ہوگی ہے کہ اس بیچارہ کو تاج

عالمین اسمیں یعنی تمام زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی

پس سوال ہے کہ [illegible] ایسے قدر ثانی ہے

(۶) اس بیچارہ کے والد مرحوم کا نام مرزا غلام [illegible]

وہی ہیں جو حکیم حاذق تھی اور دنیوی وضع پر اس ملک

گرد نواح میں مشہور تھے اور سلطنت [illegible] اللہ [illegible]

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ایک خط کا عکس

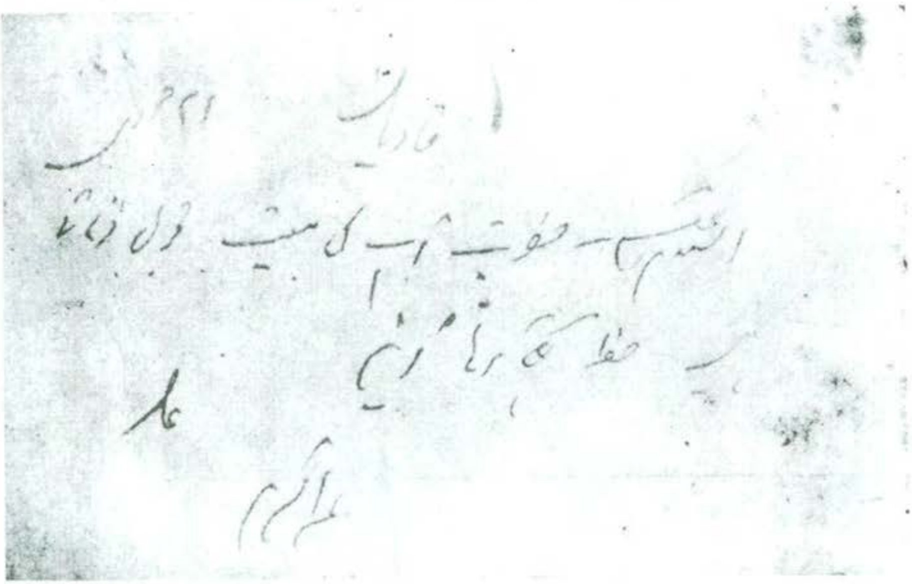

INDIA POST CARD

THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN ON THIS SIDE.

PESHAWAR

Peshawar

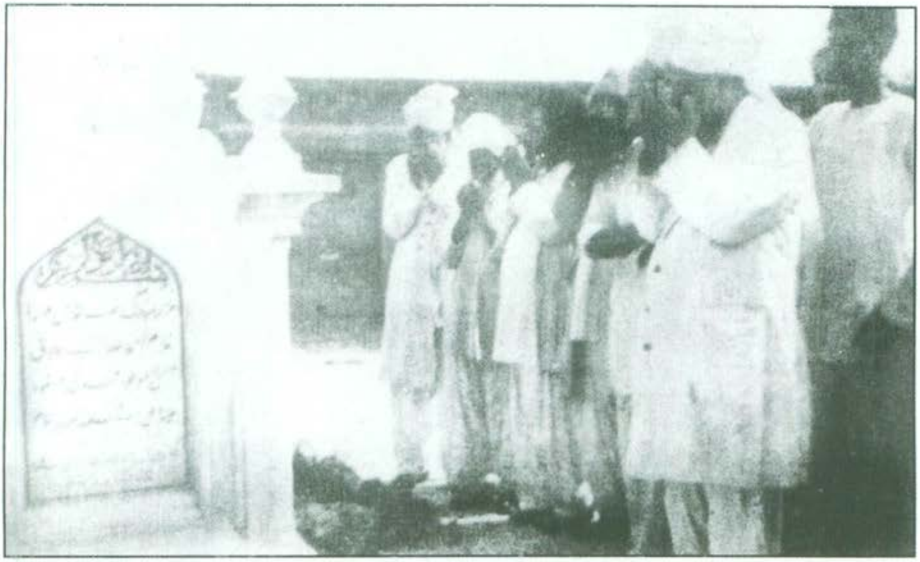

مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت المصلح الموعودؓ اپنے خدام کے ساتھ دعا کر رہے ہیں۔ (مارچ ۱۹۴۴ء)

شبیہ مبارک سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

عہد ماموریت کا سب سے پہلا فوٹو جو وسط ۱۸۹۹ء میں بمقام قادیان لیا گیا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ (جون ۱۸۹۹ء)

دائیں سے بائیں:۔ (کرسیوں پر) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت سیدنا محمود مصلح موعود۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب) حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیروی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن۔ (کھڑے ہوئے) حضرت منشی کرم علی صاحب کاتب۔ مولوی عبداللہ عرب صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحب ''مرہم عیسیٰ''۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (تراب) مفتی فضل الرحمٰن صاحب۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم۔

(فرش پر) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ حضرت حکیم قطب الدین صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ ملک شیر محمد صاحب بی۔اے۔ جموں۔ (؟)

دائیں طرف سے:۔ (کرسیوں پر) ۱۔۲۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کی گود میں ۔۳۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی ۴۔حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ اولؓ)۔۵۔سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام (گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب) ۶۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ ۔۷۔مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔۸۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفہ ثانی) (فرش پر بیٹھے ہوئے) ۱۔منشی کرم علی صاحب کاتب۔۲۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ۔۳۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی)۔ ۴۔ملک شیر محمد صاحب بی اے آف جموں۔۵۔حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی جنکی گود میں ان کا بچہ ہے۔۶۔مفتی فضل الرحمٰن صاحب۔ ۷۔؟ (پیچھے کھڑے ہوئے) ۱۔ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نان پز حضرت مسیح موعود۔۲۔مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوی۔۳۔مہر نبی بخش صاحب بٹالوی۔۴۔حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ۔۵۔عبداللہ عرب صاحب۔۶۔حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔۷۔حضرت بھائی چوہدری عبدالرحیم صاحبؓ نومسلم ۸۔حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن جنکی گود میں ان کی بچی ہے۔۹۔مرزا اسماعیل بیگ صاحب پریس مین بعدہ شیر فروش۔